

نعت بنر

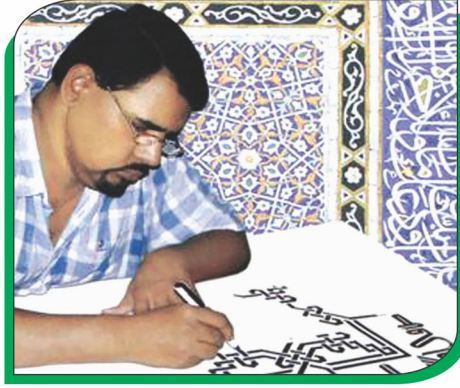
ادبیات



اکادمی ادبیات پاکستان

احمد انور

شمارے کا مصور



احمد انور نے 1980ء میں کراچی سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف آرٹ اینڈ کرافٹ سے فائن آرٹ میں ڈپلوما کی سند حاصل کی۔ سنگاپور سے نیکسٹل ڈیزائننگ کا کورس بھی کیا۔ 1983ء میں پنجاب آرٹس کونسل لاہور میں ان کی سولو پینٹنگز جو زیادہ کیلی گرافی پر مشتمل تھیں کی نمائش ہوئی۔ دوسری نمائش 1983ء ہی میں کراچی میں پاکستان امریکن کالج میں گل جی کے ہاتھوں افتتاح کے بعد منعقد ہوئی۔ حال ہی میں احمد انور اپنی مختلف اقسام کی پینٹنگز کی نمائش ترکی، ایران، الجزائر، تائیوان میں کر کے واپس پلٹے اور انہوں نے لیکچر بھی دیے۔ مستقبل قریب میں فرانس، تیونس، الجزائر، ترکی، تائیوان میں نمائش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

احمد انور نے اپنی کیلی گرافک پینٹنگز میں انتہائی مہارت کے ساتھ محرابیں (Arches) دائرے، ہلال، کھجور کا درخت، دروازے، سورج، گنبد، کی اشکال کو ایک استعارے کی صورت استعمال کر کے اپنی پینٹنگز کو معنوی لحاظ سے ایک انفرادیت بخشنے کی کامیاب کوشش کی اس کے ساتھ ساتھ رنگوں کے انتہائی متناسب برجستہ استعمال نے اس کے ظاہری تاثر کو پرتا شیر کر دیا جو دیکھنے والے کی نظر پر بار نہیں گذرتا بلکہ خوبصورت تاثر چھوڑتا ہوا گذر جاتا ہے۔ احمد انور کی کیلی گرافک کا زیادہ تر کام خط کوئی میں کیا گیا ہے۔

احمد انور نے بھارت کے مصور ہاتکر HATKAR سے مجسمہ سازی (Sculpture) سیکھی تاہم اسلامی ماحول کی وجہ سے اسے ایک خاص دائرے تک محدود رکھا۔ احمد انور ”عبدالرحمان چغتائی“ ”مائیکل اینجلو“ اور ”ذہین احمد“ سے متاثر ہیں مگر خوش کن بات یہ ہے کہ ان کی پینٹنگز میں ان سے متاثر ہونے کا عمل نظر نہیں آتا۔ احمد انور نے اپنے تخلیقی وجدان سے اپنی پینٹنگز کے رنگ بھارے ہیں اور یہی ان کی کامیابی اور جینون آرٹسٹ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔

(ا۔ج)

ادبیات^{سرمای}

شماره نمبر 101، جنوری تا جون 2014

نعت نمبر

نگران: شیراز لطیف

منتظم اعلیٰ: ندیم اقبال عباسی

مدیر: محمد عاصم بٹ
مدیر معاون: اختر رضا سلیمی

اکادمی ادبیات پاکستان

پطرس بخاری روڈ، H-8/1، اسلام آباد

ضروری گزارشات

- ☆ مجلے میں غیر مطبوعہ تحریریں شامل کی جاتی ہیں جن کی اشاعت پر شکریے کے ساتھ اعزاز یہ بھی اہل قلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔
- ☆ شامل اشاعت نگارشات کے نفس مضمون کی تمام تر ذمہ داری لکھنے والوں پر ہے۔ ان کی آراء کو اکادمی ادبیات پاکستان کی آراء نہ سمجھا جائے۔
- ☆ نگارشات ان ایچ فارمیٹ میں بذریعہ ای میل اس ایڈریس پر بھیجی جاسکتی ہیں:
adabiyaat@pal.gov.pk

مجلس مشاورت: ڈاکٹر تو صیف تبسم، احمد جاوید

قیمت فی شمارہ: -/100 روپے (اندرون ملک) 40 امریکی ڈالر (بیرون ملک)
سالانہ (4 شماروں کے لیے) -/400 روپے (اندرون ملک) 160 امریکی ڈالر (بیرون ملک)
(رسالہ اندرون ملک بذریعہ رجسٹری اور بیرون ملک بذریعہ ہوائی ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ ڈاک خرچ ادارہ خود ادا کرتا ہے)

قیمت موجودہ شمارہ: -/200 روپے

طباعہ:	طارق شاہد	051-9250585
ترتیل:	میر نواز سولنگی	051-9250578
مطبع:	پاکستان پوسٹ فاؤنڈیشن پریس، اسلام آباد۔	

ناشر: اکادمی ادبیات پاکستان، H-8/1، اسلام آباد

website: pal.gov.pk

فہرست

انتخاب

عربی نعت (انتخاب)

15	اوصیک با عبد مناف بعدی	سیدنا حضرت عبدالمطلبؐ
17	الم ترنی من بعدہم ہمتہ	سیدنا حضرت ابوطالبؐ
20	وقال النبی ولم یزل یقرنی	سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ
23	الم تران اللہ اظہر دینہ	سیدنا حضرت عمر فاروقؓ
24	فیا عینی ابکی ولا تسامی	سیدنا حضرت عثمان غنیؓ
25	امن بعد تکفین النبی ودفنہ	سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ
27	متی یبد فی الداجی البہیم جبینہ	سیدنا حضرت عائشہ صدیقہؓ
28	الایا رسول اللہ کنت رجائنا	سیدنا حضرت صفیہ بن عبدالمطلبؓ
30	انا فقد ناک فقد الارض وابلہا	سیدنا حضرت فاطمہ الزہراءؓ
31	سائل قریشا غداة السفح من أحد	سیدنا حضرت کعب بن مالکؓ
33	أغر علیہ للنبوة خاتم	سیدنا حضرت حسان بن ثابتؓ
35	تسعی الرشاة بجنبیہا وقولہم	سیدنا حضرت کعب بن زہیرؓ
37	الا بابی من کان ملکا و سیدا	ابوبکر محی الدین ابن العربیؒ
38	محمد سید الکونین والثقلین	شرف الدین یو میرؒ

فارسی نعت (انتخاب)

39	زہے روشن ز رویت چشیم بینش	امیر خسرو دہلویؒ
40	سید ہر و محمد گوہر جاں	جلال الدین رومیؒ
41	عرش است کمیں پایہ ز ایوان محمدؐ	شیخ سعدی شیرازیؒ
42	السلام اے قیمتی تر گوہر دریا ئے جود	عبدالرحمن جامیؒ

43	دل شکارتو یا رسول اللہ	عبدالقادر بیدلؒ
44	یا صاحب الجہاں ویا سید البشر	حافظ شمس الدین محمد شیرازی
45	خواہی کہ شو درد و جہانت بہبود	خولہ میر درد دہلوی
46	حق جلوہ گر، زطر زیباں محمدؐ است	مرزا اسد اللہ خاں غالب

اردو نعت

قل از قیام پاکستان (انتخاب)

47	واہ کیلکو دو کرم ہے شہرِ بطحا تیرا	احمد رضا خان بریلوی
49	دلِ ثائرِ مصطفیٰؐ، جاںِ پارسا مالِ مصطفیٰؐ	اصغر گوٹروی
50	بنے ہیں مدحتِ سلطانِ دو جہاں کے لیے	الطاف حسین حالی
51	آپ کی فرقت نے مارا یا نبیؐ!	امداد اللہ مہاجر کی
52	لے جائے اجل جان کی پروا نہیں مجھ کو	امیر بینائی
53	فرقت میں جاں برباد ہے آیا ہباب آنکھوں میں دم	امجد حیدر آبادی
54	تعبیرِ شبِ غیبِ شہستانِ محمدؐ	بابا ذہین شاہ تاجی
55	مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں	بہزاد لکھنوی
56	پھر اہلِ حرم سے ملاقات ہوتی	حمید صدیقی لکھنوی
57	پوری یا رب یہ دعا کر، ہم درِ مولیٰ پہ جا کر	خولہ میر محمد اکبر خاں میرٹھی
58	کرو غم سے آزادیا مصطفیٰؐ	داغ دہلوی
59	سیوے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح	سراج الدین ظفر
61	رسولِ خدا سید المرسلین	سراج اورنگ آبادی
62	نام محمدؐ فصلِ علیؑ، نور محمدؐ فصلِ علیؑ	سید سلیمان ندوی
63	دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہیں تو ہو	ظفر علی خان
64	کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا	کافی شہید مراد آبادی
65	نعتیہ رباعیات	محسن کاکوروی
67	ہو احمدِ خدا میں دل جو صرف رقم میرا	محمد امیر اہم ذوق
68	نعتیہ رباعیات	مرزا سلامت علی دہر
69	دلادریائے رحمت قطرہ ہے آبِ محمدؐ کا	مرزا محمد رفیع سودا
70	نہ کیونکر مطلعِ دیواں وہ مطلعِ مہرِ وحدت کا	مومن خان مومن

71	مختار میں، باعیتِ افلاک نبی ہیں	میر انیس
73	جلوہ نہیں ہے نظم میں حسن قبول کا	میر تقی میر
74	نبی کون یعنی رسول کریم	میر حسن دہلوی
75	ہے سورہ واہشمس اگر روئے محمدؐ	میر کرامت علی خان شہیدی
76	تم ظہورِ اولیں ہو یا محمد مصطفیٰؐ	نظیر اکبر آبادی

پاکستانی نعت (انتخاب)

77	لوح بھی ٹو، قلم بھی ٹو، تیرا وجودا لکتاب	محمد اقبال، علامہ
78	افضل ہے مسلمانوں میں رسالت حضورؐ کی	احسان دانش
79	راہِ گم کردہ کو منزل کا پتا دے شاہا	احمد راہی
80	نہ ہوا معجزہ حق کا ظہور آپؐ کے بعد	احمد فراز
81	کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا	احمد ندیم قاسمی
83	لٹائے سجدے نہ کیوں آسمان مدینے میں	اختر شیرانی
84	جو فردوس تصور ہیں وہ منظر یا دآتے ہیں	ازہر درانی
85	یہ ہیں دونوں جہاں میری نظر کے سامنے	اسد ملتانی
86	مدینے کا سفر ہے اور میں غم دیدہ غم دیدہ	اقبال عظیم
87	مجھ کو توصیف پیہر پہ مقرر رکھا	بشیر حسین ناظم
89	خدا کرتا ہے مازل رحمتیں اُن مدح خوانوں پر	جای بدایونی
90	دل کی دھڑکن میں ہے مقام ترا	حافظ لدھیانوی
91	مولائے کائنات کی بے کس نوا زیاں	حافظ محمد افضل فقیر
92	آؤ کہ ذکرِ حسینؑ شہِ بحر و بر کریں	حافظ مظہر الدین
93	یہ کس عذاب میں جاں ہے محمدؐ عربی	حبیب جالب
94	مظہرِ شانِ کبریا صلی علی محمدؐ	حسرت موہانی
95	دے تبسم کی خیرات ماحول کو، ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ	حفیظ نائب
96	سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سبحانی	حفیظ جالندھری
97	سارے احکامِ خدا جن کی زباں میں آئے	حنیف سعدی
98	جو نامِ صفِ پاکِ رسولان میں چلی ہے	خاطر غزنوی
99	تو نے ہر شخص کی تقدیر میں عزت لکھی	خالد احمد
100	امیرِ خلد کا اعجاز دیکھوں	راخ عرفانی
101	پہنچ ہی جائیں گے اک دن کسی قرینے سے	راغب مراد آبادی

102	بہا ل ذات ہے نور محمد عربی	رئیس امر وہوی
103	بزم کو نین سجانے کے لیے آپ آئے	ساغر صدیقی
104	محفل سچی ہوئی ہے درود و سلام کی	سید سلمان رضوی
105	محمد مصطفیٰ مصل علی محبوب ربانی	سید محمد ضمیر جعفری
106	پیام لائی ہے باد صبا مدینے سے	سیماب اکبر آبادی
107	مجھے تو صرف اتنا ہی یقین ہے	شان الحق حق
108	خود رب دو جہاں ہے خریدار مصطفیٰ	شورش کاشمیری
109	زمانہ تیرے لیے ہے، ازل ابد تیرے	عارف عبدالمبین
110	رہبر ہستی نے واضح کر دیا خط کھینچ کر	عاصی کرمانی
111	محبوب مکی محفل کو محبوب سجاتے ہیں	عبدالستار خان نیازی
112	خدا کے بعد صاحب سب زمانوں سب جہانوں کا	عبدالعزیز خالد
113	مرسلوں میں کوئی بھی خیر البشر آپس نہ تھا	عزیز لدھیانوی
114	جہاں پیوند ظلمت بن گئے روزن مکانوں کے	غلام محمد قاصر
115	حضور اقدس زمانے بھر سے گئے تھے جو تیرگی مٹا کر	فارغ بخاری
116	جودل کو چین دے وہ کسک چاہتا ہوں میں	قتیل شفاقی
117	ہر ذرہ کائنات کا گراں ہے اس لیے	قیوم نظر
118	ہو جو توفیق تو بس نعت پیہر لکھوں	کلیم عثمانی
119	آدمیت کی علامت ہے ولایت مصطفیٰ	کوثر نیازی
120	رسول مجتبیٰ کہیے محمد مصطفیٰ کہیے	ماہر القادری
121	کاش وہ خاک مجھ کو مل جائے	مجید امجد
123	جب میرے دل کا درد، الم تک پہنچ گیا	محبوب عزیزی
124	شفا عتوں کے فلک پر عجب سحاب کھلے	محسن احسان
125	آپ کی مدح ہے کس کے امکان میں	محشر بدایونی
126	شعور عشق مدینے کی سرزمین سے ملا	محشر رسول نگری
127	سمجھا نہیں ہنوز مرا عشق بے ثبات	محمد اعظم چشتی
128	خوابوں میں مدینے کی فضا دیکھنے والا	مسرور کیفی
129	شجر حرم تمہیں جھک کر سلام کرتے ہیں	ناصر کاظمی
130	چاندنا رے ہی کیا دیکھتے رہ گئے	نصیر الدین نصیر
131	پر کیف کس قدر غم پہاں ہے اے حضورؐ	نعیم صدیقی
132	کوہ فاراں پہ خورشید غار حرا	یزدانی جالندھری

پاکستانی نعت (کلام تازہ)

133	جو کسی عطا نے خطا کے داغ تمام عمر کے دھو دیے	آصف اکبر
134	صدا میں ستارہ ستارہ کروں	آصف ثاقب
135	دل میں اگر خدا ہے رسول خدا بھی ہے	آفتاب ضیا
136	وہ آپ کی محفل میں ادب دیکھا گیا ہے	ابرار حسین باری
137	جو حرف و ہنر سارے زمانوں کو ملے ہیں	ابصار عبد العلی
138	ستارہ استعارہ	احسان اکبر، ڈاکٹر
140	تری پناہ میں روز جزا کا خوف نہیں	احمد دریس
141	نظروں میں بسی ہے کسی مہتاب کی صورت	احمد صغیر صدیقی
142	یہ اہتمام اندھیروں کے رد میں رکھا گیا	اختر عثمان
144	نعت گوئی سے مجھے گر چہ بہت رغبت رہی	اخلاق عاطف
145	بے کسوں کو بھلا اور کیا چاہیے	ارشاد محمود ارشد
146	ہے میرے سینے میں شوق وصال سب سے الگ	اسد اعوان
147	نظر آ رہا ہے وہ در اللہ اللہ	اسلم راہی
148	سکونِ قلب ہے خلدِ نظر مدینہ ہے	اسلم فرخی، ڈاکٹر
149	اے ہوا	اعجاز رضوی
150	میں: کہ ہر صاحب ایمان کے قدموں کی خاک	اعجاز کنور راجہ
151	یہ بھی سفر عجیب تھا کیسی شمع دی گئی	افضل خان
152	دنیا کو بدلنے آپ آئے	انتیا زالحق امتیاز
153	سمجھے گا کون، کیا ہے یہ رمز جہانِ شوق	امین راحت چغتائی
154	زمانے میں پھیلا ہے نور آپ سے	انور سدید، ڈاکٹر
155	یہ التماس ہے یا رب! حضور سے اپنے	انور شعور
156	میری مندی ذات نبی جی	بشری اعجاز
158	در پہ رونا ہوا آیا ہے یہ شیدا تیرا	پرتو روہیلہ
159	کاش ہوتا مدینے میں گھریا نبی	ناج الدین ناج
160	آئینہ جمالِ الہی کی بات ہے	تبسم نواز وڑائچ
161	بے رحمت شعلہ بخارے کہاں ہوتے	جلیل عالی
162	اے کاش! شامِ عرضِ اظہار میں آئے	حافظ نواز احمد قادری
163	اک تمنا ہے، کہ وہ خواب تمنا دیکھوں	حسن عباس رضا

164	نعتیہ دو ہے	حمید اللہ افسر
165	بہا ل حق سے ہو پد لئو اہمال ان کا	خاور اعجاز
166	لب پہ جب نعت آگئی ہے	خورشید ربانی
167	پادشاہا ترے دروازے پہ آیا ہے فقیر	خورشید رضوی
168	ہے دُعائیں میری یہی ہر آن، یا خیر الوری	رابعہ بھری
169	رہنمائے دین فطرت آپ ہیں	راحت نذیر راحت
170	گنبد خضر ایک آہوں کو رسائی مل جائے	رانا سعید دوشی
171	میں نعت نبیؐ کے باب میں تھا	رحمان حفیظ
172	تو اُس کے نصیبوں میں جنت نہیں	رستم نامی
173	معراج بشرؑ، تو بخدا ہیں مرے آقاؐ	رشید ساقی
175	یا رحمۃ للعالمینؐ	ریاض ندیم نیازی
176	حریم جاں میں یہ کس کا ذکر قرار آور	زاہد مسعود
177	آج کچھ اور نظر آتی ہے چھب رحمت کی	سائل نظامی
178	فوج عشق سے سینوں میں اضطراب رہے	سجاد بلوچ
179	خُدا نے جب سچائی بزم گن صدقہ محمدؐ کا	سحر فارانی
180	دے کے روضے پہ حاضری میں نے	سرفراز شاہد
181	کچھ بھی ہو، خوں یار سے ہٹنے کی خونہ ہو	سعود عثمانی
182	مجھ سے کیا ہو بیاں حضورؐ کی شان	سلطان سکون
184	ہر طرف شور تھا روشنی روشنی	سید انوار حسین انجم نقوی
185	سُرور سے دل لہک رہا ہے درود سے روح کھیل اُٹھی ہے	سیدنا بش الوری
186	زباں کو لڈتے اظہار کا مزہ آئے	سید ریاض حسین زیدی
187	یہ خانہ ہستی ہے، یہاں زرنماں ہے	سید ضیا عالدین نعیم
188	حضورؐ آپ کی مدحت کروں رقم کیسے	سید عارف
190	وہم و کوئین مُدثر بہ لقب ہے	سید نصرت زیدی
191	چاند سورج کی بھلا اس کو ضرورت کیا ہے	سیدہ درنجف زہبی
192	نم نگاہوں سے وضو کرتا ہوں میں	شا کر کنڈان
193	نعت رسولؐ میرا لٹا شہنا رہے	شاہد کوثری
194	حکیم یزداں سے ملا، اذنی پیبر سے ملا	شاہد حسن
196	مدینہ منورہ حاضری پر	شاہین عباس
197	روشنی خواب ہے تعبیر ترے دم سے ہے	شفیق احمد خان

198	ہنر کے چاند پس آفتاب روشن ہیں	کلیل ختر
199	پروردگار ذکر محمد نصیب کر	شیدا چشتی
200	وہ ٹوہرا آسمانی جب کیا اُس نے زمینی	ضیا الحسن، ڈاکٹر
201	یہ ہے دیا پریمبر یہیں ٹھہر جائیں	طالب انصاری
202	اذن معراج مل گیا ہے اسے	طاہر شیرازی
203	گرا جازت ہو محمد کی تو میں نعت کہوں	عائشہ مسعود ملک
204	آغا ز نعت ہم نے کیا اس دعا کے ساتھ	عباس رضوی
205	مدحت کی ہے توفیق، صلہ مدح نبی کا	عرش ہاشمی
206	سند میری غلامی کی رقم کر دیجیے آقا	عرفان الحق صائم
207	ہزار پیش کروں تجھ کو میں سلام ہوا	عرفان صادق
208	ذرا کرے خورشید کی مدحت تو عجب کیا	عقیل عباس جعفری
209	صدقے میں آپ ہی کے بنی کائنات ہے	علی اکبر عباس
210	بارگاہ رحمت میں	علی بابا تاج
211	ایسا کرم کیا گیا، سخت شکستہ حال پر	علی یاسر
212	محبوبوں کا جالا اگر کہیں پر ہے	غلام رسول زاہد
213	خزاں رتوں میں کھلے ہیں کھجور کے پتے	قاسم یعقوب
214	زندگی کا ہے سارا فسوں آپ سے	قائم نقوی
215	ماورائے فکر انساں ہے ثنائے مصطفیٰ	کرامت بخاری
216	پیام ابدی	ماجد صدیقی
218	تمہارا ذکر جب کیا ہنر کمال ہو گیا	مجتبیٰ حیدر شیرازی
219	رب نے فریاد کو براثر کر دیا	محسن شیخ
220	آپ کی بات کیا کہ ہیں دونوں جہاں کے بادشاہ	محمد حنیف
221	مخل فن ہے نہ پات کی خوشبو	محمد بطنین شا جہانی، پروفیسر
223	میرے فحوں کی دنیا میں مرہم نہیں	محمد سلیم احسن
224	بول اے سوختہ جاں راحت جاں ہے کہ نہیں	محمد عبدالقادر تالباں
225	آنکھیں حضور سے میں ملاؤں گا کس طرح	مرتضیٰ برلاس
226	نور ہی نور کی برسات ہوئی جاتی ہے	منظر نقوی
227	سیرت کروں بیان، صفات نبی لکھوں	ناصر بشیر
228	نہ مال و زر کی ہوں اور نہ ٹوگدائی کی	ناصر زیدی
229	تجھ پہ پورے کبھی اُترے نہیں معیار مرے	ثنا ناسک

230	تُو نے وہ دیا جلا دیا ہے	نجیب احمد
231	ہادی ورہ نما آپ کا نقش پا	نسیم سحر
233	دلوں سے ہو کے گزرتا ہوا مدینے کو	نصرت صدیقی
234	اے نگا عشق کھل کر دیکھ لے دلکش ماں	نصیر احمر
235	دُرود پڑھتے رہے قریہ حضورؐ کے پیڑ	نوید حیدر ہاشمی
236	خوشیوں میں سلیقے، صدا کے رکھے ہیں	نورین طلعت عروبہ
237	نبیؐ کی یاد میں مہکے چمن آہستہ آہستہ	نوشابعدان
238	سیاہ دفتر اعمال کیسے رسوا ہو	وفا چشتی

نثر

239	پاکستان میں اردو نعت (نصف صدی کا سفر)	عزیز احسن، ڈاکٹر
314	برصغیر اور زبان اردو تک سیرت نگاری کا سفر	احسان اکبر، ڈاکٹر
317	نعت: ایک روحانی تجربہ	اقبال آفاقی، ڈاکٹر
322	قرطاس و قلم کی روشنیاں	جاذب قریشی
327	ممدوح کائنات	ارشاد شا کر اعوان، پروفیسر ڈاکٹر
351	کتابیات پاکستانی نعت	شا کر کنڈان
380	غزل پر نعت کے اثرات	ثنا رزابی، ڈاکٹر
384	اردو نعت پر غزل کے اثرات	عارف منصور
390	مولانا ظفر علی خان کی نعتوں میں مستقبل کی جھلک	زاہد منیر عامر، ڈاکٹر
398	احمد انور کی اسلامی خطاطی	انجم جاوید

پاکستانی زبانوں میں نعت گوئی

401	براہوی ادب میں نعت نگاری	عبداللطیف بنگلوئی
408	بلوچی شاعری میں نعت گوئی	واحد بخش بزدار
414	پشتو نعت --- ایک جائزہ	جاوید احساس
425	پشتو میں نعت گوئی	سلطان فریدی
429	پنجابی شاعری میں نعت گوئی	صفدر واقع
452	سرائیکی نعت گوئی کی تاریخ	وفا چشتی
466	سرائیکی نعت کا ارتقاء: ابتدائی تاثر	خورشید ربانی

479	سید گل محمد شاہ بخاری	سندھی میں نعتیہ شاعری
482	عبدالجبار عابد لغاری، ڈاکٹر	سندھی زبان میں نعت گوئی / نعتیہ شاعری
492	ش شوکت	ہند کو نعت

تراجم

براہوی

499	عبدالعزیز قلندرانی	حضرت محمدؐ جیسی ہستی نہ کبھی پیدا ہوئی اور
499	عبداللہ جان درخانی	حضرت محمدؐ کو بخداوندی ہیں
500	جوہر براہوی / افضل مراد	محبوب دل رہا ہیں صلی علی محمدؐ
501	عبدالرزاق صابر / افضل مراد	مظلوموں بے بسوں کے درد کی دوا
501	عبدالرحمن کرد / افضل مراد	صد سلام اے گل زمیں کے بادشاہ
502	غلام قادر بزدار / غلام قادر بزدار	محمدؐ ہے خالق کا محبوب پیارا
503	نور احمد نظامی / ملک ظہور احمد فاتح	مجھے معلوم ہے پختہ یقیں ہے

بلوچی

505	ملا بہادر	اے نور پاکؐ میں تیرے زیر سایہ آگیا ہوں
506	قاضی عبدالرحیم صابر / واحد بخش بزدار	میرا گلستاں ہو آبا دیا مصطفیٰؐ
507	منظور بلوچ / واحد بخش بزدار	رنج و الم کی تہی ہو دوا یا رسول اللہؐ
508	بیر محمد زبیرانی / واحد بخش بزدار	راحۃ قلب و جاں ہے نام محمدؐ
509	محمد اسحاق ساجد بزدار / واحد بخش بزدار	تیری شان خیر الامم اللہ اللہ

پشتو

510	خوشحال خان خٹک / سلطان فریدی	کھلا ہم پر ثنا خوان محمدؐ سے
511	رحمان بابا / پروفیسر داور خان داؤد	صورت محمدؐ گر نہ ہوتی جلوہ نما
512	حزہ خان شنواری / پروفیسر داور خان داؤد	یہ اک سلام لے جا
513	حافظ محمد امیر / ایم فانی / سلطان فریدی	ہے ہدایت آپ کی گویا عطا کی روشنی
514	محمد ہمایوں ہٹما	وہ میرا پیغمبر ہے
516	محمود یازر / پروفیسر اسیر منگل	اسے تاج داریث رب و بطحا!
517	استاد عبداللہ نوخار / پروفیسر اسیر منگل	عید وہاں ہوتی ہے جہاں محبوب کبریا ہوتا ہے
518	محمد جان عاطف / محمد جان عاطف	میں اگر چا ایک خطا کا راو رگنہاگا رانسان ہوں

519	حسینہ گل محمد کامران خان	میں نے بہت ساری محبتیں کی ہیں
520	قمر راہی رسید ولی خیال مومند	حضور: میری اتنی توفیق نہیں
521	غازی سیال رجاوید احساس	ظلم و ظلم کی حکومت تھی

پنجابی

522	وارث شاہ	پھر رسول مقبول کی نعت کہیے،
523	میاں محمد بخش رزابد حسن	واہ کریم امت کا والی، ہے مہر شفاعت کرنا
523	سلطان باہو رزابد حسن	ممن اندر نماز ہماری اک جانیت کرتے ہیں
524	اختر شیخ علی یاسر	جسے لفظ خدا کے یاد تھے، فرمان اس کا قرآن
525	زابد نواز رزابد حسن	مہکتا ہے مقصد ربی محمد کے غلاموں کا

سرائیکی

526	خولہ غلام فرید	میں قسمت کی ماری ہجر و فراق میں جاں بلب ہوں
527	حمید الفت ملغانی رسوا خان صادق	آئی
528	سید حسن رضا گردیزی	کون و مکان کی تخلیق کا باعث
530	محمد اعظم خان چانڈیو	میرے نبی کا جمال دیکھ کر چاند اور سورج شرمائیں
531	عبداللہ زبانی حمزہ حسن شیخ	جب آپ کی یاد کا چاند طلوع ہوتا ہے
532	ڈاکٹر گل عباس اعوان	چاہے اب تو ذرا، دل کو بھی سنبھال کے چل
533	ڈاکٹر سید قاسم جلال رڈاکٹر گل عباس اعوان	ہے ہر نبی کے لب پہ بشارت حضور کی
534	امان اللہ کاظم رڈاکٹر گل عباس اعوان	جہاں سارا ہوا منور، جو، اب سراج المیر آئے

سندھی

535	شاہ عبداللطیف بھٹائی	مجھے اللہ سے امید ہے کہ سید میری خبر گیری کریں گے
536	مخدوم غلام محمد بگائی	مجھ لاچار پر دست شفقت رکھیے یا رسول اللہ
537	احمد خان مدہوش مرید سندھی	خوش نصیبی کا ہوا سورج طلوع
538	حاجی مراد خان چانڈیو فہیم شناس کاظمی	الصلوٰۃ رب نے کہا تم کو رحیم
540	دادن فقیر مرید سندھی	میری ہو جائے مدد رہبر مصطفیٰ
541	سید مقبول حسین مقبول عابدی	دل فائدے میں ہے یہ نظر فائدے میں ہے
542	محمد عرس گل فہیم شناس کاظمی	توئی سرتاج سبحانی
543	مرزا فتح علی بیگ فہیم شناس کاظمی	کس درجہ یہ شیار ہیں رندان محمدؐ

کوچری

- 544 رانا غلام سرور رانا غلام سرور معاشرہ کی حالت بگڑ چکی تھی
- 545 رانا فضل حسین رانا فضل حسین احد کے سنج شہیداں کی رسم و فاسے
- 546 شاہ محمد شہباز زرش صبا نبی کریمؐ ہماری شہر پناہ ہیں
- 547 منیر حسین چوہدری رمہوش منیر آپؐ کی شان سب سے اعلیٰ و ارفع ہے

ہندکو

- 548 احمد علی سائیں اے ساقی کوثر تو عالم الغیب ہے
- 549 احمد حسین مجاہد احمد حسین مجاہد میرا کسی اور سے کوئی تعلق نہیں
- 550 ارشاد شا کرا عوان ارشاد شا کرا عوان حضورؐ کی بعثت کو مومنوں پر اپنا احسان فرما کر
- 551 بشیر احمد سوز تیری ذات سے نور وہ بھٹوٹا، سارے جگ اُجالے
- 552 سلطان سکون راجم جاوید جب عرب کا چاند طلوع ہوا
- ☆☆☆☆

خالی

سیدنا حضرت عبدالمطلبؐ

اوصیک یا عبد مناف بعدی
بموجود بعد ایہ فرد
فارقہ وهو ضجیع المہد
وکننت کالام لہ فی الوجد
تدنیہ من احشائہا و الکبد
حتی اذا خفت مدادا الوعد
اوصیت ارجی اہلنا للتوفد
بابن الذی غیبہ فی اللحد
بالکرہ منی ثم لا بالعمد
فقال لی والقول ذو مرد
ما ابن اخی ماعشت فی معد
الا کادنسی ولدی فی العود
عندی اری ذلک باب الرشہ
بل احمد قد یرتجی للرشہ
وکل امر فی الامور ود
قد علمت علام اہل العهد
ان ابنی سید اہل النجد
یعلو علی ذی البدن الاشد

ترجمہ:

- ۱۔ اے عبد مناف (ابوطالب) میں اپنے بعد اس موجد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں جو اپنے باپ کی وفات کے بعد اکیلا رہ گیا ہے۔
- ۲۔ اس کا باپ اس حال میں اسے داغ مفارقت دے گیا کہ وہ ابھی گہوارے میں سونے والا تھا اور میں نے اس حالت میں اس کی سرپرستی کی کہ میں اس کے لیے بمنزلہ ماں کے تھا۔

- ۳۔ جو اپنے جسم و جان سے زیادہ بچے کو عزیز رکھتی ہے یہاں تک کہ میں اجل کے وعدہ کی سیاہی سے خائف اور بے بس ہو گیا۔
- ۴۔ اور میں نے اس بارہ میں اپنے اہل بیت کو وصیت کی اس بیٹے کی وجہ سے جو مجھ سے قبل ہی قبر میں چھپ گیا ہے۔
- ۵۔ میں نے ایسا عہد انہیں کیا بلکہ مجبوری کی بنا پر کیا ہے۔ عہد مناف نے اس وصیت کو قبول کیا اور قول و قرار پختہ ہی ہوا کرتا ہے۔
- ۶۔ اس نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے بھائی کے بیٹے کو کوئی اچک کر نہیں لے جا سکے گا بلکہ میں اس کے ساتھ بیٹے کی طرح محبت کروں گا۔
- ۷۔ میں اسے اپنے پاس رشد و ہدایت کا دروازہ سمجھتا ہوں بلکہ ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیے احمد سے امیدیں وابستہ کی جائیں گی۔
- ۸۔ عہد و پیمان کرنے والے جانتے ہیں کہ محبت تو سب امور میں سے بہترین ہے۔
- ۹۔ بیشک میرا بیٹا اہل نجد کا سردار ہے وہ بہادر نو جوانوں پر غلبہ حاصل کرے گا۔

☆☆☆☆

سیدنا حضرت ابوطالبؑ

الم تر نرى من بعدهم همته
بفرقة حرا والدين كرام
باحمد لما ان شددت مطيتي
برحلى وقد ودعته بسلام
بكى حزنا والعيس قد فصلت بنا
واخذت بالكفين فضل زمام
ذكرت اباه ثم رقرقت عبرة
تجود من العينين ذات سجام
فقلت تروح راشداً في عمومة
مواسين في الباساء غير لئام
فرحنا مع العير التي راح اهلها
شامى الهوى والاصل غير شامى
فلما هبطنا ارض بصرى تشرفوا
لنا فوق دور ينظرون جسام
فجاء بحيرا عند ذالك حاشدا
لنا بشراب طيب و طعام
فقال اجمعوا اصحابكم لطعامنا
فقلنا جمعنا القوم غير غلام
يتيم، فقال ادعوه ان طعامنا
كثير، عليه اليوم غير حرام
فلما راه مقبلا نحو داره
يوقيه حر الشمس ظل غمام
حناراسه شبه السجود و ضمه
الى نحره والصدراى ضمما

واقبل ركب يطلبون الذی رای
بحیرا من الاعلام وسط خیام
فثار الیهم خشية العرامهم
وكانوا ذوی دھی معاد عرام
دریسا و تماما وقد كان فیهم
زبیرا و كل القوم غیر نیام
فجاؤوا وقد هموا بقتل محمد
فردهم عنه بحسن خصام
بتاویلہ التوراة حتی تفرقوا
وقال لهم ما انتم بطغمام
فذا لك من اعلامه و بیانہ
ولیس نہار واضح كظلام

ترجمہ:

- ۱۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے شریف والدین کے برگزیدہ لڑکے سے جدائی کا قصد کیا ہوا تھا۔
- ۲۔ یعنی احمدؑ سے جب میں نے اپنی سواری پر کجاوہ باندھا اور اسے سفر کے لیے تیار کیا میں نے سلامتی کے ساتھ احمدؑ کو الوداع کہا۔
- ۳۔ وہ غم سے رو پڑا اس حال میں کہ سرخی مائل سفید اونٹوں کا قافلہ روانہ ہوا اور دونوں ہتھیلیوں سے میری ناقہ کی مہار پکڑ لی گئی۔
- ۴۔ مجھے اس کا باپ یاد آگیا، میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے اور میں زار و قطار رونے لگا۔
- ۵۔ میں نے اس سے کہا، راحت و آرام کے ساتھ اپنے چچاؤں کے ساتھ چلو جو مصائب و آلام میں غمخواری کرنے والے ہیں اور ملامت زدہ نہیں ہیں۔
- ۶۔ ہم اس قافلے کے ساتھ نکلے جس نے اس حال میں کوچ کیا کہ قافلہ والے محبت و شفقت کو بدفالی خیال کرتے تھے حالانکہ درحقیقت بدشگونئی کا کوئی وجود نہیں ہے۔
- ۷۔ جس وقت ہم نے سرزمین بصریٰ میں ڈیرہ ڈالنا تو ہماری وجہ سے قافلہ والوں کی عزت افزائی ہوئی اور وہ

تناور علوم ہوتے تھے۔

۸۔ اس وقت بھیرا (راہب) آیا اور اس نے ہمیں پاک مشروبات اور کھانے کی پیشکش کی۔

۹۔ اس نے کہا ہمارے کھانے میں اپنے سب ساتھیوں کو لے آؤ اور ہم نے کہا ہم سب موجود ہیں ماسوائے ایک لڑکے کے۔

۱۰۔ جو یتیم ہے اس نے کہا اس لڑکے کو بھی بلا لاؤ کیونکہ کھانا کافی مقدار میں ہے اور لڑکے کے لیے بھی حلال ہے۔

۱۱۔ جب بھیرا نے اپنے گھر کی طرف اس لڑکے کو اس حال میں آتے دیکھا کہ بادل کا سایہ دھوپ سے اس کا بچاؤ کیے ہوئے تھا۔

۱۲۔ اس نے اپنے سر کو احتراماً سجدہ کی طرح نیچے جھکا دیا اور آپ گواپنے گلے اور سینے سے لگا لیا۔

۱۳۔ اور یہود کا ایک وفد بھی آپہنچا جو ان ہی نشانات کے درپے تھے جن کو بھیرا نے خیموں کے درمیان دیکھا تھا۔

۱۴۔ ان کی بدخوئی کے ڈر سے بھیرا نے ان کو دوست بنایا۔ وہ چال باز اور کثیر التعداد تھے۔

۱۵۔ ان میں درلیس، تمام اور زبیر تھے اور وہ سب کے سب ہوشیار اور غفلت نہ کرنے والے تھے۔

۱۶۔ وہ سب کے سب محمد کو قتل کرنے کی غرض سے آئے لیکن بھیرا نے حسن تدبیر سے ان کو اس اقدام سے باز رکھا۔

۱۷۔ بھیرا نے انہیں توراۃ پڑھ کر نصیحت کی یہاں تک کہ وہ منتشر ہو گئے۔ اور بھیرا نے انہیں کہا کہ تم نا اہل اور کمینے لوگ نہیں ہو۔

۱۸۔ پس یاس کے نشانات اور علامات میں سے ہمارے روشن دن تاریکی کی طرح نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ

وقال النبى ولم يزل يوقرنى
ونحن فى سدف من ظلمة الغار
لا تخشى شيئا فان الله ثالثنا
وقد توكل لى منه باظهار
وانما كيد من تخشى بواذره
كيد الشيطان كادته لكفار
والله مهلكهم طرا بما كسبوا
وجاعل المنتهى منهم الى النار
وانت مرتحل عنهم وتاركهم
أما غدوا وأما مدلج سار
وهاجر أرضهم حتى يكون لنا
قوم عليهم ذوو اعز وأنصار
حتى اذا الليل وارتنا جوانبه
وسد من دون من تخشى بأستار
سار الأريقط يهدينا وأينقه
ينعين بالقوم تعبنا تحت اكوار
يعسغن عرض الثنايا بعد أطولها
وكل سهب رقاق الترب موار
حتى اذا قد انجدن عارضها
من مدلج فارس فى منصب وار
يردى به مشرف الاقطار محترم
كالسيد ذى اللبلة المستأسد الضارى
فقال كروا فقلت ان كرتنا
من دونها لك نصر الخالق البارى

ان یخسف الارض بالأحوی وفارسه
فانظر الی اربع فی الارض غوار
فهیل لمارائی أن ارساغ مغربه
قد سخن فی الارض لم یحفر بمحفار
فقال هل لکم ان تطلقوا فرسی
تاخذون موثقی فی نصیح أسرار
وأصرف الحی عنکم ان لقیتمهم
وأن اغور منهم عین غوار
فادعوا الذی هو عنکم کف عورتنا
یطلق جوادی و أنتم خیر أبرار
فقال قولوا رسول الله مبتهلاً
یارب ان کان منه غیر اخفار
فنجه سالما من شر دعوتنا
و مهره مطلقاً من کلم آثار
فاظهر الله اذ یدعو حوافره
وفاز فرسه من هول أخطار

ترجمہ:

- ۱۔ نبی کریمؐ نے فرمایا، اور آپؐ ہمیشہ میری عزت فرماتے تھے، اور ہم غار کی تاریکی میں تھے۔
- ۲۔ تم کسی چیز سے نہ ڈرو، بے شک اللہ ہمارے تیسرے ہیں اور وہ ہمارے وکیل ہیں۔
- ۳۔ اور بے شک ان لوگوں کا کفر فریب جن کے حملوں سے ڈرا جاتا ہے۔ وہ شیطانوں کے حیلے اور مکر ہیں جو کافروں کے لیے کیے جاتے ہیں۔
- ۴۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنے اعمال کے سبب ہلاک کرنے والے ہیں اور ان کا انجام آگ بنانے والے ہیں۔
- ۵۔ اور آپؐ ان کو چھوڑنے والے اور ان سے جانے والے ہیں، صبح کے وقت یا رات کے وقت چلنے والے ہیں۔
- ۶۔ اور آپؐ ان کی زمین سے ہجرت کرنے والے ہیں، یہاں تک کہ ان کے مقابلے ہمارے لیے ایک ایسی قوم ہوگی جو عزت والی اور مدد کرنے والی ہوگی۔

- ۷۔ یہاں تک کہ جب رات نے ہم کو چھپایا، اور جن سے ہم ڈرتے تھے، رات نے ان کے درمیان اور ہمارے درمیان پردے لٹکائے۔
- ۸۔ اریقہ ہمیں راستہ دکھاتے تھے، اور اس کی اونٹنیاں پالان کے نیچے گردنیں لمبی کرتی ہوئی چل رہی تھیں۔
- ۹۔ لمبے لمبے پہاڑوں میں چلنے کے بعد چوڑے چوڑے پہاڑوں اور تمام باریک مٹی والے بیابانوں میں چلتی تھیں۔
- ۱۰۔ یہاں تک کہ وہ اونٹنیاں نجد کے علاقے میں چل رہی تھیں، کتا ریکی میں چلنے والا ایک سوار نمودار ہوا۔
- ۱۱۔ وہ گھوڑا بلند مقامات پر دو دو قدم رکھتا ہوا دوڑتا تھا، اور وہ سوار شیر کی طرح آیا ل رکھنے والے سردار کی طرح تھا۔
- ۱۲۔ تو اس نے کہا کہ حملہ کرو، تو میں نے کہا ہمارا اس پر حملہ کرنا آپ کے لیے خالق و باری کی طرف سے مدد ہے۔
- ۱۳۔ ایک آواز کے ساتھ اس کا گھوڑا اور سوار زمین کے اندر دھنس گئے، دیکھو اس کی چاروں ٹانگیں زمین کے اندر دھنس گئی ہیں۔
- ۱۴۔ پس وہ گھبرا گیا کہ جب اس نے اپنے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنستی ہوئی دیکھیں اور زمین میں سخت ہو گئی تھیں اور کسی کدال کے ذریعے نہیں نکالی جاسکتی تھیں۔
- ۱۵۔ تو اس سوار نے کہا کہ کیا آپ کو رغبت ہے، کہ میرے گھوڑے کو چھڑالیں، اور اس کے بدلے میں خیر خواہی کا پکا عہد مجھ سے لے لیں۔
- ۱۶۔ اور آپؐ کی طرف آنے والے قبائل کو پھیر دوں، اگر میں ان سے مل لوں اور ان (میں سے حملہ کرنے والے) کی آنکھیں پھوڑ دوں۔
- ۱۷۔ پس آپؐ اس ذات سے دعا کیجئے، جس نے آپؐ سے ہمارے حملہ کو روکا ہے کہ وہ میرے گھوڑے کو آزاد کر دے اور آپؐ بہترین لوگ ہیں۔
- ۱۸۔ پس رسول اللہؐ نے خوش ہو کر دعا فرمائی کہ اے رب! اگر اس کی طرف سے بے وفائی نہ ہو۔
- ۱۹۔ تو اس کو ہماری بددعا سے صحیح و سالم طور پر نجات دو اور اس کے گھوڑے کو بھی زخمی ہونے سے آزاد فرما۔
- ۲۰۔ جب آپؐ دعا فرماتے تھے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کے کھر ظاہر فرمائے، اور اس کا گھوڑا خطروں کے خوف سے نجات پانے میں کامیاب ہو گیا۔

☆☆☆☆

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ

السم تران الله اظهر دينه
على كل دين قبل ذلك حائد
واسلبه من اهل مكة بعد ما
تداعوا الى امر من الغي فاسد
غداة اجال الخيل في عرصاتها
مسومة بين الزبير و خالد
فامسى رسول الله قد عزز نصره
وامسى عداه من قتيل و شارد

ترجمہ:

- ۱۔ کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا
- ۲۔ ہر اس دین پر جو اس سے پہلے تھا حق سے پھرا ہوا
- ۳۔ اور اللہ نے اہل مکہ کو محروم کر دیا حضورؐ سے جب
- ۴۔ ان لوگوں نے گمراہی کے خیالِ فاسد یعنی قتل پر کمر باندھی
- ۵۔ اور پھر وہ صبح، جب گھوڑے اس کے میدانوں میں جولائیاں دکھانے لگے
- ۶۔ جن کی باگیں چھوٹی ہوتی تھیں، زبیر و خالد کے درمیان
- ۷۔ پس رسول اللہؐ کو اللہ کی نصرت نے غلبہ بخشا
- ۸۔ اور ان کے دشمن مقتول ہوئے اور شکست کھا کے بھاگے

☆☆☆☆

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ

فیا عینی ابکی ولا نسآمی
و حق البکاء علی السید

ترجمہ:

تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور نہ تھک
اپنے سردار پر آنسو بہانا تو لازم آچکا
☆☆☆☆

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؑ

أمن بعد تكفين النبي ودفنه
بأثواب اسی علی ہالک سوی
رزأنا رسول اللہ فینا فلن نری
بذلک عدیلا ما حیینا من الردی
وكان لنا كالحصن من دون اهله
له معقل حرز حریز من المدی
وكننا بمرأة نرى النور والهدی
صباحا مساء راح فینا او اغتدی
لقد غشیتنا ظلمة بعد موته
نهارا فقد زادت علی ظلمة الدجی
فيا خیر من ضم الجوانح والحشا
ويا خیر میت ضمه التراب والثری
كان امور الناس بعدک ضمنت
سفينة موج حین فی البحر قد سما
فضاق فضاء الارض عنهم برحبه
لفقد رسول الله اذ قیل قد مضی

ترجمہ:

- ۱۔ کیا نبی کریمؐ کی تکفین و تدفین کے بعد کسی اور مرنے والے پر افسوس کروں گا؟
- ۲۔ نبی کریمؐ ہمیں داغ مفارقت دے گئے، پس ہم جب تک جئیں گے، اس مصیبت کے برابر مصیبت کو نہیں دیکھیں گے۔
- ۳۔ آپؐ ہمارے لیے قلعے کی مانند تھے، جس میں پناہ لینے والے محفوظ ہوتے ہیں۔

۴۔ ہم ایک آئینے کے سامنے تھے، جب بھی آپ صبح و شام آتے جاتے، ہم نور اور ہدایت کو صبح و شام دیکھتے تھے۔

۵۔ آپؐ کی موت کے بعد ہم پر دن کے وقت تاریکی چھا گئی، اور اس تاریکی پہ مزید تاریکی کا اضافہ ہوا۔

۶۔ پس اے بہترین ذات، جو پہلیوں کے درمیان رہی، اور اے بہترین میت جو مٹی کے اندر رہی۔

۷۔ گویا آپؐ کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں کے معاملات ایک ایسی کشتی میں ہو گئے جو سمندر میں بلند موجوں میں گھر گئی ہو۔

۸۔ پس زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو گئی۔ جب یہ کہا گیا کہ رسولؐ نے پردہ فرمایا۔

☆☆☆☆

حضرت عائشہ صدیقہؓ

متى يبذل في الداجي البهيم جبينه
يلج مثل مصباح الدجى المتوقد
فمن كان او من قد يكون كا حمد
نظام لحقى اونكال لملحد

ترجمہ:

- ۱۔ اندھیری رات میں ان کی پیٹائی نظر آتی ہے
- ۲۔ تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ
- ۳۔ احمد مجتبیٰؑ کے جیسا کون تھا اور کون ہوگا
- ۴۔ حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحدوں کو سراپا عبرت بنا دینے والا

☆☆☆☆

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ

ألا يا رسول الله كنت رجائنا
و كنت بنا برا ولم تك جافيا
و كنت رحما هاديا و معلما
ليبك عليك من كان باكيا
لعمرك ما أبكى النبي لفقد
ولكن أخشى من الهرج آتيا
كان على قلبى لفكر محمد
وما خفت من بعد النبي المكاويا
أفاطم صلى الله رب محمد
على جدث أمسى بيثرب ثاويا
فدى لرسول الله أمى و خالتي
و عمى و آبائى و نفسى و ماليا
صدققت و بلغت الرسالة صادقا
ومت صليب العود أبلج صافيا
فلو أن رب الناس أبقى نبينا
سعدنا ولكن أمره كان ما ضيا
عليك من السلام تحية
و أدخلت جنات من العدن راضيا
أرى حسنا أيتمه و تركه
يكى ويدعو جده اليوم نائيا

ترجمہ:

- ۱۔ اے رسول اللہ! آپ ہماری امید تھے، اور آپ ہمارے اوپر مہربان تھے، اور ظلم کرنے والے نہیں تھے۔
- ۲۔ آپ رحیم، ہادی، اور معلم تھے، جس کو روٹا ہو تو آپ ہی پر روئے۔

- ۳۔ آپؐ کی عمر کی قسم میں نبی کریمؐ کی وفات کی وجہ سے نہیں روئی بلکہ آنے والے فتنہ و فساد سے ڈرتی ہوں۔
- ۴۔ میرے دل پر حضرت محمدؐ کی فکر ہے، اور نبیؐ کے بعد کسی مصیبت سے نہیں ڈرتی۔
- ۵۔ اے فاطمہؓ، محمدؐ کا رب اس قبر پر رحمت فرمائے، جویشرب (مدینہ منورہ) میں موجود ہے۔
- ۶۔ میری ماں، خالہ، عم اور میرے آباء و اجداد اور نفس و مال رسول اللہؐ پر فدا ہوں۔
- ۷۔ آپؐ سچے ہیں، اور آپؐ نے پیغام کو سچائی کے ساتھ پہنچایا۔
- ۸۔ پس اگر لوگوں کا رب ہمارے نبی کو باقی رہنے دیتا، تو ہم خوش قسمت ہوتے، لیکن اس کا امر نافذ ہی رہتا ہے۔
- ۹۔ آپؐ پر سلام ہو، اور آپؐ ہمیشہ کی اقامت والی جنتوں میں خوش خوش داخل ہوں۔
- ۱۰۔ میں حسنؓ کو دیکھتی ہوں کہ آپؐ نے ان کو یتیم چھوڑا، روتے ہیں اور اپنے مانا کو پکارتے ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؑ

انا فقد ناک فقد الارض وابلها
وغاب مذغبت عنا الوحى والکتاب
فلیت قبلک کان الموت صادفنا
لما نعت و حال دونک الکتاب

ترجمہ:

- ۱۔ بے شک آپؑ کو ہم نے کھویا، ایسا کھوٹا جس طرح بارش زمین میں کھو جاتی ہے۔
- ۲۔ کاش! آپؑ سے پہلے موت ہمارے پاس آ جاتی، اور آپؑ کی موت کی اطلاع ہم تک نہ پہنچتی، اور آپؑ اور ہمارے درمیان مٹی حائل نہ ہوتی۔

☆☆☆☆

سیدنا حضرت کعب بن مالکؓ

سائل قريشا غداة السفح من أحد
ما ذا لقينا ما لاقوا من الهرب
كنا الاسود وكانوا النمر اذ رحفوا
ما ان تراقب من آل ولانصب
فكم تركنا بها من سيد بطل
حامى الذمار كريم الجد والحسب
فينا الرسول شهاب ثم يتبعه
نور مضي له فضل على الشهب
الحق منطقته والعدل سيرته
فمن يجبه اليه ينج من تب
نجد المقدم، ماضى السهم، معتزم
حين القلوب على رجف من الرعب
يمضى وينصرنا عن غير معصية
كأنه العبد لم يطع على الكذب
بدا لنا فاتبعناه نصدق
وكذبوه فكنا أسعد العرب

ترجمہ:

- ۱۔ قریش سے پوچھو، کہ احد (کے جہاد) کے دن ہم نے کیا حاصل کیا اور انہوں نے بھاگنے سے کیا حاصل کیا۔
- ۲۔ ہم شیر تھے اور وہ چیتے تھے، جب میدانِ جنگ میں آئے۔ اور ہم آل و نسب کی نگہبانی نہیں کرتے تھے۔

- ۳۔ ہم نے کتنے بہادر سردار اس (میدان احد) میں چھوڑے۔ جو قابل حفاظت چیز کی حفاظت کرنے والے اور نسل و نسب کے لحاظ سے بہت اچھے تھے۔
- ۴۔ ہم میں رسولؐ ہیں، جو شہاب ہیں، پھر اس کے پیچھا ایک روشن گر نور ہوتا ہے۔
- ۵۔ آپؐ کی بات حق اور آپؐ کی سیرت عدالت ہے پس جو بھی آپؐ کے نقش قدم پر چلے گا، ہلاکت سے نجات پائے گا۔
- ۶۔ ہم آپؐ کو آگے خوب تیر چلانے والا اور اولوالعزم پاتے ہیں، اس وقت جب کہ دل خوف و رعب کی وجہ سے لرزتے ہیں۔
- ۷۔ آپؐ اپنا کام کرتے جاتے ہیں۔ اور بغیر کسی گناہ کے ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ گویا آپؐ بندے ہیں، جن کی سرشت میں جھوٹ نہیں ہے۔
- ۸۔ آپؐ ہمارے سامنے حاضر ہوئے۔ تو ہم نے آپؐ کی پیروی کی اور آپؐ کی تصدیق کی اور انہوں نے آپؐ کو جھٹلایا تو ہم عرب میں سب سے زیادہ سعادت مند تھے۔

☆☆☆☆

سیدنا حضرت حسان بن ثابتؓ

أغر عليه للنبوة خاتم
من الله مشهود يلوح ويشهد
وضم الاله اسم النبي الى اسمه
اذ قال في الخمس المؤذن أشهد
وشق له من اسمه ليجله
فأذو العرش محمود وهذا احمد
نبي آتانا بعد يأس وفترة
من الرسل والأوثان في الارض تبعده
فأمسى سراجا مستنيرا وهاديا
يلوح كما لاح الصقيل المهند
وألذرنا نارا وبشر جنة
وعلمنا الاسلام فالله نحمد
وأنت اله الحق ربى وخالقى
بذلك ما عمرت فى الناس أشهد
تعاليت رب الناس عن قول من دعا
سواك الها أنت أعلى وأمجده
لك الخلق والنعاء والأمر كله
فإياك نستهدى وإياك نعبد

ترجمہ:

- ۱۔ آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر نبوت چمک رہا ہے، جس کی گواہی دی گئی ہے اور جو چمکتا ہے۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام کے ساتھ مربوط کیا ہے، جب بھی مؤذن پانچوں وقت (اذان دیتے وقت) ”اشہد“ کہتا ہے۔

- ۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے آپؐ کا نام نکالا تاکہ آپؐ کی عظمت ظاہر ہو۔ پس عرش والاحمود اور آپؐ محمدؐ ہیں۔
- ۴۔ ہمارے پاس ناامیدی اور سلسلہ نبوت کے طویل وقفے کے بعد رسولوں میں سے ایک نبی تشریف لائے۔ اور حال یہ تھا کہ زمین میں بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔
- ۵۔ آپؐ ایک روشن چراغ اور ہادی بن کر آئے، آپؐ ایسے درخشاں تھے، جیسے کہ ہندی تلوار چمکتی ہے۔
- ۶۔ آپؐ نے ہمیں آگ سے ڈرایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام سکھایا، پس ہم اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔
- ۷۔ اور تو لوگوں کا معبود، مرارب اور خالق ہے اور نام زیت میں اس کی گواہی دیتا رہوں گا۔
- ۸۔ اے لوگوں کے رب! تو ہر اس شخص کے قول سے بہت بلند اور پاک ہے، جو تیرے سوا کسی دوسرے کو معبود ٹھہراتا ہے، تیری شان اعلیٰ اور بڑی ہے۔
- ۹۔ اے اللہ! تیرے قبضہ قدرت میں مخلوق، نعمتیں اور تمام امر ہیں اور ہم تجھ ہی سے ہدایت کی درخواست کرتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت کعب بن زہیرؓ

تسعی الوشاة بجنيها وقولهم
 انك يا ابن ابي سلمى لمقتول
 وقال كل خليل كنت آمله
 لا الهينك انى عنك مشغول
 فقلت خلوا سبيلي لا ابالكم
 فكل ما قدر الرحمن مفعول
 كل ابن انثى وان طالت سلامته
 يوماعلى آلة الحديداء محمول
 انبت ان رسول الله اوعدنى
 والعفو عند رسول الله مأمول
 مهلا هداك الله الذى اعطاك نافلة
 القرآن فيها مواعظ وتفصيل
 لا تاخذنى بأقوال الوشاة ولم
 اذنب وان كثرت فى الأقاويل
 لقد أقوم مقاماً لو يقوم به
 أرى وأسمع ما لو يسمع الفيل
 لظل يرعد الا ان يكون له
 من النبى باذن الله تنويل
 ان الرسول لنورىستضاء به
 وصارم من سيوف الله مسلول

ترجمہ:

- ۱۔ اس کے ساتھ بیٹھنے والے چغل خور چغلی کرنے میں کوشش کرتے ہیں اور ان کا یہ قول ہے کہ اے ابن ابی سلمی تم ضرور قتل کیے جاؤ گے۔

- ۲۔ اور ہر دوست نے جس کی دوستی کی میں امید رکھتا تھا کہا تجھے یہ بات غفلت میں نہ ڈالے کہ میں تجھ سے غافل ہوں۔
- ۳۔ تو میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ تمہارا باپ نہ رہے۔ (باپ مر جائے) کہ جو کچھ رحمان نے مقدر فرمایا ہے۔ ہو کر رہے گا۔
- ۴۔ ہر عورت کا بیٹا (ہر انسان) چاہے اس کی عافیت و سلامتی کتنی ہی لمبی ہو، ضرور ایک دن مر کر اس کی لاش کو ککڑیوں پر اٹھایا جائے گا۔ (یعنی قبر میں لے جایا جائے گا)۔
- ۵۔ مجھے خبر دی گئی کہ رسولؐ نے مجھے ڈرایا ہے، حالانکہ رسول اللہؐ کے ہاں غفوی امید کی جاتی ہے۔
- ۶۔ ٹھہریے! اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہدایت پر قائم رکھے جس نے آپؐ کو قرآن دیا، جس میں موا عظ اور تفصیل ہیں۔
- ۷۔ آپؐ میری چغل خوروں کی باتوں پر گرفت نہ فرمائیے، اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، اگرچہ میرے متعلق باتیں بہت کی گئی ہیں۔
- ۸۔ میں ایسے مقام میں کھڑا ہوں اور دیکھتا اور سنتا ہوں کہ اگر ہاتھی بھی سن لے تو لرز جائے۔
- ۹۔ مگر اس وقت کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریمؐ کی طرف سے بخشش اور عطیہ ملے۔
- ۱۰۔ بے شک رسولؐ ایک نور ہیں۔ جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اور آپؐ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک سوئی ہوئی تلوار ہیں۔

☆☆☆☆

ابوبکر محی الدین ابن العربی

الابابی من کان ملکاً و سیّدًا
 و ادم بین المآء والطین واقف
 فلذاک رسول الابطحی محمد
 له فی العلا مجد تلید و طارف
 اثنی بزمان السعد فی اخر المملدی
 و کانت له فی کل عصر مواقف
 اثنی لانکسار الدهر یحبر صدعه
 فاثنت علیه السن و عوارف
 اذا رام امراً لا یكون خلافه
 و لیس لذاک الامر فی الکن صارف

ترجمہ:

- ۱۔ سنو میرے ماں باپ قربان، وہ فرماں روا اور سردار کون تھا
- ۲۔ جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے
- ۳۔ وہی رسول الابطحی، محمدؐ
- ۴۔ جن کو رفعت میں ہر شرف حاصل ہے، قدیم بھی جدید بھی
- ۵۔ وہ آخری زمانے کی نیک گھڑی میں تشریف لائے
- ۶۔ حالانکہ ان کو تو ہر زمانے میں مقام و موقف حاصل تھا
- ۷۔ وہ آئے کہ ٹوٹے ہوئے زمانے کی شکستگی کو جوڑ دیں
- ۸۔ اور اس پر تو زبانیں ثنا خواں ہیں اور عطیات ربانی بھی
- ۹۔ جب وہ ارادہ کر لیتے کسی بات کا تو وہ بات ان کے خلاف نہ جاتی
- ۱۰۔ اور پھر اس بات کو اس کائنات میں کوئی پھیرنے والا نہ ہوتا

☆☆☆☆

شرف الدین بوصیریؒ

محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عرب و من عجم
بیننا الامر الناهی فلا احد
ابر فی قول لا منه ولا نعم
هو الحبيب الذی ترجی شفاعته
لکل هول من الاهوال مفتحم
دعا الی الله فالمستمسکون به
مستمسکون بحبل غیر منقسم
وفاق النبین فی خلق و فی خلق
ولم یدانوه فی علم ولا کرام
وکلهم من رسول الله ملتمس
غرفاً من البحر او رشفاً من الدیم

ترجمہ:

- ۱۔ محمد سردار ہیں دونوں جہانوں کے، دونوں اہم مخلوق یعنی جن وانس کے
- ۲۔ اور عرب و عجم دونوں گروہوں کے
- ۳۔ آپ ہمارے نبی ہیں اچھائیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے
- ۴۔ پس آپ کے مقابلے میں ہاں اور نہیں کے اعتبار سے زیادہ سچا کوئی دوسرا نہیں
- ۵۔ آپ ہی اللہ کے وہ حبیب ہیں جن کی شفاعت کی آس
- ۶۔ ہر خوف و ہراس میں اور قیامت کی شدید گھڑیوں میں لگائی جائے
- ۷۔ آپ نے اللہ کی طرف دعوت عام دی پس جن لوگوں نے آپ کا دامن تھام لیا
- ۸۔ انہوں نے وہ رسی پکڑ لی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں
- ۹۔ آپ صورت و سیرت میں تمام پیغمبروں پر فوقیت رکھتے ہیں
- ۱۰۔ اور علم ہو یا کرم کسی میں بھی کوئی بھی آپ کی برابری کو نہ پہنچا
- ۱۱۔ اور سب کے سب خواہاں ہیں اللہ کے رسول مقبول سے کہ
- ۱۲۔ اس دریا کے کرم سے ایک چلو اور اس امیر رحمت سے ایک قطرہ مل جائے

امیر خسرو دہلویؒ

زہے روشن زرویتؒ چشمِ بینش
وجودِ کیمیاے آفرینش

مبارک نامہ قرآن تو داری
کہ مرغِ نامہ شد روحِ الامینش

چہ بیند مردم ار از خاک پائیت
نہا شد سرمہء عینِ یقینش

کہ دارد جز تو دستِ آنکہ باشد
کلیدِ نہ فلک در آستینش

رسل را ذاتِ ثمتِ آں خاتمِ چست
کہ قرآن آمدہ نقشِ نکینش

لبش چوں انگبینِ ریزد در آفتد
ملانک چوں گس در انگبینش

دقائقِ بیخہ خسرو ز نعت
پس از آبِ خضر کردہ عجینش

☆☆☆☆

جلال الدین رومیؒ

سید و سرور محمدؐ نورِ جاں
 بہتر و مہتر شفیعؑ مذبہاں
 با محمدؐ نورِ عشقِ پاک جفت
 بہرِ عشقِ او را ”لولاک“ گفت
 گر نہ بودے بہرِ عشقِ پاک را
 کس وجودے دادے افلاک را
 منتہی در عشقِ او چوں بود فرد
 پس مر او را زانہیا تخصیص کرد
 پس کرمہائے الہی ہیں کہ ما
 آمدیم آخرِ زماں در انتہا
 آخرینِ قرنہا پیش از قرون
 در حدیث است آخرون السابقون
 تا ہلاک قومِ نوح و قومِ ہود
 عارضِ رحمتِ بجانِ ما نمود
 چند بت بشکست احمدؑ در جہاں
 تا کہ یا رب کوئے کشتند اُمتاں
 گر نہ بودے کوششِ احمدؑ تو ہم
 می پرستیدی چو اجدادت صنم
 سر زشکرِ ایں ازاں بر تافتی
 کز پدر میراثِ منقشِ یافتی
 گر بگوئی شکرِ ایں رستن بگو
 کز بت باطنِ ہمت برہاند او
 چوں بآزادی نبوتِ ہادی است
 مومنان را زانہیا آزادی است
 مکسل از پیغمبرؐ ایامِ خویش
 تکیہ کم کن بر فن و بر کامِ خویش

شیخ سعدی شیرازی

عرش است کین پایه ز ایوانِ محمدؐ
جبریل امین خادمِ دربانِ محمدؐ

آن ذاتِ خداوند که مخفی است بعالم
پیدا و عیان است بپشیمانِ محمدؐ

توریت که بر موسیٰ و انجیل بر عیسیٰ
شد محو بیک نقطه فرقانِ محمدؐ

از بهر شفاعت چه اولوالعزم چه مرسل
در حشر زند دست بدامانِ محمدؐ

یک جان چه کند سعدی مسکین که دو صد جان
سازیم فدائے سگِ دربانِ محمدؐ

☆☆☆☆

عبدالرحمن جامیؒ

السلام اے قیمتی تر گوہر دریائے جود
السلام اے تازہ تر گلبرگ صحرائے وجود

السلام اے آنکہ تا از جہ آدم علیہ السلام نتافت
نور پاکش کس نبرد از قدسیاں او را سمود

السلام اے آنکہ زنگِ ظلمتِ کفر و نفاق
صیقلِ تیغ تو از آئینہ گیتی زدود

السلام اے آنکہ نامد درہمہ کون و مکان
تیز بیناں را بجز نور تو در چشمِ شہود

السلام اے آنکہ بہر فرشِ راہت یافت دہر
اطلسے راکش زشب کردند تار از روز پود

السلام اے آنکہ ابوابِ شفاعت روزِ حشر
جز کلیدِ لطیف تو بہ خلق نتواند کشود

السلام اے آنکہ تا بودم دریں محنت سرائے
در سرم سودائے و در جانم تمنائے تو بود

صد سلامت می فرستم ہر دم اے فخرِ کرام
بو کہ آید یک علیکم در جواب صد سلام

☆☆☆☆

عبدالقادربیدلؒ

دل شکارِ تو یارسولَ اللہ
جاں نثارِ تو یارسولَ اللہ

باغِ کونینِ تازگی دارد
از بہارِ تو یارسولَ اللہ

مژدہ ہر فرشتہ چاروبے ست
رہ گزارِ تو یارسولَ اللہ

عطرِ سایہ بجیبِ باد صبا
شد دو چارِ تو یارسولَ اللہ

رفتہ از خویش ہر کہ در عالم
یادگارِ تو یارسولَ اللہ

مصحف و اہل بیت را دانیم
چار یارِ تو یارسولَ اللہ

نہایتِ چارِ بالَش دین اند
رازِ دارِ تو یارسولَ اللہ

عاصیاں را خریدن از دوزخ
ہست کارِ تو یارسولَ اللہ

☆☆☆☆

حافظ شمس الدین محمد شیرازی

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء كما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

☆☆☆☆

خواجہ میر درد دہلوی

خواہی کہ شود در دو جہانت بہبود
در بندگیء رسول ہاشمی بہ سجود

گر فہم کنی و گر نہ فہمی بے شک
حق است ہاں ہرچہ پیہر فرمود

.....

اے بہر شفاعت دو عالم لائق
دارم ز جناب تو امید واثق

بے شبہ ز خورشید حقیقت بہ جہاں
تو مخبر صادق چو صبح صادق

☆☆☆☆

مرزا اسد اللہ خاں غالب

حق جلوہ گر، زطرز بیان محمدؐ است
آرے کلام حق، بزبان محمدؐ است

آئینہ دار پر تو مہر است ماہتاب
شان حق آشکار، زشان محمدؐ است

تیر قضا ہر آئینہ در ترکش حق است
اما، کشاد آں زکمان محمدؐ است

ہر کس، قسم بہ آنچہ عزیز است می خورد
سو گنبد کردگار، بجان محمدؐ است

واعظ حدیث سایہ طوبیٰ فرو گزار
کاینجا، خن ز سرو روان محمدؐ است

بگر، دوشیمہ، کشتن ماہ تمام را
آں نیز نامور، ز نشان محمدؐ است

غالب ثنائے خوبہ، بہ یزدان گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

☆☆☆☆

احمد رضا خاں بریلویؒ

واہ کیا جو دو کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرا تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرا تیرا
فیض ہے، یا شہِ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
اغیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا جاتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا، عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان و زمیں خوان و زمانہ مہماں
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا، تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا
چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا
آنکھیں ٹھنڈی ہوں، جگر تازہ ہوں جانیں سیراب
سچے سورج! وہ دل آرا ہے اجالا تیرا
دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

ایک میں کیا، مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا
تیرے کلڑوں سے پلے، غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقا تیرا
خوار و پیار و خطاوار و گنہگار ہوں میں
رافع و دافع و شافع، لقب آقا تیرا
تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا
دور کیا جانے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مرے، بیکس و تنہا تیرا
تیرے صدقے، مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام پھلکتا تیرا
تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے، اور لاڈلا بیٹا تیرا

☆☆☆☆

اصغر گونڈوی

دلِ نثارِ مصطفیٰ، جاں پانچمالِ مصطفیٰ
یہ اویسِ مصطفیٰ ہے وہ بلالِ مصطفیٰ

دونوں حاکم تھے مرے حرفِ دعا میں غرق و محو
میں خدا سے کر رہا تھا جب سوالِ مصطفیٰ

سب سمجھتے ہیں اسے شمعِ شبتانِ حرم
نور ہے کونین کا لیکن جمالِ مصطفیٰ

عالمِ ماسوت میں اور عالمِ لاہوت میں
کوندتی ہے ہر طرف برقی جمالِ مصطفیٰ

عظمتِ تنزیہ دیکھی، شوکتِ تشبیہ بھی
ایک حالِ مصطفیٰ ہے، ایک قالِ مصطفیٰ

دیکھیے کیا حال کر ڈالے شبِ یلدائے غم
ہاں نظر آئے ذرا صبحِ جمالِ مصطفیٰ

ذره ذرہ بزمِ ہستی کا ہے اصغر، صوفشاں
اللہ اللہ شوکت و شانِ جمالِ مصطفیٰ

☆☆☆☆

الطاف حسین حالی

بنے ہیں مدحتِ سلطانِ دو جہاں کے لیے
خُن زباں کے لیے اور زباں دہاں کے لیے
وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنم میں
عداوت اس کی عذابِ الیم جاں کے لیے
وہ شاہ جس کا محبِ امن و عافیت میں مدام
محبت اس کی حصارِ حصیں اماں کے لیے
وہ چاند جس سے ہوئی ظلمتِ جہاں معدوم
رہا نہ تفرقہٴ روز و شب زماں کے لیے
وہ پھول جس سے ہوئی سخی باغباں مشکور
رہی نہ آمد و رفتِ چمن خزاں کے لیے
ہلالِ مکہ کا ماہِ دو ہفتہ یثرب کا
فروغِ قوم کے اور شمعِ دودماں کے لیے
گھر اس کا موردِ قرآن و مہبطِ جبریل
در اس کا کعبہٴ مقصود و انس و جاں کے لیے
پہرِ گرمِ طواف اس کی بارگاہ کے گرد
زمین سرِ بچود اس کے آستان کے لیے
وہ لحظہٴ لحظہٴ تھقد وہ دم بہ دم الطاف
رضائے خاطرِ یارانِ جاں فشاں کے لیے
وہ گونہ گونہ مدارا وہ بات بات میں مہر
کشائشِ گرہ کین دشمنان کے لیے

☆☆☆☆

امداد اللہ مہاجر مکیؒ

آپؐ کی فرقت نے مارا یا نبیؐ!
دل ہوا غم سے دو پارا یا نبیؐ!

حق تعالیٰ کے تہی محبوبؐ ہو
کون ہے ہمسر تمہارا یا نبیؐ!

طالب دیدار ہوں، دکھلائے
روئے نورانی خدارا یا نبیؐ!

باغِ جنت سے ہے افضل لاکھ بار
مجھ کو وہ کوچہ تمہارا یا نبیؐ!

لیجئے در پر بلا کب تک پھروں
در بدر یوں مارا مارا یا نبیؐ!

چین آتا ہے میرے دل کو تمام
نام لیتے ہی تمہارا یا نبیؐ!

مرتے دم گر دیکھ لوں زوئے شریف
زندگی ہووے دوبارا یا نبیؐ!

☆☆☆☆

امیر مینائی

دل میں ہے خیالِ رُخ نیکوئے محمدؐ
اللہ کے گھر میں ہے بسی بوئے محمدؐ

کیا رنگِ تھوڑ ہے کہ ہر سانس سے مل کر
آتی ہے ہوائے چمن کوئے محمدؐ

لے جائے اجل جان کی پروا نہیں مجھ کو
ہے تارِ رگِ جاں مجھے ہر سوئے محمدؐ

آ جائے نظرِ راہ میں گر نقشِ کفِ پا
آنکھوں سے چلوں میں طرفِ کوئے محمدؐ

تولا ہے بہت جانچ کے اربابِ نظر نے
ہیں شمس و قمر سب ترازوئے محمدؐ

دلبر ہے، دل آرام ہے، دلدار ہے وہ دل
جس دل میں ہے یادِ رخِ دلجوئے محمدؐ

سینے سے لگاؤں میں امیر آنکھوں میں رکھوں
ہیں پھول مجھے خار و خِش کوئے محمدؐ

☆☆☆☆

امجد حیدر آبادی

فرقت میں جاں برباد ہے آیا ہے اب آنکھوں میں دم
 جا کر سنائے کون انہیں افسانہ بیمار غم
 پیغام بر ملتا نہیں بے چارہ و بے کس ہیں ہم
 ان نلت یا ریح الصبا يوماً الى ارض الحرم
 بلغ سلامی روضةً فيه النبی المحترم
 کیا شکل کھینچی واہ وا، قرباں ترے دستِ قضا
 پڑھتے ہیں جس کو دیکھ کر حورو ملک صل علی
 کیا رنگ ہے کیا روپ ہے کیا حسن ہے نام خدا
 من وجهه شمس الضحی من خده بدر الدجی
 من ذاته نور الہدی من کفه بحر الہمم
 کیا پوچھتے ہو ہمدو! مجھ سے محبت کا مزا
 دل چاک ہے کلڑے جگر، تن زخمی تمنی جفا
 سننا دہان زخم سے رہ رہ کے آتی ہے صدا
 اکبادنا مجروحہ من سیف ہجر المصطفی
 طوبی لاهل بلدۃ فیہ النبی المحترم
 پیرا بن دل چاک ہے، کلڑے ہے جیب و آستیں
 جینے سے جی بیزار ہے ہونٹوں پہ ہے جانِ حزیں
 اچھے مسیحا بے رخی بیمار سے اچھی نہیں
 یا رحمة للعالمین ادرك لزیں العابدین
 محبوس اید الظالمین فی الموکب و المزدحم

☆☆☆☆

بابا ذہین شاہ تاجی

تعبیر شب غیب شبتانِ محمدؐ
”والفجر“ طلوع رخ تابانِ محمدؐ

ہے کوئی جو دیکھے رخ تابانِ محمدؐ
ہر دم نگہ حق ہے نگہبانِ محمدؐ

یہ مشک فشاں، پیکرِ جاں خلدِ بداماں
اللہ رے گلہائے گلستانِ محمدؐ

ہر آن نئی شان میں اللہ نمایاں
ہر شان ہے اللہ کی شایانِ محمدؐ

یہ وسعتِ کونین مری طرحِ ذہینِ آج
حاضر ہے تہِ گوشہء دامانِ محمدؐ

☆☆☆☆

بہزاد لکھنوی

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

جو سرگرم رہتی ہے ان کی ثنا میں
وہ فکرِ سخن وہ زباں لے کے جاؤں

بھلا دوں جو کاذب ہے روداد میری
جو حق ہے وہی داستاں لے کے جاؤں

”محمدؐ محمدؐ“ ہو، ہونٹوں پہ میرے
میں ایماں کی گل کاریاں لے کے جاؤں

نہ چھوٹے کبھی یہ دیارِ مدینہ
یہ حسرتِ سرِ آستاں لے کے جاؤں

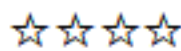
جو تڑپا رہا ہے مری زندگی کو
وہی دل کا دردِ نہاں لے کے جاؤں

نہیں لائقِ نذرِ بہزاد کچھ بھی
میں کیا پیش شاہِ شہاں لے کے جاؤں

☆☆☆☆

حمید صدیقی لکھنوی

پھر اہل حرم سے ملاقات ہوتی
پھر اشکوں سے کچھ شرح جذبات ہوتی
دم دید پھر جلوہ نو بہ نو سے
مرے چشم و دل کی مدارات ہوتی
مدینے کی پُر نور دلکش فضا میں
نظر محو دید مقامات ہوتی
ادھر جلوہ گر قہر نور ہوتا
دل افروز ادھر چاندنی رات ہوتی
مدینہ کے احباب ہمراہ ہوتے
شب ماہ میں سیر باغات ہوتی
نظر مست صہبائے دیدار رہتی
زباں وقفِ حرف و حکایات ہوتی
خبر کچھ نہ رہتی زمین و زماں کی
وہ محویت خاص دن رات ہوتی
پہنچ جائیں پائین اقدس کی جانب
یہی آرزو اکثر اوقات ہوتی
تصور میں وہ مصحفِ پاک ہوتا
نگاہوں میں تنویر آیات ہوتی
دعاؤں میں جاتی کے اشعار پڑھتے
نظامی کی لب پر مناجات ہوتی



خواجہ محمد اکبر خاں میرٹھی

پوری یا رب یہ دعا کر، ہم درِ مولیٰ پہ جا کر
پہلے نعتیں کچھ سنا کر، یہ پڑھیں سر کو جھکا کر
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
ہے یہ حسرت در پہ جائیں، اشک کے دریا بہائیں
داغ سینے کے دکھائیں، سامنے ہو کر سنائیں
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
رحمتوں کے تاج والے، دو جہاں کے راج والے
عرش کے معراج والے، عاصیوں کی لاج والے
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
جان کر کافی سہارا، لے لیا ہے در تمہارا
خلق کے وارث خدارا، لو سلام اب تو ہمارا
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
بخش دو جو چیز چاہو، کیونکہ محبوبِ خدا ہو
اب تو بابِ جود وا ہو، ہاں جواب اس کا عطا ہو
یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

☆☆☆☆

داغ دہلوی

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰ
تمہیں سے ہے فریاد یا مصطفیٰ

نہ پامال مجھ کو زمانہ کرے
نہ مٹی ہو برباد یا مصطفیٰ

نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہ صواب
نہ ہو قلم و بیداد یا مصطفیٰ

عطا مجھ کو اللہ ہمت کرے
بجا لاؤں ارشاد یا مصطفیٰ

رہوں حشر میں آپ کی ذات سے
طلبگار امداد یا مصطفیٰ

عنایت کی ہو جائے اس پر نظر
رہے داغ دل شاد یا مصطفیٰ

☆☆☆☆

سراج الدین ظفر

سیوئے جاں میں پھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰ کی طرح
قدحِ گسار ہیں اس کی اماں میں جس کا وجود
سفینہٴ دوسرا میں ہے ناخدا کی طرح
وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچہٴ ادراک
وہ جس کا نام نسیمِ گرہ کشا کی طرح
طلسمِ جاں میں وہ آئینہٴ دارِ محبوبی
حریمِ عرش میں وہ یارِ آشنا کی طرح
وہ جس کا جذب تھا بیداریء جہاں کا سبب
وہ جس کا عزم تھا دستورِ ارتقا کی طرح
وہ جس کا سلسلہٴ جود ابرِ گوہر بار
وہ جس کا دستِ عطا مصدرِ عطا کی طرح
خزاں کے جملہ ویراں میں وہ ہلکھلیتِ بہار
فنا کے دشت میں وہ روضہٴ بقا کی طرح
بسیطِ جس کی جلالتِ حمل سے میزاں تک
محیطِ جس کی سعادتِ خطِ سما کی طرح
سوادِ صبحِ ازل جس کے راستے کا غبار
طلسمِ لوحِ ابد جس کے نقشِ پا کی طرح
وہ عرش و فرش و زمان و مکاں کا نقشِ مراد
وہ ابتدا کے مقابل وہ انتہا کی طرح

شرف ملا بشریت کو اس کے قدموں میں
 یہ مشیت خاک بھی تاباں ہوئی سہا کی طرح
 اسی کے حسنِ سماعت کی تھی کرامتِ خاص
 وہ اک کتاب کہ ہے نسخہ شفا کی طرح
 وہ نورِ لم یزلی تھا تہِ قبائے وجود
 یہ راز ہم پہ کھلا رشتہ قبا کی طرح
 بغیر عشقِ محمدؐ کسی سے کھل نہ سکے
 رموزِ ذات کہ ہیں گیسوئے دوتا کی طرح
 ریاضِ مدحِ رسالت میں راہوارِ غزل
 چلا ہے رقصِ کناں آہوئے صبا کی طرح
 نہ پوچھ معجزہ مدحتِ شہِ کونینؐ
 مرے قلم میں ہے جنبشِ پر ہما کی طرح
 جمالِ روئے محمدؐ کی تابشوں سے ظفر
 دماغِ رند ہوا عرشِ کبریا کی طرح

☆☆☆☆

سراج اور نگ آبادی

رسولِ خدا سید المرسلین
 قیامت کے دن شافعِ المذنبین
 نبوت کی مسند کا ہے جانشین
 کیا جس کی تعظیم روح الامیں
 عجب روزِ محشر کا سردار ہے
 صفِ اصفیا میں وہ سالار ہے
 جگت میں اوسے سلطنت ہے مدام
 جماعت میں ہے انبیا کی، امام
 رہِ شرع کا ہادیِ مستقیم
 شریعت کے دریا کا دُرِ یتیم
 صیپِ خدا والی روزگار
 دو عالم کی اقلیم کا تاجدار
 شہِ انس و جاں سب کا مقبول ہے
 نبوت کے گلزار کا پھول ہے
 کہ جس واسطے خلق پیدا کیا
 زمیں آسمان سب ہویدا کیا
 کہا حق نے لولاک جس شان میں
 شہنشاہ ہے ملکِ عرفان میں
 سدا گم رہوں کا وہی رہنما
 ہے خیرالورا امدِ مجتبیٰ
 عجب ذاتِ مقبول کونین ہے
 کہ کونین کا قرۃ العین ہے

☆☆☆☆

سید سلیمان ندوی

نام محمدؐ صل علیؑ، نور محمدؐ صل علیؑ
خدا مورد صل علیؑ، قد ممد صل علیؑ

رحمت عالم صل علیؑ، منخر آدم صل علیؑ
مرسل اکرم صل علیؑ، اسمک احمد صل علیؑ

چہرہ انور شمس انجیؑ، زلف معبر لیل بھی
قلب مطہر نور ہدیؑ، ذکر مجد صل علیؑ

شہد عالم شاہ امؑ، ہادی اعظم شمع حرم
صاحب لطف و جود و کرم، حق سے منوید صل علیؑ

شافع محشر نام ترا سب کی شفاعت کام ترا
عرش معظم بام ترا، خلق کا مقصد صل علیؑ

نور الہی نور ترا، غارِ حرا ہے طور ترا
ہوش میں ہر مخمور ترا اے نور محمد صل علیؑ

☆☆☆☆

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تھی تو ہو
 ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تھی تو ہو
 پھوٹا جو سینہ شبِ تارِ الست سے
 اس نورِ اولیں کا اجالا تھی تو ہو
 سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
 سب غائبوں کی غایتِ اولیٰ تھی تو ہو
 اس محفلِ شہود کی رونق تھی سے ہے
 اس محفلِ نمود کی لیلیٰ تھی تو ہو
 جلتے ہیں جبریل کے پر جس مقام پر
 اس کی حقیقتوں کے شناسا تھی تو ہو
 پیتے ہی جس کے زندگیء جاوداں ملی
 اس جاں فزا زلال کے مینا تھی تو ہو
 دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
 جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تھی تو ہو
 گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
 اے تاجدارِ یثرب و بلخا تھی تو ہو
 پتا سنائیں جا کے تمہارے سوا کے
 ہم بے کسانِ ہند کے بلجا تھی تو ہو

☆☆☆☆

کافی شہید مراد آبادی

کوئی گُل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہؐ کا دین حسن رہ جائے گا

ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چچھا
ببلیس اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس و کنوَاب کی پوشاک پر نازاں ہو تم
اس تین بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

جو پڑھے گا صاحبِ لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک
نعتِ حضرتؑ کا زبانون پر سخن رہ جائے گا

☆☆☆☆

نعتیہ رباعیات

(۱)

مولا کی نوازشِ نہاں کھلتی ہے
عزت مری پیشِ قدسیاں کھلتی ہے
کہہ دو کہ ملکِ گوشِ برِ آواز رہیں
مداحِ پیہر کی زباں کھلتی ہے

(۲)

چھانی ہر چند سب خدائی میں نے
اور طبع کی فکر آزمائی میں نے
اوجِ تزیہ تک پہنچ کر لیکن
تشبیہ اچھی تری نہ پائی میں نے

(۳)

بندے کو نگاہِ لطفِ مولا بس ہے
حضرت کا مرے لیے وسیلہ بس ہے
میں مشیتِ غبار ہوں سہارا مجھ کو
دامانِ رسولِ مصطفیٰ کا بس ہے

(۴)

دنیا میں ہے بس مجھے بھروسا تیرا
کافی عجبے میں ہے سہارا تیرا
دارین میں کعبہ مقاصد ہے مجھے
اے قبلہ عالم آستانہ تیرا

(۵)

حامی دارین میں ہمارا تو ہے
اللہ کے سامنے سہارا تو ہے
شمع سر کوہ طور و قدیل حرم
خورشید فلک عرش کا تارا تو ہے

☆☆☆☆

محمد ابراہیم ذوق

ہوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقم میرا
الف الحمد رب العالمین کا ہے قلم میرا

رہے نامِ محمدؐ لب پہ یارب اول و آخر
الٹ جائے بوقتِ نزاع جب سینے میں دم میرا

محبت اہل بیتِ مصطفیٰؑ کی نورِ برحق ہے
کہ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا

دکھائی مجھ کو راہِ شرع اصحابِ پیغمبرؐ نے
چراغِ راہ ہے اکرامِ اصحابِ کرم میرا

کہیں شاہِ نجف کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے دُرِ نجف ہو کر چمکتا دُرِ یم میرا

شہِ بغداد کا خطِ غلامی ذوق رکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خطِ بغداد سے ہو جامِ جم میرا

☆☆☆☆

نعتیہ رباعیات

(۱)

معراجِ نبیؐ میں جائے تشکیک نہیں
ہے نور کا تڑکا شبِ تاریک نہیں
قوسین کے قرب سے یہ صادق ہے دبیر
اتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

(۲)

یٰٰسین کو سُن کر جو قضا کرتے ہیں
حقِ الفتِ احمدؑ کا ادا کرتے ہیں
یٰٰسین ہے نبیؐ کا نام سو نزع کے وقت
اس نام پہ جان اپنی فدا کرتے ہیں

☆☆☆☆

مرزا محمد رفیع سودا

دلا دریائے رحمت قطرہ ہے آبِ محمدؐ کا
جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحابِ محمدؐ کا

قدِ رعنا جب اپنا خم کیا بھر نماز اس نے
ہوا اس وقت ساجد کعبہ محرابِ محمدؐ کا

کیا پیرِ خرد نے مودبِ خم پشتِ گردوں کو
یہ بختی بارکش رہتا ہے اسبابِ محمدؐ کا

ادا کس کی زباں سے ہو سکے شکر اس کی نعمت کا
دو عالم ریزہ چھین حق کیا قابِ محمدؐ کا

ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سودا نہ دم مارا
خدا دین کون ہے آگاہ آدابِ محمدؐ کا

☆☆☆☆

مومن خان مومن

نہ کیونکر مطلعِ دیواں ہو مطلعِ مہرِ وحدت کا؟
کہ ہاتھ آیا ہے مصرعہ مجھ کو انگشتِ شہادت کا

غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کی تیری خواہش ہے
نہ میں بیزارِ دوزخ سے نہ میں مشتاقِ جنت کا

نہ پوچھو گرمیِ شوقِ ثنا کی آتشِ افروزی
بنا جاتا ہے دستِ عجزِ شعلہ شمعِ فکر کا

فروغِ جلوۂ توحید کو وہ برقی جولاں کر
کہ خرمنِ پھونک دیوے ہستی اہلِ ضلالت کا

مرا جوہر ہو سرِ تا پا صفائے مہرِ پیغمبرؐ
مرا حیرت زدہ دل آئینہ خانہ ہو سنت کا

امیرِ لشکرِ اسلام کا محکوم ہوں یعنی
اردہ ہے مرا فوجِ ملائک پر حکومت کا

زمانہ مہدی موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیو سلامِ پاک حضرت کا

☆☆☆☆

میرانیس

مختارِ زمیں، باعثِ افلاکِ نبیٰ ہیں
 والا گہرِ قلزمِ لولاکِ نبیٰ ہیں
 مصباحِ حریمِ حرمِ پاکِ نبیٰ ہیں
 شیرازہِ مجموعہِ ادراکِ نبیٰ ہیں
 عالم میں وہ آیا تھا پہ دل سوئے خدا تھا
 حق اس کا رضا جو وہ رضا جوئے خدا تھا

آدم ہے وجودِ شہیدِ لولاکِ سے آدم
 عالم سب اسی شاہ کی ہستی سے ہے عالم
 سرِ رشتہ مہر اس کا اگر ہوتا نہ محکم
 تو ہوتے نہ اصنادِ عناصر کبھی باہم
 کیا کیا کہوں کیا کیا ہے عنایاتِ محمدؐ
 ہے باعثِ ایجادِ جہاں ذاتِ محمدؐ

وہ پیشِ روِ خلیلِ رسولانِ سلف ہے
 آدم کو اسی نورِ الہی سے شرف ہے
 یہ درِ یتیم اور وہ پاکیزہ صدف ہے
 کرتا ہے پدرِ فخر زہے شانِ خلف ہے
 پیغمبرِ برحق کی ہو کیا نعت کسی سے
 خالق کو مباہات ہے ایجادِ نبیٰ سے

جز ذاتِ خدا سب پہ محمدؐ کے ہیں احساں
 اس شاہ کے ہیں خوانِ کرم پر کبھی مہماں
 وہ اصل ہے اور فرع ہے سب عالم امکان
 تھا خلقِ دو عالم سے وہی مقصدِ یزداں

باطن میں بھی فیض اس کا ظاہر بھی وہی ہے
اول بھی سمجھوں سے وہی آخر بھی وہی ہے

معراج سے اس کو جو ملا رتبہ اعلیٰ
یہ رتبہ کسی اور پیہر نے نہ پایا
اللہ سے جو قرب محمدؐ تھا کہوں کیا
قوسین کا ہے فرق جہاں رتبہ اولیٰ
جبریل امین کو بھی نہ واں دخل کی جا ہے
یا احمدؑ مختار ہے یا ذاتِ خدا ہے

اللہ نے دی تھی اسے کونین کی شاہی
امی تھے پہ تھا دل میں بھرا رازِ الہی
دی سبک نے اس شہ کی رسالت پہ گواہی
اشجار بھی اعجاز سے اس کے ہوئے راہی
دی مردوں کو جاں، سبز کیا خشک شجر کو
دو کر دیا انگلی کے اشارے سے قمر کو

پہلے کیا اللہ نے جس چیز کو پیدا
لکھا ہے کہ وہ نورِ جنابِ نبویؐ تھا
دس سو برس اس دن سے وہ نورِ شہسہ والا
استادہ رہا روبروئے خالقِ یکتا
گہ حمد و ثنا گہ صفتِ قدرتِ حق تھی
اس نور پہ ہر دم نظرِ رحمتِ حق تھی

☆☆☆☆

میر تقی میر

جلوہ نہیں ہے لظم میں حسنِ قبول کا
دیواں میں شعر گر نہیں نعتِ رسول کا

حق کی طلب ہے کچھ، تو محمدؐ پرست ہو
ایسا وسیلہ ہے یہ خدا کے وصول کا

مطلوب ہے زمان و مکان و جہان سے
محبوب ہے خدا کا، فلک کا عقول کا

جن مرد ماں کو آنکھیں دیاں ہیں خدا نے وے
سرمہ کریں ہیں رہ کے تری خاک و دھول کا

مقصود ہے علی کا ولی کا، سبھی کا تو
ہے قصد سب کو تیری رضا کے حصول کا

☆☆☆☆

نبیؐ کون یعنی رسولِ کریمؐ
 نبوت کے دریا کا دُرِ یتیم
 ہوا گو کہ ظاہر میں اُمی لقب
 پہ علمِ لدنی کھلا دل پہ سب
 بغیر از لکھے اور کئے بے رقم
 چلے حکم پر اس کے لوح و قلم
 کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے
 بنایا نبوت کا حق دار اسے
 نبوت جو کی حق نے اس پر تمام
 لکھا اشرف الناس خیر الامم
 بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اسے
 خدا نے کیا اپنا محبوب اسے
 کروں اس کے رتبے کا کیا میں بیاں
 کھڑے ہوں جہاں باندھ صفِ مرسلان
 محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں
 ہوا ہے نہ ایسا نہ ہو گا کہیں

☆☆☆☆

میر کرامت علی خان شہیدی

ہے سورۃ الشمس اگر روئے محمدؐ
والیل کی تفسیر ہوئی موعے محمدؐ
جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی
سمجھا میں شب قدر ہے گیسوئے محمدؐ
ماہِ شوال سے عاشق کو کہاں عید
جب تک نظر آجائے نہ امروئے محمدؐ
کس وضع اٹھائے ہوئے ہیں بارِ دو عالم
ظاہر میں تو نازک سے ہیں بازوئے محمدؐ
تھا بیش بہا عشق کے بازار میں یوسف
پر ہو نہ سکا سنگ ترازوئے محمدؐ
گلکشیت گلستان پہ پڑھو صل علی تم
ہر پھول کی پتی میں رچی بوئے محمدؐ
کعبے کی طرف منہ ہو نمازوں میں ہمارا
کعبے کا شب وروز ہے منہ سُوئے محمدؐ
ہر نخل بیابانِ عرب مجھ کو ہے طوبی
ہوں شیفتہ قامتِ دلجوئے محمدؐ
رضواں کے لیے لے چلو سوغات شہیدی
گر ہاتھ لگے خار و خِرس کوئے محمدؐ

☆☆☆☆

نظیر اکبر آبادی

تم ظہورِ اولیں ہو یا محمد مصطفیٰ
ہم دمِ جاں آفریں ہو یا محمد مصطفیٰ
وجہِ قرآنِ میں ہو یا محمد مصطفیٰ
نہتِ بستانِ دیں ہو یا محمد مصطفیٰ
نہتِ خلدِ بریں ہو یا محمد مصطفیٰ

احمد مختار ہو تم یا حبیبِ ہر دوسرا
ہے تمہارے حکم کے تابع قدر بھی اور قضا
خلق میں خواہش سے تم جس امر کی رکھو بنا
دیر اک پل درمیاں آوے تو یہ امکان کیا
جس گھڑی چاہو وہیں ہو یا محمد مصطفیٰ

عجبرِ صادق ہو تم اور حضرتِ خیرالورا
سرورِ ہر دوسرا اور شافعِ روزِ جزا
ہے تمہاری ذات والا منبعِ لطف و عطا
کیا نظیر اک، اور بھی سب کی مدد کا آسرا
یاں بھی تم واں بھی تمہیں ہو یا محمد مصطفیٰ

☆☆☆☆

علامہ محمد اقبال

لوح بھی تُو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب
کنید آگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذره ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

شوکتِ سخن و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل و غیاب و جستجو عشقِ حضور و اضطراب

☆☆☆☆

احسانِ دانش

افضل ہے مرسلوں میں رسالت حضورؐ کی
اکمل ہے انبیاء میں نبوت حضورؐ کی
ہے ذرہ ذرہ اُن کی تجلی کا اک سراغ
آتی ہے پھول پھول سے نکلتے حضورؐ کی
پہچان لیں گے آپؐ وہ اپنوں کو حشر میں
غافل نہیں ہے چشمِ عنایت حضورؐ کی
آنکھیں نہ ہوں تو خاک نظر آئے آفتاب
صدیقؑ جانتے ہیں صداقت حضورؐ کی
میری نظر میں مرشدِ کامل ہے وہ بشر
تفویض کر سکے جو محبت حضورؐ کی
انجم مثالِ نقشِ قدم جا بجا ملے
لے کر کہاں چلی ہے محبت حضورؐ کی
میں ہوں زبانِ ماہ و ثریا سے آشنا
ہے کائناتِ دہر حکایت حضورؐ کی
آہستہ سانس لے کہ خلافِ ادب نہ ہو
ہے آئینہ کی طرح طبیعت حضورؐ کی
آنکھوں کو اپنی چومتا رکھ رکھ کے آئینہ
ہوتی اگر نصیب زیارت حضورؐ کی
چشمِ طلب میں کس کا اجالا؟ حضورؐ کا
دنیاۓ دل میں کس کی حکومت؟ حضورؐ کی
دانش میں خوفِ مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت حضورؐ کی

☆☆☆☆

راہِ گم کردہ کو منزل کا پتا دے شاہا
میری گبڑی ہوئی تقدیر بنا دے شاہا

ریگ صحرا کی طرح دل یہ مرا سوزاں ہے
اپنے دامن کی اسے ٹھنڈی ہوا دے شاہا

نہیں معلوم یہ افتاد پڑی ہے کیسی
باندھتا توڑتا رہتا ہوں ارادے شاہا

یہ کسی پل بھی مجھے لینے نہیں دیتے قرار
میرے پیار ارادوں کو شفا دے شاہا

یہ مرا دل ہے وہ ناؤ کہ جو منجدھار میں ہے
ڈوبتی ناؤ کنارے پہ لگا دے شاہا

☆☆☆☆

احمد فراز

نہ ہوا معجزہ حق کا ظہور آپؐ کے بعد
چپ ہے جبریل تو خاموش ہے طور آپؐ کے بعد

پھر کوئی شمع ہدایت نہ جلی ہے نہ جلے
ہو گیا جیسے جدا خاک سے نور آپؐ کے بعد

آپؐ کی ذات ازل آپؐ کا پیغام ابد
نہ کوئی آپؐ سے پہلے نہ حضورؐ آپؐ کے بعد

☆☆☆☆

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
 اس کی دولت ہے فقط نقشِ کعب پا تیرا
 تہ بہ تہ تیرگیاں ذہن پہ جب ٹوٹتی ہیں
 نور ہو جاتا ہے کچھ اور ہویدا تیرا
 کچھ نہیں سوچتا جب پیاس کی شدت سے مجھے
 چھلک اٹھتا ہے مری روح میں مینا تیرا
 پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
 مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا
 دست گیری مری تنہائی کی تو نے ہی تو کی
 میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا
 لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا
 میں تو کہتا ہوں، جہاں بھر پہ ہے سلا تیرا
 تو بشر بھی ہے مگر فخر بشر بھی تو ہے
 مجھ کو تو یاد ہے بس اتنا سراپا تیرا
 میں تجھے عالمِ اشیا میں بھی پا لیتا ہوں
 لوگ کہتے ہیں کہ ہے عالمِ بالا تیرا
 مری آنکھوں سے جو ڈھونڈیں، تجھے ہر سو دیکھیں
 صرف خلوت میں جو کرتے ہیں نظارا تیرا
 وہ اندھیروں سے بھی درانہ گزر جاتے ہیں
 جن کے ماتھے پہ چمکتا ہے ستارا تیرا
 ندیاں بن کے پہاڑوں میں تو سب گھومتے ہیں
 ریگزاروں میں بھی بہتا رہا دریا تیرا

شرق اور غرب میں بکھرے ہوئے گلزاروں کو
نکھیں بانٹا ہے آج بھی صحرا تیرا
اب بھی ظلمات فروشوں کو گلہ ہے تجھ سے
رات باقی تھی کہ سورج نکل آیا تیرا
تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا، ہزاروں کا سہی
اب جو نا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا
ایک بار اور بھی یثرب سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا

☆☆☆☆

اختر شیرانی

لٹائے سجدے نہ کیوں آسمان مدینے میں
رسولِ پاک کا ہے آستان مدینے میں

قدم بڑھائے چلو رہروانِ منزلِ شوق
ہے ابرِ رحمتِ حق گلِ فشاں مدینے میں

درِ رسولؐ کے ذروں کی گر تلاش نہیں
تو کس کو ڈھونڈتی ہے کہکشاں مدینے میں

بہشت چیز ہی کیا ہے کہ ایک سجدے میں
ہمیں تو مل گئے دونوں جہاں مدینے میں

قدم اٹھائے ادب سے ذرا نسیمِ سحر!
ہیں محوِ خوابِ حیرہ دو جہاں مدینے میں

مدینے جاتے ہیں پیری میں سارے لوگ اختر
مزا ہے کاٹ دو عمرِ جواں مدینے میں

☆☆☆☆

از ہر درانی

جو فردوس تصور ہیں وہ منظر یاد آتے ہیں
مدینے کے گلی کوچے برابر یاد آتے ہیں

جو لگتا ہے کوئی کنکر بدن پر دین کی خاطر
تو دل کو وادی طائف کے پتھر یاد آتے ہیں

فضاؤں میں اگر کوئی پرندہ رقص کرتا ہے
تو آنکھوں کو مدینے کے کبوتر یاد آتے ہیں

مراتب پائے ہیں کیا کیا تری نسبت سے ذروں نے
ابوبکر و عمر، عثمان و حیدر یاد آتے ہیں

اخوت اور ایثار و محبت جن کا شیوہ تھا
وہ عالی ظرف اصحاب پیبر یاد آتے ہیں

زمانے کی گراں خوابی کا عالم دیکھ کر ازہر
نبی کے دیں کو بیداری کے پیکر یاد آتے ہیں

☆☆☆☆

اسد ملتانی

ہیچ ہیں دونوں جہاں میری نظر کے سامنے
میں کھڑا ہوں روضہ خیرالبشر کے سامنے

جھلملانے لگ گئیں روضے کی روشن جالیاں
اک نیا منظر ہے میری چشمِ تر کے سامنے

اُڑ گئی میری گناہوں کی سیاہی اُڑ گئی
ظلمتِ شب جس طرح نورِ سحر کے سامنے

مانگتا ہوں جس قدر ملتا ہے کچھ اس سے سوا
ہر دعا شرمندہ رہتی ہے اثر کے سامنے

اک جگہ پر دونوں جو استراحت ہی نہیں
گھر بھی ہے صدیق کا حضرت کے گھر کے سامنے

تو نے کار آمد بنایا زندگی اور موت کو
مقصد ایسا رکھ دیا نوعِ بشر کے سامنے

میں اسد صحنِ حرم میں بیٹھتا ہوں اس جگہ
ہو جہاں سے گلبندِ خضرا نظر کے سامنے

☆☆☆☆

اقبال عظیم

مدینے کا سفر ہے اور میں غم دیدہ غم دیدہ
جبیں افسردہ افسردہ، قدم لرزیدہ لرزیدہ

چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں چاہے طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ، زباں لغزیدہ لغزیدہ

کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ

بصارت کھو گئی لیکن بصیرت تو سلامت ہے
مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ

غلامانِ محمدؐ اس طرح آئیں گے محشر میں
سرشوریدہ شوریدہ دل گرویدہ گرویدہ

وہی اقبال جس کو ناز تھا کل خوش مزاجی پر
فراقِ طیبہ میں رہتا ہے اب رنجیدہ رنجیدہ

☆☆☆☆

بشیر حسین ناظم

مجھ کو توصیف پیہر پہ مقرر رکھا
نعت کی لو سے مرا قلب معور رکھا

ماعتِ سید لولاک جو پُل سے گزرا
پُل پہ جبریل نے کس شوق سے شہر رکھا

چمنِ نعت کی پُر کیف ہوا سے حق نے
میرے ہر محلِ تمنا کو مقرر رکھا

اپنے محبوب کے عشاق میں عزت بخشی
مغفرت خواہ کو منصور و مظفر رکھا

اہلِ دانش کی محافل میں بہ یمنِ حضرت
حمد و تعیت کے ماتے سے مقرر رکھا

چھوڑتے وقت یہ دنیائے مکدر ہم نے
ذکرِ حق ذکرِ نبی لب پہ برابر رکھا

حشر میں اس کی پذیرائی ہوئی جس نے بھی
جز ترے اور کوئی نام نہ ازہر رکھا

دولتِ عشقِ نبیؐ بخش کے دیوانے کو
طالبِ ہر و شیر و مُشر رکھا

لے کے وعدہ بلی مجھ سے، مری روح کے بچ
اپنے محبوب کی توصیف کا جوہر رکھا

میرے جسے میں جہاں بھر کی سعادت آئی
میرے خالق نے مجھے ایک ہی در پر رکھا

زلفِ حضرت کے تصور میں ہمیشہ ناظم
میں نے گلہائے مؤذت کو معطر رکھا

☆☆☆☆

جامی بدایونی

خدا کرتا ہے نازل رحمتیں اُن مدح خوانوں پر
رہا کرتے ہیں اوصافِ نبیؐ جن کی زبانوں پر

کرم ہے خسرو بے مثل کا دونوں جہانوں پر
کہ قامت ہے زمیں پر اور سایہ آسمانوں پر

کلامُ اللہ سُن کر ہو گئے اہلِ عرب گوئلے
لگا دی مہرِ اُمی نے فصیحوں کی زبانوں پر

تمہاری نعت کے بدلے ہزاروں نعتیں پائیں
ہزاروں شکر واجب ہیں تمہارے نعت خوانوں پر

بتا اے دامنِ کوہِ اُحد کیا تجھ میں اب بھی ہیں
وہ بچے جو خوشی سے کھیلتے تھے اپنی جانوں پر

اُٹھا کر ساغرِ مے اپنی ہاتوں سے پلاتا ہے
مرے ساقی کی وہ رحمت ہے جاتی ناتوانوں پر

☆☆☆☆

حافظ لدھیانوی

دل کی دھڑکن میں ہے مقام ترا
 ذکر ہوتا ہے صبح و شام ترا
 اور کھلتا ہے در محبت کا
 جب بھی آتا ہے لب پہ نام ترا
 وہ زمیں ہو گئی فلک رفعت
 جس جگہ بھی ہوا قیام ترا
 بادشہ ہو گئے غلام اس کے
 ہوا خوش بخت جو غلام ترا
 ہے لقب تیرا رحمت عالم
 جاری رہتا ہے فیض عام ترا
 ہو تری یاد زیت کا حاصل
 لب پہ نغمہ رہے مدام ترا
 آنسوؤں کی زباں سے لیتے ہیں
 سوز پرور عجب ہے نام ترا
 جس سے ملتا ہے روح کو آرام
 وہ سکوں بخش ہے نظام ترا
 آخرت میں جو کام آئے گا
 زادِ عقبی ہے ہر پیام ترا
 آنسوؤں سے کہے فسانہ جاں
 ہو حضوری میں جب غلام ترا
 محو حیرت ہیں اہل فن حافظ
 ایسا شہکار ہے کلام ترا

☆☆☆☆

حافظ محمد افضل فقیر

مولائے کائنات کی بے کس نوازیاں
اس نے مزاجِ فقر کو دیں بے نیازیاں

تاثرِ التفاتِ رسولِ امام دیکھ
فکرِ عجم میں ہے تب و تاب حجازیاں

میدانِ بدر ہو کہ مصافِ حنین ہو
اس کی نظر ہے قوتِ بازوئے غازیوں

افکارِ مصطفیٰ سے فروغِ حیات ہے
باقی تمام فلسفہ کی شیشہ بازیوں

جنت کو انتظارِ ورودِ رسول ہے
اس کے نقوشِ پا سے ہیں مینو طرازیوں

طائف کے سبزہ زار سے آنکھوں کو دے سکوں
پھر یاد کر حضور کی وہ جاں گدازیوں

درگاہ میں قبولِ ثنا سے ہے یہ مراد
دارین میں فقیر ملیں سرفرازیوں

☆☆☆☆

حافظ مظہر الدین

آؤ کہ ذکرِ حُسنِ شہِ بحر و بر کریں
جلوے بکھیر دیں، شپ غم کی سحر کریں

جو حسن میرے پیش نظر ہے اگر اسے
جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں

وہ چاہیں تو صدف کو دُرِ بے بہا ملے
وہ چاہیں تو خزف کو حریفِ گہر کریں

فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب
چاہیں تو اک اشارے سے شقِ قمر کریں

شعروادب بھی آہ و فغاں بھی ہے ان کا فیض
پیشِ حضورِ اپنی متاعِ ہنر کریں

اب کے جو قصدِ طیبہ کریں رہبرانِ شوق
مظہر کو بھی ضرور شریکِ سفر کریں

☆☆☆☆

حبیب جالب

یہ کس عذاب میں جاں ہے محمدؐ عربی
یہ کس کا خون رواں ہے محمدؐ عربی

یہ کس پہ آئی ہوئی ہے گھڑی قیامت کی
یہ کون وقفِ فغاں ہے محمدؐ عربی

یہ کس کے گھر میں ہے ماتم یہ کس کی آنکھ ہے نم
یہ کون رقصِ کناں ہے محمدؐ عربی

ترے دیارِ مقدس پہ سائے غیروں کے
یہ کتنے دکھ کا سماں ہے محمدؐ عربی

خطا معاف ترے بے نوا غریبوں کی
سکوں جہاں میں کہاں ہے محمدؐ عربی

جہاں کو ہوتا ہے اک روز گوشِ برِ آواز
نوائے غم زدگاں ہے محمدؐ عربی

☆☆☆☆

حسرت موہانی

منظرِ شانِ کبریا صلِ علی محمدؐ
آمنہ خدا نما صلِ علی محمدؐ

موجبِ نازِ عارفان باعثِ فخرِ صادقان
سرور و خیرِ انبیاء صلِ علی محمدؐ

مرکبِ عشقِ دل کشا مصدرِ حسنِ جاں فزا
صورت و سیرتِ خدا صلِ علی محمدؐ

مونسِ دل شکستگان، پشتِ پناہِ مستگان
شافعِ عرصہِ جزا صلِ علی محمدؐ

حسرت اگر رکھے تو بخششِ حق کی آرزو
وردِ زباں رہے سدا صلِ علی محمدؐ

☆☆☆☆

حفیظ تائب

دے تبسم کی خیرات ماحول کو، ہم کو درکار ہے روشنی یانہی
 ایک شیریں جھلک ایک نوریں ڈلک، تلخ و تاریک ہے زندگی یانہی
 اے نوید مسیحا! تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے اتر ہوا
 اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے بدتری یانہی
 کام ہم نے رکھا صرف اذکار سے، تیری تعلیم اپنائی اغیار نے
 حشر میں منہ دکھائیں گے کیسے تجھے ہم سے ماکردہ کار امتی یانہی
 دشمن جاں ہوا میرا اپنا لہو، میرے اندر عدو میرے باہر عدو
 ماجرائے تھیر ہے پرسیدنی صورتِ حال ہے دیدنی یانہی
 روح ویران ہے آنکھ حیران ہے، ایک بحران تھا، ایک بحران ہے
 گلشنوں، شہروں، قریوں پہ ہے پرفشاں ایک گنہگار افسردگی یانہی
 سچ مرے دور میں جرم ہے عیب ہے، جھوٹ فنِ عظیم آج لاریب ہے
 ایک اعزاز ہے جہل و بے رہروی، ایک آزار ہے آگہی یانہی
 راز داں اس جہاں میں بناؤں کسے، روح کے زخم جا کر دکھاؤں کسے
 غیر کے سامنے کیوں تماشا بنوں کیوں کروں دوستوں کو دکھی یانہی
 زیت کے پتے صحرا پہ شاہِ عرب تیرے اکرام کا اہم سے گا کب
 کب ہری ہوگی شاخِ تمنا مری، کب مٹے گی مری تشنگی یانہی
 یانہی اب تو آشوبِ حالات نے تیری یادوں کے چہرے بھی دھندلا دیے
 دیکھ لے تیرے تائب کی نغمہ گری مٹتی جاتی ہے نوحہ گری یانہی

☆☆☆☆

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
 سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
 سلام اے ظلِ رحمانی، سلام اے نور یزدانی
 ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
 سلام اے سر وحدت اے سراج بزم ایمانی
 زہے یہ عزت افزائی زہے تشریف ارزانی
 ترے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں
 شریکِ حال قسمت ہو گیا پھر فصلِ ربانی
 سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انساں کو سکھلا دے
 یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی
 تری صورت، تری سیرت، ترا نقش، ترا جلوہ
 تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
 زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
 بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
 زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
 ترے پر تو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
 حفیظ بے نوا بھی ہے گدائے کوچہ اہل
 عقیدت کی جہیں تیری مروت سے ہے نورانی
 ترا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو
 تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
 سلام اے آفتیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
 سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

☆☆☆☆

حنیف اسعدی

سارے احکامِ خدا جن کی زباں میں آئے
منزلت اُن کی بھلا کس کے گماں میں آئے
میرے مولاً کا کرم، میری زمیں کا اعزاز
سب جہانوں کے امیں میرے جہاں میں آئے
عرش سے امر و نواہی کی امانت لے کر
آپ اس کارِ سود و زیاں میں آئے
آپ کی ذات ہے وہ دائرہ وصف و کمال
جو تصور میں سمائے نہ گماں میں آئے
اتنا آساں تو نہیں آپ کی سیرت کا شعور
روح کی راہ سے گزرے تو بیاں میں آئے
آپ کے ذکر کی یہ رفعتیں اللہ اللہ!
نام اعلانِ خدا بن کے اذال میں آئے
جن کی تابش میں نظر آئیں خد و خالی حضور
ایسے انوار بھی چشمِ نگراں میں آئے
اُن کے منکر کے لیے کوئی نہیں جائے پناہ
اُن کے قدموں میں جو پہنچے وہ اماں میں آئے

خاطر غزنوی

جو نام صِفِ پاکِ رسولاں میں چلی ہے
اس نام سے دنیا کی ہر اک بات چلی ہے

تخلیقِ دو عالم کا سبب ہے یہی دنیا
اس نورِ رسالت کی تجلی ازیں ہے

ہے جو طوافِ درِ محبوبِ الہی
اک حسرتِ پاکیزہ کہ پھولوں میں پٹی ہے

سایہ بھی اسے چھو لے تو ہو جائے فروزاں
وہ شکل کہ انوار کے سانچے میں ڈھلی ہے

بخشش بھی اسی رہ میں منزل بھی اسی پر
اک قلمِ انعام مدینے کی گلی ہے

خوشبوئے گلستانِ شہنشاہِ دو عالم
خاطر مجھے بطحا کی طرف لے کے چلی ہے

☆☆☆☆

خالد احمد

تو نے ہر شخص کی تقدیر میں عزت لکھی
آخری خطبے کی صورت میں وصیت لکھی

تو نے کچلے ہوئے لوگوں کا شرف لوٹایا
عدل کے ساتھ ہی احسان کی دولت لکھی

سرخ رنگ بعنوان اخوت ڈھائی
ورق دہر پہ ہر سطر محبت لکھی

تو نے ہر ذرے کو سورج سے ہم آہنگ کیا
تو نے ہر قطرے میں اک بحر کی وسعت لکھی

حسنِ آخر نے کیا حسن کو آخر تجھ پر
آخری روپ دیا، آخری سورت لکھی

سلسلے بند کیے مہر لگا دی تو نے
صفحہ ارض پہ اک آخری امت لکھی

خالد احمد تری نسبت سے ہے خالد احمد
تو نے پاتال کی قسمت میں بھی رفعت لکھی

☆☆☆☆

راخ عرفانی

امیرِ خلد کا اعجاز دیکھوں
اخوت کا نیا انداز دیکھوں

سرِ شہرِ نبیؐ الحمد للہ
فقیروں کو بھی سرفراز دیکھوں

جونہی پلوں پہ آنسو جھللائیں!
کرم کے سینکڑوں در، باز دیکھوں

اُڑوں خوابوں میں طیبہ کی فضا میں
عروجِ بخت کی پرواز دیکھوں

درخشاں رخ، چمکتی سی جبینیں
سجودِ عجز کا اعزاز دیکھوں

میں جب الجھوں کسی الجھن میں راخ
نبیؐ کی یاد کو دمساز دیکھوں

☆☆☆☆

راغب مراد آبادی

پہنچ ہی جائیں گے اک دن کسی قرینے سے
کہ لو لگائے ہوئے ہم بھی ہیں مدینے سے

حضورؐ پاس بلا لیجیے خدا کے لیے
رہے جو دور تو کیا فائدہ ہے جینے سے

نثار میرے دل و جاں ربیع الاول پر
ہوا بہار کا آغاز اسی مہینے سے

یہاں کی خاک کے ذرے ہیں عطر پیراہن
مہک رہا ہے عرب آپؐ کے پسینے سے

محمدؐ عربی ناخدا ہیں اے راغب!
الجھ سکیں گے نہ طوفاں مرے سفینے سے

☆☆☆☆

رئیس امر وہوی

جمال ذات ہے نور محمدؐ عربی
ہمہ صفات ظہور محمدؐ عربی

دل کلیم ہے اس کے کلام سے روشن
خوشا تجلی طور محمدؐ عربی

خود آگہی کا سبق معرفت محمدؐ کی
شعور حق ہے شعور محمدؐ عربی

شہنشی کی جلالت الوہیت کا شکوہ
فدائے فقر غیور محمدؐ عربی

یہ انبیا کی تجلی یہ اولیاء کا جمال
فقط تسلسل نور محمدؐ عربی

وہی ہے لشکر توحید کا مزاج شناس
جو دل ہے مست سرور محمدؐ عربی

رباب کن کی ہے آواز بازگشت رئیس
مری نوا بخسور محمدؐ عربی

☆☆☆☆

ساغر صدیقی

بزمِ کونین سجانے کے لیے آپ آئے
شمعِ توحید جلانے کے لیے آپ آئے

ایک پیغام، جو ہر دل میں اجالا کر دے
ساری دنیا کو سنانے کے لیے آپ آئے

ایک مدت سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو
ایک مرکز پہ بلانے کے لیے آپ آئے

ماخذا بن کے اہلتے ہوئے طوفانوں میں
کشتیاں پار لگانے کے لیے آپ آئے

قافلے والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں
دور تک راہ دکھانے کے لیے آپ آئے

چشمِ بیدار کو اسرارِ خدائی بخشے
سونے والوں کو جگانے کے لیے آپ آئے

☆☆☆☆

سید سلمان رضوی

محفل جی ہوئی ہے درود و سلام کی
کیا بات ہے حضور علیہ السلام کی

اُن سے لگائی لو تو میرے ہاتھ آ گئی
اک شاہراہ خاص بقائے دوام کی

گردش لہو کی گردش تسبیح بن گئی
ہم نے ثنائے خواجہ گیہاں مدام کی

معراج جس کو کہتے ہیں وہ ہے مرے خدا
اک منفرد روش ترے شائستہ گام کی

فردوس کا وہ قصر جہاں داخلہ ہے بند
تختی لگی ہوئی ہے وہاں میرے نام کی

ہم نے حضور پاک کا دامن پکڑ لیا
اور یوں دیارِ خیر کی منزل تمام کی

سلمان تجھ کو خیر ملے عافیت ملے
کیا دل سے نعت لکھی ہے خیر الامام کی

☆☆☆☆

سید محمد ضمیر جعفری

محمد مصطفیٰ صلی علیٰ محبوب ربانی
ازل کی صبح عرفانی ابد کی شمع ایمانی

حضور آئے تو چمکیں فکرِ انسانی کی تنویریں
حضور آئے تو ٹوٹیں جبر و محکومی کی زنجیریں

جسے ذہنوں کا زنگ اترآ، بجھے چہروں پہ نور آیا
حضور آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا

بشر کی پیشوائی کے لیے شمس و قمر آئے
حضور آئے تو امکاناتِ ہستی بھی نظر آئے

تمدن آیا تہذیب آئی امن آیا قرار آیا
حضور آئے تو عالم پہ بہار آئی نکھار آیا

یتیموں اور فقیروں کو پناہیں مل گئیں آخر
حضور آئے تو ذروں کو نگاہیں مل گئیں آخر

اخوت اور مساوات و محبت کا نظام آیا
حضور آئے تو یہ توقیرِ ہستی کا مقام آیا

سلام اے رحمۃ للعالمیں سرکارِ دو عالم
سلام اے مرسلِ حق مالک و مختارِ دو عالم

☆☆☆☆

سیماب اکبر آبادی

پیام لائی ہے بادِ صبا مدینے سے
کہ رحمتوں کی انھی ہے گھٹا مدینے سے

ہمارے سامنے یہ نازش بہارِ فضول
بہشت لے کے گئی ہے فضا مدینے سے

فرشتے سینکڑوں آتے ہیں اور جاتے ہیں
بہت قریب ہے عرشِ خدا مدینے سے

نہ آئیں جا کے وہاں سے یہی تمنا ہے
مدینے لا کے نہ لائے خدا مدینے سے

☆☆☆☆

شان الحق حقى

مجھے تو صرف اتنا ہی یقین ہے
مرا تو بس یہی ایمان و دیں ہے
اگر تم مقصدِ عالم نہیں ہو
تو پھر کچھ مقصدِ عالم نہیں ہے
نہیں میں واقفِ سرِ الہی
مگر دل میں یہ نکتہ جاگزیں ہے
جو دل انوار سے ان کے ہے روشن
وہی کعبہ وہی عرشِ بریں ہے
یہ سبھے معنی لولاک میں نے
کہ ہستی بخششِ جاں آفریں ہے
مگر آزارِ ہستی کا مداوا
عطائے رحمت للعالمین ہے
وہ شیرِ بے حصار ان کا، مدینہ
کہ جس کی خاکِ ارمانِ جہیں ہے
نہ کبھو ہم کو محرومِ نظارہ
وہ حسن اب بھی نگاہوں کے قریں ہے
کہ دل میں ماسوائے اسمِ احمد
نہیں ہے، کچھ نہیں ہے، کچھ نہیں ہے

☆☆☆☆

شورش کاشمیری

خود رب دو جہاں ہے خریدارِ مصطفیٰ
دیکھے تو کوئی گرمی بازارِ مصطفیٰ

لاؤں کہاں سے شہرِ جبریل کی اڑان
دل کھنچ رہا ہے جانبِ دربارِ مصطفیٰ

پیرِ مغاں! سنبھل کہ ادب کا مقام ہے
آتے ہیں میکدے میں قدحِ خوارِ مصطفیٰ

غارِ حرا سے کرب و بلا کے مقام تک
دیدہ وروں پر فاش ہیں اسرارِ مصطفیٰ

قرآن کی آیتوں میں سراپا ڈھلا ہوا
تمثیلِ بے مثال ہے کردارِ مصطفیٰ

سجدوں کی چاندنی سے جبینیں نکھر گئیں
آنکھوں میں بس گئے در و دیوارِ مصطفیٰ

شورش! بہ فیضِ خواجہ کونین دیکھ لوں
جی چاہتا ہے کوچہ و بازارِ مصطفیٰ

☆☆☆☆

عارف عبدالمتمین

زمانہ تیرے لیے ہے، ازل اب تیرے
ان آنسوؤں میں جھلکتے ہیں خال و خد تیرے

میں کس طرح ترے اوصاف کا شمار کروں
خدا کے بعد محاسن ہیں بے عدد تیرے

تو چاند بن کے انہیں بخشتا ہے طغیانی
سمندروں کے طلاطم میں جزر و مد تیرے

ہوئی ہے قریہ بہ قریہ جہاں میں تیری ثنا
ہوئے ہیں دہر میں چرچے بلد بلد تیرے

کے خبر کہ تیرے زیر لب تبسم میں
نہفتہ رہتے تھے کتنے غم اسد تیرے

تری حدیث میں مضمحل ہے اعتبارِ سخن
مرے لیے تو سبھی لفظ ہیں سند تیرے

☆☆☆☆

عاصی کرنا لی

رہبر ہستی نے واضح کر دیا خط سمجھ کر
یہ مقام شرک ہے، یہ منزل توحید ہے

دہر کے افکار پر، اعمال پر، احوال پر
آپ کا نفس وجود اللہ کی تنقید ہے

مرحبا چشم تصور، آفریں دیدار دوست
عاشقوں کے گھر تو گویا سال بھر کی عید ہے

ابتدائے جلوہ ہے اور دیکھنے کا دم نہیں
اللہ اللہ یہ ہماری انتہائے دید ہے

سخت عاصی ہوں، بُرے اعمال کا دوزخ ہوں میں
پھر بھی میری مغفرت ہوگی مجھے امید ہے

☆☆☆☆

عبدالستار خان نیازی

محبوبؔ کی محفل کو محبوبؔ سجاتے ہیں
جاتے ہیں وہی جن کو سرکارؔ بلا تے ہیں

پیارو! ذرا جانا دربارِ محمدؐ میں
وہ جامِ شفا اب بھی بھر بھر کے پلاتے ہیں

جس کا بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں والی
اس کو بھی مرے آقاؐ سینے سے لگاتے ہیں

اس آس پہ جیتا ہوں کہہ دے کوئی آکر یہ
چل تجھ کو مدینے میں سرکارؔ بلا تے ہیں

اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں نبیؐ سرور
یہ سچ ہے نیازی ہم سرکارؔ کا کھاتے ہیں

☆☆☆☆

عبدالعزیز خالد

خدا کے بعد صاحب سب زمانوں سب جہانوں کا
قبالہ نام ہے جس کے مکانوں لامکانوں کا

دھڑکتا ہے دل بیدار و بیبا جس کے سینے میں
جو خازن ہے زمینوں آسمانوں کے خزانوں کا

زباں ہر دل کی سمجھے وہ زباں دانِ ہمہ عالم
لب اظہار سارے بے نواؤں، بے زبانوں کا

دریں چہ شک کہ پیش آہنگ ہے وہ رہتی دنیا تک
شعور و شوق و سرمستی کے سارے کاروانوں کا

بنایا جس نے انسانوں کو افراد ایک ہی گھر کے
منایا جس نے سب بے جا تفاخر خاندانوں کا

کرے خونِ جگر سے آبیاری کشتِ ویراں کی
مزاج اس کو مشیت نے دیا ہے باغبانوں کا

دیا توحید کا پیغام اس نے بت پرستوں کو
کیا تبدیلی رخ اس نے دلوں کے بادبانوں کا

کھنچیں بے ساختہ اس کی طرف درماندہ و راندہ
ہے ذات اس کی حصارِ عافیت بے خاندانوں کا

☆☆☆☆

عزیز لدھیانوی

مرسلوں میں کوئی بھی خیرالبشرؐ ایسا نہ تھا
مرتبہ ان سب کا اعلیٰ تھا، مگر ایسا نہ تھا

نام جب سرکارؐ کا جپتا نہ تھا ہر صبح میں
روز ہوتی تھی سحر، حسنِ سحر ایسا نہ تھا

لامکاں کی حد سے آگے ختم ہوتا ہے سفر
سدرہ سے آگے بھی جانا، ہمسفر ایسا نہ تھا

جا نہ سکتا جو تلاشِ رزق میں طیبہ تلک
ظاہرِ مخیل میرا خستہ پر ایسا نہ تھا

داغِ انگلی کے اشارے کا ہے سینے پر عیاں
آپؐ کے اعجاز سے پہلے قمر ایسا نہ تھا

☆☆☆☆

جہاں پیوندِ ظلمت بن گئے روزِ مکانوں کے
وہیں کھولے گئے سارے درپے آسمانوں کے

اک اندھی رات تھی جو ریت پر لہریں بناتی تھی
اور اُن میں جذب ہو جاتے تھے نغمے ساربانوں کے

سرائے دہر میں مہمان تھے صدیوں کے سناٹے
تمہارا نام لے کر کارواں اترے اذانوں کے

تمہاری رہ گزر میں کوئی جتنی دور جاتا ہے
اسی نسبت سے دل پر بھید کھلتے ہیں جہانوں کے

مخالف سمت جائیں تو سفینے ٹوٹ جاتے ہیں
مدینے کی طرف رخ پھر رہے ہیں بادبانوں کے

کتابِ زندگی رکھتے ہیں تابِ زندگی کم ہے
نئے کردار ہیں ہم لوگ اگلی دستانوں کے

☆☆☆☆

فارغ بخاری

حضورِ اقدس زمانے بھر سے گئے تھے جو تیرگی مٹا کر
اسی بھیانک فضا میں پھر رک گیا ہے یہ کاروان آکر

یہ زر کے بندے ترے دینوں پہ ناگ بن کر ڈٹے ہوئے ہیں
وہ خودکشی کر رہے ہیں مفلس حیات کا آسرا نہ پا کر

غریب اور بے نوا کے اے دستگیر اندھیر ہو رہا ہے
کہ فخر کرتے ہیں تیرے درسِ عمل کی یہ دھجیاں اڑا کر

مذاق اڑاتے ہیں، جو اخوت کا نام بھی آج لے رہا ہو
یہ اپنی اغراض کے لیے بیچتے ہیں اسلام کو چھپا کر

جو نام لے حق کا اس کی گردن میں کفر کا طوق باندھتے ہیں
جو راستی پر چلے اسے چھوڑتے ہیں مرغِ قفس بنا کر

اسی تعدی کے روکنے کو جہاں میں بعثت ہوئی تھی تیری
اسی طرح لوٹتے ہیں پھر مفلسوں کو سرمایہ دار آ کر

میں کچھ ہوں تیرا ہی نام لیوا ہوں میری گردن نہ جھک سکے گی
میں تیرے درسِ حیات کا ساتھ دوں گا ہر چیز کو لٹا کر

☆☆☆☆

قتیل شفائی

جو دل کو چین دے وہ کسک چاہتا ہوں میں
اے عشق! تیری ایک جھلک چاہتا ہوں میں

لوں نامِ مصطفیٰؐ تو کھلیں چاہتوں کے پھول
سانسوں میں زندگی کی مہک چاہتا ہوں میں

اتنا جھکوں کہ چوم لوں خاکِ درِ حبیبؐ
خود کو بلند تاپہ فلک چاہتا ہوں میں

وہ اس لیے کہ جزوِ نظر ہو کسی کی یاد
ملتی ہوئی پلک سے پلک چاہتا ہوں میں

جس میں ہر ایک رنگ ہو عشقِ رسولؐ کا
دل پر تنی ہوئی وہ دھنک چاہتا ہوں میں

چھایا ہوا ہے روح پہ اک سردی سرور
اس کیفیت کو قبر تلک چاہتا ہوں میں

خالی سہی قتیل، مرا ساغرِ عمل
عشقِ نبیؐ کی اس میں کھنک چاہتا ہوں میں

☆☆☆☆

قیوم نظر

ہر ذرہ کائنات کا گرواں ہے اس لیے
ہر لحظہ گنگنائے فضا نعتِ مصطفیٰ

راہِ طلب میں اشک رواں ہیں زباں خموش
ہر سانس کی مگر ہے صدا نعتِ مصطفیٰ

عشقِ رسول، قصدِ مدینہ، وفورِ شوق
اس کارواں کو بانگِ درا نعتِ مصطفیٰ

سوز و تپِ فراق کی تلخی کا ذکر کیا
لائی لبوں پہ تازہ ہوا نعتِ مصطفیٰ

دل کو ملا سکون ہوئی روح مطمئن
ہر غم سے لے گئی ہے ورا نعتِ مصطفیٰ

بخشش کو اپنی لایا ہوں اک نسخہ وفا
پڑھتا اٹھوں گا روزِ جزا نعتِ مصطفیٰ

☆☆☆☆

کلیم عثمانی

ہو جو توفیق تو بس نعتِ پیبرؐ لکھوں
کوئی حرف اور نہ اس صنف سے باہر لکھوں

مجھ سیہ کار کو بھی جس نے دیا اذنِ سلام
کیوں نہ اس ذات کو رحمت کا سمندر لکھوں

روز ہوتی ہے جہاں ایک نئی بارشِ نور
کیسے الفاظ میں اس صبح کا منظر لکھوں

دولتِ صبر و قناعت جسے مل جائے یہاں
آج کے دور کا اس شخص کو بوڑھا لکھوں

سب جہانوں میں اسی نام کا جلتا ہے چراغ
سب جہانوں کا انہیں ہادیؐ و رہبرؐ لکھوں

خاک اس در کی مری آنکھوں کا سرمہ ہے کلیم
کیوں نہ میں خود کو غنی اور تو نگر لکھوں

☆☆☆☆

کوثر نیازی

آدمیت کی علامت ہے ولائے مصطفیٰ
مصطفیٰ دل کے لیے، دل ہے برائے مصطفیٰ

ہے رضائے مصطفیٰ میں رب کعبہ کی رضا
رب کعبہ کی رضا میں ہے رضائے مصطفیٰ

کچھ نہیں معلوم کیا ہے قصہ ذات و صفات
تجھ پہ ہم ایمان لائے اے خدائے مصطفیٰ

شکل انسانی میں قرآن مجسم آپ ہیں
شرح فرمانِ خدا ہے ہر ادائے مصطفیٰ

حشر کی گرمی اے کچھ بھی ستا سکتی نہیں
جس کو سایہ مل گیا زیرِ لوائے مصطفیٰ

دو جہاں کی بادشاہی سے بڑا ہے یہ شرف
کاش میں کہلاؤں اک ادنیٰ گدائے مصطفیٰ

آرزو دل میں یہ رکھتا ہوں خدا پوری کرے
جب مروں کوثرِ زباں پر ہو ثنائے مصطفیٰ

☆☆☆☆

رسولِ مجتبیٰؐ کہیے محمد مصطفیٰؐ کہیے
 خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے
 شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاءؑ کہیے
 محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا کہیے
 جنین و رخِ محمدؐ کے تجلی ہی تجلی ہیں
 کسے شمس الضحیٰؐ کہیے کسے بدرالدہیٰؐ کہیے
 جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
 جب ان کا نام آئے مرجا صل علی کہیے
 غبارِ راہ طیبہ سرمہ چشم بصیرت ہے
 یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاک شفا کہیے
 صداقت پر بنا رکھی گئی ہے دینِ فطرت کی
 اسی تعبیر کو انسانیت کا ارتقا کہیے
 مرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
 یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیے
 محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے جلوہ حق کا
 اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے
 مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے
 مری آنکھوں کو ماہرِ چشمہ آبِ بقا کہیے

☆☆☆☆

کاش وہ خاک مجھ کو مل جائے
 سرمہ پاک مجھ کو مل جائے
 میں اسے رکھ کر آنکھ کے تل میں
 آنکھ کے تل میں دیدہ دل میں
 جگمگاتا پھروں زمانے میں
 زندگی کے سیاہ خانے میں
 جو نبی کے قریب ہیں وہ لوگ
 کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ
 اس کے قدموں کے ساتھ رہتے ہیں
 اس کی موجوں کے ساتھ بہتے ہیں
 اس کے ابرو کے ہر اشارے پر
 تیرتے ہیں لبو کے دھارے پر
 اس کی عزت پہ سر کٹاتے ہیں
 آخری وقت مسکراتے ہیں
 ان کے قدموں میں دولت کونین
 ان کا ایک ایک سانس بدر و حنین
 ہاں وہ دیکھو بلا کی حالت
 چور زخموں سے خون میں لت پت
 گرم ریتی پر تلملاتا ہے
 تازیانوں کی چوٹ کھاتا ہے

موت کا خوف ہے نہ زیت کی فکر
اس کے ہونٹوں پہ لا الہ کا ذکر
دیکھنا جنگ احد کی جاری ہے
وقتِ اسلامیوں پہ بھاری ہے
چار سو کافروں کا ریلا ہے
ہیں سکھ زیادہ اکیلا ہے
اس نے دیکھا کہ چند پیکرِ شر
وار کرنے کو ہیں محمدؐ پر
دوڑ کر آ کے درمیانِ نبیؐ
جان دے کر بچائی جانِ نبیؐ

☆☆☆☆

محبوبِ عزّی

جب میرے دل کا درد، الم تک پہنچ گیا
میں خود بخود ہی ان کے کرم تک پہنچ گیا

یہ بھی نصیب ہی کی تو ہے بات دوستو
جو سر جھکا تو ان کے قدم تک پہنچ گیا

قاصر رہی زبان جو کہنے سے مدعا
احوالِ دل تو دیدہٴ غم تک پہنچ گیا

کبھوں گا میں کہ مل گئی معراج مجھ کو بھی
جذبہ مرا جو شاہِ اُمم تک پہنچ گیا

دبّے اب اذنِ گنبدِ خضرا کی دید کا
عاصی یہ آپ کا تو حرم تک پہنچ گیا

آئے ہیں عزّتی بہرِ پذیرائی پھر سروش
پڑھتا درود میں جو عدم تک پہنچ گیا

☆☆☆☆

محسن احسان

شفاعتوں کے فلک پر عجب سحاب کھلے
زمیں نہال ہوئی رحمتوں کے باب کھلے

نصیب خلق ہوئی آفتاب علم کی دھوپ
جمالِ حرف و معانی کے تازہ باب کھلے

مصابفِ جنگ و جدل ہو کہ شہر امن و اماں
تری بلندیء کردار کے نصاب کھلے

ترے جمال سے شرمندہ جلوۂ خورشید
ترے حضور نہ احرامِ آفتاب کھلے

تو سائبان کی صورت محیطِ عالم پر
کرن کرن کی ترے سامنے طناب کھلے

ہمارے نام کے آگے بھی حرفِ بخشش لکھ
کہ سرفراز ہوں ہم جب تری کتاب کھلے

میں اس امید پہ کرتا ہوں نعتِ نذرِ حبیب
کہ میرے واسطے محسنِ درِ ثواب کھلے

☆☆☆☆

محشر بدایونی

آپؐ کی مدح ہے کس کے امکان میں
سارا قرآن ہے آپؐ کی شان میں

حمد کے حرف لکھوں کہ میں نعت کے
ہوں بڑی احتیاطوں کے میدان میں

اس کو کہتے ہیں تکمیلِ انسانیت
ساری اچھائیاں ایک انسانؐ میں

ہم نبیؐ کی محبت سے باہر کہاں
یہ محبت تو شامل ہے ایمان میں

اُسوۂ مصطفیٰؐ کا چراغ آج بھی
جل رہا ہے ہواؤں کے طوفان میں

☆☆☆☆

محشر رسول نگری

شعورِ عشق مدینے کی سر زمیں سے ملا
دوا بھی، درد بھی جو کچھ ملا یہیں سے ملا

ہے اتباعِ پیغمبر ہی اتباعِ خدا
جو فیض ہم کو ملا ختمِ مرسلین سے ملا

ملا نہ ملت بیضا کو پھر زمانے میں
جو رتبہ بیرونی تاجدار دیں سے ملا

ہوئے تھے جس کے طفیل ایک اپنے بیگانے
وہ درسِ عدل و اخوت نہ پھر کہیں سے ملا

اگر ہے وجہ شرف کچھ تو آدمیت ہے
یہ نکتہ آپ کی تلقینِ آخریں سے ملا

خدا نے آپ کہا ہے تجھے سراجِ منیر
جہاں کو نورِ ہدایت تری جہیں سے ملا

ہزار بار بھی دی ہے درِ نبی پہ صدا
مگر جواب نہ محشر، کبھی ”نہیں“ سے ملا

☆☆☆☆

محمد اعظم چشتی

سمجھا نہیں ہنوز مرا عشق بے ثبات
تو کائناتِ حسن ہے یا حسنِ کائنات

جو ذکرِ زندگی کے فسانے کی جان ہے
وہ تیرا ذکرِ پاک ہے اے زہتِ حیات

اک خالقِ جہاں ہے تو اک مالکِ جہاں
اک جانِ کائنات ہے اک وجہِ کائنات

بزمِ حدوث سے ہے مقدم ترا وجود
خالق کے بعد کیوں نہ مکرم ہو تیری ذات

اب تک جی ہوئی ہے ستاروں کی انجمن
اس انتظار میں کہ پھر آئیں وہ ایک رات

ارشادِ ماریت سے ظاہر ہوا یہ راز
ہے کبریا کا ہاتھ رسولِ خدا کا ہات

اعظم میں ذکرِ شاہِ زمن کیسے چھوڑ دوں
میرے لیے تو ہے یہی سرمایہٴ حیات

☆☆☆☆

مسرور کیفی

خوابوں میں مدینے کی فضا دیکھنے والا
خاطر میں کہاں لائے گا رنگ گل و لالہ

نظروں میں رہے جس کے جمالِ شہِ والا
اس شخص کی دنیا میں اجالا ہی اجالا

نبیوں میں، وہ بندوں میں، بشر میں جہاں دیکھو
افضل سے بھی افضل ہیں، وہ اعلیٰ سے بھی اعلیٰ

روشن ہے ازل سے جو مرے گوشہء دل میں
وہ چاند کسی طور نہیں ڈوبنے والا

دنیا کا طلب گار رہا ہے نہ رہے گا
سرکار کے قدموں کے نشاں ڈھونڈنے والا

پابندی احکام خداوندی یہی ہے
محبوب خداوند کے احکام بجالا

قدموں سے میں مسرور لپٹ جاؤں، جو مل جائے
سرکار دو عالم کا کوئی چاہنے والا

☆☆☆☆

ناصر کاظمی

شجر حجر تمہیں جھک کر سلام کرتے ہیں
یہ بے زبان تمہیں سے کلام کرتے ہیں

زمین کو عرشِ معلیٰ ہے تیرا کنبد سبز
تری گلی میں فرشتے قیام کرتے ہیں

مسافروں کو ترا در ہے منزلِ آخر
یہیں سب اپنی مسافت تمام کرتے ہیں

جنہیں جہاں میں کہیں بھی اماں نہیں ملتی
وہ قافلے یہاں آکر قیام کرتے ہیں

نظر میں پھرتے ہیں تیرے دیار کے منظر
اسی نواح میں ہم صبح و شام کرتے ہیں

سکونِ دل کی انہیں سے امید ہے ناصر
جو اپنا فیض غریبوں پہ عام کرتے ہیں

☆☆☆☆

نصیر الدین نصیر

چاند تارے ہی کیا دیکھتے رہ گئے
 اُن کو ارض و سما دیکھتے رہ گئے
 ہم درِ مصطفیٰ دیکھتے رہ گئے
 نور ہی نور تھا دیکھتے رہ گئے
 پڑھ کے روح الامیں سورتِ والضحیٰ
 صورتِ مصطفیٰ دیکھتے رہ گئے
 وہ امامت کی شب، وہ صفِ انبیاء
 مقتدی، مقتدی دیکھتے رہ گئے
 نیک و بد پر ہوا اُن کا یکساں کرم
 لوگ اچھا بُرا دیکھتے رہ گئے
 وہ گئے عرش تک اور روح الامیں
 سدرۃ المنہلی دیکھتے رہ گئے
 معجزہ تھا وہ ہجرت میں اُن کا سفر
 دشمنانِ خدا دیکھتے رہ گئے
 مرجا شانِ معراجِ ختمِ رسل
 سب کے سب ہیّا دیکھتے رہ گئے
 جب سواری چلی جبریل امیں
 صورتِ نقشِ پا دیکھتے رہ گئے
 اہل دانش محمدؐ پہ تھے حیرتی
 رُوئے قرآن نما دیکھتے رہ گئے
 میں نصیر آج لایا وہ نعتِ نبی
 نعت گو منہ مرا دیکھتے رہ گئے

☆☆☆☆

نعیم صدیقی

پر کیف کس قدر غم پنہاں ہے اے حضور
میرا یہی دہینہ ایماں ہے اے حضور

ہم آپ کے مقام کو سمجھے نہیں، بھلا!
اپنے وجود کا ہی کب عرفاں ہے اے حضور

امت پہ کتنی آج گراں ہو گئی حیات
ارزاں بہت ہی خونِ مسلمان ہے اے حضور

شیرازہ بند شوق ہے تیری نگاہِ لطف
شیرازہ خیال پریشاں ہے اے حضور

احسان و عدل و امن کے نعروں کے باوجود
تہذیب ساری جگہ کا میداں ہے اے حضور

مہرِ کتنی غیرتِ آدم ہے آج کل
مظلوم کتنی عظمتِ انساں ہے اے حضور

کس شان سے ہوا دلِ عاشق لہولہاں
جیسے یہ کوئی لعلِ بدخشاں ہے اے حضور

لاٹے تڑپ رہے ہیں سرِ دار و زیرِ تیغ
کیا ہر طرف یہ حشر کا سماں ہے اے حضور

کچلے ہوئے سے کیوں ہیں خیالاتِ عرش گیر
سہا ہوا سا کیوں مرا ایماں ہے اے حضور

☆☆☆☆

یزدانی جالندھری

کوہِ فاراں پہ خورشیدِ غارِ حرا، جب ہوا جلوہ گر دیکھتے دیکھتے
 پر تو نورِ حق سے درخشاں ہوا، نجمِ بختِ بشر دیکھتے دیکھتے
 آرزوئے خلیل آج پوری ہوئی، کائناتِ دل و روح نوری ہوئی
 زندگی جاگ اٹھی، روشنی ہو گئی، تابِ حدِ نظر دیکھتے دیکھتے
 زیستِ صحرائی صحرا سے گلشن ہوئی، شمعِ عرفان و ایقان کی روشن ہوئی
 سرسبز تھے جو ہر بات سے بے خبر، ہو گئے باخبر دیکھتے دیکھتے
 روحِ انساں سقیم اور بیمار تھی، رہیں اوہام تھی، وقفِ آزار تھی
 رحمتِ حق تعالیٰ کو جوش آگیا، مل گیا چارہ گر دیکھتے دیکھتے
 دیکھتے دیکھتے انقلاب آگیا، پھول مہکے چمن پر شباب آگیا
 ڈھل گئے رنگِ قوسِ قزح میں سبھی، رنگِ شام و سحر، دیکھتے دیکھتے
 شرق سے غرب تک شور مچا ہوا، ایک امی لقبِ شہر علم آگیا
 اس کے فیضان سے کم نظر، بے ہنر، ہو گئے نکتہ ور دیکھتے دیکھتے
 جس طرف سے بھی گزرے شہِ ذی حشم، جس نے بھی سرور دیں کے چوے قدم
 آسماں ہو گئی، کھکشاں بن گئی، ایک اک رنگور دیکھتے دیکھتے
 واپس آئے تو بستر ابھی گرم تھا اور زنجیر در میں تھی جنبش ابھی
 فرش سے فرش تک، عرش سے فرش تک ہو گیا طے سفر دیکھتے دیکھتے
 جس کو کہتے ہیں سب لوگ شہرِ نبیؐ، روکشِ خلد ہے جس کی ایک اک کلی
 میں نہایا ہوں اک سیلِ انوار میں اس کے دیوار و در دیکھتے دیکھتے
 کملی والے کا یزدانی احسان ہے، ابنِ آدم پہ بارانِ فیضان ہے
 پتھروں سے بھی بدتر جو انسان تھے ہو گئے وہ گھر دیکھتے دیکھتے

☆☆☆☆

آصف اکبر

جو کسی عطا نے خطا کے داغ تمام عمر کے دھو دیے
تو قاتل شکر نے جوشِ اشک سے شش جہات بھگو دیے
چلے قافلے لیے آبلے، بڑھے حوصلے گھٹے فاصلے
وہ نصیب والے تھے وقت نے جنہیں دن یہ دیکھنے کو دیے
تھیں عزیز جاں سے جو منزلیں تو عزیز تر رہیں مشکلیں
کہ انہیں سے نظمِ حیات کو نئے عزم دینے تھے سو دیے
کبھی جستجو کبھی گفتگو کبھی کوہِ کو کبھی روہِ رو
وہ ہزار شوق کے رنگ تھے جو کسی نے جاں میں سمو دیے
کبھی دیکھنا، کبھی چھینپنا، کبھی مانگنا، کبھی سوچنا
کبھی ضبطِ حال میں کھو گئے کبھی فرطِ شوق سے رو دیے
وہ درِ کرم، وہ رہِ نعم، وہ شبِ حرم وہ وفورِ نعم
جو متاعِ فکر تھے وقت نے وہی خواب آنکھ میں بو دیے
وہی بے کلی، وہی تشنگی، وہی بے بسی، وہی محنتگی
جو نکل چکے تھے، فراق نے وہی خارِ دل میں چھو دیے
مرے حالِ زار پہ اک نظر، مرے چارہ گر، مرے چارہ گر
جو ہجوِ شوق تھے معتبر وہی مرے وجود نے کھو دیے
یہ عیاں ہے آصفِ ناتواں، ترے دل میں درد ہے اک نہاں
تو عجب ہے کیا جو حروفِ لب سبھی خونِ دل میں ڈبو دیے
☆☆☆☆

آصف ثاقب

صدا میں ستارہ ستارہ کروں
محمدؐ محمدؐ پکارا کروں

دل و جاں سے نعتِ نبیؐ میں سنوں
دل و جاں کو ایسے سنوارا کروں

کھلا ان گلوں میں محمدؐ کا نام
میں زخموں کا اپنے نظارہ کروں

خدا کی طرف سے بشارت ملے
بنام نبیؐ استعارہ کروں

میں اشکوں کی صورت نظر در نظر
محمدؐ کا صدقہ اُتارا کروں

جگر ہز پتی سے کانٹوں اگر
تو منظر ہرا آشکارا کروں

لکھوں نعت ثاقب عقیدت بھری
کہ خونِ جگر استعارہ کروں

☆☆☆☆

آفتاب ضیا

دل میں اگر خُدا ہے رسولِ خدا بھی ہے
کعبہ نظر میں ہے تو درِ مصطفیٰ بھی ہے

قرآن کہہ رہا ہے کہ گھبرائیے نہیں
اس خار زارِ زیست میں اک رہنما بھی ہے

اُن پر درودِ پاک پڑھا جائے رات دن
جس میں گناہ گاروں کا اپنا بھلا بھی ہے

اللہ کے ساتھ اُن کی اطاعت بھی فرض ہے
جو آپؐ کی رضا ہے خُدا کی رضا بھی ہے

در در کی خاک چھاننے والو بتاؤ تو
اُن کے علاوہ اپنا کوئی آسرا بھی ہے

لوگوں نے خواہشات کو مذہب بنا لیا
یہ بھول کر کہ یومِ جزا و سزا بھی ہے

کتنا عروج پایا عرب کی زمین نے
آبِ حیات بھی جہاں خاکِ شفا بھی ہے

☆☆☆☆

ابراہیم باری

وہ آپؐ کی محفل میں ادب دیکھا گیا ہے
جو دیکھا گیا مہر بہ لب دیکھا گیا ہے

کیا کوئی بتائے کہ خد و خال تھے کیسے
سورج کی طرف غور سے کب دیکھا گیا ہے

ظلمت میں کہاں دکھتا ہمیں جادۂ منزل
اک نقشِ کفِ پا کے سبب دیکھا گیا ہے

دشمن پہ عنایت کی کوئی ریت کہاں تھی
آپؐ آئے ہیں دنیا میں یہ تب دیکھا گیا ہے

موتی کے تصور میں بھی موجود نہیں تھا
جو قرب کہ معراج کی شب دیکھا گیا ہے

چھوٹا ترے بچوں سے ترا خبرِ مدینہ
تاریخ میں ایسا بھی غضب دیکھا گیا ہے

مجھ ایسے کی خاطر بھی کھلا ہے درِ رحمت
باری یہاں کب نام و نسب دیکھا گیا ہے

☆☆☆☆

ابصار عبدالعلی

جو حرف و ہنر سارے زمانوں کو ملے ہیں، سب تیرے صلے ہیں
ادراک و تفکر کے جہاں پھول کھلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

قرآن کا چلن مرسل یکتا سے چلا ہے جو تجھ کو ملا ہے
پھر ہم کو ابد تک کے پیامات ملے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

تو سید و جید ہے، تو مامون و امین ہے، مصباح جمیں ہے
جو سارے ہدف سارے شرف ہم کو ملے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

تو کامل و عادل ہے، تو فاتح ہے قوی ہے، نبیوں کا نبی ہے
برحق کو جو ناحق سے شکایت ہے گلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

باطل کے مقابل ہمیں اول پہ ہے ایماں، آخر پہ ہے بیعت
باطل کے مقابل نہ کبھی ہونٹ سلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

رزاق نے جو کچھ بھی دیا، اس پہ ہوں قانع، پیچھے ہوں میں تیرے
کب فقر و قناعت میں مرے ہونٹ ہلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

ایجاب دعا تیرے وسیلے سے ہوئی ہے، تو حق ہے، ولی ہے
اب مجھ کو مقدر سے نہ شکوے نہ گلے ہیں، سب تیرے صلے ہیں

☆☆☆☆

ستارہ استعارہ

حریم جاں میں اک روشن ستارے کا نظارہ ہے
ستارہ جس کی چھاؤں چھاؤں صبح آگہی چھائے
نقدس رات کے پچھلے پہر کے جاگتے پل کا
تَلْطَفِ فُجَر کے عارض سے ڈھلکے اہکِ شبنم سا
بہت آہستہ آہستہ اترتا نقشِ کبھت کا
فضا میں ہلکے قدموں سے جنم لیتا ہوا طوفاں
بیاں میں اسم کی تقویم، لفظوں کی جہانگیری
خدا بنی جہاں پہچان پورے آدمی کی ہے
وہ اک مشعل کہ جس نے آندھیوں میں
روشنی کی ہے
وہی آنکھوں میں بجھتے آنسوؤں کی شبنمی چادر
لبوں سے پھوٹتی روشن پھواریں زم حرفوں کی
گلیمِ درد پوش ایسی
کہ جس میں تہہ بہ تہہ مخراب زخموں کی
وہ جس کے نام ہر موسم
چمکتے جگنوؤں کے ساتھ اڑنے کا
روشن سی پانیوں پہ تیرتے روشن درپچوں کی
مصائب کے سمندر میں بھی
اس کے اپنے لوگوں کے یقیوں میں

جزیرے سے امنگوں کے
مہمات اس کے ہاں تقدیر کے الواح پہ سرے کی تحریریں
وہ سینہ

جس میں روشن آہٹیں ہیں

پاسداری کی

ہمیں ہر دم

اُسی پینار کی صوافلکی سے راستے لینا

ہر اک گدلائے موسم میں

اسی عرض البلد کو

بادلوں سے جھکتے جاتے آسماں میں

اپنی قسمت کے اُسی تارے کو تکتا

دیکھتے رہنا

اُسی کی دید سے تقویم ہوتے ہیں بھلے لمحے

اُسی کے نام سے آنکھوں میں ٹھہرے

نقش چلوے کے

کوئی محراب کا نقشہ پرانے آسمانوں میں

وہ جس سے اک نئی تہذیب ابھری ساربانوں میں

وہ رحمت جس کی اک کروٹ سے

سوا مکان بنتے ہیں

وہ اک ترتیب جس سے آدمی انسان بنتے ہیں

(ارادوں میں مساوات، عدل اور احسان بنتے ہیں)

ہماری زندگی کا راز جس پر آشکارا ہے

وہی روشن ستارہ تو ہمارا استعارہ ہے

☆☆☆☆

احمد ادریس

ترے پناہ میں روزِ جزا کا خوف نہیں
ہم اہل درد ہیں بیتِ سرا کا خوف نہیں

ترا کرم ہے تو یکسر سکون ہے دل کو
یہاں ہمیں کسی رنج و بلا کا خوف نہیں

نفسِ نفس میں بسی ہے ہوائے کوئے رسولؐ
ترا ہے فیض کہ جس ہوا کا خوف نہیں

ترے ہی نام کا صدقہ ہرے بھرے موسم
کسی وبال کسی ابتلا کا خوف نہیں

غروبِ اسمِ محمدؐ کے ہیں علم بردار
ذرا سا بھی ہمیں اہل جفا کا خوف نہیں

☆☆☆☆

احمد صغیر صدیقی

نظروں میں بسی ہے کسی مہتاب کی صورت
دیکھے چلے جاتے ہیں جسے خواب کی صورت

اک شمع کی مانند ہیں ہم تیز ہوا میں
وہ ذاتِ گرمیٰ کہ ہے محراب کی صورت

وحشت کے سوا کیا تھا سروں میں کہ وہ آیا
پھر اس نے نکالی ادبِ آداب کی صورت

پتھر تھا یہ دل موم ہوا اُن کی نظر سے
اس دشت نے دیکھی تھی کہاں آب کی صورت

شاہا ترے قدموں کی مجھے دُھول عطا ہو
اوڑھوں میں اسے اطلس و کنواب کی صورت

☆☆☆☆

اختر عثمان

یہ اہتمام اندھیروں کے رد میں رکھا گیا
چراغِ اہم محمد لحد میں رکھا گیا

مجال ہے کہ ہوئی ہو کہیں کی بیشی
وہ نورِ معجزہ صد بہ صد میں رکھا گیا

کہا گیا کہ پکارو تو کہہ کے ”آظرنا“
جو بے ادب تھے انہیں ایک حد میں رکھا گیا

وہ جس نے آدم و حوا کو بننے دیکھا تھا
اُسے شروع سے حُسنِ ابد میں رکھا گیا

کچھ اور سہل ہوئیں اگلی منزلیں مجھ پر
وظیفہٴ رُخِ آقا سند میں رکھا گیا

مجھے سنائی گئی یوں شفاعتوں کی نوید
منافقوں کو عذابِ حد میں رکھا گیا

یہ پانچ اسمِ بنے مدعائے بسمِ اللہ
خدا کے ساتھ انہیں ہر عدد میں رکھا گیا

عطا ہوا تھا وہیں سے مزاجِ زُفت گری
یہ مرتبہ تھا جو بس میری مد میں رکھا گیا

یہ امتحان بھی ہے اور وجہُ بخشش بھی
چراغ کر کے ہواؤں کی زد میں رکھا گیا

غلامِ شہ پہ سلام اور عدوئے شہ سے گریز
عجب قرینہ ہے جو نیک و بد میں رکھا گیا

سوائے نعتِ زبان و قلم پہ کچھ بھی نہ ہو
مرے جنوں کو بھی فصلِ خرد میں رکھا گیا

ہوئی ہے ثبتِ غلامی پہ مہرِ خاتمِ پاک
بہ اہتمامِ صفِ مُستند میں رکھا گیا

یہ نگہ بھی کلے کا جواز ہے اختر
اُنہیں جوارِ مقامِ احد میں رکھا گیا

☆☆☆☆

اخلاق عاطف

نعت گوئی سے مجھے گرچہ بہت رغبت رہی
زندگی بھر نعت کہنے کی مگر حسرت رہی

اُن کی چوکھٹ پر تصور میں گزاری ایک شام
گفتگو شب بھر ملائک میں مری بابت رہی

آپؐ سے بڑھ کر دیا کس نے محبت کو فروغ
رنج کے بدلے دعائیں، آپؐ کی عادت رہی

آپؐ کے ایثار و صبر و ضبط سے پا کر چلا
مجھ کو عُمرت میں بھی حاصل بے کراں ثروت رہی

مجھ سے عاصی پر کرم فرمائیوں کی حد نہیں
اور اس پر اک زمانے کو بڑی حیرت رہی

خاک زادوں پر عیاں کیسے ہو عظمت آپؐ کی
آپؐ کے قدموں تلے تو عرش کی وسعت رہی

اک سے اک بڑھ کر کھلے عاطفؒ ثنا خوانی کے پھول
پر کسے شانِ نبیؐ سے کچھ ذرا نسبت رہی

☆☆☆☆

بے کسوں کو بھلا اور کیا چاہیے
یا نبیؐ آپؐ کا آسرا چاہیے

بجھتی آنکھوں میں آ جائے گی روشنی
آپؐ کے در کی خاک شفا چاہیے

آپؐ کے نقشِ پا چومتا چل پڑے
جس گنہگار کو بھی خدا چاہیے

میرے گھر میں اندھیروں نے قبضہ کیا
آپؐ کے نام کا اک دیا چاہیے

دل میں آلِ نبیؐ کی محبت بھرو
مومنو! گر خدا کی رضا چاہیے

گرم اشکوں سے جلتی ہیں آنکھیں مری
ان کو دیدارِ خیر الوریٰ چاہیے

مٹی جائیں گی ارشدِ تری مشکلیں
کملی والے کا بس راستہ چاہیے

☆☆☆☆

اسد اعوان

ہے میرے سینے میں شوقِ وصال سب سے الگ
مرے نبیؐ کا ہے حُسن و جمال سب سے الگ

ترس رہا ہوں میں دیدارِ مصطفیٰؐ کے لیے
گزر رہے ہیں مرے ماہ و سال سب سے الگ

مجھے بھی اذنِ زیارت مجھے بھی اذنِ بیاں
غریبِ وقت سنائے گا حال سب سے الگ

کہاں یہ نعت کہاں شعر و شاعری اپنی
مجھے یہ تُو نے دیا ہے کمال سب سے الگ

اسد یہی تو ہے مجھ پر مرے نبیؐ کا کرم
ہے میرا سارے جہاں میں خیال سب سے الگ

☆☆☆☆

اسلم راہی

نظر آ رہا ہے وہ در اللہ اللہ
جھکی جا رہی ہے نظر اللہ اللہ

لبوں پر درود و سلام آ رہا ہے
در مصطفیٰؐ دیکھ کر اللہ اللہ

نظر اُن کے روضے پہ انکی ہوئی ہے
سرکتی نہیں ہے نظر اللہ اللہ

نظر ڈالیے شہر میں جس طرف بھی
ستاروں کی ہے رنگور اللہ اللہ

کھلا باب رحمت سر باب رحمت
جھکا جا رہا ہے جو سر اللہ اللہ

یہاں اوج پاتے ہیں واللہ سجدے
کیے جاؤ شام و سحر اللہ اللہ

سبھی دم بخود ہیں کسی کو بھی راہی
کسی کی نہیں ہے خبر اللہ اللہ

☆☆☆☆

ڈاکٹر اسلم فرخی

سکونِ قلب ہے خُلدِ نظرِ مدینہ ہے
نشانِ عظمتِ خیر البشرِ مدینہ ہے
تمامِ حُسن و لطافتِ تمامِ رعنائی
عُمرِ مدینہ ہے آبِ عُمرِ مدینہ ہے
ڈرا سکی نہ مجھے شامِ غم کی تنہائی
مرے وجود میں نورِ سحرِ مدینہ ہے
ہزار شہر ہیں دنیا میں شاد اور آباد
مگر وہ شہر جو ”پی کا گھر“ مدینہ ہے
مدینے جا کے ہوا ہے عجیب حال مرا
ہر اک سے پوچھ رہا ہوں کدھر مدینہ ہے
نہ پوچھ مجھ سے مرے مستقر کا حال احوال
میں کیا بتاؤں کہ میرا تو گھر مدینہ ہے
بہانے پائے خرد ڈھونڈتا ہی رہتا ہے
ادھر یہ حال کہ پیشِ نظرِ مدینہ ہے
مسافرانِ رہِ شوق اتنا جانتے ہیں
سفرِ مدینہ ہے زادِ سفرِ مدینہ ہے
مجھے نہیں کسی منظر سے واسطہ اسلم
نگاہِ شوق میں آٹھوں پہرِ مدینہ ہے
☆☆☆☆

اے ہوا

اے ہوا

اے مدینے کی گلیوں سے آتی ہوئی

خوش قدم زم نہوا اور ٹھنڈی ہوا

مجھ کو اتنا بتا

کیسے صحرا ہیں جن میں محمد گنا قد سفر میں رہا
کیسی گلیاں ہیں جن میں محمد گنا نقش قدم ثبت تھا

اے ہوا

اس شجر کی سنا

جس کے سوکھے تنے پر محمد کی کملی کا سایا پڑا

تو وہ سرسبز و شاداب ہوتا گیا

اے ہوا مجھ کو اتنا بتا

کتنے اونچے پہاڑوں کی صورت میں ہیں

آج وہ سنگ ریزے

جنہوں نے محمد کے ہاتھوں سے گویائی لی

اے ہوا

اے مدینے سے آتی ہوئی خوش قدم زم نہوا اور ٹھنڈی ہوا

مجھ کو اتنا بتا

صرف اتنا بتا

☆☆☆☆

اعجاز کنور راجہ

میں: کہ ہر صاحبِ ایمان کے قدموں کی خاک
آپؐ تک آیا ہوں پہچان کے قدموں کی خاک

عمرؓ کی حیدرِ کراڑ کی خاک کعبہؐ پا
میں ابوبکرؓ کے عثمانؓ کے قدموں کی خاک

چاند، سورج مرے سلطانؐ کے پاپوش کی گرد
یہ ستارے مرے سلطانؐ کے قدموں کی خاک

میرا دامانِ عقیدت بھی مدینہ ہے جہاں
جا بجا ہے میرے مہمانؐ کے قدموں کی خاک

آپؐ کی نعت کا حق مجھ سے ادا ہو کیسے
میں کہ بومیرئی و حسانؓ کے قدموں کی خاک

ڈڑے ڈڑے میں کئی راز چھپائے ہوئے ہے
آپؐ کی ناقہؓ ذی شان کے قدموں کی خاک

یوں کیا صاحبِ معراج کی عظمت کو سلام
کہکشاں بن گئی انسان کے قدموں کی خاک

ڈڑے ڈڑے پہ رقم ہے اسی منزل کا پتہ
رہ نما صاحبِ عرفان کے قدموں کی خاک

☆☆☆☆

یہ بھی سفر عجیب تھا کیسی شعاع دی گئی
ہل میں نبیؐ کے شہر تک میری نظر چلی گئی

خواب میں رات کیا ہوا، میں ہی گدائے خاص تھا
عشقِ نبیؐ کے نور سے جھولی مری بھری گئی

کیسے پرو دیے گئے ایک لڑی میں لعل و سنگ
فخرِ حسبِ نسب گیا ذاتِ برادری گئی

جب کبھی بعدِ مدعا صلِ علیؑ پڑھا گیا
جو بھی طلب کیا گیا رحمتِ خاص کی گئی

ورنہ میں شرمسار تھا اپنے بدن کے تنگ پر
سوزِ عشقِ مصطفیٰؐ، خلعتِ چاک سی گئی

میرے ہنر ہی سے کہیں میرے نبیؐ خفا نہ ہوں
عرصہ گزر گیا مگر نعت نہیں کہی گئی

☆☆☆☆

امتیاز الحق امتیاز

دنیا کو بدلنے آپ آئے
جو سر تھے جھکے ہوئے اٹھائے

حاوی ہیں تمام معجزوں پر
جو لفظ زباں پہ اُن کی آئے

اپنے ہیں مکہ اور مدینہ
باقی سب شہر ہیں پرانے

آقا سے سخن کی یہ گھڑی ہے
اب کوئی نہ درمیان آئے

کیسے تھے چاند اور سورج
اے غارِ ثور! کیا ہے رائے

☆☆☆☆

امین راحت چغتائی

سجھے گا کون، کیا ہے یہ روبرو جہانِ شوق
عرشِ علا ہے اور وہ ہے میزبانِ شوق

طیبہ کا عزم، ہونٹوں پہ صلی علی کا ورد
میں اور میرے ساتھ ہے اک کاروانِ شوق

پڑتے نہیں زمیں پہ قدم جذب و کیف سے
یہ سرزمینِ طیبہ ہے یا آسمانِ شوق

کانوں میں گونج سی ہے درود و سلام کی
ہر ذرہ کائنات کا ہے کاروانِ شوق

کیا کیا تھا دل میں عرض کریں گے حضورؐ سے
الفاظ ڈھونڈتی ہے مگر اب زبانِ شوق

اُن کے قدم سے جا کے نگاہیں لپٹ گئیں
کہنے کو یوں تو آئے تھے ہم داستانِ شوق

منزل ہے جب دیارِ نبیؐ کی نگاہ میں
راحت بھٹک سکے گا کہاں کاروانِ شوق

☆☆☆☆

ڈاکٹر انور سدید

زمانے میں پھیلا ہے نور آپؐ سے
دلوں کو ملا ہے سرور آپؐ سے

اندھیرا کٹا آپؐ ہی کے طفیل
سحر کا ہوا ہے ظہور آپؐ سے

سکوں آفریں آپؐ کا ذکر ہے
مغور ہے عقل و شعور آپؐ سے

مجھے اہل دنیا نے ٹھکرا دیا
جہاں میں ہوں نہیں پُرغور آپؐ سے

اسی سے ہوں میں سرفراز جہاں
جو نسبت ہے مجھ کو حضور آپؐ سے

زمانہ بھی اس کو بھلا دیتا ہے
جو دانستہ ہوتا ہے دور آپؐ سے

مجھے بھی مدینے بلا لیجیے
نہیں رہ سکوں گا میں دور آپؐ سے

جسے لوگ کہتے ہیں انور سدید
وہ مانگے شفاعت حضور آپؐ سے

☆☆☆☆

انور شعور

یہ التماس ہے یا رب! حضورؐ سے اپنے
نہ انتظار کرائیں شعورؐ سے اپنے

ملا نہ اب بھی ہمیں حاضری کا پروانہ
تو کیا کہیں گے دلِ نامبورؐ سے اپنے

ہمارے قلب میں فاران سے ہوئی روشن
کلم لائے تھے جو آگِ طورؐ سے اپنے

شبِ سیاہ میں جب کچھ نظر نہیں آتا
وہ کوئی راہ دکھاتے ہیں نورؐ سے اپنے

ہم اُس نگاہ کی دریا دلی سے ہیں سرشار
نوازی ہے جو کیف و سرورؐ سے اپنے

یہ ایک تیرہ و تاریک خاکداں تھا یہاں
کیا انہوں نے اُجالا ظہورؐ سے اپنے

مسافروں نے رہ مستقیم چھوڑی کیوں
بھٹک رہے ہیں سفر میں قصورؐ سے اپنے

دکھائے نامہٴ اعمال کیا بھلا اپنا
شعور خوش نہیں فسق و فجورؐ سے اپنے

☆☆☆☆

بشریٰ اعجاز

میری مَندی ذاتِ نبیٰ جی
کیسے کہوں میں نعتِ نبیٰ جی

روشن دن اب نکلے ناہیں
جیون کالی راتِ نبیٰ جی

دل میں بھانپڑ ہجروں والا
آنکھوں میں برساتِ نبیٰ جی

چاروں جانب خوف کے پہرے
قیدی میری ذاتِ نبیٰ جی

آپ کے در کی باندی ہمدی
یہ میری اوقاتِ نبیٰ جی

چھین لیے ہیں کس نے مجھ سے
میرے قلمِ دواتِ نبیٰ جی

جیت کے بھی میں ہار گئی ہوں
کیسی ہے یہ ماتِ نبیٰ جی

میرے اندر بیٹھ کے کوئی
روتا ہے دن راتِ نبیٰ جی

سکھ کے دن اب لاگیں مجھ کو
پھیلی شب کی بات نئی جی

ساری عمر کا حاصل مقصد
طیبہ کی اک رات نئی جی

شہر دعا میں حرفِ تمنا
لائی اپنے ساتھ نئی جی

حاضری کو خود چل کر آیا
رستہ میرے ساتھ نئی جی

زرد بلا موسم ہے ہر سو
سوکھے میرے پات نئی جی

خنگلی کے موسم میں اُتری
بارش جیسی نعت نئی جی

حرفوں کے یہ موتی پُھن کر
لائی میں سوغات نئی جی

☆☆☆☆

پرتو روہیلہ

در پہ روتا ہوا آیا ہے یہ شیدا تیرا
کاش ہو جائے مری سمت بھی چہرہ تیرا

زندہ رہنا مرا دنیا میں بہت مشکل تھا
شافعِ حشر جو ہوتا نہ بھروسا تیرا

اب کہ ظلماتِ بلا میں ہوں کھڑا میں حیراں
راہ دکھلاتا ہے بس ایک اجالا تیرا

مجھ سا عاصی بھی کرے تیری ثنا کی جرأت
کیسے ممکن تھا نہ ہوتا جو اشارہ تیرا

تیرے محبوب کی الفت کا ہے تھوڑا سا غرور
ورنہ اک بندۂ عاجز ہوں خدایا تیرا

یاد آتی ہیں ترے روضے کی صبحیں شامیں
آنکھ سے بہتا نہیں گنبدِ خضرا تیرا

چاہتا ہوں وہیں دیوار سے لگ کر پڑ جاؤں
اپنے سینے سے لگا لے جو مدینہ تیرا

صرف اک موجہٗ رحمت کہ ہو پرتو کے لیے
اور بہتا رہے بہتا رہے دریا تیرا

☆☆☆☆

تاج الدین تاج

کاش ہوتا مدینے میں گھر یا نبیؐ
حاضری دیتا شام و سحر یا نبیؐ

یہ شجر یہ پرندے یہ کوہ و دمن
بھیجتے ہیں درود آپؐ پر یا نبیؐ

آسرا اور کوئی نہیں دوسرا
ہم گنہگار جائیں کدھر یا نبیؐ

دل کو آیا سکوں آپؐ کا ہے کرم
ورنہ پھرتا یونہی در بدر یا نبیؐ

اُس کی قسمت کھلی بن گیا وہ ولی
آپؐ نے جس پہ ڈالی نظر یا نبیؐ

آپؐ راضی تو راضی ہے ہم سے خدا
ہے یہی قصہ مختصر یا نبیؐ

☆☆☆☆

تبسم نواز وڑائچ

آئینہ جمالِ الہی کی بات ہے
احمدؑ خدا کے حُسنِ دوامی کی بات ہے

والیل مصطفیٰؐ کی ہے زلفوں کا تذکرہ
منازلِ اُنؑ کی چشمِ سیاہی کی بات ہے

والجُم اُنؑ کے عرش پہ جانے کا ہے بیاں
والشمس اُنؑ کی جلوہ نمائی کی بات ہے

کوثر ہے اُنؑ کی کثرتِ بَود و عطا کا نام
تسَنیم اُنؑ کی فیضِ رسانی کی بات ہے

بدر و اُحد ہیں دیں کی بلندی کے معرکے
خیبرِ نبیؐ کے ایک سپاہی کی بات ہے

اسمِ محمدیؐ پہ تبسم ہے جاں نثار
یہ عَظمتِ نارسا کی رسائی کی بات ہے

☆☆☆☆

جلیل عالی

بے رحمتِ شے بلخ بخارے کہاں ہوتے
گلزار بیابان ہمارے کہاں ہوتے

سب کچھ ہے اُسی نورِ جہاں تاب کے دم سے
دھرتی کہاں ہوتی یہ ستارے کہاں ہوتے

اُس عزمِ ظفرِ یاب کا فیضان ہے ورنہ
کچھ خواب نگر ہم نے اُسارے کہاں ہوتے

آئینہ سیرت جو عنایت نہیں ہوتا
انساں نے خد و خال سنوارے کہاں ہوتے

اُس خُلقِ مثالی سے اگر فیض نہ پاتی
تہذیب نے آداب نکھارے کہاں ہوتے

عالی وہ نہ کرتا جو مسیحائی ہماری
کب کھلتی گرہ درد کے چارے کہاں ہوتے

☆☆☆☆

حافظ نور احمد قادری

اے کاش! ثنا معرضِ اظہار میں آئے
جب اہم گرامی، میری گفتار میں آئے

ہیں سب ہی ہدایت کے درخشندہ ستارے
خوش بختی سے جو صحبت سرکار میں آئے

رفعت پہ فدا اُس کی ہے کیاں کی بلندی
مفلس جو کوئی حلقہ اہمار میں آئے

دل کی یہ تمنا ہے کہ وہ ماہِ مدینہ
اک لمحہ کو آئینہ دیدار میں آئے

نعتوں میں جو کیفیتِ اخلاص ہے ظاہر
اے کاش وہ آئینہ کردار میں آئے

بختی ہی نہیں بات یہاں اور وہاں کی
جب تک نہ عمل، اُسوۂ سرکار میں آئے

اے سید و سردارِ اُمم، چشمِ کرم ہو
یہ نورِ خطا کار بھی دربار میں آئے

☆☆☆☆

حسن عباس رضا

اک تمنا ہے، کہ وہ خواب تمنا دیکھوں
جس کے ہر عکس میں روشن تر آ جلوہ دیکھوں

پیش منظر تر آ در ہو تو مری آنکھ لگے
آنکھ گھل جائے، تو ہر سو تر آ چہرہ دیکھوں

بامِ خواہش پہ کسی اور کو کیا دیکھنا ہے!
دل تو کہتا ہے فقط تیرا سراپا دیکھوں

دیکھنے کی کوئی حد ہو، تو میں بتلاؤں بھی
ہاں مگر یہ، کہ تجھے حد سے زیادہ دیکھوں

تیرا پیکر، مری آنکھوں میں مجسم ہو جائے
اے شہِ حسن و وفا، میں تجھے اتنا دیکھوں

اُن زمینوں پہ بکھر جاؤں میں ذروں کی طرح
جن زمینوں پہ تر آ نقشِ کف پا دیکھوں

☆☆☆☆

نعتیہ دو ہے

آپؐ کا اُمت پہ ہے دیکھو کتنا بڑا احسان
آپؐ کے ذریعے حق کو جانا رب کی ہوئی پہچان

آپؐ سے افضل دنیا بھر میں کوئی نہیں انسان
آپؐ کی عظمت کا کیا کہنا نعت کہے قرآن

سچ کہنا اور سچ پر رہنا آپؐ کا ہے اعلان
شکر ہمیشہ صبر ہمیشہ آپؐ کا ہے فرمان

دنیا بھر میں آج بھی اونچا دین کا پرچم ہے
جہد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

دین کو اوروں تک پہنچانا اب ہے ہمارا کام
روز قیامت کافر ہم کو دیں نہ کوئی الزام

جس جس تک اسلام نہ پہنچا اُن کو دیں قرآن
مسجد کے دروازے کھولیں امن کا ہو اعلان

اہل پاکستان کے ذمہ افسر جی دو کام
امن کو قائم رکھنا ہے پھر دینا ہے پیغام

☆☆☆☆

خاور اعجاز

جمالِ حق سے ہویدا ہوا جمالِ ان کا
سو دو جہان میں رتبہ ہے بے مثالِ ان کا

ہر ایک حال میں خوش حال ہے وہ دل جس میں
ہمیشہ صورتِ نکبت رہے خیالِ ان کا

مکالمہ ہوا پہلا بھی لاجواب مگر
وداع ہونے پہ خطبہ تھا لازوالِ ان کا

عزیز تھی اسے اپنے حبیب کی مرضی
خدا نے رد نہ کیا ایک بھی سوالِ ان کا

ہمیں تو ہیں وہ گنہ گار امتی خاور
خیال جن کی طرف تھا دمِ وصالِ ان کا

☆☆☆☆

خورشیدِ ربانی

لب پہ جب نعت آگئی ہے
شاخ جاں بھی مہک اٹھی ہے
آپؐ کی گفتگو میں آکر
حرف کو روشنی ملی ہے
خوشبوئے خاک پائے اقدس
لالہ و گل میں بس رہی ہے
خلد کی راہ، دو جہاں پر
انؑ پر ایمان سے کھلی ہے
قصویٰ کا بھی نصیب جاگا
آپؐ کی ہم سفر بنی ہے
آگئی بادِ نو بہاری
زندگی پھول پھل رہی ہے
ریشک سے تھامنا پڑا دل
ثور پر جب نظر پڑی ہے
آئینہ دہر میں فروزاں
روشنی انؑ کے نام کی ہے
قافلے جا چکے مدینے
حسرت اک دل میں رہ گئی ہے

☆☆☆☆

خورشید رضوی

پادشاہاً ترے دروازے پہ آیا ہے فقیر
چند آنسو ہیں کہ سوغات میں لایا ہے فقیر

دیکھی دیکھی ہوئی لگتی ہے مدینے کی فضا
اس سے پہلے بھی یہاں خواب میں آیا ہے فقیر

اہل منصب کو نہیں بار یہاں پر لیکن
میرے سلطان کو بھلایا ہے تو بھلایا ہے فقیر

اب کوئی تازہ جہاں خود اسے ارزانی کر
کہ جہانِ دگراں سے نکل آیا ہے فقیر

اس کو اک خواب کی خیرات عطا ہو جائے
کہ جسے دید کی خواہش نے بنایا ہے فقیر

اک نگہ جب سے عنایت کی ہوئی ہے اس پر
اک زمانے کی نگاہوں میں سمایا ہے فقیر

☆☆☆☆

رابعہ بصری

ہے دُعا میری یہی ہر آن، یا خیرالوری
مشکلیں ہو جائیں سب آسان، یا خیرالوری

آپؐ کی آمد بنائے انقلاب نو بہ نو
زندگی بدلی بہر عنوان، یا خیرالوری

آدمی سمجھا مری تخلیق کا مقصد ہے کیا
اور خدا کی بھی ہوئی پہچان، یا خیرالوری

جاگزیں ہر دل میں ہو ایسے محبت آپؐ کی
برہمتی جائے دولتِ ایمان، یا خیرالوری

گھر وہ کیسا تھا کہ تھے جس کے ملک جاروب کش
اور جبریل امیں دربان، یا خیرالوری

رابعہؑ لکھتی رہوں میں حمد و نعت و منقبت
اور ہو جائے مرا دیوان، یا خیرالوری

☆☆☆☆

راحت نذیر راحت

رہنمائے دین فطرت آپ ہیں
قاصدِ رشد و ہدایت آپ ہیں

ختم ہے ساری بڑائی آپ پر
انتہائے اوج و رفعت آپ ہیں

پہلے تو حیوانیت کا راج تھا
ابتدائے آدمیت آپ ہیں

آپ کی میرت ہے سب کی رہنما
ہر زمانے کی ضرورت آپ ہیں

نعت لکھ کر مطمئن راحت ہے یوں
اس کی بخشش کی ضمانت آپ ہیں

☆☆☆☆

رانا سعید دوشی

گنبدِ خضرا تک آہوں کو رسائی مل جائے
پھر بھلے روح کو پنجرے سے رہائی مل جائے

قابلِ رشک ہو میرے لیے دریوزہ گری
مجھ کو خیرات میں طیبہ کی گدائی مل جائے

مشرّبِ ریگِ عرب ہوں میرے رستے چھالے
آبِ جاں باز کو رگِ رگ سے رہائی مل جائے

پا بزمِ ہند ہو سفر سوئے مدینہ میرا
صدقے نعلین کے یہ آبلہ پائی مل جائے

کاش ایسا ہو مجھے خواب میں حسانِ ملیں
نعت کو شگلیءِ مدح سرائی مل جائے

کوئی مضمون نہجائیں مجھے میرے آقا!
راہِ مدحت میں مجھے راہنمائی مل جائے

کیا کروں گا میں زمانے کی خدائی لے کر
حشر میں کام جو آئے وہ کمائی مل جائے

☆☆☆☆

رحمان حفیظ

میں نعتِ نبیؐ کے باب میں تھا
خامہ بھی اک اضطراب میں تھا

میں پڑھنے لگا درود اُن پر
یہ شوق مرے نصاب میں تھا

پھر اذنِ ہنر عطا ہوا اور
دیکھا کہ میں اس جناب میں تھا

اور کتنی ہی دیر تک مرا جی
اس حسن کی آب و تاب میں تھا

حسانؑ کے پیچھے پیچھے جائیں
یہ حکم ہمارے باب میں تھا

☆☆☆☆

رستم نامی

تو اُس کے نصیبوں میں جنت نہیں
محمدؐ سے جس کو محبت نہیں

کھڑا ہوں ادھر کب سے میں برق پا
مگر اُس طرف سے اجازت نہیں

میں روتا نہیں اُن کی یادوں میں کب
میر مجھے کب سہولت نہیں

چلو اُن کے نقشِ قدم پر چلیں
فقط نعت کہنا سعادت نہیں

مرا مسئلہ جانتے ہیں نبیؐ
مجھے بولنے کی ضرورت نہیں

نہیں ہے جو چپ رسالت مآبؐ
دکھاوا ہے مائی عبادت نہیں

☆☆☆☆

رشید ساقی

معراج بشر، نورِ خدا ہیں مرے آقا
 آئینہ کولاک کُما ہیں مرے آقا
 شانِ آپؐ کی کیسے کسی ادراک میں آئے
 بالائے حدِ فکرِ رسا ہیں مرے آقا
 ذاتِ اُن کی رہِ زیست میں تنویرِ ہدایت
 کردار میں قرآن کی ضیا ہیں مرے آقا
 دنیا کی کشاکش ہو کہ ہو دیں کی نگ و دو
 ایک ایک قدم راہِ نما ہیں مرے آقا
 انساں پہ عیاں کرتے ہیں توحید کے اسرار
 اُمی ہیں مگر فہم و ذکا ہیں مرے آقا
 مقصودِ حیاتِ آپؐ کا انسان کی بہبود
 دنیا کے لیے درسِ وفا ہیں مرے آقا
 ایثار، کرم، خُلق، رضا، صبر، محبت
 ظاہر ہے ان اوصاف سے کیا ہیں مرے آقا
 ہے پرتوِ حقِ آپؐ کے اندازِ عمل میں
 اخلاقِ حمیدہ کی ادا ہیں مرے آقا
 خورشید و قمرِ آپؐ کی تنویر سے روشن
 رخشندگیِ ارض و سما ہیں مرے آقا

حاصل ہے سوا آپ کے کس کو یہ سعادت
 مہمان سر عرشِ علی ہیں مرے آقا
 مانگی تھی براہیم نے جو صحنِ حرم میں
 نکلی ہوئی دل سے وہ دُعا ہیں مرے آقا
 گفتارِ نبی دُر ہے عرفانِ خدا کا
 دنیا میں صداقت کی صدا ہیں مرے آقا
 قرآن کا مفہوم عیاں اُن کے عمل سے
 انساں کے لیے عقدہ کشا ہیں مرے آقا
 پڑھتا ہوں دُرود آپ پہ اخلاص و وفا سے
 ہر درد میں تسکین دوا ہیں مرے آقا
 ہے مجھ سا خطا کار بھی بخشش کا طلب گار
 مائل بہ کرم آپ سدا ہیں مرے آقا
 خوش بخت ہوں میں آپ کی اُمت میں ہوں ساقی
 خلاقِ دو عالم کی عطا ہیں مرے آقا

☆☆☆☆

یا رحمۃ للعالمینؐ

وہی میری محبت کا جہاں ہے
جو مجھ پر ہر طرح سے مہرباں ہے
نہیں کوئی خطر، جب تک سروں پر
تمہاری رحمتوں کا سائباں ہے
حقیقت میں ہے جو عاشق نبیؐ کا
وہی تو زینتِ بزمِ جہاں ہے
شرِ بظاہر ہمیں ہے فخر اس پر
درِ اقدس درِ امن و امان ہے
اُسے اک دن ملے گی کامرانی
وسیلہ بھی دُعا کے درمیاں ہے
حوادث سے ہے وہ بے خوف کتنا
کہ جس پر رب کی رحمت مہرباں ہے
اُسے ہے یادِ درسِ صبر کتنا
غم و آلام میں جو شادماں ہے
بیاں اُن سے کرے گی یہ خموشی
ندیم اب تک جو اس دل میں نہاں ہے
☆☆☆☆

نعتیہ نظم

حریم جاں میں یہ کس کا ذکر قرار آور
کہ جیسے شاداب موسموں کی ہوا چلی ہو
دعا کی حرمت پہ ہنر شاخوں کے ہاتھ لرزیں
تو سطحِ دریا پہ روشنی پھول پھول بر سے
سکوتِ پیر الیوں پہ ام رسول آئے
تو واہموں کے احاطہ اضطراب میں گم
تمام سوچیں بس ایک مرکز پہ لوٹ آئیں
جہاں پہ صدیوں کے فاصلے ہم نشان ٹھہرے
جہاں پہ ہجر و وصال کے خواب مرتکز ہیں
میں بخت آور! کہ ایسے دربار میں کھڑا ہوں
جہاں پہ دریوزہ گر کی نگریم اس قدر ہے
سوال آنکھوں میں اور کشکول بھر چکا ہے

☆☆☆☆

سائل نظامی

آج کچھ اور نظر آتی ہے چھب رحمت کی
اک نظر میری طرف، شاہِ عرب! رحمت کی

اپنے عشاق کو کیونکر وہ رکھیں گے محروم؟
دشمنوں پر نہ کیا جبکہ غضب، رحمت کی!

میرے نامہ میں کوئی نیک عمل ہی کب تھا؟
میرے رب نے جریٰ نسبت کے سبب رحمت کی

صبح تک میں بھی مشرف بہ زیارت ہوں گا
میرے سرکارؐ نے گر آج کی شب رحمت کی

اذنِ مدحت کا جو چاہا تو مرے آقاؐ نے
سیدہ زہراؑ کے صدقے میں عجب رحمت کی

میرے آقاؐ! مجھے محشر میں نہ تنہا کرنا
آج کے دن ہے مجھے سخت طلبِ رحمت کی

کیا لکھے آپؐ کے الطاف کی بابت سائل
جب بھی مشکل میں کھرا، آپؐ نے تب رحمت کی

☆☆☆☆

سجاد بلوچ

دُورِ عشق سے سینوں میں اضطراب رہے
نظر میں گنبدِ خضریٰ کی آب و تاب رہے

زمانہ سارا پھرا در بدر مگر وہ لوگ
جو تیرے دائرے میں آئے کامیاب رہے

ہمارے دل کو میسر رہی کلیدِ درود
سو ہم پہ واسطی آسانیوں کے باب رہے

یہی جزائے سخن ہے یہی ہے حرفِ دعا
کہ بارگاہِ محمدؐ میں باریاب رہے

یہی دعا ہے کہ سینہ رہے معطر یوں
کہ دل میں تازہ عقیدت کا یہ گلاب رہے

وہ اسمِ پاک پڑھوں اور کیسے ممکن ہے
کہ دل پہ وہم و گماں کا کوئی حجاب رہے

☆☆☆☆

سحر فارانی

خُدا نے جب سجائی بزم گن صدقہ محمدؐ کا
تو پہلے نام لوحِ عرش پر لکھا محمدؐ کا

زمین و آسمان کیونکر نہ ہوں اُن کے تصرف میں
ظہور اس عالمِ امکان میں ہے سارا محمدؐ کا

میں کرتا ہوں تصور میں طوافِ گنبدِ خضرا
نگاہِ عشق پر احرام ہے جلوہ محمدؐ کا

اُجالے چھا گئے کفر و جہالت کے اندھیروں پر
شبستانِ جہاں میں نور جب چمکا محمدؐ کا

نظر کس طرح آتا دھوپ کے میلے میں لوگوں کو
سحابِ حق کے سائے میں رہا سایہ محمدؐ کا

رسولوں کو بھی اُن کا امتی ہونے کی حسرت تھی
یہ شانِ مصطفائیؐ ہے، یہ ہے رتبہ محمدؐ کا

☆☆☆☆

سرفراز شاہد

دے کے روئے پہ حاضری میں نے
پھر سے پائی ہے زندگی میں نے

مل گیا اذن باریابی کا
یہ تو سوچا نہ تھا کبھی میں نے

تیرگی چھٹ گئی کہ دیکھی ہے
ماہِ طیبہ کی چاندنی میں نے

پائی اُس خوش کلام کے صدقے
شاعری میں شگفتگی میں نے

ہیں مدینے میں نقش پائے نبیؐ
چوم لی ہے گلی گلی میں نے

آج حسان جیسے شاعر کی
کی ہے تھوڑی سے پیروی میں نے

ذکرِ اللہ اور دُرودِ نبیؐ
پا لیا رازِ زندگی میں نے

☆☆☆☆

کچھ بھی ہو، خوئے یار سے بٹنے کی خو نہ ہو
 یا رب وہ مدح و نعت ہو جس میں غلو نہ ہو
 مضمون آفرینی و نکتہ سرائی میں
 ایسا نہ ہو کہ چہرہ حق سرخرو نہ ہو
 میری سپہ مجھی پہ نہ تلوار کھینچ لے
 میرا لکھا ہوا کہیں میرا عدو نہ ہو
 بیکار ہی نہ جائیں خن کی ریختیں
 جیسے کوئی نماز پڑھے اور وضو نہ ہو
 جیسے کسی نے اپنی عبادت کے زعم میں
 نیت تو باندھ رکھی ہو، رخ قبلہ رو نہ ہو
 ایسا نہ ہو کہ اہل محبت کے نام پر
 جو لفظ ہو وہ کذب و ریا کا نمونہ ہو
 اے صدقِ عشق زاد مرے سچ کی لاج رکھ
 یہ آپ آئینہ کبھی بے آئینہ نہ ہو
 اے عشقِ سینہ سوز مرے دل سے دل ملا
 اور یوں کہ بس کلام ہو اور گفتگو نہ ہو
 تجھ پر اگر میں شعر لکھوں تجھ کو بھول کر
 تا عمر میری آنکھ مرے روبرو نہ ہو
 میں خاک ڈالتا ہوں زر و سیم حرف پر
 اے یار بے مثال اگر ان میں تُو نہ ہو
 مقبولِ اہل بیتِ محبت رہوں سعود
 دنیا کی داد چاہے مرے چار سو نہ ہو

☆☆☆☆

سلطان سکون

مجھ سے کیا ہو بیاں حضورؐ کی شان
میں کہاں اور کہاں حضورؐ کی شان

ابتدائے جہاں حضورؐ کی ذات
انتہائے جہاں حضورؐ کی شان

فخرِ رُوءے زمیں حضورؐ کی ذات
مازِ ہفت آسماں حضورؐ کی شان

وجہِ تخلیق کائنات حضورؐ
زیب کون و مکان حضورؐ کی شان

سرورِ انبیاء حضورؐ کی ذات
خاتمِ المرسلان حضورؐ کی شان

حامیِ بے کساں حضورؐ کی ذات
شافعِ عاصیاں حضورؐ کی شان

راہبرِ رہبراں حضورؐ کی ذات
شاہِ شاہشہاں حضورؐ کی شان

بے قیودِ زماں حضورؐ کی ذات
بے حدودِ گماں حضورؐ کی شان

سائے سے ماسوا حضورؐ کی ذات
سائبانِ جہاں حضورؐ کی شان

ہاں بیاں حضرت بلاؑ نے کی
سرِ ریگِ تپاں حضورؐ کی شان

کہہ کے یا ایہا المرملؑ خود
کی خدا نے بیاں حضورؐ کی شان

فرش سے لے کے عرشِ اعظم تک
ہے کراں تا کراں حضورؐ کی شان

نعت کہنا سکون مشکل ہے
مجھ سے کیا ہو بیاں حضورؐ کی شان

☆☆☆☆

سیدانوار حسین انجم نقوی

ہر طرف شور تھا روشنی روشنی
ڈھونڈتا تھا ہر اک آدمی روشنی

آپ تشریف لائے اُجالا ہوا
عرش سے فرش پر آگئی روشنی

ظلمتیں چھٹ گئیں شرک اور کفر کی
ہر جگہ ہوگئی آپ کی روشنی

آپ نے ہی تو آکر بتایا ہمیں
”تیرگی موت ہے، زندگی روشنی“

وجہ تخلیق کون و مکاں آپ ہیں
دونوں عالم میں ہے آپ کی روشنی

درس امن و صداقت دیا آپ نے
آپ سے ہی ملی پیار کی روشنی

انجم خستہ جاں کا نصیب کھلا
اپنے آقا سے اُس کو ملی روشنی

☆☆☆☆

سید تابش الوری

سُرور سے دل لہک رہا ہے درود سے روح کھل اُٹھی ہے
کسی کی آمد کا سلسلہ ہے ہوا مسلسل مہک رہی ہے

ہوا اُسی کی مکاں مکاں ہے صدا اسی کی گلی گلی ہے
اُسی سے دم دم کا واسطہ ہے اسی سے دڑی لگی ہوئی ہے

کہاں علم کوئی دھر سکے گا کہاں کوئی مدح کر سکے گا
کلامِ اعلیٰ ہے حمد والا لڑی لڑی سے ملی ہوئی ہے

تالی رسوا کسے دکھاؤں شکوں کے لمحے کہاں سے لاؤں
گراں ہماری صدی صدی ہے کڑی ہماری گھڑی گھڑی ہے

ہوس کی وادی گماں کا صحرا کہاں کہاں سرگرداں رہے ہو
اُمم اُمم کے لیے وہی راہ احمدی راہِ دائمی ہے

درود کی کے سے لے ملا کر اک آدمی مدح کر رہا ہے
ولائے سرکار کا سوالی گدائے سرکار الوری ہے

☆☆☆☆

سیدریاض حسین زیدی

زباں کو لذتِ اظہار کا مزہ آئے
جب اُس سے وصفِ نبیؐ کا بیان ہو جائے

جو معترض ہے کوئی آپؐ کی صداقت کا
حضورؐ سی کوئی جامع مثال تو لائے

حضور! آپؐ کے قدموں کی خاک ہے دُنیا
جہاں پہ تابعِ فرمان آپؐ کے چھائے

رہیں دستِ کرم آپؐ کا، ہر اک ذرہ
جو آب و تاب میں شمس و قمر کو شرمائے

خدا کرے کہ یہ کربِ آخرت کی راحت ہو
فراقِ آپؐ کا ہر آن مجھ کو تڑپائے

ریاضِ قدس کو میں آنکھ میں بسا لاؤں
کہ میرا طائرِ قلب و نظر شکوں پائے

☆☆☆☆

سید ضیاء الدین نعیم

یہ خانہ نبیؐ ہے، یہاں زر نہ مال ہے
ہر آن صرف رب کی رضا کا خیال ہے

بزمِ نبیؐ میں پاتے ہیں یکساں سب التفات
دربار کا سماں ہے نہ جاہ و جلال ہے

آئی نہیں زباں پہ کبھی کوئی تلخ بات
کیا اُن سے بڑھ کے بھی کوئی شیریں مقال ہے؟

خود اپنی رائے سے بھی دیا اذنِ اختلاف
قصہ جنابِ زید کا یٰئیں مثال ہے

تکلیف دینے والوں کو بھی بد دعا نہ دی
تکلیف دینے والوں کا کتنا خیال ہے

سیرت سے اُن کی صرف نظر جہل ہے نعیم
پیرو پر اُن کے ہی کرمِ ذوالجلال ہے

☆☆☆☆

سید عارف

حضورؐ آپ کی مدحت کروں رقم کیسے
حضورؐ آپ کے اوصاف کس طرح لکھوں
کے مجال کے تاب کس میں ہمت ہے
کہ روشنی کے سمندر کو لفظ میں ڈھالے
ہوائے نور کو پوشاکِ حرف پہنائے
تجلیات کو پابندِ نطق و صوت کرے
ہزار لفظ و معانی جتن کریں لیکن
کلیدِ حرف سے کھلتا نہیں درِ توصیف
بشر ہیں آپؐ بشر سے مگر سوا بھی تو ہیں
فقط نبی نہیں محبوبؐ کبریا بھی تو ہیں
حضورؐ نعت کا حق مجھ سے کیا ادا ہوگا
کہاں مقامِ رسالت، کہاں مرا کردار
نہ میرے ہاتھ میں ہے شمعِ سیرتِ اقدس
نہ میں ہوں آپؐ کی تہذیب کا علمبردار
نہ مجھ کو اسوۂ کامل کی عظمتوں کا شعور
نہ مجھ میں آپؐ کے پیغامِ سرمدی کا شعار
زباں سے دعویٰ تو ہے آپؐ کی محبت کا
مگر گلے میں ہے طوقِ غلامیِ اغیار
میں تیرگی کے حصاروں سے کس طرح نکلوں
جنوں بھی مردہ ہے میرا خرد بھی ہے بیکار

مرے عمل مرے کردار کی رگ و پے میں
 تشادِ فکر و نظر کا وہ زہر پھیلا ہے
 کہ اپنے دعویٰ الفت کے کھوکھلے پن پر
 حضورِ شرم بڑی شرم آ رہی ہے مجھے
 حضورِ نعت کا حق مجھ سے کیا ادا ہوگا
 یہ ٹوٹی پھوٹی عقیدت تو اک بہانہ ہے
 مجھے تو اپنا فقط حالِ دل سنا ہے
 ہوا جو دسترسِ اندمال سے باہر
 حضورِ آپ کو وہ زخمِ جاں دکھانا ہے
 سو چند اشکِ ندامت پروکے آنکھوں میں
 حضورِ آپ کی چوکھٹ پہ آگیا ہوں میں
 گناہ گار ہوں بھٹکا ہوا ہوں رستے سے
 میں التفات کے قابل نہیں مگر پھر بھی
 میں جو بھی جیسا بھی ہوں آپ کا بھکاری ہوں
 سنبھال لیجیے مجھ کو بکھر رہا ہوں میں
 جہانِ کفر سے ہر لمحہ ڈر رہا ہوں میں

☆☆☆☆

سید نصرت زیدی

وہ سرورِ کونین مَدَرُ بہ لقب ہے
اُس کے لیے تفریقِ عجم ہے نہ عرب ہے

وہ زُلف کہ جس زُلف سے ”والیل“ کو نسبت
”والفجر“ جیں ہے تو نُحْن شرحِ ادب ہے

آئینہ حیراں کی طرح وقت کی رفتار
اے صاحبِ معراج خردِ مہر بہ لب ہے

افضل ہے ہر اک روز سے اے صبحِ درخشاں
”اسرّی“ کی تجلی میں جو معراج کی شب ہے

سُننا ہوں کہ لفظوں کے بھی ہوتے ہیں قبیلے
کہتے ہیں کہ حرفوں کا بھی اک نام و نسب ہے

حسنینِ کریمینؑ ہیں یکتائے دو عالم
اُن جیسا کسی کا نہ حسب ہے نہ نسب ہے

اے شافعِ محشر اے مرزخ سے بچانا
شاعرِ ترا نصرت بہت آرام طلب ہے

☆☆☆☆

سیدہ ذریحہ زبیدی

چاند سورج کی بھلا اس کو ضرورت کیا ہے
میرے آقا کے لیے لفظ عقیدت کیا ہے

پھول بے چین ہیں راہوں میں بکھرنے کے لیے
تتلیاں پوچھتی پھرتی ہیں عبادت کیا ہے

اس کے پاؤں سے لہو رستا ہے دیکھو تو ذرا
پھر بھی وہ سب کو دعا دیتا ہے عظمت کیا ہے

ہم نہ کر پائے کبھی آپ کے فرماں پہ عمل
ورنہ امت کے لیے حرفِ ندامت کیا ہے

چاند ہو تارے ہوں اشجار ہوں یا ہم انسان
ذره ذره ہے گواہ اس کا شہادت کیا ہے

چاہے وہ عرش پہ جائے کہ مدینے میں رہے
دنیا والو! تمہیں اس بات پہ حیرت کیا ہے

جو کہا رب نے، ہوا اس کے عمل میں ظاہر
خود ہے وہ اس کی رضا، بارِ امانت کیا ہے

چار سو مکہ، مدینہ کی فضا میں زبیدی
پیار ہی پیار ہے ہر سمت عنایت کیا ہے

☆☆☆☆

شا کر کنڈان

نم نگا ہوں سے وضو کرتا ہوں میں
آپ کی پھر گفتگو کرتا ہوں میں

آخری بچی ہو اور آقا کا در
بس یہی اک آرزو کرتا ہوں میں

کاش مل جائے غلامی کی سند
حسرت طوقی گلو کرتا ہوں میں

ذکر ہائے احمد مختار سے
دھت دل میں رنگ و بو کرتا ہوں میں

ہے وہ ہستی مرکب دنیا و دیں
جس کی ہر پہل جستجو کرتا ہوں میں

☆☆☆☆

شاہد کوثرؑ

نعتِ رسولؐ میرا اناشہ بنا رہے
بخشش کے واسطے یہ وسیلہ بنا رہے

لفظوں کو جوڑ لینے کا حاصل ہے جو ہنر
توصیفِ مصطفیٰؐ کا ذریعہ بنا رہے

سانسوں میں ہو دُرود کی خوشبو بسی ہوئی
منزلِ مری حضورؐ کا اسوہ بنا رہے

میرے خدا مجھے بھی وہ اسباب کر عطا
طیبہ کو آنے جانے کا رستہ بنا رہے

آئے زباں پہ اِمِّ محمدؐ جو کوثرؑ
ہونٹوں کا اس کے گرد اک ہالہ بنا رہے

☆☆☆☆

شاہدہ حسن

حکیم یزداں سے ملا، اذن پیہر سے ملا
مجھ کو مدحت کا ہنر، میرے مقدر سے ملا

کب سے اس خانہ آفت میں مقید تھی میں
اور ایسے میں بلاوا مجھے اُس در سے ملا

جلد لے چل مجھے اے شوق سفر اُن کی طرف
میرے ہادی، مرے آقا، مرے رہبر سے ملا

قلوم اشک بہائی ہوئی پہنچوں گی وہاں
اک اشارہ جو مجھے روضہ انور سے ملا

ایک اک بوند سے سو پیاس بچالوں گی میں
بوں ہی اک جام مجھے ساقی کوثر سے ملا

رمز تخلیق جہاں، خلقت احمد میں نہاں
گمن کا مفہوم اُسی چہرہ انور سے ملا

از ازل تا بہ ابد، راہ ہدایت ہے کھلی
سارا منشور اُسی نور کے ممبر سے ملا

لکھ سکا کون سرِ عرش ملاقات کا حال
شبِ معراج خدا اپنے ہی دلبر سے ملا

اے مرے خواب دکھا نقشِ کب پائے رسولؐ
اے مری نیند کبھی رُوحِ مُنور سے ملا

اے زمانے، تُو مجھے روند کے رکھ دے لیکن
میرے خاشاک کو اُس حُسنِ گُلِ تر سے ملا

عصرِ حاضر کے سوالات کی زد پر ہے یہ عقل
آگہی مجھ کو اُسی علم کے فتر سے ملا

زخم کھا کھا کے دُعائیں تھیں لبوں پر جس کے
راہِ طائف مجھے اُس صبر کے پیکر سے ملا

دیں کی تلقین کا آغاز ہوا تھا جس جا
اونچِ فاراں مجھے اُس شام کے منظر سے ملا

اُن کی امت میں رکھا بختِ رسا نے مجھ کو
مجھ کو یہ اونچ و شرف میرے مُقدّر سے ملا

☆☆☆☆

مدینہ منورہ حاضری پر

بہت مرکز میں ہوں، جس دن سے اس محور میں ہوں میں
مدینے میں ہوں اور جیسے زمانے بھر میں ہوں میں

خدایا اور ہو، نظارگی میں، اور غم ہو
سر منظر ہیں آقا اور پس منظر میں ہوں میں

کوئی سمجھا گیا تھا بھیڑ میں اس طرح چلنا
سو جس ٹھوکر میں ہونا تھا، اسی ٹھوکر میں ہوں میں

کہاں پھر دو گھروں کا ایک گھر، بس ایک ہی گھر
خدا کے گھر میں ہوں میں، مصطفیٰ کے گھر میں ہوں میں

یہ آگے پیچھے ہر وقت آتے جاتے قافلے ہیں
کوئی مانے نہ مانے ان میں سے اکثر میں ہوں میں

مگر وہ آسمان کیا ہے، کہاں ہے اور کیوں ہے
زمین، یوں ہے، کہ چادر ہے اور اس چادر میں ہوں میں

پلٹتا ہوں، پلٹنے والوں میں ہوں بھی نہیں پر
کہ پہنچوں اور پھر پہنچوں، اسی چکر میں ہوں میں

☆☆☆☆

شفیق احمد خان

روشنی خواب ہے تعبیر ترے دم سے ہے
اس شب ہست میں تنویر ترے دم سے ہے

تیرا کردار ہے انسان کی عظمت کا امین
ساری عزت سبھی توقیر ترے دم سے ہے

یہ جہاں ایک خرابے کے سوا کچھ بھی نہیں
اس نیاں خانے میں تعبیر ترے دم سے ہے

ہر گھڑی تیرے تصور سے منزہ سوچیں
یہ خیالات کی تطہیر ترے دم سے ہے

مجھ پہ کھلنا نہ کبھی بابِ فسوں معنی
حرف و الفاظ کی تفسیر ترے دم سے ہے

☆☆☆☆

شکیل اختر

ہنر کے چاند پس آفتاب روشن ہیں
یہ تیرے نام کی نسبت کے خواب روشن ہیں

بتا رہے ہیں مہ و مہر و کہکشاں و نجوم
کہ نقش ہائے رسالت مآب روشن ہیں

جرا کے غار سے پھوٹی جو روشنی کی کرن
اُسی کرن سے کئی آفتاب روشن ہیں

یہ کس کی چشمِ کرم کی ہے وسعتیں جس میں
محبتوں کے ہزار انتساب روشن ہیں

وہ ایک نور کہ جس کی تجلیوں سے کلیں
اصولِ دین، شریعت، کتاب روشن ہیں

☆☆☆☆

شیداچشتی

پروردگار ذکرِ محمدؐ نصیب کر
قلبِ سلیم، سیرتِ احمدؐ نصیب کر

مینارِ مصطفیٰؐ کی تجلی کا واسطہ
قلب و نظر کو روشنی بے حد نصیب کر

بکھوٹے جہاں سے امن و محبت کے زمزمے
پھر سے اُسی حجاز کی سرحد نصیب کر

ضو بار ہوں جہاں میں محبت کے قمقمے
نورِ مقطعات کی ابجد نصیب کر

دربارِ مصطفیٰؐ میں ہے اتنی سی التجا
زم زم کے ساتھ قربتِ اسود نصیب کر

پیشانی حضورؐ جہاں سجدہ ریز تھی
ایسی زمین ایسا ہی معبد نصیب کر

اتنی ہے تیز دھوپ جھلسنے لگا بدن
شیدا کو اپنا سایہ گنبد نصیب کر

☆☆☆☆

ڈاکٹر ضیا الحسن

وہ نورِ آسمانی جب ریا اُس نے زمینی
عطا کردی اُنھیں پھر رحمت للعالمینی

اُنھی سے سلسلہ قائم ہوا جود و سخا کا
اُنھی سے ہم کو پہنچی پاک بازی، پاک بنی

مور ہیں اُنھی کے حُسن سے سارے زمانے
اُنھی کی خوش ادائی سے یہ عالم آفرینی

مُعطر ہو گئی اُن سے فضائے زندگانی
مقامِ جاں میں پھیلی ہے وہ خوشبو بھینی بھینی

خوشا وہ بخت جو چمکے سراجِ آگہی سے
جنہیں بخشی گئی اُس نور کی محفل نشینی

مگر شرمندگی سے آنکھ اُٹھتی ہی نہیں ہے
پسند آجائے شاید اُن کو میری ترجیحی

عطا ہو اک نظر یا جس قدر بھی آپ چاہیں
مجھے یا سیدی! یا رحمت للعالمینی!

☆☆☆☆

طالب انصاری

یہ ہے دیارِ پیہر یہیں ٹھہر جائیں
برائے اوجِ مقدر یہیں ٹھہر جائیں

ورائے جدِ گماں ہے تجلیوں کا سماں
کہاں ملے گا یہ منظر یہیں ٹھہر جائیں

بلا کی دھوپ ہے دنیا کے ریگ زاروں میں
یہاں ہے چھاؤں میسر یہیں ٹھہر جائیں

عجب کشش ہے تری نور خیز گلیوں میں
تمام راستے آکر یہیں ٹھہر جائیں

مسافرانِ رہِ عشق یہ مدینہ ہے
یہاں قیام ہے بہتر، یہیں ٹھہر جائیں

ضریحِ پاک سے طالبِ صدا یہ آتی ہے
درو و ذکر کے خوگر یہیں ٹھہر جائیں

☆☆☆☆

طاہر شیرازی

اذنِ معراج مل گیا ہے اسے
وقت رک رک کے دیکھتا ہے اسے

خیمہ زن ہو دل و دماغ میں جو
آدمی صرف سوچتا ہے اسے

روشنائی قلم سے پھوٹ پڑی
دل کی تختی پہ جب لکھا ہے اسے

قبل از کائنات خالق نے
نور ہی نور کر دیا ہے اسے

پورے اک عالمِ وفور کے ساتھ
میں نے صلی علی کہا ہے اسے

☆☆☆☆

عائشہ مسعود ملک

گر اجازت ہو محمدؐ کی تو میں نعت کہوں
آپؐ سے پہلے کے ہر عہد کو میں رات کہوں

میرے باطن کو اُجالیں جو پسِ چشم گریں
گر نہ چھلکیں مری آنکھوں سے تو میں برسات کہوں

اسم ایسا کہ رگِ جاں میں اترتا جائے
حُسن ایسا کہ جسے نور کی برسات کہوں

وہ جو رستوں کے اندھیروں کو مٹاتے جائیں
کیا بھلا اُن کے میں اوصاف و کمالات کہوں

جن کی توصیف میں قرآن اتارا جائے
مجھ میں ہمت ہے کوئی بات کروں، بات کہوں

☆☆☆☆

عباس رضوی

آغازِ نعت ہم نے کیا اس دعا کے ساتھ
مولا عطا ہو حمد کی دولت ثنا کے ساتھ

کیسا ملا ہے ہم کو یہ اعزاز دیکھیے
ہم ہیں شریکِ عشقِ نبی میں خدا کے ساتھ

پہنچے جو بارگاہِ رسولِ امام میں
ہم نے بھی سر جھکا دیا قدر و قضا کے ساتھ

دل میں بسائے شہرِ مدینہ کی آرزو
ہم بے نوا بھی گرم سفر ہیں صبا کے ساتھ

اللہ نے نبیؐ کی محبت کے باب میں
مشروط کر دیا ہے بقا کو فنا کے ساتھ

مخصوص تھی جو پائے رسالتِ مآب سے
وابستہ ہو گئی ہے وہ خوشبوِ حرا کے ساتھ

چلتا رہے یہ قافلہٗ عشقِ مصطفیٰؐ
پڑھتا رہوں درود میں بانگِ درا کے ساتھ

☆☆☆☆

عرش ہاشمی

مدحت کی ہے توفیق، صلہ مدحِ نبیؐ کا
صد ہنکر، پھر اعزاز ملا مدحِ نبیؐ کا

جس وقت کہ تخلیق ہوئی نورِ نبیؐ کی
اُس وقت ہی آغاز ہوا مدحِ نبیؐ کا

کس شان سے محبوب کی رفعت کا بیاں ہے
قرآن ہے معیار سدا مدحِ نبیؐ کا

کیا حلم و حیا، بوجد و سخا، رحمت و رافت
ہر وصف ہے اک باب جدا مدحِ نبیؐ کا

مدحت کی جو بنیاد ہو جذبے کی صداقت
ہر حرف گہر سے ہو روا مدحِ نبیؐ کا

آقاؐ کے غلاموں سے تعلق بھی شرف ہے
اپنا تو تعلق بھی ہوا مدحِ نبیؐ کا

اُس شان کے شایاں ہے کہاں نذر ہماری
ممکن ہے کہاں حق ہو ادا مدحِ نبیؐ کا

خواہش ہے یہی عرش کہ جو شعر لکھوں میں
تحمیدِ الہی کا ہو یا مدحِ نبیؐ کا

☆☆☆☆

عرفان الحق صائم

سند میری غلامی کی رقم کر دیجیے آقا
مجھے بھی صاحب جاہ و کسم کر دیجیے آقا

بہت مشکل میں ہے اُمت، بہت مشکل میں ہے اُمت
کرم کر دیجیے آقا، کرم کر دیجیے آقا

سنا ہے احترام آدمی ملتا وہیں سے ہے
بلا کر مجھ کو طیب، محترم کر دیجیے آقا

مری اوقات سے بے حد زیادہ ہیں یہ غم میرے
جو ہو ممکن، شفاعت سے، یہ کم کر دیجیے آقا

☆☆☆☆

عرفان صادق

ہزار پیش کروں تجھ کو میں سلام ہوا
کہ میرے نام بھی آیا کوئی پیام ہوا

میں خاکِ طیبہ کو آنکھوں میں بھر کے آیا ہوں
اسی لیے مرا کرتی ہے احترام ہوا

کھلائے جاتی ہے شاخوں پہ پھول مدحت کے
جو آرہی ہے مدینے سے صبح و شام ہوا

یہ جب سے کنبدِ خضرا کو چھو کے آئی ہے
کہیں رکوع کرے ہے کہیں قیام ہوا

تیری تو شہرِ مقدس سے ہے شناسائی
پلا مجھے بھی حضوری کا ایک جام ہوا

☆☆☆☆

عقیل عباس جعفری

ذره کرے خورشید کی مدحت تو عجب کیا
پائیں مرے لب نعت کی رفعت تو عجب کیا

یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے جہہ افلاک
کرتے ہیں طوافِ درِ رحمت تو عجب کیا

جب قبر میں پرش کے لیے آئیں نکیرین
مل جائے بس اک نعت کی مہلت تو عجب کیا

جس دم وہ غلاموں کو پکاریں سرِ محشر
مجھ پر بھی رہے چشمِ عنایت تو عجب کیا

ویسے تو کہاں قابلِ بخشش مرے اعمال
لیکن وہ کریں میری شفاعت تو عجب کیا

ٹھہرے وہ بس اک اشکِ ندامت کے برابر
ہو خلد کی بس اتنی سی قیمت تو عجب کیا

جو ڈھانپ لے سب اپنے غلاموں کی خطائیں
مل جائے وہ اک چادرِ رحمت تو عجب کیا

☆☆☆☆

علی اکبر عباس

صدقے میں آپ ہی کے بنی کائنات ہے
نورِ حیات، پرتو والا صفات ہے

قبلِ ازل سے خالق و قادر کے باب میں
تمہید نور آپ ہی کی پاک ذات ہے

تائیدِ حق میں بعدِ ابد ہوں گے آپ ہی
محبوب پر خدا کا یہ خاص التفات ہے

وجہ شرف ہیں آپ ہی انسان کے لیے
ورنہ تو مشیتِ خاک میں کیا خاص بات ہے

ذکر و درود، وردِ زباں، حرزِ جاں کیا
ہم جانتے ہیں اس میں ہماری نجات ہے

رحمت ہیں آپ سارے جہانوں کے واسطے
کوثرِ نصیب آپ سے روحِ حیات ہے

☆☆☆☆

علی بابا تاج

بارگاہِ رحمت میں
کس قدر تقدس ہے
ذکر، شاعرانہ دوراں کا
ہر نیاں پہ جاری ہے
جن کے ذکر سے ہر دم
وصف، خود ہی نازاں ہے
لفظ، لفظ حیراں ہے
سوچ، سوچ شاداں ہے
نام جتنے ڈھونڈیں ہم
ایک، اسمِ اعلیٰ ہے
نام ہے ”محمدؐ“ کا
انتہائے اسماء ہے
اس سے بڑھ کے ہو بھی کیا
دوسرا بھلا کوئی
نام، کس بشر کا ہو
”بارگاہِ رحمت میں ایک ہے یہی ”حمود“
نام ایک ہی اعلیٰ
جن کے ذکر سے ہر دم
وصف، خود ہی نازاں ہے

☆☆☆☆

ایسا کرم کیا گیا بخت شکستہ حال پر
 سجدہ ٹکڑ دید تھا وہ بھی درِ جمال پر
 بیٹھا ہوں گرچہ فرش پر، چرچے ہیں میرے عرش پر
 بھیجتا ہوں درود پاک ان پہ اور ان کی آل پر
 گرد و غبار سے بچا، اور دیار سے بچا
 طاہر ہر مصطفیٰ تو ذرا دیکھ بھال پر
 رحمت دو جہاں کا نام، میرے بنا گیا ہے کام
 لاکھ ہوئیں عنایتیں ایک مرے سوال پر
 رخ سوئے طیبہ کر لیا، سینے میں نور بھر لیا
 کیف میں بوسہ لے لیا بادِ صبا نے گال پر
 سائل مصطفیٰ ہوں میں، شاعرِ نعتیہ ہوں میں
 ہوتا رہے جسے بھی ہو نازِ متاع و مال پر
 اذنِ حضور ہو گیا، دل میں سرور ہو گیا
 فوری اڑان کے لیے میں نے لیے نکال پر
 مجھ سے کیا گیا حسد، آپ نے بخش دی مدد
 نورِ عروج چھا گیا میرے ہر اک زوال پر
 یہ جو نبی کی نعت ہے، میری یہی برات ہے
 اس میں مری نجات ہے، زندہ ہوں اس خیال پر

☆☆☆☆

غلام رسول زاہد

محبّتوں کا اُجالا اگر کہیں پر ہے
چراغ اس کا مدینے کی سرزمین پر ہے

فروغِ فصلِ بہاراں اسی چمن سے ہے
نزولِ بارشِ ہر کرم یہیں پر ہے

مرے لیے وہ کفِ دستِ مہرباں ہے بہت
کہ لمس جس کا ازل سے مری جبین پر ہے

ردائے بارِ امانت کے بعد بھی اب تک
ہزار کوہِ گراں شانہ امیں پر ہے

غلامیِ حقِ بطحا مرا تعارف ہے
کرم یہ کتنا بڑا مجھ سے کم تر ہے

☆☆☆☆

قاسم یعقوب

خزاں رتوں میں کھلے ہیں کھجور کے پتے
ہمیشہ ہنر رہے ہیں کھجور کے پتے

یہاں سے قافلہ دینِ حق گزرتا ہے
سلا میوں کو جھکے ہیں کھجور کے پتے

میں چھو کے پائے محمدؐ کی خاک ڈھونڈتا ہوں
کہ گردِ رہ سے بھرے ہیں کھجور کے پتے

جلا ہوں دھتِ گماں کی جھلستی دھوپ میں جب
تو چھاؤں بن کے ملے ہیں کھجور کے پتے

رہے ہیں شعبِ ابی طالبؑ آپ کے ساتھی
چٹائیوں میں بے ہیں کھجور کے پتے

پھر اُن کے پھل میں کبھی گٹھلیاں نہیں آئیں
حضورؐ نے جو چھوئے ہیں کھجور کے پتے

☆☆☆☆

قائم نقوی

میں تو ہر حال میں خوش رہوں آپ سے
میں جو مرنے لگوں جی اٹھوں آپ سے

کامرائی بھی پھر پاؤں چومے مری
ابتدا کام کی جو کروں آپ سے

آپ ہیں آسرا بے کسوں کے لیے
ظلم کا ہر نشان سرنگوں آپ سے

خواب ہی میں عطا ہو یہ اعزاز بھی
کچھ کہوں آپ سے کچھ سنوں آپ سے

ایک نسبت سے پہچانے دنیا مجھے
میں جو قائم ہوں نقوی بنوں آپ سے

☆☆☆☆

کرامت بخاری

ماورائے فکرِ انساں ہے ثنائے مصطفیٰ
پا نہیں سکتے فرشتے بھی ہوائے مصطفیٰ

دل کی آنکھوں سے کوئی دیکھے حدیثِ زندگی
اس کے دامن میں نہیں کچھ بھی سوائے مصطفیٰ

کیوں نہ میں ذاتِ پیبرؐ کی ثنا خوانی کروں
ہے ثنا خوانی میں شامل خود خدائے مصطفیٰ

نعمتِ قلب و جگر ہے الفتِ آلِ رسولؐ
اور ہے آنکھوں کا سرمہ خاکِ پائے مصطفیٰ

دنیا بھر کے جام و مینا سے توجہ ہٹ گئی
جب سے میں نے پی لیا جامِ ولائے مصطفیٰ

سب کے سب معصوم تھے جتنے تھے محرمِ آپؐ کے
اور سب کے سامنے تھی بس رضائے مصطفیٰ

دونوں عالمِ جہوم اُلٹے ہیں مرے اشعار پر
یہ گدائے مصطفیٰ پر ہے عطائے مصطفیٰ

☆☆☆☆

پیامِ ابدی

میں بے کسوں کے اَلَم میں کھو کر ہمیشہ زار و قطار رویا
 قلم کو میں نے ہمیشہ خونِ دلِ تپیدہ سے ہے بھگویا
 یہ اس لیے ہے کہ میرے آقا! پیام ہے حُرِ جان تیرا
 گدا ہوں دلیز کا میں تیری، ہے میرے کاسے میں دان تیرا
 پیام تیرا، کہ جس کا ہر حرف معدنِ گوہرِ حقیقت
 پیام تیرا، کہ جس کا ہر لفظ منبعِ قوت و حرارت
 پیام تیرا، کہ جس سے انسان پر ہو روشن مقامِ انساں
 ہر ابنِ آدم کے دل میں جس سے ہو پختہ تر اعتقادِ یزداں
 پیام تیرا، ہوں جس کے سچے سے دل کو پہنائیاں میسر
 پیام تیرا، کہ جس کے جانے سے چشمِ بیا ہو دیدہ تر
 پیام تیرا، کہ جس سے مٹی ہے ایک سے دوسرے کی وحشت
 پیام تیرا، کہ جس سے بڑھتی ہے ایک سے دوسرے کی چاہت
 پیام تیرا، کہ پشت پر جس کی کارفرما عمل ہے تیرا
 افق پہ انسانیت کے جس سے ہوا ہے پیدا نیا سویرا
 پیام تیرا، کہ جس سے کوئی پے دگر ہو نہ وجہِ زحمت
 ہے دشمنوں تک پہ یہ ہویدا کہ ختم ہے تجھ پہ غفو و رحمت
 پیام تیرا، کہ جس میں پنہاں ہیں ضابطے زندگی کے سارے
 پیام تیرا کہ جس نے گہڑے معاملے ایک اک سنوارے
 پیام جس سے ہیں فرضِ بیداریاں جہانِ دگر سے پہلے
 ہے جس سے تحریکِ آہ و زاری ہر اک نمودِ سحر سے پہلے

پیام تیرا، کہ جس کا غلبہ رہے گا تا حشر اس جہاں پر
 پیام تیرا، کہ جس سے جاری ہیں زمزمے سے زباں زباں پر
 پیام تیرا، دل ایسے ڈرے کی قوتیں جس سے ہیں ہویدا
 پیام تیرا، نگاہ مومن میں جس سے ہیں برق و رعد پیدا
 پیام تیرا، کہ دونوں عالم کی جس سے رعنائیاں عیاں ہیں
 پیام تیرا، کہ جس سے ایقان کی توانائیاں عیاں ہیں
 پیام تیرا، کہ روح مانند بحر جس سے اتھاہ ٹھہرے
 نگاہ اور دل میں یاس و حرماں کا واہمہ تک گناہ ٹھہرے
 پیام تیرا، کہ درسِ ایثار جس کی بنیادِ اولیں ہے
 ازل سے اب تک مثال جس کی جہان بھر میں کہیں نہیں ہے
 پیام تیرا، کہ جس سے جسمِ فعال، وجہِ حصولِ عظمت
 پیام تیرا، کہ جس سے قلبِ تنیدہ وجہِ نزولِ رحمت
 پیام تیرا، کہ جس سے بیدار قوتیں جسم و جان کی ہوں
 پیام تیرا، کہ جس سے شیرینیاں دوبالا زبان کی ہوں
 پیام تیرا، جوابِ نفرت کا بھی محبت ہی جو بتائے
 جہان بھر کی روش سے جو مختلف ہوں آداب، وہ سکھائے
 پیام تیرا، کہ آنے ہے صفا و صدق و موانست کا
 دلوں میں جس سے کبھی نہ پیدا ہو شائبہ تک مغائرت کا
 پیام تیرا، کہ جس سے آقا تمیز بندہ سے آشنا ہو
 بیک دگر برتری کا باعث اگر یہاں ہو تو اتھا ہو
 پیام تیرا، کہ زیست در زیست جس سے اسرارِ نو ہیں پیدا
 پیام تیرا، ہر آن جس سے ہے ایک عظمت نئی ہویدا
 پیام تیرا، حیات و بعدِ حیات کے ضابطے ہیں جس میں
 پیام تیرا، کہ خاک سے عرشِ پاک کے رابطے ہیں جس میں
 پیام تیرا، کہ زندہ رہنے کا ہر سلیقہ سکھایا جس نے
 دلوں کی تہ میں اُتر کے چینے کا ہر طریقہ سکھایا جس نے

☆☆☆☆

مجتبیٰ حیدر شیرازی

تمہارا ذکر جب کیا ہنر کمال ہو گیا
ہر ایک شعر نعت کا فلک مثال ہو گیا

تمام ہو گئی مری کشیدگی نصیب سے
تم آگئے خدا سے رابطہ بحال ہو گیا

دُروہد کیمیا ہے قلب و جاں کے اطمینان کو
لبوں پہ آگیا تو دُور ہر ملال ہو گیا

مرا جہان ہست اس کے دم قدم کا فیض ہے
وجود کا سبب جو ایک خوش خیال ہو گیا

☆☆☆☆

محسن شیخ

رب نے فریاد کو پُر اثر کر دیا
پھر نبیؐ نے مجھے جھولی بھر کر دیا

دھوپ میں چھاؤں بننے کی توفیق دی
ایک پودے سے مجھ کو شجر کر دیا

راہرو جس جگہ کوئی چلتا نہ تھا
وہ چلا تو اُسے راہگور کر دیا

رہ میں تاریک جنگل تھا اور آپؐ نے
روشنی کو مرا ہم سفر کر دیا

سب کی آنکھیں تو تھیں پر بصیرت نہ تھی
آپؐ نے سب کو صاحب نظر کر دیا

ٹیلوں مہوں کے کنکر تھے انسان بھی
آپؐ نے چٹھو کے اُن کو گہر کر دیا

آپؐ نے اپنے اخلاق و کردار سے
حُسنِ انساں ابد تک امر کر دیا

دادِ اہلِ نَحْن سے ملی ہے مجھے
آپؐ کے ذکر نے معتبر کر دیا

☆☆☆☆

آپؑ کی بات کیا کہ ہیں دونوں جہاں کے بادشاہ
 کون و مکاں ہیں آپؑ کے، کون و مکاں کے بادشاہ

آپؑ کی ذات پاک سے دونوں جہاں میں روشنی
 آپؑ یہاں کے بادشاہ، آپؑ وہاں کے بادشاہ

پستہ قدوں کا رخ ہوا کنبد سبز کی طرف
 ان کی طرف بھی اک نظر سرو قدوں کے بادشاہ

کرنے ہیں کیسے حل ہمیں ہیں جو ہمارے مسئلے
 ہم پہ بھی یہ بھید کھول دے نکتہ وراں کے بادشاہ

ہم کہ ہیں بے بساط لوگ ہم کیا ہماری شان کیا
 معتبری ہے آپؑ کی، معتبراں کے بادشاہ

گاؤں بھی آپؑ کے تمام، شہر بھی آپؑ کے تمام
 آپؑ کے سب غلام ہیں خورد و کلاں کے بادشاہ

رہتی ہے ساری کائنات آپؑ ہی کے حصار میں
 آپؑ کی ہر طرف مہک گلبدناں کے بادشاہ

کس کو پکارتے کہ ہے جائے پناہ کوئی اور؟
 آپؑ ہیں اور صرف آپؑ بادشاہاں کے بادشاہ

دشّت دل حنیف پر چھائی ہوئی ہے تیرگی
 تھوڑی سی چاندنی ادھر ماہِ رخاں کے بادشاہ

☆☆☆☆

پروفیسر محمد سبطین شاہ جہانی

مخل فَن ہے نہ پات کی خوشبو
دل میں ہے اُن کی بات کی خوشبو
وہ ولی ہے ہو جس کے دامن میں
اُن کی اعلیٰ صفات کی خوشبو
گنبدِ ہنز کا تصدق ہے
کائناتِ حیات کی خوشبو
ذکرِ احمد ہے میری سانسوں میں
ہر نفس ہے حیات کی خوشبو
کاکلِ شاہِ دوسرا کی قسم
ہر طرف اُن کی ذات کی خوشبو
اُن سے روشن ہیں آسمان و زمین
اُن سے ہے کائنات کی خوشبو
شاہِ معراج سے مہکتی ہے
شام کی، دن کی، رات کی خوشبو
سینکڑوں جنتوں سے افضل ہے
اُن کے اک التفات کی خوشبو
دل میں ہیں ذکرِ حق سے مہکاریں
ذہن میں اُن کی بات کی خوشبو
تا ابد حرف کی مہک اُن سے
ہر صدی اب ہے نعت کی خوشبو
وردِ شاہِ ہدیٰ کا صدقہ ہے
میرے صوم و صلوات کی خوشبو

باغِ بطحا سے مجھ کو آتی ہے
 مرغزارِ نجات کی خوشبو
 گنبدِ سبز کی زکواۃ سمجھ
 خلد کے پات پات کی خوشبو
 اُن کے ارشاد سے معطر ہے
 کیا قلم کیا دوات کی خوشبو
 شاہِ صابر سے میں نے پائی ہے
 شاہِ اعلیٰ صفات کی خوشبو
 صبحِ میلاد سے ملی سبطین
 ہم کو لیلِ برات کی خوشبو

☆☆☆☆

محمد سلیم احسن

میرے زخموں کا دنیا میں مرہم نہیں
میں مدینے چلا اب کوئی غم نہیں
خاک طیبہ کو چھو کر نہ آئے اگر
مہرباں کوئی بھی ایسا موسم نہیں
آپ کے گر پینے سے نسبت نہ ہو
کوئی خوشبو نہیں کوئی شبنم نہیں
حشر میں ہوگی سب کی نظر آپ پر
آپ جیسا کوئی بھی مکرم نہیں
آپ کے در پہ جس نے سلامی نہ دی
کوئی اعلیٰ نہیں کوئی اعظم نہیں
آپ کے دم سے حق کو ملی زندگی
کفر کے سینے میں آج بھی دم نہیں
قطب و ابدال غوث اور شاہ و گدا
کون ہے جس کا طیبہ میں سر خم نہیں
خود خدا بھیجتا ہے دُرود و سلام
نام احمد ہی کیا اسم اعظم نہیں
ذکر احمد سے احسن کرم ہو گیا
اب مصائب کا لہجہ بھی برہم نہیں
☆☆☆☆

محمد عبدالقادر تباں

بول اے سوختہ جاں راحتِ جاں ہے کہ نہیں
شہرِ محبوبِ خدا کوئے جہاں ہے کہ نہیں

سانس میں لمسِ گھلائی یہ ہوائے خضرئ
روح تک لطف و عنایت کا سماں ہے کہ نہیں

پھول تو پھول ہیں کانٹے بھی اماں گیر ہوئے
یہ جہاں رحمتِ عالم کا جہاں ہے کہ نہیں

مسجدِ نبویؐ سے آتی ہوئی آواز کو سُن
یہ اذائے عشقِ بلائی کی زباں ہے کہ نہیں

فاختائیں ہی نہیں امن بھی رہتا ہے یہاں
سب جسے ڈھونڈ رہے ہیں وہ یہاں ہے کہ نہیں

دعویٰ عشقِ نبیؐ تو نہیں تاباں لیکن
حرف میں اُن کی محبت کا گماں ہے کہ نہیں

☆☆☆☆

مرثی برلاس

آنکھیں حضورؐ سے میں ملاؤں گا کس طرح
روزِ جزا میں سامنے آؤں گا کس طرح

فردِ عمل پڑھیں گے فرشتے تو اُس گھڑی
گردن جھکی ہوئی میں اٹھاؤں گا کس طرح

ہر اُمتی کے واسطے بے چین ہوں گے آپؐ
مجھ سا بھی اُمتی ہے بتاؤں گا کس طرح

اصنامِ مصلحت کی پرستش کے باوجود
مُشرک نہ تھا یقین دلاؤں گا کس طرح

قدموں میں آپؐ کے مری مٹی عزیز ہو
اب لوٹ کے یہاں سے میں جاؤں گا کس طرح

محفل میں ہوں گے سعدی و حسَن و دینِ ذُہیر
اشعارِ نعت کے میں سناؤں گا کس طرح

☆☆☆☆

منظر نقوی

نور ہی نور کی برسات ہوئی جاتی ہے
مجھ پہ الہام تری نعت ہوئی جاتی ہے

میں ترے ذکر کی محفل میں چلا آیا ہوں
خوشبوئے باغ عدن ساتھ ہوئی جاتی ہے

آج بھی ورطۂ حیرت میں پڑی ہے دنیا
اک تسلسل سے تری بات ہوئی جاتی ہے

صورتِ اُم میرے سر پہ رہا سایہ فگن
اب تلک سیرِ سماوات ہوئی جاتی ہے

شکر اللہ کا منظر ہے کرم مولا کا
رنگِ مدحت میں مناجات ہوئی جاتی ہے

☆☆☆☆

ناصر بشیر

سیرت کروں بیان، صفاتِ نبیؐ لکھوں
اذنِ سخن ملے تو میں نعتِ نبیؐ لکھوں

ہر کیفیت میں آپؐ مرے ساتھ ساتھ ہیں
روتے رلاتے، ہستے ہناتے نبیؐ لکھوں

خالق نے مالِ حُسن فراواں انھیں دیا
گلزارِ دہر کو میں زکوٰۃ نبیؐ لکھوں

ہے نعت گوئی میں بھی ضروری کچھ احتیاط
میں پُل صراط کو بھی صراطِ نبیؐ لکھوں

میں ربط و صبر و ضبط سے واقف نہیں ابھی
کس طرح واقعاتِ حیاتِ نبیؐ لکھوں

مجھ سا گناہ گار بھی آیا ہے راہ پر
اس کو بھی میں کرشمۂ ذاتِ نبیؐ لکھوں

ناصر بشیر جب مجھے آتا نہیں قرار
دل آپؐ چاہتا ہے کہ نعتِ نبیؐ لکھوں

☆☆☆☆

ناصرزیدی

نہ مال و زر کی ہوس اور نہ ٹھو گدائی کی
تو نگری مجھے حاصل ہے بچہ سائی کی

ہر ایک دشمنِ جاں کو معاف کر دینا
زمانہ دیکھ لے یہ شانِ کبریائی کی

کہ ایک دو کے نہیں سب کے واسطے رحمت
صفت یہی ہے بہت آپ کی بڑائی کی

ہے کار سازِ دو عالم سے اک شرف مجھ کو
میں بات کیسے کروں اپنی نارسائی کی

وہ حد سے بڑھ کے قبولِ عوام و خاص ہوئی
نیا کی شان میں جب بھی مدح سرائی کی

حضورِ رحمتِ عالم کی ذات کے صدقے
رہی طلب نہ کسی سے بھی دادِ خواہی کی

سخنوری کے جہاں میں ہے معتبر ناصر
بھیہیں مدحتِ سرور یہی کمائی کی

☆☆☆☆

نارناسک

تجھ پہ پورے کبھی اترے نہیں معیار مرے
لفظ کے عجز کا اظہار ہیں اشعار مرے

سانباں ہے مرا احساس ترے ہونے کا
جس کے سائے میں کھڑے ہیں در و دیوار مرے

تیری نعتوں سے اُلٹے ہیں ترے رمضان کے شہر
تیری خوشبو سے بھرے قریہ و بازار مرے

گھنٹیاں روح کے سناٹوں میں بج اُٹھتی ہیں
جب بھی یاد آتے ہیں وہ کارواں سالار مرے

میرے دشمن کے لبوں پر ترا نام آیا تھا!
خود بخود رگر سی گئی ہاتھ سے تلوار مرے

نعت پڑھتا ہوں تو محسوس یہ ہوتا ہے نثار
یہیں اس بزم میں موجود ہیں سرکار مرے

☆☆☆☆

نجیب احمد

تُو نے وہ دیا چلا دیا ہے
ذرات کو جگمگا دیا ہے

اے صبحِ جمالِ نو یہ کس نے
چپ کو حُسنِ نو دیا ہے

اے غفو کے کہسار تُو نے
دریاؤں کو راستہ دیا ہے

پا بوس ترے کبھی تقرر
کیسا سکھ چلا دیا ہے

ہم کو سات آسمان دکھا کر
یارا بھی اڑان کا دیا ہے

آیا ہے جہاں بھی ذکر تیرا
قرآن بھی مسکرا دیا ہے

کوئی نہ کبھی بھٹک سکے گا
ایسا رستہ دکھا دیا ہے

☆☆☆☆

ہادی و رہ نما آپؐ کا نقشِ پا
مُتَدَا، مُتَبَا آپؐ کا نقشِ پا

اپنا منشور ہے، اپنا آئین ہے
اے شہِ دُور، آپؐ کا نقشِ پا

یہ زمیں کتنی روشن ہوئی، جس گھڑی
ثبت اس پر ہوا آپؐ کا نقشِ پا

کاش اہلِ نظر کی نظر میں رہے
کہکشاں پر لکھا آپؐ کا نقشِ پا

آپؐ کی شان کا تو ہے مذکور کیا
گوہر بے بہا آپؐ کا نقشِ پا

بس ہمیں اور کچھ بھی نہیں چاہیے
بس ہمیں مل گیا آپؐ کا نقشِ پا!

ہوگی کیا آپؐ کی شانِ حُسن و جمال
دل نشیں دل رُبا آپؐ کا نقشِ پا!

سارے عالم پہ یہ راز کھلے لگا
نسخہ کیا، آپ کا نقش پا

ہر زمانے کے ماتھے پہ مرقوم ہے
مثل حرف بقا آپ کا نقش پا

اب اُسی سمت میں سب سفر ہیں مرے
جس طرف بھی ملا آپ کا نقش پا

آپ کے شہر میں جب بھی حاضر ہوا
بس میں دیکھا کیا آپ کا نقش پا

اپنے اعمال نامے میں میں نے لکھا
آپ کا نقش پا، آپ کا نقش پا!

میں نے ہر تیرگی پر نسیم سحر
روشنی سے لکھا آپ کا نقش پا

☆☆☆☆

نصرت صدیقی

دلوں سے ہو کے گزرتا ہوا مدینے کو
نظر سے جاتا ہے اک راستہ مدینے کو

میں اس کے ساتھ تصور میں چلتا جاتا ہوں
روانہ ہوتا ہے جو قافلہ مدینے کو

ہزار حسرت و ارماں کے ساتھ دیکھتا ہے
مری نگاہ کا ہر زاویہ مدینے کو

بدن کا دشت سلکتا تھا ایک مدت سے
میں کہہ کے رو پڑا کالی گھٹا مدینے کو

مجھے سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے
میں بھیجتا ہوں جو کوئی دعا مدینے کو

خیال و خواب میں دل میں نگاہ میں نصرت
سجائے پھرتا ہوں میں جا بجا مدینے کو

☆☆☆☆

اے نگاہ شوق کھل کر دیکھ لے دلکش سماں
 اُن کا روضہ جب ہے تیرے سامنے جلوہ فشاں
 دُور تک پُر کیف خاموشی سی ہے چھائی ہوئی
 مسکراتی ہے فضا، تاروں کو نیند آئی ہوئی
 اُن کے روضے پر یوں سجدے کر رہی ہے چاندنی
 چار سُو پھیلی ہوئی ہے، اک مُعطر روشنی
 کر دیا ہے چاندنی نے، ایسا مست و شادماں
 میری آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں، ایسا سماں
 دیکھتا ہوں جس طرف، ہے ایک عالم نُور کا
 کیا بتاؤں کھینچ کر، نقشہ دل مُرور کا
 نُور کا سیلاب ٹھاٹھیں مارتا ہے چار سُو
 ہر طرف سے آرہی ہے روشنی کر کے وضو
 آسماں پر چاند تارے، جو استغراق ہیں
 اور مصروفِ ثنا، سب آپ کے مُشتاق ہیں
 ہے بدن میرا زمیں پر رُوح ہے افلاک پر
 ہو نظر اے ساتھی کوڑ مرے ادراک پر
 خلد سے آکر فرشتے بھی مزارِ پاک کو
 جھاڑتے ہیں اپنی پلکوں سے خس و خاشاک کو
 مانل بندہ نوازی ہے خدا، سچ با خدا
 بانٹتے خیرات ہیں، خیر الوری، سچ با خدا
 اس حسین منظر کو شعروں میں بیاں کیسے کروں
 چشمِ احمر نے جو دیکھا ہے عیاں کیسے کروں

☆☆☆☆

نوید حیدر ہاشمی

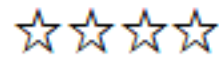
دُروود پڑھتے رہے قریہٴ حضورؐ کے بیڑ
صحابیوں کی طرح پاک تھے کھجور کے بیڑ

یہ لفظ اذنی محمدؐ سے پھول بنتے ہیں
اسی لیے تو شردار ہیں بخور کے بیڑ

سفر میں آپؐ کی ہجرت اگر ہو پیشِ نظر
دکھائی دیتے ہیں آنکھوں کے پاس، دُور کے بیڑ

میں اُن کو نعتیں سُناتا وہ داد دیتے مجھے
اسی لیے مرے عاشق ہیں سب کھجور کے بیڑ

میں جب لکھتا ہوں سینے پہ پنجتن کے نام
چمکنے لگتے ہیں آنکھوں میں پانچ نور کے بیڑ



نورین طلعتِ عروبہ

خوشیوں میں سلپتے، صدا کے رکھے ہیں
ان آنسوؤں میں قرینے دُعا کے رکھے ہیں

فلک کی آنکھ بھی طیبہ کو رشک سے دیکھے
وہاں کسی نے ستارے بچھا کے رکھے ہیں

وہ اُن کے پیار کی شبِ نیم سے پا رہے ہیں نُمُو
جو پھول شاخِ دعا پر کھلا کے رکھے ہیں

نثار ہونا ہے ان کو سنہری جالی پر
یہ اشکِ آپؐ کی خاطر بچا کے رکھے ہیں

ہمیشہ نُوَر کی بارش مرے مدینے میں
یہاں چراغ جو غارِ حرا کے رکھے ہیں

عمل کا شوق عطا ہو کہ ہر سماعت میں
پیام آج بھی صلِّ علی کے رکھے ہیں

مرے حضورؐ کی مسجد کا صحن، گہرِ پاک
نظر میں کیسے مناظرِ سجا کے رکھے ہیں

☆☆☆☆

نوشابہ عدنان

نبیؐ کی یاد میں مہکے چمن آہستہ آہستہ
گل و گلزار ہوں کوہ و دمن آہستہ آہستہ

سفر در پیش ہے تجھ کو مدینے کی فضاؤں کا
قدم آہستہ آہستہ، سخن آہستہ آہستہ

نبیؐ کی نعت لکھنے سے مجھے یہ فیض حاصل ہے
نکھرتا جا رہا ہے میرا فن آہستہ آہستہ

دروود پاک جب منظور ہو جاتا ہے نوشابہ
تو بیٹھا ہونے لگتا ہے دہن آہستہ آہستہ

☆☆☆☆

وفا چشتی

سیاہ دہتر اعمال کیسے رسوا ہو
جب اُس پہ آپؐ کی رحمت ردا ہو، پردہ ہو

نہ ماورا کی طلب ہو نہ ملو کا خیال
کچھ اس طرح سے دل و جاں پہ تیرا قبضہ ہو

حضورِ غیب سے مجھ پر ترا خیال اترے
مرا خیال جڑے قُرب سے مہکتا ہو

ہر ایک لمحہ نئی جاں ملے فقیروں کو
ہر ایک لمحہ جاں میں ترا بسیرا ہو

سیاہی دل سنگین آئینہ ہو جائے
اس آنے کو تمہاری نظر کا لپکا ہو

عجیب عالم وارفتگی میں پڑھتا ہوں
کہ جیسے سورۃ یٰسین اُن کا چہرہ ہو

مرے کریمؐ کی روحانیت کا ابرِ مطیر
کوئی مکان نہیں ایسا جہاں نہ برسا ہو

☆☆☆☆

ڈاکٹر عزیز احسن

پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر

کرہ ارض پر، پاکستان کا وجود مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کا عکس ہے۔ کیوں کہ اس کا خواب دیکھنے والوں نے اسے اسی طرح اپنے تصورات کا حصہ بنایا تھا۔ خطبہء الہ آباد میں اقبالؒ نے فرمایا تھا:

”ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے“ (خطبات اقبالؒ۔ ص ۸۳)

علامہ اقبالؒ کی تمنا تو بر آئی لیکن پاکستان میں ”اسلام“ ایک تمدنی قوت کے طور پر 65 سال گزر جانے کے بعد بھی نہیں ابھر سکا۔ عملی سیاست کے حصہ لینے والوں میں بیشتر اسلام گریز حکمت عملی اپناتے رہے اور پاکستانی ادب کی تخلیق میں بیشتر شعراء وادباء کی تخلیقی صلاحیتیں لادینی ادب تخلیق کرنے میں صرف ہوتی رہیں۔ اس فضا میں نعت کی تخلیق شعراء کے لیے عار ٹھہری۔ یہاں تک کہ فیض جیسے مقبول اور دینی پس منظر رکھنے والے شاعر کے ہاں نعت نہیں ملتی۔ لیکن جب ڈاکٹر سید محمد ابو الخیر کشفی نے ایک ٹی وی پروگرام میں اس کی کا ذکر کیا تو ایک محفل میں فیض صاحب نے ان کی توجہ اپنی غزلوں کے ایسے اشعار کی طرف مبذول کروائی جن کے مفاہیم میں نعت کا پہلو بھی نکلنے کی گنجائش تھی۔ ڈاکٹر کشفی لکھتے ہیں:

”ہوایوں کی ٹیلی ویژن کے ایک مذاکرے میں، میں نے کہا کہ اردو کے ہر بڑے شاعر کے کلام میں ہمیں نعت نظر آتی ہے..... عہد حاضر کے ایک بڑے اور اہم شاعر کے کلام میں ہمیں نعت کا جلوہ نظر نہیں آتا..... اس واقعے کے کچھ عرصے بعد بہن ہاجرہ مسرور نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ (نعت اور تنقید نعت ص ۵۰۱)

وہاں فیض صاحب نے کشفی صاحب سے کہا:

”آپ تو ادب کے استاد ہیں۔ کیا آپ اپنے طالب علموں کو اس بہت ہزار شیوہ سے متعارف نہیں کراتے جسے غزل کہتے ہیں۔ اگر آپ نے ہمدردی اور دلی بیدار کے ساتھ میری غزلوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو نعت کے اشعار مل جاتے، اور اس مختصر گفتگو کے بعد فیض صاحب نے اپنا یہ شعر پڑھا:

شمع نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ

جتنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں“ (ایضاً)

فیض صاحب سے مکالمے کے بعد کشفی صاحب تو مطمئن ہو گئے تھے لیکن نعتیہ ادب کو معروضی انداز سے دیکھنے والے تو اس شعر میں بھی ”جگر کے داغ“ کا حضور اکرمؐ کی محفل سے انتساب مناسب نہیں سمجھتے۔ حضور اکرمؐ تو سراپا رحمت ہیں اُن کی محفل میں تو جگر کے داغ مٹائے جاتے ہیں۔ زخموں کے لیے نگاہ لطف و کرم کا مرہم فراہم کیا

جاتا ہے۔ وہاں داغ نہیں ملتے، داغوں کا مداوا کیا جاتا ہے۔

بہر حال، اس واقعے سے اندازہ ہوا کہ پاکستان میں ادب کی طحمانہ فضا کے باعث، فیض جیسا بڑا شاعر بھی نعت لکھنے سے کتراتا رہا۔ غزلوں میں اتفاقہ طور پر کسی شعر کا نعتیہ آہنگ اختیار کر لینا اور بات ہے اور بالقصد نعت کہنا اور بات ہے۔ نسخہ ہائے وفائیں فیض کی ایک فارسی نعت موجود ہے جو غالباً ان کی زندگی کے آخری دور کی یادگار ہے لیکن اردو میں ان کی نہ تو کوئی نعت ہے اور نہ ہی غالب اور اقبال کی طرح فیض کی کسی غزل میں واضح طور پر کوئی نعت کا شعر وارد ہوا ہے۔

بائیں ہمہ، ادب کی اس فضا میں بھی فکر اسلامی کے علم بردار کچھ مجاہدین نے نعتیں کہیں اور خوب کہیں ان کا ذکر شمیم احمد نے بڑے اچھے پیرائے میں کیا ہے:

”قیام پاکستان کے بعد جب مسلم لیگ کا طرز عمل اپنے ہی نصب العین کے خلاف حرکت کرتا ہے، اور اس سے مایوسی اور شکست خوردگی پیدا ہوتی ہے، تو ادب کے ایک طالب علم کو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ادب کے جدید علمبرداروں کی صفوں سے مختار صدیقی، یوسف ظفر، قیوم نظر نکل نکل کر اس ذات گرامی کے حضور مذرانہ عقیدت پیش کر رہے ہیں، جس کا پرتو بھی چند سال قبل تک ان کی شاعری پر نہیں پڑا تھا۔ نعت گوئی نے اردو شاعری کے جدید اسلوب میں اس طرح اپنی لازوال قوت کا ثبوت دیا ہے“ (سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر، جلد دوم، ص ۴۷۴، نومبر ۱۹۷۱ء)

فضا کی اس تبدیلی میں قلم کے ان مجاہدین کا وافر حصہ تھا جن کو ”رفعنا لک ذکرک“ (اے نبیؐ) ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آواز بلند کر دیا) کے اعلان ربانی کے تحت نعت گوئی کی خصوصی توفیق ارزانی ہوئی تھی۔ دراصل اللہ رب العزت نے حضور اکرمؐ کے رفیع ذکر کے دیگر طریقوں کے ساتھ ساتھ تمام سعید روحوں کو اپنے محبوب رسولؐ کی تعریف و توصیف کرنے کا وظیفہ سونپ دیا تھا۔ اسلامی دنیا میں تو ابتداء ہی سے تمام حق شناس لوگ بلا امتیاز مذہب و ملت، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدحت گزاری میں مصروف ہو گئے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی مسلمانوں کی آمد کے بعد جس نئی زبان کا یہاں پودا لگا اور اس کی کوئٹھیں نکلیں تو ان میں حرف مدحت خیر البشرگی مہک تھی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اس خطے کی جانب سے حضور رسول اکرمؐ کو ٹھنڈی ہوا آئی تھی۔۔۔ جسے اقبال نے یوں نظم کیا ہے:

میر عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

لیکن جیسا کہ ہر صنف سخن کے ساتھ ہوتا ہے، اردو نعت بھی اپنی ابتداء سے حالی کے عہد تک روایتی مضامین اور مخصوص شعری اسالیب کی اسیر رہی جس میں حضور نبی کریمؐ کی ذات سے والہانہ عشق کا اظہار ہوتا تھا۔ بیش تر نعتیں غزل کی طرح ہجر و وصال کے مضامین پر مشتمل ہوتی تھیں۔ مدحت نگاری کی یہ روش بہت بعد تک قائم رہی اور آج بھی زیادہ تر نعت گو شعراء اسی روش پر قائم ہیں۔ اسی لیے ایک مجاہد نعت نگار حرمٰن کیانی کو یہ کہنا پڑا تھا کہ:

اُن کی توصیف میں بھی سوء ادب کی باتیں

نعت میں ساقی و مے، بزمِ طرب کی باتیں

ایسی باتیں کہ اگر منہ سے نکل جاتی ہیں
 سن کے بے پردہ خواتین بھی شرماتی ہیں
 حالی سے قبل کی نعتیہ شاعری کا وافر حصہ ایسے ہی مضامین پر مشتمل تھا۔ حالی نے مسدس میں چند نعتیہ بند لکھ کر اس روش کو بدلتے کی کوشش کی اور یقیناً بعد کی شاعری پر حالی کے نظریہ نعت کے اثرات مرتب ہوئے اور سیرت نبویؐ کے جواہر نعتیہ اشعار میں اپنی چمک دکھانے لگے۔ حالی سے قبل صرف محسن کا کوروی ایسے شاعر نظر آتے ہیں جن کی شاعری نے ادبی مکالمے (literary discourse) کی راہ ہموار کی۔ لیکن نعتیہ ادب کو زندگی سے قریب کرنے کی کوشش حالی ہی کے ہاں نظر آتی ہے۔ پھر اقبال نے نعت کے نئے آفاق دریافت کئے۔ میرے نزدیک اقبال کا یہ شعر جدید نعتیہ شاعری کا نقطہ آغاز ہے:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے

کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں!

اس کے باوجود ایک طویل عرصے تک نعت کو ادبی صنفِ سخن کے طور پر قبول نہیں کیا گیا۔ نعتیہ شاعری کو ادبی سطح پر قابل قبول صنف بنانے میں کچھ عوامل بھی مانع تھے مثلاً اس صنفِ سخن کی طرف ہر کہہ و مہ کا مائل ہو جانا اور مستند شعراء کا اس طرف کم آنا۔ اس طرح نعتیہ ادب میں مقدار کا تو اضافہ ہوا لیکن معیاری کام کی حد درجہ کمی نے نقادان ادب کو اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ اب تک اس میدان میں مردانِ کار کی کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ گو تنقید کا کام شروع ہو چکا ہے لیکن ابھی تو صرف ابتداء ہوئی ہے۔

اس مقالے میں ہمیں مختصر یہ بتانا ہے کہ پاکستان میں نعت میں کن کن شعراء کی شاعری کاوشیں منظر عام پر آئیں۔ کن کن شعراء نے اس صنف کو باقاعدہ صنفِ سخن کے طور پر اپنایا اور کون کون سے اہل ہنر مدحیہ شاعری میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ نعت گوئی کا علمی سطح پر کن کن لوگوں نے تنقیدی اور تحقیقی جائزہ لیا، اور یہ کام کس حد تک اطمینان بخش ہے؟ اسی طرح یہ بھی دیکھنا ہے کہ مختلف شعراء کے انفرادی نعتیہ مجموعوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اجتماعی انتخاب مرتب کرنے میں کن کن اہل فکر و نظر نے دلچسپی لی اور ان کی ان کاوشوں سے نعت کو ادبی سطح پر روشناس کرانے میں کیا مدد ملی؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اردو نعت پر اب تک جو کام ہوا ہے وہ اطمینان بخش نہیں ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان بننے کے بعد جس قدر کام اس صنف شریف پر ہوا، پاکستان کے قیام سے پہلے اس کا عشرِ عشر بھی نہیں ہوا تھا۔ متحدہ ہندوستان میں تو زیادہ تر محافل میلاد کی ضرورتوں کے پیش نظر نعتیں کہی جاتی رہی تھیں یہی وجہ ہے کہ ادبی افق پر محسن کا کوروی کے سوا کوئی اور نعت گو شخص نہ ابھر سکا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام شعراء سے زیادہ علماء اور عوام میں چمکا۔ عشق رسولؐ کی صداقت اور نعتیہ ادب میں مسلسل محنت نے بہر حال انہیں قبولیت عام اور بقائے دوام کا درجہ دلوا دیا۔ اکبر میرٹھی کے سلام کے بعد سب سے زیادہ مقبولیت مولانا ہی کے سلام (ع مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام) کو حاصل ہوئی۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے کچھ عرصہ قبل خواجہ محمد اکبر خان وارثی میرٹھی نے ”میلاد اکبر“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا جسے پاکستان میں بھی سب میلاد ناموں سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ بالخصوص اکبر وارثی کا لکھا ہوا

سلام اس قد رقبول ہوا کہ برصغیر پاک و ہند میں آج بھی اس کی گونج سنائی دے رہی ہے:
یا نبیؐ سلام علیک یا رسولؐ سلام علیک
یا حبیبؐ سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک
مولانا ظفر علی خان تحریک پاکستان کے جواں ہمت سپاہی تھے۔ انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں قلمی جہاد میں صرف کر دیں، وہ خود فرماتے ہیں:-

خدا کی حمد، پیغمبر کی نعت، اسلام کے قصے۔۔۔
مرے مضمون ہیں جب سے شعر کہنے کا شعور آیا
مولانا کے نعتیہ کلام میں اسوۂ حسنہ کے نمونے اور پیام محمدیؐ کے پرتو سے لفظ لفظ جگمگا رہا ہے۔ اگرچہ
بہارستان اور چمنستان، علی الترتیب ۱۹۳۷ء، ۱۹۴۴ء میں شائع ہو چکی تھیں لیکن پاکستان کی فضاؤں میں مولانا کی نعتوں
کی گونج کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ آپ کا سن وفات ۱۹۵۶ء ہے:-

رشتہ مرا خدا کی خدائی سے چھوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامن مصطفیٰؐ
سایہ پرور تیری رحمت کا حرم بھی دیر بھی
سود اور بہبود بہمان و فلاں کی تجھ سے ہے
فتنہء قادیانیت کے خلاف جو قلمی جہاد ہوا، اس میں بھی مولانا ظفر علی خان پیش پیش تھے:-

نبیؐ کے بعد نبوت کا ادعا ہو جسے
ہر ایسے بطل خرافات سے خدا کی پناہ

پاکستان کے ابتدائی دور کے نعت نگار شعراء میں ماہر القادری، حفیظ جالندھری، بہزاد لکھنوی، محشر رسول
نگری، علامہ ضیاء القادری بدایونی، علامہ سیماب اکبر آبادی، ارشد صہبائی، اختر الحامدی، صبا اکبر آبادی، رعنا اکبر آبادی،
صبا متھراوی، اقبال صفی پوری، ادیب سہارنپوری اور وفا ڈبائیوی کے نام آتے ہیں۔ یہ تمام شعراء شعر و سخن کی کلاسیکی
قدروں کے محافظ تھے۔ ان کی نعتوں میں زبان کی صفائی بھی ہے اور قادر الکلامی کی شان بھی۔ ان کی شاعری میں حضورؐ
کے حسنِ صوری سے زیادہ حسنِ معنوی کا بیان ہے۔

ذکر جمیل کی اشاعت نے ماہر القادری کو نعت گو شاعر کی حیثیت سے متعارف کروایا تھا۔ ان کی مدحیہ شاعری
میں سب سے زیادہ شہرت ان کے لکھے ہوئے سلام کو ملی جو منظر عام پر آتے ہی گویا کلاسیک کا حصہ بن گیا:-

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دست گیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سکھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
تیرے جلال کے حضور سلوٹ روم سجدہ ریز
تیرے قدم پہ چہ سا شان و شکوہ سومنات

حفیظ جالندھری نے شاہنامہء اسلام میں حضورؐ کی سیرت اور آپؐ کے غزوات کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔
شاہنامہ کے حصہ اول میں سلام کے اشعار میں حضورؐ کے اخلاقی کریماں اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ بڑے دل نشین انداز
میں ملتا ہے۔ یہ بھی سلام ہی ہے:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبؐ سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوعِ انسانی
سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی

بہزاد لکھنوی کی شاعری میں ہجر مدینہ سے پیدا ہونے والی تڑپ ہے، انہوں نے ایک مجبور مدینہ کی دلی
کیفیات کو بڑے مؤثر طریقے سے شعری جامہ پہنایا ہے۔ ان کی زبان سادہ اور بیان تصنع سے پاک ہے اس لیے ان
کی شاعری جذبول کی زبان بن گئی ہے:-

میرے کانوں میں بہزاد جیسے کوئی
کہہ رہا ہے یہ پیہم مدینے چلو
میں ذوقِ طلب تیرے قربان جاؤں
تصور میں جلوہ نما ہے مدینہ

علامہ ضیاء القادری بدایونی ایک عالم دین تھے، ان کی شعری دانش نعت گوئی کے لیے وقف تھی۔ اس صنف
شریف کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں انہوں نے بڑا کام کیا۔ آستانہ دہلی میں ان کی نگارشات باقاعدگی سے شائع
ہوتی رہیں۔ پاکستان میں ان کے تلامذہ کا وسیع حلقہ تھا جو نعت گوئی کے فروغ میں منہمک تھا۔ ”خزینہء بہشت“
موصوف کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ”دربارِ نبیؐ“ کلام سے ان کا منظوم سفرنامہء تباہی شائع ہوا تھا۔ نمونہء کلام ملاحظہ ہو:-

ہے سرخیِ روداد جہاں نور محمدؐ
افسانہء تخلیق بعنوانِ نبیؐ ہے
جہاں سر کے بل آتے جاتے ہیں قدسی
محبت کی وہ رہگذر ہے مدینہ

علامہ سیما ب اکبر آبادی، شعر و سخن کی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کی شاعری زبان و بیاں
کے اعتبار سے قابلِ توجہ اور قادر الکلامی کے حوالے سے قابلِ رشک ہے۔ نعت میں بھی ان کی سخنوری کی خصوصیات
مضمون کی عظمت اور آہنگ کی موزونیت کے ہم قدم چلتی ہیں:

آدمی کو اپنی نوعِ آدمیت پر ہے ناز
فخر ہے ذات محمدؐ آدمیت کے لیے
عازمِ طیبہ ہوں جب سیما ب اہلِ کارواں
مجھ کو بھی ہمراہ لے لیں اپنی خدمت کے لیے

محشر رسولِ نگری نے فخر کونین کے زیر عنوان ایک طویل مسدس لکھا جس میں رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ اور

سیرت مطہرہ کو نظم کا جامہ پہنایا، اردو نعت کی تاریخ میں یہ ایک انہم اور منفرد کا نامہ ہے۔ قادر الکلامی، فصاحت و بلاغت اور موزوں پیرایہ، بیاں کے حوالے سے یہ کاوش ہر لائق صد ستائش ہے۔ فخر کوئین کو اردو کے کسی بھی معروف مسدس کے ساتھ رکھ کر پڑھا جاسکتا ہے۔ اس مسدس میں واقعاتی صداقتیں، حیاتی صداقتوں سے ہم آہنگ ہو کر تخلیقی سطح پر ابھر کر سامنے آئی ہیں:

روز ازل سے پہلے بھی مولائے کل تھے آپؐ
آدم تھا ماویں میں کہ ختم الرسل تھے آپؐ
حضرت کے بعد آ نہیں سکتا کوئی نبی
عاقب بھی ہیں حضورؐ بہ صد شانِ طہری

کامل جو گڑھی کا ”مسدس کامل“ بھی ۱۹۵۴ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا جو عقیدت کے جذبات سے لبریز اور متن کا اعتبار سے خاصی حد تک مستند ہے۔ سلام کا ایک بند ملا حطلہ ہو:

اصلوۃ والسلام اے محفلِ امکاں کے صدر
اصلوۃ والسلام اے آسمانِ دیں کے بدر
اصلوۃ والسلام اے آفتابِ چرخِ قدر
اصلوۃ والسلام اے ماجیہ طغیان و غدر
اصلوۃ والسلام اے گوہرِ ذریعہ شرف
اصلوۃ والسلام اے پیرِ برجِ شرف

ذہین شاہناجی ایک بزرگ شاعر تھے، جن کا سارا کلام تصوف کے رموز و غوامض سے پر تھا۔ ان کی تحریروں میں وحدۃ الوجودی فکر اور عملی متصوفانہ زندگی کی جھلک موجود ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری بھی فکری بلندی اور فلسفیانہ طرز اظہار کا استعارہ بن گئی۔ گوان کا کوئی نعتیہ مجموعہ طبع نہیں ہوا لیکن اس صنف میں ان کے رشحاتِ قلم، معیارِ سخن کے اعتبار سے بڑے موقع ہیں:

تھے مشکِ فشاں پیکرِ جاں خلدِ بدامان
اللہ رے گلِ ہائے گلستانِ محمدؐ

ادیب رائے پوری نے نعت خوانی کے ذریعے نعت گوئی اختیار کی اور سادہ اور عوامی جذبات سے مملو شاعری کر کے فضائے نعت پر چھا گئے۔ انہوں نے نعتیہ ادب میں کچھ نثری کتب کا بھی اضافہ کیا اور نعت گوئی و نعت خوانی بھی جاری رکھی۔ ان کی بعض نعتیں بڑی مشہور ہوئیں۔ ”مقصودِ کائنات“، اور ”نذرانہء اشک“ ان کے کلام کے مجموعے ہیں۔ چند اشعار ملا حطلہ ہوں:

خدا کا ذکر کرنے ذکرِ مصطفیٰ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں، خدا نہ کرے
مدینہ جا کے نکلتا نہ شہر سے باہر
خدا نخواستہ یہ زندگی وفا نہ کرے

اقبال صنفی پوری نے کراچی میں بڑے بڑے نعتیہ مشاعرے منعقد کر کے نعتیہ شاعری کے فروغ میں عملی حصہ لیا۔ ان کا نعتیہ مجموعہ ”رحمت لقب“ سادہ زبان میں اچھی شاعری کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

چاہیے آپ ہی کا سہارا ہمیں
اور کوئی سہارا نہیں چاہیے
بس یہی ہے مری انتہائے طلب
ان کے کوچے میں دو گز زمیں چاہیے

آخری شعر میں جو بات کہی گئی ہے وہ اقبال صنفی پوری نے عملاً کر کے دکھائی ہے۔ ان کی دعوت پر نعتیہ مشاعروں میں شرکت کرنے والے بہت سے اہل قلم کو واقعی، ان کی تحریک پر، نعت کہنے کی سعادت ملی۔

صبا اکبر آبادی کلاسیکی مزاج کے استاد شاعر تھے۔ ”دست دعا“ کلام سے ان کا ایک نعتیہ مجموعہ شائع ہوا تھا۔ ان کے اشعار ان کی قادر الکلامی کے مظہر ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

جس کو چاہا اسے قدموں میں ترے ڈال دیا
خود مشیت بھی سمجھتی تھی ارادہ تیرا

قصیدہ شاعری کی مشکل ترین صنف ہے، کیوں کہ اس میں الفاظ کا شکوہ، بیان کی صفائی، خیال کی بلندی، تخیل کی رکیمنی اور تسلسل بیان میں فنی خوبی مطلوب ہے۔ صبا اکبر آبادی کے جو قصیدے ”دست دعا“ میں شامل ہیں ان کے مطالعے سے ان کی فن شناسی کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۹۵۷ء، ۱۹۶۶ء کے عشرے میں چالیس پینتالیس نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔ ان شعری مجموعوں کے تخلیق کاروں میں صابر براری، راسخ عرفانی، عزیز حاصل پوری اور عبدالعزیز خالد کے نام نمایاں ہیں۔

صابر براری کے دو نعتیہ مجموعے ”فردوس عقیدت“ اور ”آمنہ کالال“ تو اسی عشرے میں چھپے۔ ”جام طہور“ بعد کے دور میں آیا۔

حالات جہاں بھر کے الم نشرح ہیں ان پر
رکھتے ہیں وہ ہر گوشہ عالم کی خبر بھی
ذرات کف پا سے بنے اختر و انجم
روشن ہوئے اس چاند سے خورشید و قمر بھی

راسخ عرفانی ایک کہنہ مشق شاعر اور جید عالم دین تھے۔ وہ نعت گوئی کی نزاکتوں سے آگاہ تھے۔ اس لیے اس راہ میں بڑی احتیاط سے قلم اٹھاتے تھے۔ ”غبار تجاز“، ”ارمغان حرم“ اور ”ذکر خیر“ کے نام سے ان کے مدحیہ کلام کے مجموعے منصفہ شہود پر آچکے ہیں:

حضور سید عالم کا ذکر خیر کرو
خزاں کے دور میں چھیڑو ذرا بہار کی بات

”جام نور“ کے خالق عزیز حاصل پوری نے بھی اسی عشرے میں نعت گو شاعر کی حیثیت سے اپنا تعارف کروایا اور پھر وہ مسلسل اسی میدان میں رخش فکرو ہنر دوڑاتے رہے۔ ان کے ایوان شعر میں فن کی کلاسیکی قدیلوں کے اچالے پھیلے ہوئے ہیں:

عاصیو! رحمتِ عالم کا وسیلہ ڈھونڈو
حشر کی دھوپ سے بچنا ہے تو سایہ ڈھونڈو

عبدالعزیز خالد نے مضامین نعت کو وسعت دی اور اپنی قادر الکلامی، ندرتِ بیاں، لہجے کی انفرادیت اور زبانِ دانی کی وجہ سے بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیا جو اس سے پہلے اردو نعت گوئی کی تاریخ میں کسی کو نہیں ملا تھا۔ ان کی شاعری میں عالمی ادب کی فکری و قلمونی عکس ریز ہے۔ اردو نعت گوئی کی تاریخ میں قدیم و جدید علوم اور السنہ سے ماہرانہ آگاہی رکھنے والا اس قدر اعلیٰ تخلیقی صلاحیتوں کا حامل عبدالعزیز خالد کے علاوہ شاید ہی کوئی اور شاعر ہو۔ خالد کا طویل نعتیہ قصیدہ ”فارقلیط“ ۱۹۶۳ء میں کتابی صورت میں آیا تھا۔ بعد میں ان کی کتابیں ”محمنا“، ”مطمایا“، ”ماؤماؤ“، ”طاب طاب“ اور ”عبدہ“ کما کما سے بھی شائع ہوئیں۔

میں فرشِ زمیں ہوں تو سقفِ سما ہے
میں سانسوں کا مہماں تو موجِ ہوا ہے
شہنشاہِ لولاک و مولائے سدرہ
تو میرے تخیل سے بھی ماورا ہے

عبدالعزیز خالد وہ خوش نصیب نعت نگار ہیں جن کے فن کی مہک ان کے حسین حیات نہ صرف پھیلی بلکہ اس کی پذیرائی بھی ہوئی۔ نعتیہ ادب کو ثقہ روایات، اعلیٰ فنی اقدار، زبان و بیان کے مسلمہ معیارات اور اسلوب کی متانت سے روشناس کروانے والے اور کثیراللسانی تجربات سے نعتیہ شاعری کو باثروت کرنے والے شعراء کی صفِ اول میں عبدالعزیز خالد ہی نظر آتے ہیں۔

اسی اثناء میں آرزو اکبر آبادی، حکیم امانی، وفا ڈبائیوی، اختر الحامدی، سکندر لکھنوی اور ہلال جعفری وغیرہ کی نعتیہ شاعری بھی کتابی صورت میں منظر عام پر آئی۔

۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۶ء تک تقریباً ستر نعتیہ مجموعے طبع ہوئے جن کے مصنفین میں بعض تو ایسے تھے جن کے مجموعے اس عشرے سے قبل بھی منصفہ شہود پر آچکے تھے۔ جب کہ بعض شعراء پہلی بار حرمِ نعت میں داخل ہوئے تھے۔ معروف شعراء میں رعنا اکبر آبادی، حافظ لدھیانوی، ساغر صدیقی، جعفر طاہر، احسان دانش، عاصی کرمانی، عبدالکریم شمر، عبداللہ ہلال صدیقی اور حافظ مظہر الدین کما مہمایاں ہیں۔

”شبیخِ رعنا“ کے شاعر رعنا اکبر آبادی کا اسلوب روایت سے پیوستہ ہے:

بڑھایا اور بھی سوزِ محبتِ شانِ ہجرت نے
جہاں روشن ہوئی یہ شمع، پروانے وہیں آئے

حافظ لدھیانوی کا پہلا نعتیہ مجموعہ ”ثنائے خواجہ“ آیا تھا۔ پھر ان کی متعدد کتابیں سرمایہ نعت میں اضافے کا

سبب بنیں۔ حافظ لدھیانوی نظم گوئی کی طرف زیادہ مائل تھے۔ ان کی نعتیہ غزلوں میں بھی نظم کا تسلسل ہوتا ہے۔
درج ذیل نظم ملاحظہ ہو:

ہو نعت اس درجہ حسین
ہر شعر ہو وجد آفریں!
لیکن تری مدح و ثنا
الفاظ میں ممکن نہیں

ساغر صدیقی کا مختصر سا مجموعہ نعت ”سبز گنبد“ کے نام سے چھپا تھا۔ ان کا رنگ کلام بھی دیکھتے چلیے:-

غار حرا کو یاد ہیں سجدے رسولؐ کے
دیکھی ہے پتھروں نے عبادت رسولؐ کی

جعفر طاہر قادر الکلام اور ذی علم شاعر تھے، ان کی شاعری کا آہنگ بڑا توانا تھا اور رنگت بیانی ان کا طرہ

استیاز تھی:

نہ جلوہ گاہ خطا میں نہ دل فتن میں لگے
ہمارا دل تو شہ دیں کی انجمن میں لگے

نیساں اکبر آبادی اساتذہ سخن میں شامل ہیں۔ ان کے نعتیہ مجموعے ”دارین“ اور ”ابر نیساں“ شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے ہاں جدید لہجوں، اسالیب اور نئے ادبی میلانات اور تازہ رجحانات کو سمجھنے اور اپنانے کا جذبہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آخری عمر تک ان کی شاعری بوسیدگی کا شکار نہیں ہوئی۔

جب میں بجز حضورؐ کسی کا نہیں غلام
پھر کیوں کسی کی مازش بے جا اٹھائی جائے

احسان دانش کا ایک مسدس ۸۰ صفحات کے کتابچے کی شکل میں طبع ہوا تھا۔ مسدس نویسی کے لیے جس قدر الکلامی، زبان دانی، تاریخی شعور اور فصاحت و بلاغت کی ضرورت ہوتی ہے، احسان دانش کے مسدس سے مترشح ہیں:

ذروں میں تو نے بھانپ لیا خون آفتاب
خود راز ہائے زیست اٹنے لگے نقاب

عاصی کرمانی موضوع کے ادراک کے ساتھ ساتھ طرز ادا میں ایک قسم کی اعلیٰ سنجیدگی کے قائل ہیں اور بات کو خوب صورت بنا کر پیش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ خاصی حد تک کلاسیکی مزاج کی تشبیہات اور استعارات استعمال کرتے ہیں لیکن ان کے انداز نگارش سے نئے پن کا احساس جنم لیتا ہے۔ ان کا پہلا مجموعہ ”مدحت“ ۱۹۷۶ء میں منظر عام پر آیا۔ پھر ”نعتوں کے گلاب“ اور ”حرف شیریں“ کے نام سے دو کتابیں آئیں۔ بعد ازاں یہ کتابیں ان کی کلیات ”تمام ونا تمام“ میں شامل کر دی گئیں۔

طاہر ہوا قلم تو محمدؐ کے لفظ پر
شریں ہوئی زباں تو محمدؐ کے نام سے

عاصی کی نعتیہ نظمیں بھی فن پران کی بھرپور قدرت اور موضوع کی کامل تفہیم کی عکاس ہیں۔ نعت گو شعرا نے

اکثر اظہارِ عجز کیا ہے، لیکن عاصی نے جس خوب صورتی سے مکالماتی انداز میں اظہارِ عجز کیا ہے اس کی مثال پوری اردو نعت کی تاریخ میں نہیں ملتی:۔

ثنائے خواجہ میں اے ذہن! کوئی مضمون سوچ
جناب! وادی حیرت میں گم ہوں کیا سوچوں؟
زبان! مرحلہ مدح پیش ہے، کچھ بول
مجالِ حرفِ زدن ہی نہیں ہے کیا بولوں؟

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ مجموعے ”تجلیات“، ”جلوہ گاہ“ اور ”بابِ جبریل“ کے نام سے شائع ہو چکے تھے۔ 2013ء میں ارسلان احمد اسلم نے ”کلیاتِ مظہر“ بھی مرتب کر دی جس میں ان کا نعتیہ اور عمومی کلام شامل ہے۔ حافظ مظہر الدین نے نعتیہ شاعری میں اپنی پوری تخلیقی صلاحیت صرف کر دی ہے۔ ان کے کلام سے سوزِ دروں، جبر اندروں [Internal Urge]، اور فنی دروہست مترشح ہے۔ نعتیہ غزل کا رکھ رکھاؤ اور اسلوب کی دلکشی ملا حظ ہو:

ذرے ذرے میں ہے دل اے سارباں آہستہ چل
یہ ہے راہِ سرور کون و مکاں آہستہ چل
اے حدی خواں، اے امیرِ کارواں آہستہ چل
ہے شریکِ کارواں اک خستہ جاں آہستہ چل

اسی عشرے میں اعظمِ چشتی، عبداللہ ہلال صدیقی، ہلال جعفری، سکندر لکھنوی، عبدالکریم ثمر، ساجد اسدی، یوسف ظفر، زائرِ حرمِ حمید صدیقی لکھنوی، اختر الحامدی، خالد محمود خالد نقشبندی، سر وسہارن پوری، ضمیر جعفری، شمس وارثی اور منور بدایونی کے نعتیہ مجموعے بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئے۔

منور بدایونی کا نعتیہ کلام ”منور نعتیں“ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ بعد ازاں ”کلیاتِ منور“ میں ان کا تمام کلام شامل کر دیا گیا۔ ان کی نعتیہ شاعری میں احوالِ دل بیان کرنے کا سادہ سا انداز ہے۔ اسی سادگی کے باعث ان کا کلام عوام و خواص میں یکساں مقبول ہے۔ منور بدایونی کی شاعری میں تشبیہات، استعارات اور علامتوں کا ایچ بیج نہیں ہے وہ بیانیہ انداز میں شعری حسن پیدا کرنے کے عادی ہیں۔ ان کے شعری عمل میں ان کے قلب کی گرمی اور عشقِ رسول کی تپش محسوس کی جاسکتی ہے۔

دیکھنے کو تو کیا کیا نہ دیکھا
تجھ کو دیکھا تو تجھ سا نہ دیکھا
ان کو پایا تو کیا کیا نہ پایا
ان کو دیکھا تو کیا کیا نہ دیکھا

ہلال جعفری نعت گوئی کا طویل تجربہ رکھتے تھے اور خوشا نصیب کہ اسی حوالے سے دنیائے ادب میں پہچانے جاتے ہیں۔ ”کشکولِ ہلال“ میں نعتیہ تناسل ہیں اور ”توشہ ہلال“ ان کا نعتیہ مجموعہ ہے۔

تضمین نگاری ایک مشکل فن اور تخلیقی حوالے سے دوسرے درجے کا کام ہے، کیوں کہ اوّل درجے کی تخلیق ہمیشہ طبعِ زاد ہوتی ہے۔ لیکن یہی دوسرے درجے کا تخلیقی کام بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا دیتا ہے، کیونکہ جس شاعر کے

کلام کی تضمین کی جاتی ہے، تضمین نگار کو اس کے تخلیقی تجربے کو پہلے اپنے تخلیقی مزاج سے ہم آہنگ کرنا پڑتا ہے، پھر اصل شاعر کے ہر شعر پر کم از کم تین مصرعے ایسے ہم پہنچانے ہوتے ہیں، جو تضمین نگار کے مصرعوں سے پیوستہ ہو کر من و قو کا احساس دور کر دیں اور معنوی سطح پر ایک نئی دنیا وجود میں آ سکے۔ ہلال جعفری نے یہ کوشش کی ہے کہ لگ بھگ ایک سو پانچ شعراء کے کلام پر بالائزام تنسائیں کہی ہیں اور بیش تر ان کی کاوش کامیابی سے ہم کنار رہی ہے۔ ملاحظہ ہو:

طیبہ کی وادیوں کے درو بام چوم کے
واللیل کی اداؤں دامن بھرے ہوئے
وانجر کی متاع ضیا دوش پر لیے
”ہر روز رونمائی آقا کے واسطے!
ہر صبح لے کے آتی پیسے پھول آفتاب کا“

(تضمین بر نعت مذاق العیشی)

تنسائیں کے ان نمونوں سے ہلال جعفری کے فن تضمین نگاری کا کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ہلال جعفری کا نعتیہ مجموعہ ”توشہ ہلال“ بھی نعتیہ ادب میں ان کے سحرے contribution کا عکاس ہے۔

رات بھر کہتے رہو نعتیں شبہ ابرار کی
اک فقط صورت یہی ہے صبح کے آثار کی

ان اشعار سے ہلال جعفری کے اسلوب کا نعتیہ روایت سے گہرا اور مضبوط رشتہ ظاہر ہوتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نعتیہ ادب میں تخلیق کی رفتار بھی تیز ہوتی گئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۶ء کے عشرے میں دوسو تیس (۲۳۰) شعری مجموعے شائع کیے گئے۔ اسی عرصے میں ادبی رسائل میں بھی نعتوں کے لیے اوراق وقف کیے جانے لگے۔ مدحت مصطفیٰ کی طرف شاعروں کی توجہ مبذول ہونے میں اس دور کے مقتدر طبقے بالخصوص صدر ضیا الملتحی مرحوم کی، فروغ نعت میں دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ بہر حال جذبہ بحر کہ کوئی ہو، نعت کو اس عہد میں خوب خوب فروغ ملا اور ادبی سطح پر اس صنف شعر کی پذیرائی ہونے لگی، جبکہ اب تک شعراء وادباء مدحیہ شاعری کی طرف سے بحر مانہ غفلت کا شکار تھے۔

”شمشیر ضیاء“ رحمان کیانی کا مجموعہ کلام ہے۔ انہیں ۱۹۶۵ء میں رجز خوانی کے باعث اچانک شہرت مل گئی۔ اس کے بعد انہوں نے مسلسل انقلاب اسلامی کو اپنا موضوع بنالیا اور اپنے کلام کے ذریعے اسلام کے حرکی نظریہ حیات کی تبلیغ کرنے لگے۔ یہ بات بلا خوف و تردید کہی جاسکتی ہے کہ جہاد اسلامی کے حوالے سے اردو شاعری میں رحمان کیانی سے بہتر شاعری اب تک سامنے نہیں آ سکی ہے۔ رحمن کیانی اردو کے پہلے شاعر تھے جو نہ صرف نعت گو تھے بلکہ بالغ نظر فساد کی طرح مدح رسولؐ کے مروجہ اسالیب اور آہنگ سے اپنی بے اطمینانی کا برملا اظہار بھی کرتے تھے۔ رحمن کیانی، نعتیہ شاعری کے اس مقام ہی نہیں گناتے تھے بلکہ ایک نیا تخلیقی شعور بھی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کی شاعری ان کے تخلیقی آدرش کا بھرپور نمونہ پیش کرتی ہے۔ مروجہ اور مقبول نعتیہ مضامین کی تکرار اور مدحت مصطفیٰؐ میں رنگ تغزل کی آمیزش پر وہ اس طرح تنقید کرتے ہیں:

قص کرنے کی جگہ منبر و محراب نہیں
باریاب اس میں کوئی بربط و مضرب نہیں
اس کے علاوہ انہوں نے ایک مجاہد کی طرف سے نعت پیش کرنے کا ڈھنگ بھی اپنی شاعری ہی کے ذریعے
عام کرنے کی سعی کی۔

راجا رشید محمود ہمدن نعت کے فروغ میں مصروف ہیں۔ وہ کئی سال سے ماہنامہ ”نعت“ نکال رہے ہیں،
جس کے کئی خصوصی نمبر بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ”نعت کائنات“ ایک ایسا نعتیہ انتخاب ہے جس کی تدوین پر انہیں جتنی
داد دی جائے کم ہے۔ ان کی نعتیہ تخلیقات متعدد مجموعوں کی شکل میں مرتب کی جا چکی ہیں مثلاً حدیث شوق، محمدؐ، ورنعتنا
لک ذکرک، شہر کرم، حرف نعت، فریاد نعت، مدح رسولؐ وغیرہ۔ ان کی نعتوں میں پیغام بھی ہے اور ذکر رسولؐ کی
حلاوت بھی۔ نمونہء کلام ملاحظہ ہو:

ذہن میں دھرتِ مدینہ کا تصور آیا

پھول الفت کے مری شاخِ نظر پر چمکے

۱۹۷۸ء میں حفیظ تائب کا مجموعہ نعت ”صلوا علیہ وآلہ“ مدح رسولؐ کے افق پر چمکا اور اس کی اشاعت کے
ساتھ ہی حفیظ تائب نعت کے مخصوص ہو گئے۔ اس عہد کے نعت گو شعراء میں حفیظ تائب وہ واحد شاعر ہیں جنہوں نے
نعت گوئی کے تقاضوں کو بھرپور طریقے سے سمجھا اور شعر کے ادبی پہلوؤں کو جان کر نعتیہ شاعری میں ایک دلکش اسلوب
کی بنا رکھی ہے۔ ”وسلموا تسلیما“ کے نام سے حفیظ تائب کا جو دوسرا مجموعہ نعت شائع ہوا اس میں اصنافِ سخن کے بہت سی
تجربات کی بوقلمونی اس بات کا ثبوت ہے کہ شاعر نعت کو محض عقیدت ہی کے زاویے سے نہیں بلکہ شعریات
(Poetics) کے حوالے سے بھی مرکوز نگاہ دیکھنے کا متمنی ہے۔ اس مجموعے میں ترجیع بند، مثلث، آزاد اور پابند نظمیں،
سانیت اور سی حرفی جیسی بھی اصناف شامل ہیں، جن کی تخلیق میں شعری جمالیات پر شاعر کی توجہ اور اسلوبیاتی حسیت کا
بھرپور تاثر جھلک رہا ہے۔ حفیظ تائب کی کلیات میں ان کے اردو اور پنجابی کلام کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کی
آرزو اور نہ پہنچ سکنے کے احساس نے کیسے کیسے شعر کہلوائے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

دیارِ محبوب کے مسافر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

جو دیکھنا دلکشا مناظر، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

قبا میں جب ہوں ادا نوافل، سکون پائیں جو دیدہ و دل

جو کیف میں روح بھی ہو ذاکر، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

مسرور کیفی کا پہلا شعری مرقع ”چراغِ حرا“ تھا، پھر اس کے بعد ان کے کئی نعتیہ مجموعے منصفہ شہود پر آئے
مثلاً طبا و ماوا، جمالِ حرم، مولائے کل، میزابِ رحمت، نورینِ دال، سید الکونین، سجدہء حرف، حرفِ عطا، آئینہء انوار،
”نقشِ جمال، عکسِ تمنا، کرم در کرم، دیارِ نور، رنگِ ثناء، ہالہء نور، مرجبا اور سلام ان پر..... مسرور کیفی وہ خوش نصیب نعت گو
تھے جن کا نعتیہ کلام متعدد انتخابوں کی شکل میں بھی منظرِ عام پر آیا مثلاً سفینہء نعت مرتبہ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشتی، محمد عربیؐ
مرتبہ محمد ابراہیم حسین، شافع محشر مرتبہ ارسلان کیفی۔

مسرور کیفی کی شاعری میں سادگی، سلاست اور چھوٹی بحر میں بڑے مفاہیم کے شعری پیکر نظر آتے ہیں۔

ان کے ہاں حب رسولؐ اور اتباع رسولؐ کا داعیہ بھی ہے اور دعوت بھی۔ کچھ اشعار ملا حظلہ ہوں:

رنگینی حیات بھی ہے آپ سے حضور
تخلیق کائنات کا منشاء بھی آپ ہیں

.....
ڈوب جاؤں خیالِ بطحا میں
اس طرح کچھ قرار ہوتا ہے

”مظفر وارثی“ ”بابِ حرم“ کے ذریعے شہرِ نعت گویاں میں داخل ہوئے۔ پھر تو نعت ان کی شاعری کا نمایاں وصف ہو گئی۔ مظفر وارثی کی شاعری کائنات میں ان کی گیت نما نظمیں ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ ان کا ایک خاص اسلوب ہے، جس کے حوالے سے ان کی انفرادیت مزید نمایاں ہو گئی ہے۔ ان کی نظمیں اور نعتیہ غزلیں سب ہی مترنم بحروں میں ہیں اور نازہ کاری کے ہنر سے آراستہ بھی۔ مظفر وارثی کے اسلوب کی دلکشی اور بیان کی خوبی ان کے کلام سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور ان کے لُحْن کی گونج سے بھی ان کا آہنگ فضائے نعت پر چھایا ہوا لگتا ہے۔ ان کے متعدد مجموعے شائع ہوئے مثلاً دل سے درِ نبیؐ تک، کعبہ عشق، میرے اچھے حضور، صاحبِ تاج، نورِ ازل وغیرہ۔ نمونہء کلام ملا حظلہ ہو:

تو امیرِ حرم، میں فقیرِ عجم، تیرے گن اور یہ لب
میں طلب ہی طلب، تو عطا ہی عطا، تو کجا من کجا

”اعجازِ مصطفیٰ“، ”پہلی کرنِ آخری روشنی“، ”افکار کی خوشبو“ اور ”چراغِ مدحت“ کے مصنف اعجازِ رحمانی کی شاعری سراپا دعوتِ عمل ہے۔ سیرتِ رسول اکرمؐ کی خوشبو ان کی نعتوں میں رچی بسی ہے۔ ان کی شاعری سادہ زبان اور پیغام کے براہِ راست ابلاغ کے حوالے سے انفرادیت کی حامل ہے۔

رہنما ہے آپؐ کا کردار بھی اور ذات بھی
راستے کا راستہ ہے، روشنی کی روشنی!

سلامتی کا سفر، اعجازِ رحمانی کا طویل مسدس ہے جس کا موضوع ”تاریخِ اسلام“ ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ تاریخِ اسلام مسدس کی ہیئت میں لکھنے کا یہ پہلا تجربہ ہے۔ مسدس کی زبان رواں دواں ہے اور تاریخی استناد کی بھی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اختتام پر اسلامی تمدن کے حوالے سے چند بند لکھے گئے ہیں جن میں وہی جذبہ کار فرما ہے جو اقبال کے اس مصرع سے جھلک رہا ہے:

ع بھٹکے ہوئے راہی کو پھر سوئے حرم لے چل!

ملاحظہ ہوا ایک بند:

حضورؐ سا کوئی آیا بشر نہ آئے گا	کسی کی بات میں اتنا اثر نہ آئے گا
کوئی خدائی میں ان سا نظر نہ آئے گا	اب ایسا اور کوئی راہبر نہ آئے گا
ہمارے واسطے تنویض کر کے قرآن کو	جناں کا راستہ دکھلادیا ہے انساں کو

اسی اثناء میں خالد احمد کی کتاب ”تشہیب“ منظرِ عام پر آئی جس میں تین نعتیہ قصائد ہیں۔ جدید شعرا میں قصیدہ گوئی کی طرف مائل شعراء میں خالد احمد بہت نمایاں ہیں۔ فروغِ نعت کے سلسلے میں ادیب رائے پوری کی مساعی

جلیلہ قابل تحسین ہیں۔ ”تصویر کمال محمد“ کے نام سے ان کا مجموعہ نعت بھی آچکا ہے۔ اس کے بعد بھی ان کی کچھ کتابیں نثر و نظم میں اسی موضوع پر شائع ہو چکی ہیں۔ وہ نعت میں ایک طویل ترین (پابند) بحر کا تجربہ بھی کر چکے ہیں۔ ان کا پیش تر کلام محافل نعت میں پیش کرنے کی غرض سے وجود میں آتا ہے، اس لیے وہ نعت کے مروجہ مضامین دائرے میں ہی رہتے ہیں۔ ان کا کلام غنائی آہنگ کی وجہ سے نعت خوانی کی محفلوں میں گداز قلب پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ ستاروارثی ایک صوفی شاعر تھے۔ ان کا مجموعہ ”آیہ رحمت“ مدحت مصطفیٰ میں متصوفانہ رنگ کلام کا آئینہ دار ہے۔ طفیل دار کا مجموعہ ”المزمل“ مضامین کی بوقلمونی کے باعث لائق توجہ ہے۔ انہوں نے شعوری طور پر مدحت رسول کو مثنوی (Text) کے تنوع سے آشنا کیا ہے۔ خالد عرفان نے طنز و مزاح کی روش بدل کر دنیا کے نعت میں قدم رکھا اور نعتیہ ادب میں ”الہام“ کا اضافہ کیا۔

”مرسل آخر“ کے نام سے سید قمر ہاشمی نے مختلف آہنگ و بحر کی نظموں کو فکری اکائی میں شیرازہ بند کیا ہے۔ نعتیہ ادب میں یہ تصنیف اپنے ادبی اسلوب اور نثر کی تازہ کاری کے باعث ایک منفرد تصنیف ہے۔ تاریخ کے بہاؤ کے حوالے سے شاعر کی موضوعیت (Subjectivity) تو بعض مقامات پر ذرا کھٹکتی ہے۔ تاہم سخن مندی کے سلیقے اور اسلوب کی جدت نے اس کو شش کو قیام بنا دیا ہے۔ نظمیہ نعت کا ایک نکلز ملا حظ ہو۔

آپؐ سے پہلے جہاں میں یہ فطش کب عام تھی؟
اہل دنیا نے بہت زخموں کو اپنچائی ہے تھیں
آپؐ کی تکلیف کو سوچا تو اسارے زخم ٹھنڈے پڑ گئے
اہل طائف نے بہت پھینکے ہیں پتھر آپؐ پر
اہل زر کے، لاگو ہو گئے تھے جان کے
آپؐ کے ضبط و تحمل کی نہیں ملتی مثال
آپؐ کے اخلاق نے فولا دو کچھلا دیا“ (مرسل آخر)

فدا خالدي دہلوی کہنہ مشق شاعر اور سیکڑوں شعراء کے استاد ہیں۔ بیخود دہلوی کے جانشین ہونے کے باعث آپ داغ اسکول کے نمائندہ غالباً اس رنگ سخن کے واحد شاعر ہیں۔ فدا خالدي کا نعتیہ مجموعہ ”م ص“ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس نام میں حروف مقطعات کی پیروی جھلک رہی ہے۔ نام کی اس تجرید (Abstraction) نے معانی کے دائرے کو وسیع تر کر دیا ہے۔ ”م ص“ میں قدیم اصناف سخن کی بھرپور نمائندگی ہے۔ روایت سے آگاہی اور سلیقہ مندی اس کتاب کے ہر شعر سے مترشح ہے۔ غزلوں میں نعت کے موضوع کے احترام اور حدود مدح کے شعور کے ساتھ ساتھ رنگ تغزل اور سوز مجبوری بھی ہے اور نظموں میں چنگی اور مشق و ریاضت کی جھلک بھی۔ کتاب میں ایک ہی قصیدہ ہے لیکن بھرپور فنی شعور کے ساتھ۔ رباعی پر فدا خالدي کی گرفت ملا حظ ہو:

عالم انہیں محبوب خدا کہتا ہے
اک آئینہ صدق و صفا کہتا ہے
کیا شان محمدؐ ہے کہ اللہ اللہ
جو نام سنے صل علی کہتا ہے

شعروادب اور فکر و فلسفے کی دنیا میں عارف عبدالمتین کا نام یوں تو پہلے بھی قابل اعتبار تھا لیکن جب سے انہوں نے نعت گوئی شعاری ان کا نام زیادہ روشن ہو گیا۔ عارف عبدالمتین کی مدح نگاری کسی خارجی تحریک سے شروع نہیں ہوئی بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صداقت کی تلاش میں مادیت کے فلسفوں سے ٹک آ کر انہیں پیغام نبویؐ نے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس طرح ان پر مدحت گزاری کے دروا ہو گئے۔ ”بے مثال“ عارف عبدالمتین کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری میں ادب شناسی کا رچاؤ اور فنی سجاوٹ نسبتاً جدید لہجے کے ساتھ جلوہ گر ہے:

کھلے گلاب و سمن جس طرف سے تو گزرا
ترے خرام سے آئی صبا نگاہوں میں

صہبا اختر نے اپنا ارژنگ شاعری لفظوں کی خوب صورت تصاویر سے سجایا تھا۔ نعت کے اسالیب میں انہوں نے اپنے کرارے لہجے اور پر شکوہ الفاظ کے ساتھ مضمون آفرینی کے حوالے سے خاصا اچھا اضافہ کیا۔ ”اقرا“ میں شامل ان کی شاعری ان کی قادر الکلامی کی عکاس ہے۔ وہ طویل پابند نظمیں لکھتے تھے۔ ایک بند ملا خطہ ہو:

صبح دم جب بزم گل میں چہچہاتے ہیں طیور
پو پھٹے جب لہلہاتا ہے فضائے شب میں نور
روشنی جب پردہ ظلمت سے کرتی ہے ظہور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہوں گے حضورؐ

امید فاضلی بھی جدید شعراء میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ نعت میں ان کی کاوش ہرنے ”میرے آقا“ کے عنوان سے صورت اظہار پاتی ہے:

جو دیکھ پاتے انہیں ہم تو حال کیا ہوتا
نہ دیکھنے پہ یہ عالم کہ جیسے دیکھا ہے

”قاب قوسین“ اقبال عظیم کا پہلا مجموعہ نعت تھا۔ اس کے بعد بھی ان کے دو مجموعے اور ایک کلیات نعت ”زبور حرم“ منصف شہود پر آئے۔ اقبال عظیم سادہ لفظوں میں اپنے دل کی کیفیات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کسی قسم کی امیجری، علامت یا استعارے کے استعمال سے گریز کی عکاس ہے۔ خیال کا ابلاغ اور مفہوم کی ترسیل کی شعوری کوشش بھی ان کی شاعری سے مترشح ہے۔ سہل و سادہ زبان اور مترنم بحروں کے باعث ان کی شاعری عوام میں بھی مقبول ہوئی اور خواص نے بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ چند اشعار ملا خطہ فرمائے:

ہم نے بھی کبھی جلوے آنکھوں میں سمیٹے ہیں
انوار کا اک عالم زنجیر ہے آنکھوں میں
ان کا خیال، ان کی ثناء، ان کا ذکر خیر
وارفتگان عشق کو اپنی خبر کہیں

داغ مراد آبادی اپنے عہد کے اساتذہ سخن میں شمار ہوتے تھے۔ نعت کے حوالے سے انہوں نے پہلے پہل غالب کی زمینوں میں کاوش سخن گوئی کا مظاہرہ کیا۔ ”مدحت خیر البشر“ ان کی ایسی ہی نعتوں پر مشتمل کتاب ہے۔

بعد ازاں ان کے اور بھی نعتیہ مجموعے طبع ہوئے۔ ”بہ حضور خاتم الانبیاء“ میں راغب مراد آبادی کی ساٹھ غیر منقوطہ، رباعیات چھپی ہیں۔ غیر منقوطہ شاعری لکھنے کی کوشش کوئی قادر الکلام شاعر ہی کر سکتا ہے، چنانچہ یہ فنی کوشش بھی ان کی استادانہ افتاد طبع کی غماز ہے:-

علم و حلم و عمل کا ہے اک کہسار
اسلام کا داعی وہ رسولِ احرار
والہ ہے اسی کا حاکم و مالک ملک
عالم عالم کو ہے محمدؐ درکار

نابش دہلوی منفرد لہجے اور مخصوص اسلوب کے شاعر تھے۔ بیان کی ندرت، فکر کی نفاست اور زبان کی سلاست نے ان کی شاعری کو پر وقار بنا دیا۔ روایت سے ہم رشتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی شعری کاوشوں میں تہجد کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ نعت میں انہوں نے اپنے دھیمے لہجے، ایجاز بیان اور قدرے فلسفیانہ شعری رویے کے باعث انفرادیت حاصل کر لی:

محوِ ہستی فقط ذاتِ رسولؐ
دین و دنیا مصطفیٰؐ تا مصطفیٰؐ

”نورحرا“ کے خالق نصیر آرزو کا لہجہ سادہ اور دل نشین ہے۔ ان کی نعتیہ غزلیں رنگ تغزل سے مملو بھی ہیں اور ان میں احترام کے ساتھ ساتھ موضوع کی تفہیم کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں:-

قرار ہے یہی دنیا میں غم کے ماروں کا
تمہاری یاد سہارا ہے بے سہاروں کا

حنیف اسعدی نے وادی نعت میں قدم رکھا تو ان کے پر اعتماد لہجے اور سلیقہ ہنر کے باعث انہیں جلد قبول عام حاصل ہو گیا اور وہ ”ذکر خیر الانام“ کے سہارے مدحت گزاران سرکار دو جہاں میں ممتاز مقام پر فائز ہو گئے۔ ”آپؐ ان کا دوسرا شعری مرقع ہے۔ عجز ہنر کا حساس سے مملو شعر ملاحظہ فرمائیے:

مجال مدح رسالتِ مآبؐ کس کو ہے؟
شعورِ مرتبہ بے حساب کس کو ہے؟

حافظ افضل فقیر بھی ہمہ تن نعتیہ ادب کی خدمت کے لیے وقف رہے۔ وہ موضوع کے ابعاد (Dimensions) سے پوری طرح آگاہ بھی تھے اور شائے سرور کو نین کے قرینے سے بھی واقف تھے۔ ان کی شاعری آداب شیفنگنگی اور زبان و بیاں کی طرفگی کی عکاس ہے۔ ”جان جہاں“ اور ”عطائے محمدؐ“ ان کی شاعری کے مجموعے ہیں:-

عرق آلود جبیں یادِ آئی
کچھ مرے پاس نہ تھا، یادِ آیا

”میان دو کریم“ اور ”فیضانِ کرم“ کے مصنف ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی اپنی نعتوں میں ادبیت اور عقیدت کا حسین امتزاج پیش کرتے ہیں۔ ان کے لہجے کی متانت بیان کی سلاست، محبوب رب العالمین سے ان کی والہانہ شیفنگنگی

اور احترامات کا پتہ دیتی ہے۔

خدا کی ذات کا عرفاں انھی کو حاصل ہے
جو لوگ عظمت خیرالوری سمجھتے ہیں
ان شعرا کے علاوہ اسی عشرے میں قیوم نظر کی کتاب ”نعت مصطفیٰ“، نعیم تقویٰ کا مجموعہ ”بصیرت“، قمر انجم کا
مذرانہ عقیدت ”حسنت جمیع خصالہ“، بسمل آغاٹی کا نعتیہ کلام ”سلسلہ خواب“، قمریز دانی کا شعری مرقع ”مہر درخشاں“،
صبا قہراوی کا مدحیہ کلام ”مصدر الہام“، عبدالکریم شمر کی کتاب ”احسن تقویم“، قصری کانپوری کا ہدیہ نعت ”نور ازل“،
اثر زہیری کا مجموعہ مدحت رسول ”سلسبیل“ اور وحیدہ نسیم کا ہدیہ عقیدت ”نعت وسلام“ کے نام سے منصہ شہود پر آیا۔ اس
عشرے میں مدحیہ ادب کی تخلیقی رفتار قابل لحاظ حد تک تیز رہی۔ ”نور ازل“ کے خالق، قصری کانپوری کے شعری آہنگ
میں ان کی مناجات آمیز نعتیہ غزل کے اشعار لائق تحسین ہیں:

شعور فن جو دیا ہے تو یہ کمال بھی دے
کہ نعت لکھوں تو لفظوں کو خدو خال بھی دے
جو ان کی ذات سے وابستگی مسلم ہے
تو ان کی شان کے شایاں کوئی خیال بھی دے

عبدالکریم شمر کے دو نعتیہ مجموعے ”احسن تقویم“ اور ”شاخ سدرہ“ منصہ شہود پر آئے تھے۔ ان کا شعری
لہجہ روایت اور جدت کا متوازن سے عبارت ہے۔ نمونہء کلام ملاحظہ ہو:

حدود وسعت کون و مکاں سے ملتی ہے
مرے خیال کو وسعت کہاں سے ملتی ہے

اثر زہیری نے قرآن پاک کا منظوم ترجمہ ”سحر البیان“ کے نام سے کیا تھا جسے اہل علم کے حلقوں میں بڑی
پذیرائی ملی۔ ”سلسبیل“ ان کی نعتیہ نظموں اور مناقب اصحاب و صحابیات کا مجموعہ ہے۔ اس شعری عمل میں متن کی
استنادی شان بھی ہے اور شعری جمال بھی۔ ملی زوال و انحطاط پر شاعر کے دل سے نکلنے والی آہ بھی ہے اور ملت کو کمال
کے درجے پر فائز دیکھنے کے لیے دعاؤں کی سسکی آمیز التجا بھی۔ نعتیہ ادب میں ملی درد کے اظہار کا یہ رجحان حالی سے
اقبال اور ظفر علی خاں تک اور وہاں سے اثر زہیری تک پہنچا جسے اثر زہیری نے صدق دل سے اپنایا ہے۔ ”التجاء بخضور
سید بطحا“ ایک قصیدہ نما نظم ہے جس میں تشبیہ کے بجائے براہ راست مخاطب کا انداز اپناتے ہوئے شاعر نے عرض
مدعا کیا ہے۔ دو شعر دیکھئے۔

فتاح عجم خانماں برباد ہوئے ہیں
اے جملہ گزینیں حرم خانہ ارقم
ہیہات سر کنگرہ قصر مسداں
اڑنا نہیں اب صولت صدیق کا پرچم

شاعری کے یہ چند نمونے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ اثر زہیری کو نعت کے مافیہ [content]، اسلوب
[style] اور شعری ضرورتوں کی آگاہی نے قادر الکلامی کا امتیاز عطا کر دیا ہے۔

۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۷ء تک کے دہے میں تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی سطحوں پر کام مزید آگے بڑھا۔ تنقیدی جہت تو بالخصوص اسی عشرے میں روشن ہوئی۔ اس دور ایسے میں کم و بیش پونے چار سو نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔ اس عہد میں چھپنے والا کلام، ادبی خوبیوں کے لحاظ سے وقیع تر، آہنگ، لہجہ اور اسلوب کے حوالے سے جدید تر اور نئی شعریات کے شعور کے پھیلاؤ اور نعت میں اس کے بھرپور ادراک کے سلسلے میں لائق اعتنا ہے۔ اس دہائی میں سامنے آنے والی کتب میں دنیائے ادب میں معروف اور مستند شعرا کے شعری مجموعے اس بات کا اشاریہ مرتب کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ اب باقاعدہ بنجیدہ ادب تخلیق کرنے والے شعراء بھی صفِ نعت گویاں میں شامل ہونے کو سعادت سمجھنے لگے ہیں۔ شعرا کی اس فہرست میں اختر ہوشیار پوری (برگ سبز)، سعید وارثی (ورث)، سلیم گیلانی (سیدنا)، سہیل غازی پوری (شہر علم)، نعیم صدیقی (نور کی ندیاں رواں)، اختر کھنوی (حضور)، منیر قصوری (چادر رحمت)، جعفر بلوچ (بیعت)، سرشار صدیقی (اساس)، لالہ صحرائی (لالہ زار نعت)، احمد ندیم قاسمی (جمال)، منذر قیصر (اے ہوا مؤذن ہو)، مجشر بدایونی (حرفِ ثناء)، خاطر غزنوی (سلسلہ انوار کا)، حسن رضوی (جمال احمد مرسل)، نسیم سحر (یہ جو سلسلے ہیں کلام کے)، جاوید اقبال ستار (رحمت بے کراں)، محسن احسان (اجمل و اکمل)، خالد شفیق (عالم افروز)، ریاض مجید (اللھم صل علی محمد)، مصبیح رحمانی (ماہِ طیبہ اور جادۂ رحمت)، ریاض حسین چودھری (زرِ معتبر)، سید سلمان رضوی (خیر کثیر)، قمر وارثی (کہفِ لوری)، شوکت ہاشمی (سارے حرفِ گلاب)، مبارک مونگیری (ذکرِ ارفع)، احمد شہباز خاور (قتیلِ مدحت)، افسر ماہ پوری (طور سے حرا تک)، طفیل ہوشیار پوری (رحمت یزداں)، بقا نظامی (شہرِ جبریل)، غوث مقرر اوی (بلاوا)، عس مسلم (زمزمہ درود، زمزمہ سلام، کاروانِ حرم، حمد و نعت)، لطیف اثر (صحیفہ نعت)، اثر فاضلی جے پوری (تجلیاتِ حرم)، حیرت اللہ آبادی (نور بے مثال، منارۂ نور)، اے کے طالب (یا اللہ - یا رسول اللہ)، شاہ انصار اللہ آبادی (سراج السالکین، صلوة و سلام)، آفتاب کریمی (آنکھ بنی کشکول) اور ریحانہ تبسم فاضلی (خطیب الامم) وغیرہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

سعید وارثی کی کتاب ”ورث“ جدید لہجے میں نعتیہ شعر تخلیق کرنے کی کوشش سے عبارت ہے۔ ان کی شاعری میں روایت کے سہارے اسلوب کی جدت کے شواہد ملتے ہیں۔ درحضور پر حاضری کی تمنا کا اظہار نعتیہ شاعری میں تقریباً ہر شاعر کرتا ہے۔ سعید وارثی نے بھی یہ آرزو شعر میں ڈھالی لیکن دوسرے انداز سے:

یہ تو بجا وہ شہر گل رہک بہشت ہے مگر

مردۂ اذنِ حاضری، موجِ صبا سنا مجھے

سلیم گیلانی کا مجموعہ مدح سیدالکونین موسوم بہ ”سیدنا“ نعتیہ ادب میں ایک معتبر اضافہ تصور کیا جائے گا۔ وہ کلاسیکی شاعری کے آہنگ سے مانوس بھی ہیں اور جدید رنگِ سخن کا شعور بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شاعری میں روایت کو ساتھ لے کر جدت کی طرف قدم بڑھانے کا رتبان جھلکتا ہے:

ذره ہوں پہ خورشید سے ہے ربطِ تجلی

قطرہ ہوں پہ نسبت ہے مجھے وسعتِ یم سے

سلیم گیلانی نے استعاراتی زبان بھی شعرِ عقیدت کے لیے بڑی کامیابی سے استعمال کی ہے:

جب وہ چاند نہ ابھرا تھا کتنا گھور اندھیرا تھا
پورن ماشی کا چندا پہلی رات کا لگتا تھا
ٹٹائے خواہ کوئین کو مسلمانوں کی حیات اجتماعی سے ہم آہنگ کر کے امت مسلمہ کو آئینہ دکھانے کا کام
جس فی شعور کے ساتھ نعیم صدیقی نے کیا ہے، وہ منفرد بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔ عشق رسولؐ کو اتباع رسولؐ سے مشروط
کر کے پیش کرنے کا جذبہ، ان کا رہنما ہے۔ مدحت سرکار گوادب کے عصری تقاضوں کے لحاظ سے شعری پیکر دینے
کے سلسلے میں نعیم صدیقی کا نام ہمیشہ نمایاں رہے گا:

اے عشق محمدؐ اب اتنی سی تمنا ہے
باطل کے طلسموں سے ایماں کو بچا لے چل
ہاں اے سبق اقرأ ہاں اے سفر اسرا
جنت سے گراہوں میں پستی سے اٹھا لے چل
منیر قصوری کی شاعری میں فن کی چمکنی منعکس ہے۔ شعور مقام محمدیؐ کی تابناکی سے ان کے اشعار خورشید
بد اماں ہیں اور پیام رسالت کی روشنی سے حرف حرف منور ہے:-

ماہ جمیل نیم شب، مہر جلیل نیم روز
چاندنی ہو کہ روشنی، آپؐ کے دم قدم سے ہے
اختر لکھنوی مدح نبویؐ کو غزل کے عصری تقاضوں سے ہم کنار کرنے میں کامیاب بھی رہے اور ان کی
شاعری میں احترام نعت بھی قائم رہا۔ انہوں نے مدحت سرکار دو عالم بڑی جگر کاوی سے کی۔ ان کے دو نعتیہ مجموعے
شائع ہوئے، ”حضورؐ“ اور ”سرکارؐ“۔

انؐ کے در پر گئے گرد راہ سفر جسم پر رکھ کے ہم
اور پھر یہ ہوا، پہروں روتے رہے در پہ سر رکھ کے ہم
پاکستان میں نعتیہ ادب کے فروغ اور نعت خوانی کے احیا کے لیے ریاض سہروردیؒ کی خدمات ہمیشہ یاد کی
جائیں گی۔ ریاض سہروردیؒ نے محافل نعت کے لیے کثیر تعداد میں کلام لکھا اور ان کا کلام محافل میں پڑھا گیا۔ ان کے
حیاتیات متعدد مجموعہ ہائے نعت شائع ہوئے اور اب ڈاکٹر شہزاد احمد نے ان کی کلیات بھی شائع کر دی ہے۔ یہ
کلیات ان کے بسیرا نویس ہونے کی دلیل ہے۔ صوفی، صافی دل ہونے کے باعث ان کی نعت میں والہانہ پن جھلکتا
ہے۔ چند ابیات ملاحظہ ہوں:

مجھے نہ دیکھو شبہ بحر و بر کی بات کرو
گناہگار پہ ان کی نظر کی بات کرو
کسی بھی شے کے اثر کا کرو نہ ذکر ریاض
کرو تو اسمِ نبیؐ کے اثر کی بات کرو
علامہ ریاض سہروردیؒ، سلسلہ طریقت کے مسند نشین بھی تھے اس لیے انہوں نے پیر و مرشد کی مطلوبہ شان،
qualification بھی بتادی ہے۔ نعت کو زندگی کے عملی معاملات سے ہم کنار کرنے کی یہ کوشش لائق تقلید ہے۔

مجموعہ نعت ”بیعت“ کے ذریعے جعفر بلوچ نے نازہ اسلوب اور فکری اجتہاد کی قابل قدر مثال پیش کی ہے:

اسے بھی ڈھانپ لے گی رحمت آقائے دو عالم
پکارا حسن نیت سے انہیں جب عصر حاضر نے

”مطلع“ کے عنوان سے جو نظم کتاب کی زینت بنی ہے وہ اپنی رمزیت اور تاریخی و عقیدتی اشاریت کی علامت ہے۔ اس نظم میں شاعر پہلے دریائے سندھ کی بات کرتا ہے جس کے کنارے اس نے پرورش پائی ہے۔ اس کے بعد وہ دریائے رحمت کی بات کرتا ہے۔

سنو اب ایسے دریا کی کہانی
بھرے ہے جس کے آگے سندھ پانی

جعفر بلوچ کی یہ نظم علامتیت اور توضیح، دونوں سطحوں پر کامیاب نظم ہے۔ اس نظم کا لہجہ نعتیہ شاعری میں خاصی حد تک منفرد اور نازہ کاری کا نمائندہ لہجہ ہے۔

سرشار صدیقی کی مدحت گزاری کی ”اساس“ نے طرز احساس اور جدید نظریہ فن پر ہے۔ ان کی لفظیات میں عظمت ہنر کا عکس اور حروف میں عقیدت کا رنگ جھلکتا ہے۔ شعریت کا ادراک سرشار صدیقی کے تخلیقی وجدان کا حصہ ہے اور ان کی مدحیہ شاعری اس شعری ادراک کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے:-

دور سے گنبد خضریٰ دیکھ کے دل اس طور سے دھڑکا تھا
روح کے گہرے سنائے میں جیسے شور نشور ہوا
نعتوں میں برتتے ہیں آداب عبادت کے
ہر چند غزل میں ہم شوریدہ بیاں ٹھہرے

”بیٹاق“ سرشار صدیقی کا دوسرا مجموعہ نعت ہے۔ اس میں حضور اکرمؐ کی مدحت کے ساتھ ساتھ ”والدین معہ“ (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے مناقب بھی ہیں۔

”جہال“ مدحت نگاری میں شعری جہالیاں کا بھرپور عکاس ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے غزل کے اسلوب میں سرکار رسالت مآبؐ کا ایسا سراپا لکھا ہے جو آپؐ کی سیرت کے نور سے مستنیر ہے۔ ”جہال“ کی شاعری میں عقیدت کا مقدس جذبہ فن میں اس طرح ڈھل گیا ہے کہ عقیدت اور شعر کی تخلیقی دانش میں ایک حسین توافق (Harmony) پیدا ہو گیا ہے:

اے مرے شاہ شرق و غرب، مان جو یں غذا تری
اے مرے بوریا نشیں! سارا جہاں، گدا ترا
یوں تو تری رسائیاں فرش سے عرش تک محیط
میں نے تو اپنے دل میں بھی پایا ہے نقش پا ترا

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

مسیحی نعت گو مذہب کی شاعری میں موضوع کے حوالے سے اپنے احساسات کو لفظوں کی گرفت میں لانے کی کوشش نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری میں علامتوں کا جابہ جا استعمال ان کی دشوار پسند طبیعت کا غماز بھی ہے اور لفظوں کو معنیاتی وسعتوں کے ساتھ استعمال کرنے کی کوشش کا آئینہ دار بھی۔ مذہب کی شاعری کا محرک آرزوئے تخلیق کا بے ساختہ پن ہے جس نے اس شاعری کو پرکشش بنا دیا ہے:

چوموں پاؤں ہجرت والے
ہجرت والے برکت والے
کوئیل کوئیل، شبنم شبنم
لمحے بھیج، بشارت والے

مذہب کی ناقابل تردید حقیقتیں جب پردہ سخن میں صورت اظہار پاتی ہیں تو لفظ لفظ میں شاعر کا باطنی جذبہ معریر ہونے لگتا ہے اور شہر نعت میں اجالا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں قاری نعت گو شاعر کی کاوش ہنر کی داد دے بغیر رہ نہیں سکتا۔ محشر بدایونی کی نعتیہ شاعری میں جمال فن بھی ہے اور جذبہ و احساس کی لطافت بھی، لہذا قاری ان کی شاعری پڑھ کر وجدانی لمحوں سے آشنا ہوتا ہے:

آ کے طیبہ سے طلب اور ہے تشنہ تشنہ
دھڑکنیں دل کی صدا دیتی ہیں طیبہ طیبہ
کسی دیوار کا سایہ بھی کوئی سایہ ہے؟
آپ کے دامن رحمت کا ہے سایہ سایہ

خاطر غزنوی کے نزدیک نعت گوئی اپنی زندگی کے لمحہ موجود کو سنوارنے اور مستقبل کو نکھارنے کا عمل ہے۔ وہ والہانہ کیفیت میں نعت کہتے ہیں اور اس کیفیت میں دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔ ”سلسلہ انوار کا“ خاطر غزنوی کی مدحت گزاری کی مخلصانہ کوشش کا آئینہ دار بھی ہے اور ان کے تخلیقی وجدان کا منہ بولتا ثبوت بھی۔

آؤ مستقبل کو نکھاریں نعت کہیں
چن لیں حال کی سب مہکاریں نعت کہیں
گنبد خضرئی کی ہریالی آنکھ میں ہے
موسم دل پر چھائیں بہاریں نعت کہیں

غزل گو شعرا جب وادی نعت میں قدم رکھتے ہیں تو اپنے محفلانہ طرز احساس کو اس طرح بروئے کار لاتے ہیں کہ نعت کی افظیات اور طرز ادا سے ایک خاص قسم کی ندرت پیدا ہو جاتی ہے۔ محسن احسان کی نعت گوئی میں بھی یہی تخلیقی رویہ کارفرما ہے۔ ان کی نعت نگاری ادبیت اور عقیدت کے حسین رنگوں سے مزین ہے۔ محسن نے خوب صورت تراکیب تراش کر زندگی کے اندھیرے کو جزوفن بنایا ہے اور تعلیمات محمدی کو موضوعات شعر کے طور پر اختیار کیا ہے:

لذت جاں اس نے دی درد آشنا اس نے کیا
بے نوا محسن کو سرمست نوا اس نے کیا

ایک سجدے میں ہے پنہاں کیف راز زندگی
 یہ سبق دے کر شناسائے خدا اس نے کیا
 ڈاکٹر ریاض مجید نے تحقیقی اور تخلیقی سطح پر ناقابل فراموش نقوش قائم کیے ہیں۔ ان کی نعتیہ تخلیقات متعدد
 کتب کی صورت میں منصفہ شہود پر آچکی ہیں مثلاً: اللھم صلی علی محمد، سیدنا محمد، اللھم بارک علی محمد اور سیدنا رحیم۔ ریاض مجید
 موضوع کی نزاکتوں سے بھی آگاہ ہیں اور ان کے شعری عمل میں اسوۂ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا
 انسانیت افروز پہلو بھی نمایاں ہے۔ ان کی شاعری میں اسلوب کی جدت اور اظہار کی صفائی نے جاذبیت پیدا کر دی
 ہے۔ زبان و بیان میں شعریت کا عنصر نمایاں ہے۔ انتخاب الفاظ میں وہ بڑے محتاط ہیں۔ ان کی نعتوں میں بندش کی
 چستی اور رسول اکرمؐ سے مخاطب کا سلیقہ بھی قابل تحسین ہے۔ مثلاً

یقین ابھارتی، تشکیک دور کرتی ہے
 محبت آپؐ کی، دل با حضور کرتی ہے
 انا و نفس کو کرتی ہے عجز آمادہ
 خوشا وہ بیروی جو بے غرور کرتی ہے

ریاض حسین چودھری کے کئی نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں مثلاً زرِ معتبر، سلام علیک، رزقِ ثنا، تمنائے
 حضوری، متاعِ قلم اور کشکولِ آرزو۔ نئی تشبیہات، نئے استعارے اور نئے علام کی تلاش میں ریاض حسین چودھری بڑی
 محنت کرتے ہیں اور انہیں جز و شعر بنانے میں بڑی جگر کاوی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان کی لفظیات ادبی حسن کاری کا مظہر
 اور تراکیب و تلازمات ان کی ذہنی آماج کے غماز ہیں:

ایک لمحہ بھی نہیں ان کے کرم سے خالی
 ہر مہینے کو محمدؐ کا مہینہ لکھوں
 شہر مڑگاں میں چمکتے ہیں جو آنسو میرے
 میں انہیں اپنی عقیدت کا پینہ لکھوں

مہیج رحمانی ادبی خلوص، شاعرانہ سچائی اور تخلیقی لطافت کے ساتھ نعت گوئی میں مصروف ہیں۔ فن میں
 جدت پسندی اور خلا قانہ قوت کے راست استعمال نے انہیں وہ مقام دلادیا ہے جس کے لیے لوگوں کی عمریں بیت جاتی
 ہیں پھر بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مہیج کی شاعری میں شاعرانہ مصوری کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ ایک خاص بات جو مہیج کی
 نعتیہ شاعری میں بڑی نمایاں ہے، یہ ہے کہ جدت طرازی اور تازہ کاری کی عمدہ مثال ہونے کے باوجود ان کی نعت
 ناثراتی سطح پر نعت ہی رہتی ہے، غزل یا عام نظم کے درجے پر نہیں آتی۔ موضوع سے اتنی گہری وابستگی اور نسبت شہ کو نہیں
 کا اس قدر شدید احساس آج کے کم شعراء کو ہے:

مہیج ان کی ثنا اور تو کہ جیسے برف کی کشتی
 کرے سورج کی جانب طے سفر آہستہ آہستہ

مہیج رحمانی نے مٹوا جہہ شریف، پرکھڑے ہوئے ہجومِ دل زدگاں کے ناثرات بڑی خوبی اور دل سوزی
 کے ساتھ رقم کیے ہیں:

کھویا کھویا ہے دل، ہونٹ چپ، آنکھ نم، ہیں مولہ پہ ہم
 روبرو ان کے لایا ہے ان کا کرم، ہیں مولہ پہ ہم
 ابوالانبیاز عس مسلم اپنی فکر راسخ کے ساتھ پیغام و مقصد نبوت پر قلم اٹھاتے ہیں اور نعت کی مختلف جہتوں
 پر بڑی قادر الکلامی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی تخلیقات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے درود اور سلام پر الگ الگ دو
 کتابیں ”زمزمہ درود“ اور ”زمزمہ سلام“ تصنیف کی ہیں۔ اسی طرح حج کے موضوع پر ان کا طویل مثنیٰ ”کاروان حرم“
 کے نام سے منظر عام پر آیا ہے جس میں مدحت رسولؐ کے اشعار بھی بڑی آب و تاب سے روشن ہیں۔ مسلم کی شاعری
 میں واقعاتی صداقتیں بڑی استنادی شان کے ساتھ جلوہ آراء ہیں۔ وہ حدود شریعت کا پاس رکھتے ہوئے مقام محمدیؐ پر
 گفتگو کرتے ہیں:-

سلام انؐ پر محبت جن کی تاب اہل دانش
 ہے جنؐ کے عشق کا سودا سر اہل جنوں میں
 علاوہ ازیں انہوں نے، حمد و نعت، اللہ و رسولؐ، زبور و نعت، جیسی کتب شائع کر کے نعتیہ ادب میں اضافہ کیا
 ہے۔ حال ہی میں ان کی تمام کتب کا خلاصہ حضور اکرمؐ کے اسما و اور آپؐ کی ذات کی طرف راجع ”ضمائر“ کی شناخت
 کے ساتھ بھی سامنے آیا ہے۔ یہ دونوں کتب ”اسماء النبیؐ پھر اس شعر میں: اور ”اسماء النبیؐ صدف ضمائر میں“ کے نام
 سے شائع ہوئی ہیں۔

یہاں ایک بات عرض کرنی ہے۔ بعض ادبی حلقوں میں یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
 والتسلیم کے لیے ”تو، تیرا، تم، تمہارا“ کے ضمائر استعمال کرنا سوء ادب ہے۔ لیکن وہ لوگ شعر کی نزاکتوں اور لفظ کی
 حرمتوں سے یا تو واقف نہیں ہیں یا شعر گوئی کے لیے بھی اپنا کوئی نصاب مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں میری
 رائے اس علمی حلقے کے ساتھ ہے جو شاعری کے تقاضوں اور لفظوں کے برتنے کے سلیقوں کا ادراک رکھتے ہوئے ان
 ضمائر کے استعمال کو معیوب نہیں جانتا۔ جس کا موقف یہ ہے کہ شعر کی مقتضیات، نثر کے تقاضوں سے مختلف ہوتی ہیں
 اس لیے شعر میں واحد حاضر کی ضمیر کا استعمال، اگر قرینے سے کیا جائے تو جائز ہی نہیں بلکہ اپنائیت کے حسن کا آئینہ دار
 ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ع۔س۔ مسلم کے ان اشعار کا حوالہ دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کی ہے جن میں ایسے
 ضمائر استعمال ہوئے ہیں۔ جرأ.....

مانتا ہوں تیرے کہنے سے، جسے دیکھا نہیں
 جو ترا معبود ہے، میرا وہی معبود ہے
 صاحبزادہ حکیم سید محمود احمد سرسہارنپوری نے نعتیہ تخلیقات کو ”زحمہء دل“ اور ”ثنائے خواجہ“ کی کتابی
 شکل دی۔ ان نعتوں میں خیال کی پاکیزگی اور اظہار کی نفاست نمایاں ہے۔ نعتیہ غزلوں سے شاعر کے وجدان
 پر غالب، موضوع کی عظمت کا خیال اور غزل کی مقتضیات کا فنی ادراک مترشح ہے۔ قلب مجبور کی تڑپ کی شدت
 احساس ملاحظہ ہو:

ہر ایک دھڑکن پہ اب تو دل کی گماں یہ ہوتا ہے سروچھے
 مجھے وہ آواز دے رہے ہیں غلام آئے غلام آئے!

غزل کی چھوٹی بحر میں معنوی بے کرائی کا احساس ہوتا ہے۔ چھوٹی بحر میں شاعری کرنا اور خیال کی بلندی کو چھو لینا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن سر وسہار پوری نے بحر ہزج مسدس اربع مقبوض محذوف الآخر یعنی مفعول۔ مفاعیل۔ فعلن، میں کمال کی نعت کہی ہے۔

۱۹۹۸ء تک ایسے بہت سے شعری مرقعے نعت کے منظر نامے پر طلوع ہوئے جن کی آب و تاب نے وادی مدحت گزاری میں چکا چوند کر دی ہے۔ عزیز مصباح رحمانی نے اس مرحلے پر میری توجہ ان مجموعوں کی طرف مبذول کروائی بلکہ بیشتر مجموعے خود ہی مہیا بھی کر دیے۔ اللہ اس نوجوان کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور نعت پڑھنے، نعت لکھنے اور نعت پر تحقیقی اور تنقیدی کام کرنے اور اس جذبہ راخ کو تحریک کے طور پر آگے بڑھانے کی توفیق ارزانی فرمائے (آمین)۔ تو اس عرصے میں جو نعتیہ مجموعے آئے ان کی ایک نامکمل فہرست کچھ یوں ہے (تکمیل کا دعویٰ کرنے کی جسارت میں نہیں کر سکتا) صفوی مسعود احمد رہبر چشتی کا مجموعہ نعت ”نبی الحرمین“، رحمن خاوری کی کتاب ”سحر اب حرم“، عزیز الدین خاکی کا نذرانہ عقیدت ”نعمات طیبات“، لالہ صحرائی کی کاوش ”غزوات رحمۃ اللعالمین“ اور ”قصیدہ نعتیہ“ آفتاب کریمی کا مرقعہ جذبات ”آنکھ بنی کشکول“، سید نبی رضا عظیم آبادی کی تخلیق ”حرانا عرش“، حیرت اللہ آبادی کا مجموعہ نعت ”نور بے مثال“، انوار عزیزی کی کتاب ”آدم تا رحمت عالم“، الحاج وقار احمد وقار صدیقی کا نذرانہ شائستہ نقش کف پا“، طاہر سلطانی کا شعری عمل ”نعت میری زندگی“، مصباح رحمانی کا تخلیقی شاہکار ”خوابوں میں سنہری جالی ہے“، حفیظ نائب کا عکس اظہار عقیدت ”وہی یلین وہی طہ“، بشیر حسین ناظم کا ہدیہ عقیدت ”جمال جہاں فروز“، مسعود چشتی کی تصنیف ”تسکین قلب“، اسرار احمد سہاروی کا نعتیہ دیوان ”ذوق عرفان“، کوثر بریلوی کی کتاب عقیدت ”یہ تو کرم ہے ان کا وزنہ“، یوسف طاہر چشتی کا نقش ہنر ”روح عالم“، ہلال جعفری کا کلام ”کاسہ ہلال“، عطا الرحمن شیخ کا مرقعہ عقیدت ”عطائے حریمین“، حکیم محمد رمضان اطہر کی مدح گزاری کا نقش ”حرف طیب“، ریاض احمد پرویز کی نعتیہ مثنوی ”ادائے رحمت“، عنبر شاہ وارثی کا مرقعہ عشق ”العشق هو اللہ“، اقبال عظیم کی کتاب ”پیکر نور“، امتیاز راہی کا حرف عقیدت ”مدحت کے چراغ“، صدیق فتح پوری کی کاوش ہنر ”سجدہ گاہ دل“، سید وحید الحسن ہاشمی کا ہدیہ جذب و عقیدت ”یاسین“، وقار اجیری کا شعری شہر مودت ”حرف حرف خوشبو“، محمد حنیف نازش قادری کا نقش شعر ”خن خن خوشبو“، سید انوار ظہوری کی نعتیہ تصنیف ”حرف منزہ“، ڈاکٹر خالد عباس الاسدی کا نقش ولائے رسول ”بارگاہ ادب میں“، شفیق الدین شارق کی مدحت کی پونجی ”نزول“، شمیم مہر اوای کا اظہار عقیدت ”نعت کا دریا“، تمثیل جاوید کی نعتیہ کتاب ”رنگ بشر“، گہرا عظمیٰ کا مجموعہ حمد و نعت ”رب العالمین و رحمۃ اللعالمین“، تنویر پھول کا مرقعہ عقیدت ”انوار حرا“، علیم النساء شاکا کا نقش عقیدت ”نور حق“، احسان دانش کا سلسلہ مدح گزاری ”ابر نیساں“، غالب عرفان کا شعور مدحت گزاری ”م“، ایم سلیم چشتی کی کتاب نعت ”بساط عجز“، عزیز جبران انصاری کا ”جہان عقیدت“، اختر ہوشیار پوری کی تصنیف ”مجتبیٰ“، مسرور کیفی کا مجموعہ ”عکس تمنا“، علیم ناصری کا ہدیہ شائستہ رسول ”طلع البدر علینا“، خالد محمود کا نقش نعت ”حسن ازل“، محمد مشرف انجم کی نعتیہ کاوش ”سبز گند کے خیالوں میں“، حسین سحر کا مجموعہ ”سعادت“، ریاض حسین چودھری کا نقش ہنر ”رزق ثناء“، جمیل ملک کا ہدیہ عقیدت ”اوصاف“، سجاد مرزا کا نقش مدحت ”شوق نیاز“، راہہ عبداللہ نیاز کا نعتیہ شعری کارنامہ ”یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے“، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشتی کی لطافت ہنر کا عکاس مجموعہ ”نسبت“، خالد شفیق کا کلام حمد و نعت ”عالم افروز“، انعام گوالیاری کی کتاب ”سب اچھا کہیں جسے“، شیدا جبل پوری کا

نقش عقیدت ”زادراہ“، مولانا حامد حسن قادری کی مدحیہ کتاب ”بیاض نعتیہ“، گوہر ملیانی کی کتاب عقیدت ”متاع شوق“، یوسف مرزا کے گل ہائے عقیدت کا مرقع ”عقیدت“، حکیم شریف احسن کا نقش عقیدت و ہنر ”عبدہ و رسولہ“، اقبال عظیم کی کلیات نعت ”زبور حرم“، ریاض احمد قادری کا نعتیہ مجموعہ ”نکبت نعت“، ریاض حسین چودھری کی طویل نعتیہ نظم ”تمنائے حضوری“، منیر قصوری کا عقیدت نامہ ”سوئے مصطفیٰ“ وغیرہ۔ ان شعرا میں سے بیش تر کا تذکرہ تو پہلے ہو چکا ہے، کیونکہ ان کی ایک سے زیادہ کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔ کچھ شعرا ایسے ہیں جن کی شاعری محض عقیدت کا اظہار ہے لیکن بعض شعرا کا کلام ادبی حسن اور سلیقہ، ہنر کے باعث لائق توجہ ہے۔

وقار صدیقی اجیری کے ”حرف حرف خوشبو“ سے فن کی پروقا خوشبو مہک رہی ہے۔ ان کی شاعری میں نفاست ہنر بھی ہے اور قادر الکلامی بھی۔ شعری متن (Poetic text) میں استنادی شان بھی ہے اور زبان کے استعمال میں لسانیاتی حسن کی آگاہی بھی جھلک رہی ہے، مثلاً:

دیکھو تو ذرا نقش کف پائے محمدؐ
یہ بات غلط ہے کہ قدم کچھ نہیں لکھتے
یہ راز اہل یقیں پر کھلا شب معراج
جو روشنی ہے وہی روشنی سے ملتا ہے

اس کے علاوہ ”حرف حرف خوشبو“ میں قصیدہ اور نظمیں، وقار صدیقی اجیری کی فن پر گرفت اور زبان و بیان پر پروقا دسترس کی آئینہ دار ہیں۔

”نسبت“ وہ نعتیہ مجموعہ ہے جس میں شعر یا قی لطافت، احساساتی صباحت، زبان و بیان کی نفاست اور موضوع سے گہری اور بصیرت آمیز آگاہی چھلکی پڑتی ہے۔ میرے خیال میں پروفیسر ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کی شاعری میں نعتیہ شاعری کے منظر نامے میں پہلی بار شعوری طور پر تخلیق شعر کا تاثراتی میلان جزو ہنر بنا ہے۔ تاثراتی نقوش قائم کرنے میں جس شدت احساس اور فنی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے وہ کشفی کی تخلیقی دانش کا حصہ ہے۔ Impressionistic Style یا تاثراتی اسلوب میں کسی منظر کا فوری تاثر بھرپور جذبے اور احساس کی لطافت کے ساتھ مَصَوِّر یا paint کر دینے کا ہنر کا فرما ہوتا ہے۔ ”نسبت“ کی شاعری میں ایسے بہت سے مناظر جنت نگاہ بنتے ہیں:-

افلاک کو جھکتے ہوئے دیکھا ہے نظر نے
ہے خواب گہرہ شاہِ مدینہ مرے آگے

شعور نعت نگاری اور احساس کی لطافتوں کو لفظوں میں زنجیر کرنے کا ہنر، نسبت کے شاعر کا طرہ امتیاز ہے۔ ان تاثراتی نقوش یا Impressionistic paintings کے علاوہ کشفی کی نعتیہ شاعری میں اسلوب کی کشش نے شاعری کو قابل توجہ بنا دیا ہے۔ ان کی شاعری میں تلمیحات بھی علمی بوجھل پن پیدا نہیں کرتیں کیوں کہ وہ تلمیحات کو بھی اس طرح جزو شعر بناتے ہیں کہ شعر لطافتوں کے دائرے سے باہر نہیں جاتا، احساس کا ایک لطیف ہالا ان کے شعری مرقع کے گرد قائم رہتا ہے:

چوڑی بھتی ہے تو برکت کی صدا آتی ہے
 مرضیء شاہ ہڈی رنگ حنا میں شامل
 علیم ہا صری کی کتاب ”طلع البدیعینا“ ان کی قادر الکلامی پردال ہے۔ علیم ہا صری قصیدہ نگاری کی طرف
 زیادہ مائل ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیہ غزلوں پر بھی نظموں کا گمان ہوتا ہے۔ ان کی بعض نظموں پر اقبال کا پرتو بھی
 صاف دیکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً:

ساحل راوی پہ ہے شام ابد کا سکون
 آب سبک رو میں ہے صبح ازل کا جنوں
 فیض خلاق بنے دانش و علم و کتاب
 مکتب عرفاں بنا عالم کون و مکان

علیم ہا صری کا لہجہ شہتہ ہے ان کی شاعری کا مافیہ (Content) حب رسولؐ جذبہ اتباع رسولؐ اور پیام
 رسولؐ ہے۔ ان کی نظمیں وسیع منظر نامہ پیش کرتی ہیں اور ایک خاص حد تک فکری گہرائی کی حامل ہیں اور ان کی نعتیہ
 غزلیں لطافت بیان سے مملو ہیں۔ ایجاز و اختصار ان کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے جو ان کی قادر الکلامی پردال
 ہے۔

رسالت ابدی پر ہے جس کی مہر دوام
 وہ جس کے بعد نبیؐ و رسولؐ کوئی نہیں

گوہر ملیانی علم و ادب سے بالعموم اور نعتیہ شاعری سے بالخصوص شغف رکھتے ہیں۔ ان کی مطبوعہ کتب
 میں ”مظہر نور“ اور ”متاع شوق“ مجموعہ ہائے نعت ہیں اور ”عصر حاضر کے نعت گو“ اسی شعری جہت سے منسلک شعرا کا
 تذکرہ ہے۔ گوہر ملیانی سادگی سے نعتیہ غزلیں لکھتے ہیں جو سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ غزل کی مخصوص زبان اور حسن
 بیان کے باعث پرکشش ہیں:

امت کا غم کھاتے کھاتے رو پڑنا
 کتنا درد بسا تھا ان کی آنکھوں میں

خالد شفیق کی نعت سے وابستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے نعتیہ شاعری اور اس کے
 متعلقات پر تخلیقی لوازمہ (Matter) ”شام و بحر“ کے چھ نعت نمبروں میں بڑی محنت، علمی لگن اور رسول اکرمؐ کی محبت
 سے سرشار ہو کر پیش کیا۔ ”عالم افروز“ خالد شفیق کا نعتیہ مجموعہ کلام ہے۔ عالم افروز کی نعتیہ شاعری میں عشق نبویؐ کی
 دھیمی دھیمی آہنج، بات کرنے کا دھیمہ لہجہ، ادبی شعور اور نعتیہ شاعری کو ادب کے اجتماعی دھارے (Main Stream)
 سے منسلک کر کے ایک ادبی صنف کے طور پر پیش کرنے اور منوانے کا جذبہ کارفرما ہے۔ خالد شفیق کی شاعری میں
 روایت اور عصری حسیت ساتھ ساتھ چلتی ہیں:

پھر ارض مقدس سے سندیس ہمیں آئے
 پھر ہم کو بلائیں وہ ہم بار دگر جائیں

حکیم شریف احسن نے اپنا مذاکرانہ عقیدت ”عبدہ و رسولہ“ کے عنوان سے پیش کیا۔ احسن کی شاعری میں

قادر الکلامی کا عنصر غالب ہے اور زبان و بیان سے نفاست جھلکتی ہے۔ حکیم صاحب اپنے خیال کو استنادی شان کے ساتھ شعری پیکر عطا فرماتے ہیں۔ قصیدہ گوئی کے لیے جس علمی مزاج کی ضرورت ہے اور زبان پر جو قدرت درکار ہے وہ احسن کی شاعری سے مترشح ہے:

اے روشنی چشمِ مہ و مہرِ محبت
محتاج ترے نور کی ہر صبح و مساء ہے
فردوس تری نکہت جاں بخش سے فردوس
جنت میں ترے نور سے جنت کی فضا ہے

حکیم شریف احسن کی شاعری پر لہجے کی متانت اور رفعت فکر کے حوالے سے اقبال کا پرتو محسوس ہوتا ہے۔ گدا ز قلب اور ملی درد کے اظہار میں حافی کا خلوص جھلکتا ہے۔ اسی طرح ان کی قصیدہ گوئی، عبدالعزیز خالد کے ہنر کی ہم پایا لگتی ہے۔ ان کی شاعری دل و دماغ دونوں کو بہ یک وقت متاثر کرتی ہے۔

دھلتی ہے مہ و مہر سے کب دل کی سیاہی
درکار اسے شمع رسالت کی ضیا ہے

آصف بشیر چشتی کی کتاب ”خلدِ نعت“ میں متنوع موضوعات نے شعری لباس میں اظہار پایا ہے لیکن ان کی دلی تمنا نعت کہنے اور کہتے رہنے کی ہے۔ یہی تمنا ان کی روح کا نغمہ بن کر شعروں میں ڈھل گئی ہے۔ اس تمنا کے مختلف روپ عقیدت کے پھول بن کر گلستانِ نعت میں مہک رہے ہیں۔

شائیں آپ کی نوکِ زباں پر آ کے ٹھہری ہیں
نوائے شوق کو باگِ دہا ہونے کی خواہش ہے

آصف بشیر چشتی کے تخلیقی مزاج کا بنیادی وصف ”نعت کہتے رہنے کی تمنا“ ہے۔ ظاہر ہے اس تمنا کی اصل ”عشقِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام“ ہے جس کے اظہار کے لیے نمونے کے طور پر صرف ایک شعر ہی درج کر دینا کافی ہے۔

مے ولائے رسالت مآب کا نشہ
سرور و لطف و مے و انگلیں سے آگے ہے

تمنا کرنا تو ہر نعت گو کا حق ہے لیکن آصف بشیر چشتی وہ خوش نصیب ہیں جنہیں ان کی تمنا کے ثمر کے طور پر نعت کہنے کا سلیقہ، شعرِ عقیدت کو سنوارنے کا ہنر اور زبان و بیان کی نفاست کا خاصی حد تک شعور حاصل ہو گیا ہے۔ یہ اوصاف کسی شاعر کو میسر ہوتے ہیں۔

مسرور جالندھری ایک کہنہ مشق شاعر تھے۔ ان کی نعتیہ شاعری کی کتاب ”مدینے کے قریں“ کی بدولت نعتیہ ادب میں ان کی شناخت قائم رہے گی۔ ان کی شاعری میں جدید و قدیم روایت کا امتزاج ہے۔ کتاب میں تمام نعتیں غزلیہ طرز سے لکھی گئی ہیں۔ ”مدینے میں“ کی ردیف میں انہوں نے نعتیہ طرز احساس کا بھرپور عکس پیش کیا ہے:

جس کی تشریح ہو نہیں سکتی
حالِ دل ہے عجب مدینے میں

مجموعہ نعت ”تحیت“ شہزاد مجددی کے شعر عقیدت کا حوالہ ہے۔ ان کے کلام میں شاعرانہ اسلوب، زبان کی پاکیزگی و شگفتگی، متن کی راست سستی اور بیان کی سادگی نے شعر عقیدت کو ایک خاص لطافت سے ہمکنار کر دیا ہے۔ وہ محبت کے تقاضوں اور اس کے مدارج طے کرنے کے قرینے سے آگاہ ہیں اس لیے بڑی سادگی سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں:

طے کیے ایسے محبت کے مدارج ہم نے
رب کے محبوبؐ سے محکم ہے عقیدت اپنی
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور پر نور سید کو نبین پر صلوٰۃ بھیجے کا ذکر کیا ہے اور فرشتوں کو بھی اسی وظیفے میں مشغول بنا کر ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی یہ عمل کرو۔ آیت صلوٰۃ کے اس حوالے کو بعض غیر محتاط شعراء اس طرح شعر کا متن بناتے ہیں جیسے وہ اس مقدس کام میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہو گئے ہیں۔ شہزاد مجددی چونکہ ایک عالم دین ہیں اس لیے انہوں نے مناسب سمجھا کہ اس مضمون کو شعری جامہ پہناتے ہوئے اپنی محدودات کا بھی ذکر کر دیں۔

میرا درود اور ہے، اس کا درود اور
کیسے بھلا میں خود کو شریک خدا کہوں
مدینے کی حاضری تو اکثر خوش بختوں کو نصیب ہو جاتی ہے لیکن وہاں سے واپس آ کر کچھ دن بعد وہ کیف قائم نہیں رہتا۔ خوش قسمت ہیں شہزاد مجددی کہ یہ کہہ سکتے ہیں:
بفیض کیف مسلسل کبھی یہ لگتا ہے
تمام عمر ہوئی ہے بسر مدینے میں
عقیدہ ختم نبوت کو چونکہ شیاطین کے گروہ کی طرف سے اکثر نئی نبوت کے اجراء کی بھونڈی کوششوں سے کمزور کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں اس لیے نعت گو شعراء پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنی نعتوں میں اس عقیدے سے مملو اشعار شامل کریں اور اپنے دعوؤں کے ساتھ دلیل بھی سپرد قسطاں کرتے رہیں۔ شہزاد مجددی نے یہ کام بڑی خوبی سے کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

کہا اللہ نے قرآن میں ختم المرسلین ان کو
”عقیدہ اس لیے رکھتے ہیں ہم ختم نبوت کا“
شہزاد مجددی نے اپنے عالم ہونے کا احساس کرتے ہوئے اپنا عقیدہ بھی بیان کیا اور قوم کو پیغام بھی دیا ہے۔
جس ذات نے بخشی ہیں شہزاد ہمیں سانسیں
اس ذات کا دم بھرنا، سرکار کی سنت ہے
مضامین کا تنوع اور فکری گہرائی سے مملو شاعری شہزاد مجددی کا طرہ امتیاز ہے۔

ایک بہت ہی مشاق کلاسیکل شعری روایت کے نمائندہ بزرگ شاعر کا پہلا نعتیہ مجموعہ ”تقدیس قلم“ تھا اور دوسرا نعتیہ مجموعہ ”حدیث شوق“ ہے۔ رشید ساقی زبان و بیان کے ضمن میں روایت کے قائل اور تابع ہیں۔ لیکن ان کے اسلوب میں عصری شعری تقاضوں کے رنگ بھی نمایاں ہیں۔ ان کا کل کلام غزل کی ہیئت میں ہے اور بیشتر غزلیں،

مضامین کے ربط اور بیان کے بے جھول انداز کے باعث غزل مسلسل کا روپ لیے ہوئے نظر آتی ہیں۔ چونکہ غزل کے مزاج شناس ہیں اس لیے ان کے کلام میں مصرعوں کی چستی اور اظہار کی برجستگی دیدنی ہے۔

آپؐ کی خاطر جی ہے محفل کون و مکان
لفظ کن کے آئینے کا اصل جوہر آپؐ ہیں

پیر سید نصیر الدین نصیر (گولڑہ شریف) نے نعتیہ ادب میں مبین لہجے اور ثقہ متن (Text) کا ہتمام کے ساتھ نعتیں کہیں۔ غزل کا کلاسیکی مزاج ان کے شعری مذاق سے ہم آہنگ ہے اس لیے انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں وہی مذاق سخن اجاگر کیا۔ زبان و بیان کے اعتبار سے ان کی نعتیں سادہ بھی ہوتی ہیں اور ان میں تلمیحاتی التزام بھی ہوتا ہے۔ قرآن و احادیث کے مضامین ان کی بوطیقا (poetics) کا جز و لا ینفک بن کرا بھرتے ہیں۔ عقائد اہل سنت کے برملا اظہار اور ان کے درست ہونے پر اصرار بھی ان کی شاعری سے مترشح ہے۔ مثلاً

ہے منعنع نظیر، تری ذات خلق میں
پھر کیا کہوں تجھے جو نہ تجھ سا کہوں تجھے
بے مثل ہے تری بشریت بھی نور بھی
لکھوں بشر کہ نور سراپا کہوں تجھے

”دیں ہمہ اوست“ پیر سید نصیر الدین نصیر کا مجموعہ نعت ہے جس میں قصائد دیکھ کر شاعر کی قدرت کلام اور ندرت اظہار پر خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ ”مصحف اسرار الہ“ کے عنوان سے جو قصیدہ لکھا ہے اس کی تشبیہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے خطاب ہے اور ان سے حضور اکرمؐ کا جمال صوری و معنوی جاننے کی کوشش کی ہے۔ پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ہے:

روح حسانؓ کی جانب سے ملا مجھ کو جواب
ہو نہ آزار تردد میں طبیعت مشغول

ان اشعار کے بعد نعت کے جو اشعار ہیں ان میں والہانہ پن کے ساتھ ساتھ علمی ترفع بھی ہے اور لہجے کی ممکنیت بھی۔ کچھ شاعر عربی کے ہیں جن کو پڑھ کر عبدالعزیز خالد کی شعری نعت کی طرف دھیان جاتا ہے۔ نصیر الدین نصیر نے کئی زبانوں میں شاعری کی۔ ان کا نعتیہ کلام ان کے دینی فہم، حب رسولؐ، تاریخی شعور، ادبی سلیقے اور فی مشق و ریاضت کا آئینہ دار ہے۔

آفتاب کریمی کی کتاب ”آنکھ بنی کسکول“ ایک ہدیہ عقیدت، مرقعہ عشق رسولؐ اور سادہ شاعری میں تغزل کی آنچ لیے ہوئے شعری نگار خانہ ہے۔ ان کی شاعری، والہانہ پن، بارگاہ نبویؐ میں جاں سے گزر جانے کے جذبے اور مدینے کی فضاؤں میں تحلیل ہو جانے کی آرزو سے عبارت ہے۔ یہ شاعری جذبے کی شاعری ہے جس کی سادگی اور پرکاری سے ترتیل جذبہ باور ابلاغ خیال بہل ہو گیا ہے:

خدا کرے کہ وہ سجدہ ہو آخری سجدہ
بچکے تو پھر نہ اٹھے سر نبیؐ کی مسجد میں

”صلو علی الحبیبؐ“ کے نام سے محمد مسعود اختر کا نعتیہ مجموعہ شائع ہوا ہے۔ ان کی شاعری میں انتہائی درجے

کی پختگی، سنجیدگی اور شعری اقتدار کی پاسداری جھلکتی ہے۔ انہوں نے غزل کے مزاج سے ہم آہنگ شعر عقیدت میں اپنے جذبات، احساسات اور فکری رجحانات کو اس طور سمویا ہے کہ دل سے بے ساختہ داد نکلتی ہے اور ان کی اس بات پر یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ

توفیقِ ثنا ان کا کرم ان کی عطا ہے

ہر اہلِ سخنِ نعت کے قابل نہیں ہوتا

ڈاکٹر ثار احمد ثار کو اپنا شعر عقیدت ”نور الہدیٰ محمدؐ“ کے عنوان سے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس نعتیہ مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شاعر نے اپنی فکر کا جو ہر بڑی سادگی اور سلاست کے ساتھ قرطاس پر منعکس کر دیا ہے۔ موضوعاتِ نعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتِ شان کے حوالے سے بھی اشعار ہیں اور عصری حیات کے ملفوظی عکس بھی نظر آتے ہیں۔ دین سے جچی لگن اور دین پر چلنے کی پر خلوص آرزو بھی ڈاکٹر ثار کے شعری منظر نامے کا حصہ ہیں۔ ان کے اشعار میں قرآن و احادیث کے مضامین بھی شعری نعت میں آگئے ہیں، جن کے باعث شعری متون میں استنادی شان پیدا ہو گئی ہے۔ شاعر کی راست فکری اور سوز دروں نے خلطِ طیبہ میں قدم رکھنے کی آرزو کو سورج کی چمک اور لفظوں کو عشقِ نبوی کی مہک عطا کر دی ہے۔

روشنی کیسے نہ ہوتی ان کے آنے سے ثار

ظلمتِ شب رک نہیں سکتی سحر کے سامنے

لالہ سحرانی کے متعدد نعتیہ مجموعے منظرِ عام پر آئے مثلاً بارانِ نعت (1992ء)، قلمِ سجدے (1993ء)، غزواتِ رحمتہ للعالمین (1997ء)، قصیدہ نعتیہ (1998ء)، گہائے حدیث (1998ء)، نعت ستارے (1999ء)، پھولوں کے لیے پھول (2000ء)، نعت دھنک (2000ء)، نعت سویرا (2000ء)، نعت حرف (2000ء)، نعت چراغاں (2000ء)، نورِ پارے (س.ن) موضوعاتی تنوع کے باعث لالہ سحرانی کی نعتیہ شاعری کو ایک منفرد مقام حاصل ہو گیا ہے۔ حضور اکرمؐ کے اوصافِ حمیدہ اسوۂ حسنہ اور غزوات کے حوالے سے ان کی شاعری اپنی علاحدہ شناخت رکھتی ہے۔ ایک طویل عرصہ ادبی خدمات انجام دینے کے بعد وہ اچانک بڑی عمر میں نعت کی طرف مائل ہوئے۔ وہ کہتے ہیں:

عشق میرا بے زباں تھا، گنگ تھا، لب بستہ تھا

معجزاتِ نعت سے نطق و بیاں تک آ گیا

نعتیہ شاعری میں حضور اکرمؐ کی جنگ سے متعلق تعلیمات کا بیان بھی لالہ سحرانی نے بڑے سادہ اور دل نشین انداز میں کیا ہے:

عدو کی کرنا نہ املاکِ نذرِ آتش تم

نہ پھینکنا کسی دشمن کو آگ میں اصلاً

لالہ سحرانی نے اساتذہ کی زمینوں میں بھی نعتیں کہی ہیں اور اچھے اشعار نکالے ہیں:

دل میرا سینے سے باہر اب جو اچھلا جائے ہے

کیا کوئی قاصد مدینے سے مرے گھر آئے ہے؟

جو ہم مدینے کی ہیں دل میں گفتگو کرتے
تو اس میں دوڑتے خوں کو ہیں مٹکیو کرتے
حزیر صدیقی کی نعتیہ شاعری ”حرفِ ابد“، کما م سے ایاز صدیقی نے ۱۹۹۶ء میں مرتب کی جس میں
عام شاعری کے علاوہ ایک حمد، ۲ نعتیں، ۳ مناقب، ۳ سلام، ہیں۔ حزیں صدیقی کی شاعری میں کلاسیکی رچاؤ اور فنی رکھ
رکھا وجود ہے۔

نہ کیوں شائے محمدؐ کروں کہ قرآن میں
خدا نے آپؐ یہ باب جمیل کھولا ہے
حزیر صدیقی کی شعری فضا پر عجز ہنر کا احساس بھی چھلایا ہوا ہے اور سرکار کے دربار سے عطا کیے جانے والی
قوتِ اظہار کا تشکر آمیز بیان بھی! حضور اکرمؐ کے دربار میں ذاتی طور پر حاضر ہونا اور بذریعہ شعر اس دربار تک رسائی
کی کوشش کرنا ایک خاص قسم کا ادب کا مقتضی ہے۔ ملاحظہ ہو:

خودی بھی حرم وہاں بے خودی بھی گستاخی
ادب کا ہوش حضوری میں کام آتا ہے
روایتی شاعری میں یہ خیال بار بار اظہار میں آتا رہا ہے کہ کوئی شخص محبوب کی توجہ سے خود لائق توجہ بن
گیا۔ حزیں نے نعتیہ شاعری میں اس روایتی خیال کو قادیان کلامی کے ساتھ رقم کیا ہے:
زمانہ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا مجھ کو
ترے خیال نے آئینہ کر دیا مجھ کو
قمریہ دانی کی نعتیہ کتب: ۱۔ بادۂ عرفاں، ۲۔ فحجانہ محمدؐ، ۳۔ مہر درخشاں، ۴۔ ساغر موثر وغیرہ منصہء شہود پر
آچکی ہیں۔ ان کا شاعرانہ لہجہ بھی روایت سے ہم آہنگ ہے اور ان کی شعری کائنات میں مضامین کے ستارے بھی
روایتی انداز سے چمک رہے ہیں۔
حضور اکرمؐ کی یکتائی ظاہر کرنے کے لیے شاعر نے سوال جواب کے انداز میں کچھ حقائق پردہ شعر پر
ابھارے ہیں:

مازش کل، فخر آدم کون؟ احمد مجتبیٰ
باعث تخلیق عالم کون؟ احمد مجتبیٰ
حضرت عیسیٰؑ نے جس کے حق میں معن م بعدی کہا
وہ نوید ابن مریم کون؟ احمد مجتبیٰ

نعت نگاری میں عقیدت کے اظہار کا رچاؤ اور جذبے کی کہکشاں کا سہاؤ اپنی جگہ، لیکن شاعرانہ بصیرت اور
ادبی شعور کی شمولیت سے شعر میں جو جوہر نظر آتا ہے اسے صاحبانِ ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ”ضیائے ہفت درخشاں“ میں
سلیم اختر فارانی کی نعتیں پڑھ کر پہلا تاثر یہی قائم ہوا کہ ان کی نعت محض جذبہ عقیدت کا اظہار نہیں ہے بلکہ وہ شاعری
کے عصری رجحانات اور لہجوں کی تازگی سے بھی آگاہ ہیں۔ ساتھ ہی وہ نعت کے مافیہ یا Content کے معاملے میں بھی
بڑے ادب آگاہ اور متن کی استنادی شان برقرار رکھنے کے خواہش مند بھی نظر آتے ہیں:

اللہ کے رسولؐ نے عین الیقین دیا
 جاگا شعور و ہم و گماں دور ہو گیا
 پروفیسر عظمت اللہ خان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ”گلشنِ صل علی“ پیش نظر ہے۔ اس مجموعے کی شاعری میں لہجے اور لفظیاتی ہمت سے کچھتا زہ کاری کا شعوری عمل ظاہر ہوتا ہے۔ شکر کتا زہ کاری کا یہ عمل روایت آگاہی کی اساس پر قائم ہے۔ تازہ کاری اور جدت پسندی، نعتیہ شاعری کے لیے فال نیک ہے۔ اسی لیے میں اس مجموعے میں ہونے والے اجتہاد کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے درج ذیل اشعار پسند آئے:

پھول، باد صبا آپؐ کا تذکرہ
 خوشنما باغ سا آپؐ کا تذکرہ
 چین آجائے گا، راحیں پاؤ گے
 کر کے دیکھو ذرا آپؐ کا تذکرہ

عظمت اللہ خان کی بیش تر شاعری میں یہی تازگی فن جھلکتی ہے، اگر وہ اس صنف شریف سے منسلک رہے اور شعری محاسن اور لہجے کی ملاحت کا خیال رکھا تو ان کا نام اس صنف کے حوالے سے ان شاء اللہ ضرور معتبر ٹھہرے گا! شرف الدین شامی کی ”مقامات شامی“..... ماورائی دنیا کے سفر کا ماورائی اور جزالیاتی بیان ہے..... حرمین الشریفین کی زیارت کے ہنگام جو تاثرات شرف الدین شامی کے دل نے قبول کیے ان کا شعری عکس ہی مقامات شامی میں محفوظ ہے۔ اس شعری نگار خانے میں داخل ہو کر قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ جن مقامات سے وہ حج یا عمرے کے دوران میں گزرا تھا، ان مقامات پر احساسات و واردات کی جواہریں اس کے دل میں موجزن ہو سکتی تھیں یا ہوئی تھیں..... ان کا اظہار اس کے لیے ممکن نہ تھا لیکن اب وہ اس کتاب کے مندرجات کے ذریعے اپنی قلبی روداد بیان کر سکتا ہے۔ مدینہ منورہ میں حاضری اور حضوری کی کیفیات سے لبریز دو اشعار ملاحظہ ہوں:

عبودیت نشانِ سجدہ گہیہ ختمِ الرسلؐ ہے
 دوسرے کلمے کی نصف آخر
 شہادت کی امیں محرابِ نوریں
 زبانِ حال سے یہ کہہ رہی ہے

یہ وہ شاعری ہے جس کے لیے خالق کائنات نے اجازت مرحمت فرمائی اور خود رسول اللہؐ نے شعراء کو ترغیب دی ہے۔ ایسی شاعری جو انسان کی روحانی بالیدگی کا سبب بھی بنے اور ذوقی لطافت کی بھی آبیاری کر سکے! نعتیہ شاعری کی عظمت کا خیال ایک عرصے تک انور مسعود جیسے قادر الکلام شاعر کو نعت کہنے سے روکتا رہا۔ سچ ہے جو شعراء نعتیہ مضامین کی اہمیت جانتے ہیں وہ بس ایک آدھ شعر کہہ کر داخل حسنا ہونے کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ جو شعراء کو چہ مدت میں داخل ہو کر پھر کسی اور طرف نہیں دیکھتے وہ ہمہ عمر نعت ہی کہتے رہتے ہیں۔ باشعور شعراء کی شاعری میں نعت گوئی کے حوالے سے احساس بے بضاعتی کا اکثر اظہار ہوتا ہے۔ اسی احساس بے بضاعتی نے انور مسعود سے یہ چھ مصرعے کہلوائے:

فقط حصولِ سعادت کا اک بہانہ ہوا
کسی سے نعتِ پیمبر کا حق ادا نہ ہوا
کوئی بھی اس کی تجلی سے آشنا نہ ہوا
نظر کو تنگیِ داماں سے کب جگمگ نہ ہوا
وہ ظلمتوں کے سمندر کو پھرتا ہی گیا
وہ روشنی کا کنول تھا کہ تیرتا ہی گیا

”باریاب“ میں انور مسعود کی شاعری کا منظر نامہ حضورِ اکرم کی حیاتِ طیبہ کے منور گوشوں سے مستفیر ہے جس کا اسلوب بہت سادہ بلکہ سہلِ ممتنع ہے۔ حضورِ اکرم کا رخ نظر کیا تھا، اس کی بڑی مؤثر، دل کش اور سادہ تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:

وہ چاہتا تھا رہ و رسمِ زندگی بدلے
گبڑ گیا تھا جو اندازِ بندگی بدلے
بھٹک رہا تھا جو اسلوبِ آگہی بدلے
اسے یہ دھن تھی کہ اندر سے آدمی بدلے

انور مسعود کی نعتیہ شاعری میں ایک پہلو بڑا اہم اور قابلِ تقلید ہے۔ انہوں نے ایک نعتیہ نظم بچوں کے لیے لکھی ہے اور واقعتاً ایسی ہی زبان استعمال کی ہے کہ بچوں کے لیے مفہوم سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ اس نظم میں تلمیحات بھی اس طرح آئی ہیں کہ ان کا مفہوم جاننے میں زیادہ وقت نہ ہو مثلاً

جب وہ سفر پر جایا کرتے
سر پر بادل سایہ کرتے
ان کے بول بہاروں جیسے
اور اصحابِ ستاروں جیسے

علامہ اقبال کے فکری نظام میں ”عذابِ دانشِ حاضر“ کا ذکر بڑی شد و مد سے ملتا ہے۔ انور مسعود نے اپنے ایک شعر میں اس متن کی تجدید اس طرح کی ہے کہ ”دانشِ حاضر“ کی تشریح اور اس کی مضرتِ رسانی کا اظہار ہو گیا ہے۔

کچل گئی ہے نئی روشنی تو روحوں کو
دلوں کو دانشِ حاضر نے مار ڈالا ہے

انور مسعود نے درج بالا شعر میں دانشِ حاضر کی تخریبِ کاری کا ذکر کرتے ہوئے اگلے شعر میں ہی دانشِ حاضر کے زہر کا تریاق بھی بتا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

فروغِ جاں بھی وہاں ہے، فراغِ خاطر بھی
جہاں جہاں بھی تری روشنی کا ہلہ ہے

”سلسبیل“ کے مصنف ڈاکٹر تو صیف تبسم کا نام ادبی دنیا میں جانا پہچانا ہے۔ وہ تحقیق کے میدان کے شہسوار بھی ہیں۔ بچوں کے ادب کے خالق بھی، عام شاعری بھی کرتے ہیں اور حمد و نعت و منقبت بھی کہتے ہیں۔ سلسبیل، جنت

کی ایک نمبر کا نام ہے۔ شعراء کو اس نام کے معنوی فیضان سے مسلسل رزق ملتا رہتا ہے جو ان کی نورانی فکر کے اظہار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ جو شعراء کو چہ چاہناں کے مجازی آہنگ سے غزل کی انگلی پکڑ کر شاعری کرتے ہوئے میدانِ حقیقت میں پہنچتے ہیں وہ حقائق و معارف کے موتی اس طرح رولتے ہیں کہ ان کی شعری آواز بھی توانا رہتی ہے اور ان کے مذہبی احساسات بھی لطافتوں اور زہتوں کے ساتھ اظہار میں آجاتے ہیں۔ ڈاکٹر تو صیف تبسم کا شمار بھی ایسے ہی شعراء میں ہوتا ہے جو کوچہ غزل سے حلقہء مداحانِ مصطفیٰؐ میں آئے ہیں۔ چنانچہ ان کی شعری اقدار کے بارے میں تو بلا جھجک کہا جاسکتا ہے کہ وہ مکمل طور پر ادبی اسلوب کی حامل ہیں۔ حضور اکرمؐ کے مقام و مرتبے کے حوالے سے بہت سے شعراء نے خامہ فرسائی کی ہے تو صیف تبسم نے بڑے سلیقے سے وہ مضمون باندھا ہے:

وہ خالق و مخلوق میں اک ربط جلی ہے

دھیان اُس کا بھلا کیسے کسی دل سے نکل جائے

ڈاکٹر تو صیف تبسم کی نعتیہ شاعری میں آزاد نظم کے پیکر میں نعت بڑی جلی بنی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر ان کی ایک نظم (جو مدینہ منورہ میں لکھی گئی تھی) کی چند لائیں ملاحظہ ہوں:

یہاں سے چلو گے

تو رستے میں اک خشک صحرا پڑے گا

تو پھر کیا کرو گے؟

کھجوروں کے اس جھنڈ سے

اس طرف، وہ بہت دور روشن منارہ

منارے کے پہلو میں وہ ہنر گنبد

ابھی تک نظر آ رہا ہے!

وہ ہر لحظہ تبدیل ہوتا ہوا اخضر رنگ

نورِ سادات کا مستقر ہے!

فضا میں فرشتوں کی پرواز کی سرسراہٹ

عجب نغمہ ہر مدی ہے! کہ جیسے یہاں

وقت بھی سانس روکے ہوئے چل رہا ہو!

یہ تصویر دل میں سجالو!

ان انوار سے اپنے سینے کو بھر لو!

یہاں سے چلو گے

تو رستے میں اک دھرتِ ظلمت پڑے گا

تو پھر کیا کرو گے!

(مراجعة)

نعتیہ شعری منظر نامے میں، مافیہ (content)، ہیئت (form) اور اسلوب (style) کے امتزاج کی چند مثالوں میں تو صیف تبسم کی شاعری کو بھی بلا جھجک رکھا جاسکتا ہے۔

حافظ نور احمد قادری کا شعری مجموعہ ”متابع نور“ ایک شعری معجزہ ہے کیوں کہ انہوں نے ۴۱ سال کی عمر میں اچانک شاعری شروع کی اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو حمد و نعت و مناقب اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل اللہ رحمہم اللہ کے لیے وقف کر دیا۔ روضہء انور پر حاضری کے ہنگام انہوں نے حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰؐ کی جناب میں یہ عرض کرتے ہوئے اپنا شعری اند وخت پیش کیا:

نور کو آپؐ کے درہی سے ملی ہے توفیق

ہو قبول اس کا یہ دیوان، مدینے والے

”رسائی روشنی تک“ حمیرا راحت کا مجموعہ نعت ہے۔ جس کا اختصاصی پہلو یہ ہے کہ اس میں شاعرہ نے نسوانی جذبات کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ حمیرا نے عشقِ مصطفیٰؐ کے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

عجب سیاہ مجھے بھی ڈرا رہی تھی مگر

لبوں پہ نام تھا ان کا چراغ ہاتھ میں تھا

حمیرا راحت نے ”سڑک“ کے عنوان سے بھی ایک علامتی نظم لکھی ہے جس میں سڑک کا یہ احساس کہ وہ زائرین کے لیے حضور اکرمؐ کے دربار تک رسائی کا ذریعہ بننے کے باوجود خود روضہء انور سے پہلے ہی معدوم ہو جاتی ہے۔ یہ نظم حمیرا کی تخلیقی ذہانت پر دال ہے۔ نسائی احساسات سے مملو شاعری نے حمیرا راحت کی شاعری کا یوانِ نعت میں گونجنے والی منفرد آواز بنا دیا ہے۔

ادیب، صحافی اور شاعر سعید بد رکی نظم ”نعت کیا ہے؟“ متعدد رسائل و جرائد میں شائع ہو کر داد و وصول کر چکی ہے۔ اس نظم میں شاعر کا تخلیقی اور تنقیدی شعور ضرور ریز ہے۔ اس نظم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید بد رکی نعت کو کیا سمجھتے ہیں؟ ”عرض تمنا“ میں شامل اس نظم کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

نعت توفیقِ خداوندی کا اک اظہار ہے

جس کو یہ نعت ملے اس کا سفینہ پار ہے

نعت سے تشکیک کے کہسار ہوتے ہیں لگوں

نعت سے تمکین وطن کے دشت، ویران و زبوں

”دل دل مدینہ“ اور ”عرض تمنا“، سعید بد رکی نعتیہ شاعری کے مجموعے ہیں جن میں شاعر کا سوز و گداز قلب، امت کے حال کو بہتر دیکھنے کی آرزو اور دین و باقی، دین حضرت محمد مصطفیٰؐ سے محبت جھلکتی ہے۔

رشید امین غزل بھی کہتے ہیں اور حمد و نعت بھی۔ ”جداد اک سے آگے“ ان کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔ جس میں مدحِ مصطفیٰؐ سے شاعر کا خلوص منعکس ہے۔ مذکورہ کتاب میں غزلیہ طور سے لکھی گئی نعتوں میں اظہار کی سلیقہ مندی اور بیان کی سادگی کے باعث کچھ ایسے اشعار بھی وارد ہو گئے ہیں جن کو سہل ممتنع کا درجہ حاصل ہے۔ مثلاً

نعت گوئی کا سلیقہ تو نہیں مجھ میں ائین

میں نے لفظوں میں پرو دی ہے محبت ان کی

اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی معیت میں حضور پر نور رحمت للعالمینؐ پر درود بھیج رہا ہے اور اہل ایمان کو بھی درود و سلام بھیجنے کا حکم دے رہا ہے۔ نعتیہ شاعری بھی حضور اکرمؐ پر درود بھیجنے ہی کی ایک شکل ہے اس لیے رب تعالیٰ کی

سنت ادا کرنے کا ہذا ذریعہ بھی یہی ہے۔

بزرگ شاعر مہر وجدانی نے ۱۹۴۵ء سے شعر و ادب کی دنیا میں قدم رکھا اور تاحین حیات علم و ادب کی خدمت میں مصروف رہے۔ اردو اور انگریزی زبان میں، مہر وجدانی کی، درسی اور اخلاقی نوعیت کی تقریباً ایک سو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ”رحمتِ عالمین“ (نعتیہ کلام) ان کی کثیر المسانی سوچہ بوجھ کا آئینہ ہے۔ اس میں فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں نعتیہ شاعری کی گئی ہے۔

قدم قدم پہ رہے، مہر پھری رسول
ثبوت عشق کا ممکن نہیں، وفا کے بغیر

مہر وجدانی نے، صاحبِ قرآن کی حیاتِ طیبہ کے 63 سال کے عنوان سے 63 قطعات پر مشتمل ایک نظم بھی کہی ہے۔ آخری قطعہ ملاحظہ ہو:

رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کو خود بے تاب تھے حضرت
بشر تھے، اس لیے کچھ روز ان کو بھی بخار آیا
اسی حالت میں اپنے رب کی خدمت میں ہوئے حاضر
تریبہ سال کی تھی عمر جس دم پردہ فرمایا

پروفیسر محمد طاہر صدیقی نے اپنے مجموعہ ”نعت“ ”اعزازِ حضوری“ میں اسوۂ رسولؐ کی ہمہ جہت اور ہمہ زماں استمراری شان اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ مثلاً

دورِ جدید اور نہ دورِ قدیم میں
ہر لمحہ ہم ہیں عہدِ رسولِ کریمؐ میں

یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ شاعر نے کوئی خیال کس خوبصورتی سے فنی دروہست اور نازہ کاری کے ساتھ شعری پیکر میں ڈھالا ہے۔ شاعر ”اعزازِ حضوری“ نے اہم موضوعات پر اچھے شعر کہے ہیں۔ کتاب میں ایک قصیدہ بہت عمدہ ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

معلوم کو تحقیق کی میزان پہ لا کر
لکھنا ہے سراپائے شبہ سا پنی کوڑ

سبطین شاہجہانی کا نعتیہ مجموعہ ”قلزمِ انوار“ اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں محسن کا کوروی کی طرح نثارِ طیبہ لہجے کی کھنک موجود ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے جن میں مابعدِ حاضری و حضوری کی کیفیات جلوہ فگن ہیں:

جلوؤں سے فیضیاب ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
مہتاب و آفتاب ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

شاعر کو شہرِ نبیؐ میں جو سرشاری، آسودگی اور قلبی سکینت میسر آئی اس کا بیان کسی ایک نعتیہ غزل کے بجائے اس نے مختلف لہجوں اور مختلف قافیوں کی غزل کہہ کر کیا۔ شہرِ نبیؐ کی حاضری کا یہ منظر بھی ملاحظہ فرمائیے:

رنگوں کی آبشار ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
صد رشک لالہ زار ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

نعتیہ لہجے والی شاعری میں بحروں کا انتخاب 'ترنم ریزی' کے حوالے سے ہوتا ہے۔ سطین شاہجہانی کی تخلیقی دانش کا حصہ بننے والی بیشتر بحریں مترنم ہیں۔

نعتیہ شاعری کے فروغ میں عملاً حصہ لینے والے اہل قلم میں ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی، کے مدیر، محقق اور شاعر قمر عینی کا نام نمایاں ہے۔ انہوں نے ”تذکرہ نعت گوینان راولپنڈی، اسلام آباد“ لکھ کر نعتیہ ادب سے شغف کا عملی مظاہرہ کیا اور پھر ”ولائے رسولؐ“ کے نام سے اپنا نعتیہ کلام پیش کیا۔ قمر عینی کے نعتیہ کلام میں حب رسولؐ کا اظہار بڑے فنی رچاؤ اور زبان و بیان کے قابل قدر معیار کے ساتھ ہوا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

پھر مجھے روضہ اطہر سے بلاوا آیا
آیا آیا مرے سرکار میں آیا آیا

زبان کے سادہ اور پرکار استعمال، استادانہ قدرت کلام، بیان کی رعنائی اور توانا آواز نے قمر عینی کی شاعری کو جداگانہ اسلوب عطا کر دیا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ نعتیہ ادب میں قمر عینی کی آواز اپنی ایک الگ پہچان رکھتی ہے۔

”ارمغان جمیل“، جمیل نقوی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری میں غزلیہ طرز پر لکھی ہوئی نعتوں میں نظم کی سی تنظیم پائی جاتی ہے جس کے باعث غزل کو غزل مسلسل کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ کہیں کہیں انہوں نے غزل کو نظم کا روپ دینے کے لیے خود ہی ایک مصرع اضافی کہہ دیا ہے تاکہ تاثر کی وحدت قائم رہے۔ شعر دیکھیے:

محمدؐ عربی رہنمائے خیر سُبُل
جہاں صدق بھی ہو مظہر صداقت بھی
جمیل مدحت محبوب لا شریک لہ
ہمارا ہدیہ الفت بھی ہے عبادت بھی

کلام سے چٹنگی اور بین السطور عشق کی تڑپ محسوس ہو رہی ہے۔ الفاظ کا استعمال زبان پر قدرت کا آئینہ دار ہے اور اظہار کی طرف مزاوت کی عکاس۔ نعتیہ شاعری کے لیے شاعر کو جن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے جمیل نقوی میں وہ تمام اوصاف بدرجہ کمال موجود ہیں۔ سچ ہے

ع یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے!

نعت، موضوعاتی سخن ہونے کی وجہ سے ہر صنف شاعری کے ظرف میں ڈھالی جاسکتی ہے اس لیے شعراء نے بھی نعتیہ متن (text) کے لیے کسی خاص صنفی ہیئت کی پابندی قبول نہیں کی ہے۔ سید شمس الحق بخاری قادری قدیری شمس نے ”مثنوی جہاں محمدؐ“ میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ یہ مثنوی بڑی رواں دواں بحر میں ہے اور بہل ممتنع کی مثال ہے۔

خدا نے کہا آپؐ کی شان میں
دلیل اس کی موجود قرآن میں
ملائک تمام اور رب وودود
سبھی بھیجتے ہیں نبیؐ پر درود

پوری مثنوی تقریباً نو سو اسی (980) ابیات پر مشتمل ہے۔ جو حمد سے شروع ہو کر دعائیہ اشعار پر ختم ہوتی ہے۔ (مجلس، جمال محمد، کراچی، ۱۸۹۱ء)

بشیر حسین ناظم اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور پنجابی زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ ان کی زبان دانی کا بڑا شہرہ تھا۔ زبان کو خالص دیکھنا چاہتے تھے۔ اردو شاعری ذرا مشکل زبان میں ہوتی تھی لیکن سنجیدہ معنی کا طلسم بھی اس میں پوشیدہ ہوتا تھا۔ غالب کی زمینوں میں ان کی طبع آزمائی کا نقش ”جمال جہاں فروز“ کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔ چند اشعار دیکھیے:

حسنِ کلامِ حسنِ عملِ حسنِ خلق کی
تکلیفِ بن کے مردِ مسلمان اٹھائیے
فسق و فجور و اثم و خطا جرم کے خلاف
جہکین و زور و جوش سے طوفاں اٹھائیے

قمر وارثی نے مجلس الصبحی (۱۹۸۶ء)، کہف الوری (۱۹۹۵ء) اور ”حرم سے حرم تک“ (۲۰۰۸ء) میں نعتیہ شاعری کا انوکھا تجربہ کیا ہے۔ انہوں نے طویل ردیفوں کو جزو ہنر بنایا ہے اور اس خوبی کے ساتھ کہ نعت کا آہنگ مدح خیر الوری کے شعری اور شرعی تقاضوں سے ہم کنار ہی رہا۔

ہیں رہ طیبہ میں کب سے ہم سفر، میں اور چراغ
نہیں رکھتے سرور و کیف کی حد مل کے آپس میں
کہ لب جس وقت کہتے ہیں محمد مل کے آپس میں

طویل ردیفوں کو جدید شعری منظر نامے کا حصہ بنانے کی جو کوشش عام شاعری کے دلدادہ شعرائے کرام نے کی اور جس خوبصورتی سے طویل ردیفوں کے استعمال کو عصری تقاضوں اور ادبی دھاروں سے ملایا اس کی مثالیں ہمیں احمد فراز کے ہاں بھی ملتی ہیں اور چند دیگر شعراء نے بھی اس ضمن میں جمال فن دکھایا ہے۔ قمر وارثی کی یہ کوشش ایک جداگانہ اور انتہائی درجہ مقدس صنفِ سخن ”نعت“ کے ضمن میں ہوئی ہے۔ کیا ز میں کیا آسمان، میں اور چراغِ بل کے آپس میں، چاندنی چاندنی کہکشاں کہکشاں، قلب و جاں کے دیے، کے دروازے کھلے وغیرہ ردیفوں کو ہنرمندی کے ساتھ نباہنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

میر انبیاء دی مقدمہ یا Thesis یہ ہے کہ بیش تر شعرا تخلیق نعت میں اپنا وہ لہجہ بھی برقرار نہیں رکھ پاتے جو عام شاعری میں یا توان کی پہچان بن چکا ہوتا ہے یا کم از کم عصری میلانات اور ایک مخصوص شعری رویے کا عکاس کہا جاسکتا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں جن کا ذکر یہاں طول کلام کا باعث ہوگا۔ البتہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ بیش تر شعرا نعت گوئی میں نعت کے مافیہ (Content) کو جزو ہنر نہیں بناتے کیوں کہ یہ موضوع ان کی تخلیقی دانش کا حصہ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ کوئی کلیہ بھی نہیں ہے بہت سے ایسے شاعر بھی ہیں جو نعت بھی فنی شعور کے ساتھ کہتے ہیں اور اس طرح مدحت مصطفیٰ کو اپنی تخلیقی دانش کا حصہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جاذب قریشی کی کتاب ”پہچان“ میں شامل نعتوں کے مطالعے سے بھی یہی ثابت ملتا ہے۔

دشمن لہو کو امن کی پوشاک کر دیا
 حنجر تمام توڑ دیئے انتقام کے
 لہجے عداوتوں کے وہ منسوخ کر گئے
 آواز کو سکھائے ہنر احرام کے

پاکستان میں جب نعتیہ شاعری کا غلغلہ ہوا تو اس فن شریف کی آبیاری کرنے والے شعراء نے موضوع کی عظمت کو شعری رفعتوں سے آشنا کرنے کے لیے غالب کی زمینوں میں نعتیں کہہ کر نعتیہ شاعری کو شاعری کے اعلیٰ نمونوں سے ہم کنار کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ متعدد نعتیہ مجموعے اس رجحان کی عکاسی کے مظہر بن کر منصفہ شہود پر آئے۔ ساجد اسدی نے غالباً سب سے پہلے غالب کے پورے دیوان کی غزلوں پر نعتیہ غزلیں کہیں اور ”پیغامبر مغفرت“ کے تاریخی نام سے شائع کیں۔ پیغامبر مغفرت کے اعداد ۱۹۷۵ء ہیں۔ اس مجموعے کا دوسرا نام ”مخزن نعت مقبول“ ہے جس کے اعداد ہجری سن ۱۳۹۵ھ کے غماز ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

اک ناتواں ہوں بوجھ ہے مجھ پر گناہ کا
 طالب ہوں میں حضور کرم کی نگاہ کا
 وعدہ لا تقطوا، جھٹلائیں کا؟
 رحم سے مایوس ہم ہو جائیں کیا؟

غالب کی زمینوں میں نعت کی آبیاری کرنے میں ساجد اسدی نے پہل کی تو ان کے بعد متعدد شعراء نے اس روش کو اپنایا۔ ایاز صدیقی نے بڑے فنی رچاؤ اور شعری اسلوب کی دلکشی کے ساتھ غالب کی ۹۲ غزلوں کی طرحوں پر نعتیں کہیں اور خوب کہیں۔ ان کے ہاں غالب کے مصرعوں پر گرہ لگانے کا انداز اس قدر کامیاب ہے کہ معلوم ہوتا ہے اگر غالب بھی اپنے ان مصرعوں کو نعتیہ شکل دینا چاہتا تو شاید اس سے زیادہ خوبصورت انداز و اسلوب اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ غالب کی غزلوں کے مصرعے اس خوبصورتی سے استعمال کر کے ایاز صدیقی نے ثابت کر دیا کہ کسی بھی خیال کا قبلہ کس طرح درست کیا جاسکتا ہے۔ غالب کے جو مصرعے نعتیہ مضمون کی بُت کے کام آئے ہیں ان کی شعری تکمیل جن مصارح سے مل کر ہوئی تھی ان کو دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ یہ مصرعے نعت کی تخلیق میں بھی کام آسکتے ہیں۔ اب چند اور شعر دیکھیے جن میں بحر قوافی اور ردیف تو غالب کی غزلوں سے مستعار ہیں لیکن متن (text) اور اسلوب (style) ایاز صدیقی ہی کا ہے:

میرے ہاتھوں میں بیاض نعت کا شیرازہ تھا
 رات اک امی لقب کا فیض بے اندازہ تھا

غالب کی زمینوں میں نعت کہنے کی کوشش بشیر حسین ناظم اور راغب مراد آبادی نے بھی کی تھی۔ ناظم کی شاعری کے نمونے ہم نے کہیں نقل کر دیے ہیں۔ راغب کا مجموعہ فی الحال سامنے نہیں ہے۔ غالب کی فارسی غزل عاق حق جلوہ گر زطر زیباں محمد آست..... پر بھی اردو اور فارسی میں بہت سی نعتیں کہی گئی ہیں۔ حد ہے کہ قتل حسین خاں کے لیے کہے گئے قصیدے میں جو لا جواب شعر وارد ہوا تھا

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے
اس شعر کو بھی لوگوں نے نعتیہ شعر تصور کیا اور اس پر کئی تنائیں لکھ ڈالیں۔ ناصر کاظمی اور عبدالعزیز خالد
نے کمال کی تنائیں کہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یہ کون طائرِ سدرہ سے ہم کلام آیا
جہاں خاک کو پھر عرش کا سلام آیا
جبیں بھی سجدہ طلب ہے یہ کیا مقام آیا
”زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے“

(ناصر کاظمی، نعت رنگ شمارہ ۱۲، کراچی)

سخنوری کے سفر میں یہ کیا مقام آیا
صریرِ خامہ سے آوازِ سلام آیا
جو رزقِ دل تھا وہی سوزِ عشق کام آیا
”زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے“

(عبدالعزیز خالد، نعت رنگ شمارہ ۱۲، کراچی)

پاکستان میں نعتیہ ادب کی رفتار کا سال بہ سال جائزہ لینے کی روایت حفیظ نائب مرحوم نے قائم کی تھی۔ راجا
رشید محمود، غوث میان، چودھری محمد یوسف ورک قادری اور طاہر قریشی وغیرہم نے نعتیہ کتب کی فہرستیں تیار کی ہیں۔ ان
تمام فہرستوں کے اندراجات کی روشنی میں دیکھا جائے تو نعتیہ مجموعوں، نعتیہ انتخابوں، نعت سے متعلق تحقیقی و تنقیدی کتب
اور رسائل کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے اس مقالے میں نہ تو اس قدر ادبی سرمائے کی کھپت ممکن ہے اور
نہی وقت اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ تمام نعتیہ ادب کا احاطہ کیا جائے۔ اس لیے نعتیہ مجموعوں سے ایک ایک شعر نقل
کر کے زیادہ سے زیادہ صاحبانِ کتب کا ذکر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قربان کروں ان پر دانائی زمانے کی
جو عشقِ محمد میں، فیروز، دوانے ہیں

(محمد فیروز شاہ، با وضو آرزو، میانوالی)

جلوہ فرما ہیں نظر میں چار یارانِ رسولؐ
کر رہے ہیں اس طرح سیرِ گلستانِ رسولؐ

(کلیاتِ جنرل شاہ وارثی، کراچی)

تیرے عدو کی زندگی موت ہے زندگی نہیں
تیرے شہیدِ ناز کی مرگ بھی داخلِ حیات

(واماندگی، شوقِ مذر صابری، انک)

آپ ہی غزوات میں ہر کامیابی کی دلیل
اور امن و آشتی کی بھی علامت آپ ہیں
(مقبول نقش، حرفِ ثبات، کراچی)

مجھے کو مرنے میں بھی چینے کا قرینہ چاہیے
لطفِ محبوبِ خدا خاکِ مدینہ چاہیے
(عارف اکبر آبادی، فردوسِ آرزو، کراچی)

نعت کہتا بھی ہوں نعت پڑھتا بھی ہوں
ہے مرے لب پہ صلیٰ علیٰ ہر گھڑی
(عزیز الدین خاکی القادری، ذکرِ صلیٰ علیٰ، کراچی)

سر کے بل چسے کوئی جائے مدینہ حیرت
درِ طیبہ میں قدم ایسے ادب سے رکھنا
(حیرت الہ آباد، نورِ بے مثال، کراچی)

نصیحتِ تحریر میں آئیں گے کہاں آپ کے وصف
میں بھلا آپ کی لکھ پاؤں گا مدحت کیسی
(علی احمد قمر، زنجبیل، اسلام آباد)

وجود ان کا وجودِ جہاں کا باعث ہے
وہ اک گلاب ہر اک گلستاں کا باعث ہے
(نسرین گل، تیرا وجود لکتاب، لاہور)

جلوۂ حسنِ قدرت پہ بے حد درود
مہرِ فاراں کی زینت پہ بے حد درود
(عبدالغفار حافظ، تضمین بر سلامِ امام احمد رضا)

درود اس پر کہ آدابِ شریعت جس نے سکھائے
درود اس پر کہ اسرارِ حقائق جس نے سمجھائے
(تضمین بر کلامِ رعنا اکبر آبادی) (حافظ عبدالغفار حافظ، بہشتِ تنہا میں، کراچی)

یہ آرزو ہے کہ ہو جاؤں میں ثارِ حبیب
مگر دکھائے تو قسمت کبھی دیارِ حبیب
(وسیم فاضلی، روشنی کا سفر، کراچی)

مجھے تو اس زمیں کو دیکھ کر ہی پیار آتا ہے
یہاں کے ذرے ذرے نے مرے آقا کو دیکھا ہے
(ریحانہ تبسم فاضلی، مہکتے حرف، کراچی)

محمد مصطفیٰ کا نام جس دل میں نہ ہو روشن
منور اس کی قسمت کا ستارا ہو نہیں سکتا
(ریاض ندیم نیازی، خوشبو تری جوئے کرم، سبی)

باعثِ رشک بنی ہے مری قسمت لوگو
کیسا اعزاز ہے اس نام سے نسبت لوگو
(عبدالعلیم کے طالب، یا اللہ یا رسول اللہ، کراچی)

تھی نہاں خواب گہہ کن میں ابھی رحمت حق
دستِ قدرت نے نہ چھیڑا تھا ابھی سازِ ازل
(ساحر لکھنوی، صحیفہ وحدت، کراچی)

قصد کر شہرِ مدینہ کی طرف پرواز کا
تیری آنکھوں میں اتر آئیں گے طائرِ رنگ و نور
(طاہر سلطانی، نعت میری زندگی، کراچی)

یہ چراغِ مدحت شاہِ رسل کا فیض ہے
جس نے بخشی ہے مجھے قلب و نظر کی روشنی
(رشید وارثی، خوشبوئے التفات، کراچی)

اترا ہے دل میں نقشِ کفِ پا حضور کا
رفار کہہ رہی ہے مسلسل نبی نبی
(شیخ عبدالعزیز دباغ، مطافِ نعت، لاہور)

رہ حیات میں اے کاش وہ مقام آئے
مجھے حضور کی جانب سے پھر پیام آئے
(صغریٰ فاطمہ نصیر، صدائے روح، راولپنڈی)

مرضیٰ حق تھی کہ یہ نور زمیں پر بھی رہے
لا مکاں سے مرے سرکارِ مکاں تک آئے
(حسن اکبر کمال، التجا، کراچی)

ہم سے عاصی لوگوں کو آسرا محمدؐ کا
واسطے سہارے کے در کھلا محمدؐ کا
(منظر پھلوری، ارحم عالم، ٹوبہ ٹیک سنگھ)

جس کا محور ہو ذاتِ رسول
ایسی فکرِ رسا مانگیے
(منظر عارفی، اللہ کی سنت، کراچی)

علم حقیقت ان کی بدولت
اور انھیں سے معجزہ فن
(نظر لکھنوی، لمعات نظر، اسلام آباد)

ایک وہ شب تھی کہ ہونا پڑا دلیر بدر
ایک یہ دن ہے کہ دنیا تری دلیر پہ ہے
(ماجد ظلیل، روشنی ہی روشنی، کراچی)

وہ دو جہاں میں خدا کی ہیں منفرد تخلیق
انہی کے ذکر سے خلق خدا کی بات کرو
(محسن علوی، یہی قصر دل کی اذان ہے، کراچی)

حسن سرکار کی تعبیر نہیں ہو سکتی
یہ وہ صورت ہے جو تصویر نہیں ہو سکتی
(قیصر حنفی، رب آشنا، کراچی)

خوشبو کو بہر رنگ بقا دیتی ہے
مرجھائے ہوئے پھول کھلا دیتی ہے
کرتے ہیں کرم جس پہ شہہ کون و مکاں
بخشش اسے سینے سے لگا لیتی ہے
(محبوب الہی عطا، چرخ اطلس، نعتیہ رباعیات، لاہور)

اس کا ہر لمحہ عبادت، اس کی ہر ساعت لطیف
دے جسے طیبہ مئے توحید پینے کی نوید
(مشفق بنارس، حرف عطاء، خاص، کراچی)

خدا کے بعد نام آتا ہے ان کا
فضیلت کا یہ قصہ مختصر ہے
(مبارک مونگیری، ذکر ارفع، کراچی)

آپ ہیں اول نبی آخر نبی حق یا نبی
ہم دلائل سے یہ کہتے ہیں محمد مصطفیٰ
(خورشید خاور امرہوی، توشہ سخن، کراچی)

ادب کر ادب اے نگاہ تمنا
کہاں میں کہاں حسن روئے محمد
(حسن زیدی، کیف دوام، اسلام آباد)

ملی نجات جو آئی قضا مدینے میں
 گناہ ڈوب گئے موت کے پسینے میں
 (مولانا جامی بدایونی، زادِ آخرت، کراچی)

ہر اک شے کیوں نہ دیکھی ہو کہ ہے یہ کائنات ان کی
 گواہی ہیں خدا کی ذات پر ساری صفات ان کی
 (منصور ملتانی، مُرسل و مُرسل، کراچی)

وہ بے مثال ہیں اخترِ مثال کس سے دوں
 گلاب ان کا پینہ ہے وہ گلاب نہیں
 (اختر اندوری فدائی، یارِ رسولِ عربی، کراچی)

سرکارِ مدینے میں
 سردارِ مدینے میں
 (فقیر مصطفیٰ امیر، شہرِ جمال و نور، فیصل آباد)

جہاں میں چار سو نورِ محمدؐ کی ضیا پھیلی
 اُجالوں کے سفیر آئے زمانوں کے امام آئے
 (انور بابہ، حرفِ وفا، لاہور)

سب ہی صداقتوں کے پیہر ہوئے ہیں آپؐ
 ہر اک جہان کے لیے رہبر ہوئے ہیں آپؐ
 (محمد ساجد ڈھلوں نوری، معراجِ محبت، لاہور)

آپؐ کا ہی تھا حوصلہ آقاؐ
 کتنا مشکل تھا راستہ آقاؐ
 (ڈاکٹر محمد فاروق بھٹی، ذکرِ رسولؐ، فیصل آباد)

سب ہیں آپؐ کے مدح سرا
 انس و ملک، حورو غلمان
 (منیر احمد منیر، راستے مدینے کے، فیصل آباد)

انہی کے شہر کا جلوہ انہی کے شہر کی حسرت
 یہ چشم و دل مجھے کتنے حسین معلوم ہوتے ہیں
 (شمار فاروقی، مکارمِ اخلاق، کراچی)

یہ مسلمان سے نعیم اصرار ہے
 دین کی دولت فقط کردار ہے
 (محمد نعیم انصاری، ندائے نعیم، کراچی)

مدینہ جاتے ہوئے راستوں پہ ہو کے ٹار
غبار بن کے مرا کل وجود کھو جائے
(نیلیم شعیب، وسیلہ، ساہیوال)

آپؐ کے دم قدم سے جہالت مٹی
مصدر آگئی! آگئی آپؐ سے
(جہشید کمبوہ، سرفرعت، پاک پتن)

لفظ بھی نام و نسب رکھتے ہیں یہ جان رکھو
مدح کرنی ہے تو ہر لفظ کی پہچان رکھو
(واحد امیر، اڈن، لاہور)

بھر دیتے ہیں ہر جھولی گل ہائے محبت سے
مجھ پر ہی نہیں ان کا وا باب کرم تنہا
(سعید اکرم، لوح بھی تو قلم بھی تو، چکوال)

مجھے بھی آرزو ہے زندگی کی
در احمدؐ پہ مرنا چاہتا ہوں
(سید معراج جاتی، معراج عقیدت، کراچی)

مجھ سے کسی نے جب کہا حشر پہ ہے یقین کیوں
قول رسولؐ پاک کا پڑھ کے بتا دیا کہ یوں
(امان خان دل، شہ لولاک، کراچی)

یہاں بھی وجہ بقا آپؐ کی شریعت ہے
وہاں بھی اذن شفاعت سے سالیمت ہے
(احمد وسیم شیخ، اک اک آنسو نعت ہوا، پورے والا)

میں جو پلکوں پہ سجانا ہوں تری یاد کا دیپ
وہ مرے درد کا معصوم نشان ہوتا ہے
(پیر زادہ نور علی شکوری، حرفِ تنہا، چکوال)

جس نے سب و شتم پر بھی دی ہے دعا
ہیکرِ غفو و احساں ہمارا نبی
(قاضی عبدالداائم داتم، سید البشر، گوجرانوالہ)

ایس درِ ہنداں کی توصیف میں آئی ہے
والشمس نے عارض کی تعریف سنائی ہے
(سید حبیب احمد محسنی نقشبندی مجددی، برقی نور، کراچی)

آپؐ کے نورِ یقین سے جی اٹھے مردہ چراغ
 ناتوانوں کے ارادوں کو توانائی ملی
 (بشیر رحمانی، بٹارتیس، لاہور)

ہمیشہ بخشش کی فکر ہوتی کبھی مداوائے غم نہ ہوتا
 گناہ گاروں پہ یا محمدؐ اگر تمہارا کرم نہ ہوتا
 (مُرْتَمِلہ آباد، عشق محمد، کراچی)

سچ تو یہ ہے آپؐ کے نقش قدم کو چھوڑ کر
 منزلِ وحدت کا کوئی راستہ ملتا نہیں
 (وقار عظیمی، وسیلہ، کراچی)

مرے حال پر مری فکر پر نہ ہوں کیسے عام نوازشیں
 میں گدائے کوئے حضورؐ ہوں سو ہیں گامِ نوازشیں
 (سجاد خن، حاضری اور حضوری، کراچی)

شہرِ نبیؐ کی سمت ہو چلنے کا اہتمام
 افکارِ منتشر کو چلو یوں بہم کریں
 (سجاد مرزا، چراغِ آرزو، گوجرانوالہ)

خوشبو صفت مزاج، تبسم جلیسِ رخ
 شیریں سخنِ نبیؐ ہے، منور خصال ہے
 (گستاخ بخاری، مدحِ ممدوحِ خدا، فیصل آباد)

آپؐ آئے تو کافور ہوئی کفر کی ظلمت
 وحدانیتِ حق کا یہاں پھیل گیا نور
 (عثمان قیصر، جلال سے جمال تک، کراچی)

سینہ بستی روشن روشن کا ہکشاں ہے جگمگ جگمگ
 ماہِ مدینہ تیری ضیا سے سارا جہاں ہے جگمگ جگمگ
 (قمر احجم، حُسنِ جمیعِ خصالہ، کراچی)

نورِ حق کائنات کا مطلوب
 پیکرِ عظمتِ دوامِ آیا
 (محمد کمال اظہر، حرفِ عقیدت، لاہور)

جب درودوں کی خشک شبنم سے دھلتی ہے زباں
 لبِ تو لب ہیں پھول کی صورت نکھر جاتا ہے دل
 (سہیل غازی پوری، حمد و نعت، کراچی)

سوچتا تھا میں قلم کا حق ادا کیسے کروں
 غیب سے آئی بدعت رسول پاک لکھ
 (وقار احمد وقاصد لقی، نقشب کف پا، کراچی)

بیدار ہوں یا خواب کے عالم میں ہوں آقا
 ہر وقت ہیں سب کے نگراں سرور عالم
 (سراج الدین سراج، چراغ مصطفوی، کراچی)

نگاہ لطف و کرم ہم پہ بھی سر محشر
 کہ آنجناب کے مدحت نگار ہم بھی ہیں
 (پیر سید غلام قطب الحق گیلانی، گولڑہ شریف)

محبت میں اطاعت ہے، اطاعت میں محبت ہے
 مرا سرمایہ ہستی مرے آقا کی سنت ہے
 (اقبال حیدر، لاریب، کراچی)

طیبہ کا عزم ہونٹوں پہ صل علی کا ورد
 میں اور میرے ساتھ ہے اک کاروان شوق
 (محراب توحید، امین راحت چغتائی، راولپنڈی)

ثنا ہو کس طرح مخلوق اولیں مجھ سے
 کلام خالق کونین تیری شان میں ہے
 (نعیم تقویٰ، بصیرت، کراچی)

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا مدینے کی
 مہکی مہکی فضا مدینے کی
 (محمد الیاس عطار قادری، مغیلاں مدینہ، کراچی)

زمانے بھر میں اچالا ہی اور کوئی نہیں
 کہ ان کے نور کا ہالا ہی اور کوئی نہیں
 (نسیم سحر، یہ جوسلے ہیں کلام کے، راولپنڈی)

روشن روشن حرفوں میں ہے عکس ترا
 سورج، جگنو، چاند، ستارا تیرا نام
 (جاوید اقبال ستار، رحمت بکراں)

نہیں مخلوق میں ثانی ہے کوئی ذات احمد کا
 احد کے بعد احمد مجتبیٰ کی ذات مفرد ہے
 (انوار چرا، تنویر پھول، کراچی)

یہیں سے روشنی پائی کبھی بے نور قدروں نے
اسی کے فیض سے مشرق سے مغرب تک اجالا ہے

(حسن رضوی)

اسے کوئی کیوں کر بھلا رنج و غم ہو
سہارا ہی جس کا نبیؐ کا کرم ہو

(شفیق احمد فاروقی، سلام ربی علی نبیؐ، فیصل آباد)

کس کو یارا ہے پیہر کی ثنا خوانی کرے
ہاں مگر جتنی خدا توفیق ارزانی کرے

(محمد حنیف نازش قادری، کامو کے شعلے گوجرانوالہ)

ایک امی اور انا لیں جہاں آگہی
علم و دانش کی علامت رحمتہ للعالمین

(آہا صدیقی، فتوحات اسلام، کراچی)

دھنک خوشبو ہوا پھیلی ہے ہر سو
مدینے کی ہوا پھیلی ہے ہر سو

(احمد خیال، نکس نکس خوشبو، کراچی)

سلام ان پر کہ جن کی اک نظر گر شاملِ غم ہو
تو پھر دشواری شامِ گراں کم ہوتی جاتی ہے

(نصیر حق، مہر عرب، لاہور)

ان کو دل میں بسا لیا ہم نے
دلِ مدینہ بنا لیا ہم نے

(سکندر لکھنوی، سحابِ رحمت، کراچی)

روشنی کی ہے نگاہوں کو تلاش
آہرا ہے آپؐ کا شمسِ انجمن

(لطیف اثر، مجید نور، کراچی)

محمدؐ مقصدِ تخلیق ہے ساری خدائی کا
محمدؐ دہر میں مظہر ہے شانِ کبریائی کا

(اختر بجنوری، مضارب جاں، کراچی)

سلسلے سوچ کے طیبہ سے ملائے جائیں
مدینہ سرکار کے پھر پھول کھلائے جائیں

(رضاء اللہ حیدر، مدینہ یاد آتا ہے، لاہور)

دیکھیے گر دیدہ بیٹا سے فرشِ خاک پر
 جلوہ گاہ لا مکاں ہے آستانِ مصطفیٰ
 (سید خورشید انور، خورشید، کراچی)

جن کی مٹھی میں ہے کونین کی دولتِ احسن!
 ان کے دربار میں جاتا ہوں گدا کی صورت
 (جاوید احسن، لوحِ شفاعت، ڈیرہ غازی خان)

دیکھیے خود میں عکسِ سیرتِ پاک
 اک طرف اپنا آئینہ رکھے
 (شفیق الدین شارق، نزول، کراچی)

آخر میں اپنے تین نعتیہ مجموعوں سے ایک ایک شعر نقل کر کے اپنی حاضری گلوانا چاہتا ہوں:
 تڑپ تو رکھتا ہوں زاو سفر نہیں رکھتا
 کرم حضور! کہ میں بال و پر نہیں رکھتا

 شاعری جز مدحِ آقا بر محل ہوتی نہیں
 جب سے میں نے نعت پر سوچا، غزل ہوتی نہیں

 جس فضا میں مرے آقا کی صدائیں گونجیں
 ہے وہ تفحاتِ تکلم سے معطر اب تک
 (کرم و نجات کا سلسلہ، ٹھہر تو فقی، امید طیبہ ری، عزیز احسن، کراچی)

جن شعرا کی توجہ شاعری کے ہمہ رنگ دھارے کی طرف ہے اور جو عام شاعری (General Poetry) میں اپنی ساکھ قائم کر چکے ہیں وہ جب نعتیہ شاعری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اس میدان میں بھی شاعری کے حوالے سے فن کا چھہ نتوش بنانا چاہتے ہیں اور خاصی حد تک کامیاب رہتے ہیں۔ ایسے شعرا کی نعتیں کیت (Quantity) کے اعتبار سے قلیل ہونے کے باوجود کیفیت (Quality) کے لحاظ سے وقیع ہوتی ہیں۔ ایسے شعرا کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لیے صرف چند شعرا کا کلام نمونے کے طور پر پیش کر کے ایک عمومی تاثر قائم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ شاعری ذائقے کے اعتبار سے ذرا مختلف ہے:

چل رہے ہیں جس پہ ہم یہ راستہ اُن کا نہیں
 سنت و پیغام ختم المرسلین کچھ اور ہے

(انوار عزیزی)

کس نے موجوں سے سنا ذکرِ محمدؐ سورج
 کس سینے کے مقدر میں اچھالا آیا؟

(سورج نرائن، کوہاٹ)

دفاع و انتظام و عدل یا قانون سازی ہو
صلوٰۃ و صوم کے مانند حکماً یہ عبادت ہے
(علامہ رزی جے پوری، حیدرآباد)

نہیں کہ تجھ کو بشر ہی سلام کرتے ہیں
شجر حجر بھی ترا احترام کرتے ہیں
(شاہ حسن عطا)

اللہ اللہ میری قسمت، ایسا رتبہ اور میں
جاگتی آنکھوں سے دیکھوں خواب طیبہ اور میں
(سرور بارہ بنکوی)

ثبوت حق کی جو دانش وروں سے بات ہوئی
تو اتفاق کا نکتہ انہیں کی ذات ہوئی
(شبیم رومانی)

وہ ذات شہر علم تو ہم طالبان علم
ہم ذرہ ہائے خاک ہیں وہ آسمان علم
(حمایت علی شاعر)

شان ان کی سوچے اور سوچے میں کھو جائے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جائے
(خورشید رضوی)

نبیؐ کے در پر پہنچ کے خود کو مثال کرتی ہیں میری آنکھیں
کمال رحمت کو دیکھتی ہیں، کمال کرتی ہیں میری آنکھیں
(شاعر لکھنوی)

جلوئے عارض نبیؐ رشک جمال یوسفی
سینہ بہ سینہ، سر بہ سر، چہرہ بہ چہرہ، ہو بہ ہو
(رئیس امر وہوی)

دل سے ہم رحمت عالم کے ہیں قائل ایسے
نہ شاکل ہیں کسی میں نہ فضائل ایسے
(سحر انصاری)

کچھ دھوپ ہے کچھ جس کا صحرا مرے آقاؐ
ایسے میں ہوا کا کوئی جھونکا مرے آقاؐ
(سلیم کوثر)

مکھوسن کائنات کا حاصل حضورؐ ہیں
محفل حضورؐ بانیء محفل حضورؐ ہیں

(ناصر زیدی)

کسی غم گسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلا دیا
کہ جو میرے غم میں گھلا کیا اسے میں نے دل سے بھلا دیا

(عنایت علی خاں عنایت)

زاروں میں کل مدینے کا بڑا چہ چا رہا
ہو کرم آقاؐ کہ میں ان سب کا منہ تکتا رہا

(نیاز بڈایونی)

جو پوچھا رب نے عمل بھی ہے کوئی پاس ترے
کہوں گا ہاں! ترے محبوب کی ثنا کی تھی

(عرش ہاشمی)

اسؐ کی سچائی کے انوار ازل تا بہ ابد
اسؐ کے کردار پہ سایہ نہیں افسانوں کا

(صفدر صدیق رضی)

پروانہ جمال شبہؐ دو جہاں نہیں
جو خود ہر ایک سمت نہ پھیلانے روشنی

(مجید فکری)

ترے خیال نے وہ رفعتیں عطا کی ہیں
قدم زمیں پہ رہے آسمان کو چھو آئے

(طارق نعیم)

جو ہجر کے موسم کو بدل دے وہ طے رست
جو ان کے درِ خاص پہ لے جائیں وہ پر دیں

(ندیم نیازی عیسیٰ جیلوی)

نعتیہ شاعری کا غالب حصہ تو غزل کی ہیئت (Form) میں ہے لیکن مدح سرور دو جہاں کسی صنفِ سخن کے ظرف اور مخصوص ہیئت دائرے میں محدود نہیں۔ اظہار و ابلاغ کی جتنی صورتیں اور شعر کی جتنی اصناف ہیں وہ سب کی سب نعتیہ شاعری میں برتی جاتی ہیں۔ مدحت خیر البشر کا اعزاز ہے کہ اس میں اصنافِ شعر کے ہیئت تنوع سے ایک طرف تو صورت (Form) کی رنگارنگی پیدا ہوتی ہے دوسری طرف ہیئت سے ہم رشتہ اسلوب (Form's Related Style) کی طرف کی اور تا زگی جنم لیتی ہے۔

قدیم اصنافِ سخن میں نظم کے بہت سے روپ ہیں مثلاً مثنوی، قصیدہ، قطعہ، مسدس، مخمس، ترجیع بند، مثنیٰ،

مستزاد، مثلث، رباعی، دو باو غیرہ۔ عبدالحلیم شرر کے اجتہاد نے آزاد نظم بھی متعارف کروادی اور پھر نظم معریٰ یک مصرعی نظم، ثلاثی، سی حرفی، تراہیلے، سانیٹ، ہائیکو اور نثری نظم بھی اصنافِ سخن میں داخل ہو گئیں۔

نعتیہ شاعری میں شعرا نے ہر صنفِ سخن کو مدحت آقا کے لیے برتا۔ سی حرفی کو مختار صدیقی نے اردو میں متعارف کروایا اور اس صنف میں نعتِ حفیظ نائب نے لکھی۔ ثلاثی کے موجود جماعت علی شاعر ٹھہرے اور سہ مصرعی نعتیہ نظمیں حنیف اسعدی نے لکھیں۔ یک مصرعی نظم سید ابوالخیر کشفی کی جدت پسند طبیعت کی اختراع قرار پائی اور انہوں نے اس کی ابتداء نعتیہ مضامین ہی سے کی۔ جمیل عظیم آبادی نے نعتیہ دوہے لکھے۔ نثری نظم میں نعتیہ شاعری کرنے والوں میں احمد ہمیش اور ابوالخیر کشفی کے نام نمایاں ہیں۔ نعتیہ ہائیکو لکھنے والوں میں اکرم کلیم، محمد اقبال، نجمی، مظفر وارثی، سرشار صدیقی، صہج رحمانی، وضاحت نسیم، سہیل غازی پوری، طاہر سلطانی، احمد صغیر صدیقی، سید معراج جامی، آفتاب مضطر، شفیق الدین شارق، سید ابوالخیر کشفی، سلیم کوثر، محسن بھوپالی، شبنم رومانی، اقبال حیدر، رضی الدین رضی، مقبول نقاش، انجم اعظمی، اختر شمار، معراج حسن عامر اور رونق حیات وغیرہم کے نام شامل ہیں۔

قدیم اصناف میں مثنوی کو جزو ہنر بنانے والے شعراء میں حفیظ جالندھری، ضیاء القادری، سلیم احمد، اختر الخامدی، منور بدایونی، میرافق کاظمی، احسان دانش اور فردا خالدی دہلوی کے نام نمایاں ہیں۔ قصیدہ لکھنے والوں میں جعفر طاہر، حافظ افضل فقیر، عبدالعزیز خالد، خالد احمد، راز کاظمی، نعیم تقویٰ، رئیس امروہوی، زین پرتاب گرہی، حافظ عبدالغفار حافظ، محمد اکرم رضا، حفیظ نائب، حافظ لدھیانوی، خالد علیم، علیم ناصری، حکیم شریف احسن وغیرہم کے نام نمایاں ہیں۔

قطعہ تو تقریباً ہر چھوٹے بڑے شاعر نے لکھا ہے لیکن رئیس امروہوی، اعجاز رحمانی، مظفر وارثی، فردا خالدی دہلوی، حافظ لدھیانوی، اقبال عظیم ہلال جعفری، راجا رشید محمود، عارف منصور، شبیا حیدری، صابر براری اس صنف کے حوالے سے زیادہ معتبر ہیں۔ مسدس کے فن میں محشر رسول نگری، کامل جونا گرہی، احسان دانش، شاہد اکبر آبادی، رحمن کیانی، صہبا اختر، قصری کانپوری، تابش دہلوی، جوش ملیح آبادی، سیما اکبر آبادی، خالد عرفان، لیث قریشی، ڈاکٹر خورشید خاور امروہوی، محشر بدایونی، ماہر القادری، نسیم امروہوی، امید فاضلی، شاہ انصار الہ آبادی، رشید وارثی، ہلال جعفری اور حیدر دہلوی وغیرہم کے نام لائق ذکر ہیں۔ نعتیہ خمس لکھنے والوں میں اقبال سہیل، سیما اکبر آبادی، حسن احسانی مراد آبادی، حیرت الہ آبادی، راغب مراد آبادی، رشید کامل، ریاض الدین سہروردی، سکندر لکھنوی، ادیب رائے پوری، عابد نظامی، عزیز حاصل پوری، راجا رشید محمود، منور بدایونی، حافظ مظہر الدین اور حافظ محمد افضل فقیر قابل ذکر ہیں۔

مستزاد اور مثلث بھی بہت سے شعرا نے نعتیہ مضامین کے لیے اپنائے ہیں۔ ترجیع بند اور مثنیٰ کے ضمن میں حفیظ نائب اور ابوالاتیاز عس مسلم کے نام آتے ہیں۔ کاروانِ حرم کے نام سے عس مسلم کا ایک طویل مثنیٰ ہے جس میں حج کے ارکان کا تفصیلی تذکرہ ہے اور روضہ رسولؐ پر حاضری کا والہانہ انداز سے ذکر ہے۔

رباعی اصنافِ سخن میں ایک مشکل صنف ہے، اسی لیے اس کی طرف قدم بھی کم توڑتے تھے، جدید شعرا تو اس وادی میں پھٹکتے بھی نہیں۔ رباعی کہنے کے لیے انتھک محنت، مشقِ سخن، گہرے مشاہدے اور فلسفیانہ مزاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ عروضی نزاکتوں سے آگاہی بھی رباعی کہنے کے لیے لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ صنفِ سخن اب محض تبرک کے طور پر برتی جا رہی ہے۔ نعتیہ شاعری کے حوالے سے اس صنف کو برتنے والے شعراء میں حامد حسن

قادری، فدا خالدي دہلوی، اے ڈی اظہر، حافظ عبدالغفار، حامد یزدانی، راغب مراد آبادی، صبا متھراوی اور حافظ افضل فقیر کی کوششیں لائق ستائش ہیں۔ صبا متھراوی، راغب مراد آبادی، شاعر لکھنوی، محبوب الہی عطا، امین نقوی نے غیر منقوط رباعیاں بھی لکھی ہیں۔ رباعیات لکھنے والے شعراء کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے، ہم چند رباعی گو شعراء کی تخلیقات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں:

نورِ احدیت کی تنویر ہیں آپؐ
انساں کے لیے باعیتِ توقیر ہیں آپؐ
سیرت بھی ہے سانچے میں ڈھلی صورت بھی
فی احسن تقویم کی تفسیر ہیں آپؐ

(قمر عینی، آب زم زم، راولپنڈی)

اے کاش کبھی دیکھ لوں صورتِ ان کی
ہو جائے کسی روز زیارتِ ان کی
کرنا ہوں انہیں یاد کرم ہے ان کا
رہتے ہیں تصور میں عنایتِ ان کی

(فدا خالدي دہلوی، م ص، کراچی)

خوشیوں کی حکایت ہو کہ افسانہ غم
جو کچھ بھی ہے لولاک کما سے ہے رقم
آغازِ ابد ہو کہ ہو تمہیدِ حدوث
عنوان ہے بہر رنگ رخِ شاہِ اممؐ

(محبوب الہی عطا، چرخِ اطلس، لاہور)

نعتیہ غزلوں کے اشعار پر تضمین کرنے والوں میں ہلال جعفری، ساجد اسدی، حنیف اسعدی، حافظ عبدالغفار اور راجا رشید محمود پیش پیش ہیں۔ یہاں صرف حنیف اسعدی کی تثنائیں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

کون ایسا ہوا ہے مرحلہِ داں
شانِ معراج کس طرح ہو بیاں
مہر و مہ ان کی منزلوں کے نشان
”گردِ پا ان کی بزمِ کاکشاں
رنگور ان کی چرخِ مینائی“

(تضمین پر کلامِ راغب مراد آبادی)

خوشا کہ مجھ کو بھی نعتِ نبیؐ کا اذن ملا
نصیبِ وجد میں ہے رقص میں ہے فکرِ رسا
گلے لگاؤں تجھے اے شعورِ مدح و ثنا

”بلائیں لوں تری اے جذب شوق صل علی
کہ آج دامن دل کھینچ رہا ہے سوئے رسول“

(تضمین برکلام بیدم وارثی)

یورپی صنفِ سخن سانیٹ اردو میں زیادہ نہ چل سکی لیکن نعت کے میدان میں سانیٹ لکھنے والے جو شعراء نمایاں رہے ان میں افر صدیقی، امروہوی، نعیم نقوی، تنویر پھول، حفیظ نائب، عارف منصور اور مصبیح رحمانی وغیرہم کے نام آتے ہیں۔

آزاد نظم کو نعتیہ مضامین سے آشنا کرنے والے شعراء میں اطہر نفیس، ظہور نظر، شبیم رومانی، سرشار صدیقی، نعیم صدیقی، عبدالعزیز خالد، قمر ہاشمی، انور مسعود، جیلانی کامران، عارف عبدالمبین، ثنا گورکھپوری، محمد فیروز شاہ، سعید وارثی، حفیظ نائب، محمود شام، جاذب قریشی، ریاض حسین چودھری، رشید قیسرانی، امجد اسلام امجد، جعفر بلوچ، جمیل نقوی، حامد یزدانی، تحسین فراقی، انجم نیازی، ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر توسیف تبسم، بحر انصاری، محسن احسان، اقبال صلاح الدین، رضوان عنایتی، احمد صغیر صدیقی، عمران نقوی، سلیم اختر فارانی، منذر قیسر اور مصبیح رحمانی شامل ہیں۔ شاعرات نے بھی اس صنف میں گل ہائے عقیدت پیش کئے ہیں جن میں پروین شاکر، وضاحت نسیم، ماہیدر عناناہید اور ماہید قاسمی کے نام نمایاں ہیں۔

بحر وقافیہ کی آزادی سے نظم آزاد لکھنے والے شعراء کے لیے فکری وسعتوں کو فنی گرفت میں لینے کی سہولت پیدا ہوئی۔ اس تخلیقی تجربے نے نعت میں تازہ کاری کو راہ دی اور آزاد نظم کے ذریعے عصری حسیت نعتیہ شاعری میں بھی جھلکنے لگی۔ نعتیہ شاعری کو ادبی صنفِ سخن بنانے میں آزاد شاعری لکھنے والوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آزاد نظم کے کچھ نمونے بھی پیش کر دیئے جائیں۔

تمام دنیاؤں، سب جہانوں میں آپؐ سے بڑھ کر

کوئی پیارا نہیں خدا کا

کوئی دلارا نہیں خدا کا

خدا سے کہیے!

خدارا، اپنے بزرگ و برتر خدا سے کہیے!

کہ ہم کو پھر سے آپؐ کے دین پہ

آپؐ کے نقشِ پا پہ چلنے کی استقامت دے

استقامت دے

حوصلہ دے!

(ظہور نظر)

جس نے دیکھا نہیںؐ

اس کی بیانی کے واہے ڈھل گئے

اس پہ آفاق کے سب ورق کھل گئے

جس نے مانا نہیں
 اپنے پیکر میں شہر یقین ہو گیا
 جس نے جانا نہیں
 جہل بھی اس کا علم آفریں ہو گیا
 جس نے چاہا نہیں
 اس کی چاہت بقا کی نگارش بنی
 اس پہ دن رات پھولوں کی بارش ہوئی
 جس نے چاہا نہیں
 اس کو چاہا گیا
 اس کی دلیز تک ہر دورا ہا گیا

(حرف نسبت --- شبنم رومانی)

تیری آواز تھی روشنی کا سفر
 برف پگھلی تو سورج چمکنے لگا
 تو نے صحرا کی اڑتی ہوئی ریت کے درمیاں
 بے چراغاں زمینوں پہ گھر رکھ دیے
 تیری چھاؤں میں زخمی بدن آگئے
 تو نے دریا میں پیاسے شجر رکھ دیے

(لوح جاں --- جاذب قریشی)

اس کا پیغام
 قل العفو کہ سب بانٹ کے کھائیں، پہنیں
 کوئی بھوکا نہ رہے، کوئی برہنہ بھی نہ ہو
 ایک بھائی سے کسی بھائی کو ایذا نہ ملے
 آج میں سوچتا ہوں، دیکھتا ہوں، سوچتا ہوں
 روشنی پاس ہے، ہم پھر بھی ہیں ظلمت کے اسیر
 ہم ترانا تو لیتے ہیں مگر تیرا پیغام
 کس قدر پیار سے طاقوں پہ سجا رکھا ہے

(شام --- محمود شام)

سلام اس پر
 جو بے نواؤں کا آسرا ہے
 جو سارے عالم کی ابتداء ہے

جو سب زمانوں کی انتہا ہے
سلام اس پر
جو راہ حق پہ بلا رہا ہے کہ رہنما ہے
جو سب کو حق سے ملارہا ہے، کہ حق نما ہے

(کہ حق نما ہے۔۔۔ اظہر نفیس)

یہ دن وہ دن ہے
کہ بچہ تخلیق دو جہاں کا و رود ہوگا
ورود ہوگا

تو ہم سے بے راہ و کم عقیدہ
گناہگاروں کا ذکر ہی کیا
کہ انبیاء ان کے خیر مقدم کو
صف پہ صف ایستادہ ہوں گے
اور ان کے لب پر درود ہوگا

سلام ہوگا
سلام ان پر
درود ان پر
فدا ہمارا و جود ان پر

(ظہور۔۔۔ سرشار صدیقی)

عرش
کرسی اور مکاں
کائنات
کتنے بڑے ہیں۔۔۔ یہ لفظ
اور ان کے مفاہیم۔۔۔ ہمارا اور کائنات کا مقدر ہیں
ہم ہیں۔۔۔ یہ لفظ بھی ایسے ہی ہیں
گمراہ کا کوئی مفہوم نہ ہوتا
یہ لفظ۔۔۔ موتی سے خالی صدف کی طرح ہوتے
اگر محمدؐ نہ ہوتے
محمدؐ۔۔۔ ان سب لفظوں کا مفہوم ہیں
سلام ان پر۔۔۔ درود ان پر

(ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی)

اور یہ خوش بو بکھرتی رہی قریہ قریہ
 اور افق تا بافق
 تیل صدا، موج صبا بن کے بڑھا
 اس کے ہونٹوں سے کھلے لفظ
 شعاؤں جیسے
 جاگتی، بولتی، زندہ سوچیں
 ذہن انساں میں اٹھانے لگیں طوفان نے
 ایسے طوفان
 کہ بت سارے زمیں بوس ہوئے

(احمد صغیر صدیقی)

برہنہ پا قافلے بیابان بے اماں میں
 بھٹک رہے تھے، بھٹک رہے تھے
 نہ کوئی چشمہ، نہ کوئی سایہ نہ کوئی زاد سفر رہا تھا
 بشر کہ مرمر کے جی رہا تھا، بشر کہ جی جی کے مر رہا تھا
 عجیب آشوب حشر آٹا رچھا رہا تھا
 بشر خود اپنی ہی آگ میں کسمسا رہا تھا۔۔۔ کہ دفعتاً پوچھنی
 کہ شہر بظحا کی ریگ در ریگ سر زمیں پر
 بسیط فاراں کی چوٹیوں سے
 طلوع مہر منیر و انور کے ساتھ ہی تابشوں کے تیل ہزار پہلو نکل کے لپکے
 (میلا و حضور۔۔۔ تحسین فراقی)

اداسی کے سفر میں جب ہوا رک رک کے چلتی ہے
 سوا دھڑ میں ہر آرزو چپ چاپ چلتی ہے
 کسی نادیہ غم کا کہر میں لپٹا ہوا سایہ
 زمیں تا آسمان پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے
 گزرتا وقت بھی ٹھہرا ہوا محسوس ہوتا ہے
 تو ایسے میں تری خوشبو
 محمد مصطفیٰ ہصل علی کے نام کی خوشبو
 دل و حشر زدہ کے ہاتھ پر یوں ہاتھ رکھتی ہے
 جھٹکن کا کوہ غم ہٹا ہوا محسوس ہوتا ہے
 سفر کا راستہ کتنا ہوا محسوس ہوتا ہے

(امجد اسلام امجد)

جاپانی صنفِ سخن ہائیکو کے تجربات اردو شاعری میں کئے گئے تو شعراء نے اس زمین کو بھی مدح رسولؐ سے آسمان بنا دیا۔ شبنم رومانی، سہیل غازی پوری، سرشار صدیقی، اقبال حیدر، مصبیح رحمانی، شفیق الدین شارق، انجم اعظمی، ابوالخیر کشفی، محسن بھوپالی، وضاحت نسیم، رونق حیات، معراج حسن عامر، آفتاب مضطر، رضی الدین رضی، سلیم کوثر، اختر شمار، مقبول نقاش، سید قمر ہاشمی، مظفر وارثی، اکرم کلیم، اقبال نجمی، آفتاب کریمی اور طاہر سلطانی وغیرہم نے نعتیہ ہائیکو کہے۔

ہو محمد یا، احمد محمود

میری مشکل کے یہ ستارے ہیں
آپؐ کے نام کتنے پیارے ہیں

(محمد اقبال نجمی)

طائرانِ تیرگی سبا اڑ گئے
جس طرف سے بھی ہوا ان کا گزر
دستے منزل کی جانب مڑ گئے

(مظفر وارثی)

ترے قدموں کی آہٹ
اک عنوانِ بلاغت کا
اک خطبہ ہے ہدایت کا

(سید ابوالخیر کشفی)

زیست کیسے شکست کھائے گی
موت مجھ کو سلام کرتی ہے
میں محمدؐ کا امتی ٹھہرا

(اختر شمار)

اس کا نام لکھوں
جس کے نام کی برکت ہی
زندہ رکھتی ہے

(سلیم کوثر)

صرف مدینے میں
اور کہاں پر اُگتے ہیں
سورج سینے میں

(مصبیح رحمانی)

ہر ذرہ تارہ
کا ہلکشاں سے بڑھ کر ہے
طیبہ کا رستہ

(محسن بھوپالی)

یہ بھی ہے عظمت
سارے عالم پر پھیلا
دامانِ رحمت

(سہیل غازی پوری)

حسن مکمل ہے
حسن محمد صلی اللہ
کامل واکمل ہے

(آفتاب مضطر)

دنیا کی مختلف زبانوں میں ہونے والی نعتیہ شاعری کے تراجم بھی ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اس سمت میں کام کرنے والے شعراء میں پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر شان الحق حقی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، عبدالعزیز خالد، منیر قصوری، ڈاکٹر نجم الاسلام، عزیز حامد مدنی، افتخار احمد مدنی، پروفیسر آفاق صدیقی، پروفیسر سحر انصاری، آفتاب کریبی اور صبا اکبر آبادی شامل ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی ایک نعت کا ترجمہ راقم الحروف نے بھی کیا ہے۔ تراجم کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

وہ پاکیزہ چشمہ جواویج فلک سے چٹانوں پہ اترتا
سحابوں سے اوپر بلند آسمانوں پہ جولاں ملائک
کی چشم نگہداشت کے سائے سائے
چٹانوں کی آغوش میں عہدِ برنامی تک جوئے جولاں بنا
چٹانوں سے نیچے اترتے اترتے
وہ کتنے ہی صدر رنگ، انگھڑ خرف ریزے
آغوشِ شفقت میں اپنی سیٹھے
بہت سے سکتے ہوئے، ریگتے، مست، کم مایہ سوتوں کو
چونکا تا، لاکارتا، ساتھ لیتا ہوا، خوش خراماں چلا
بے نمود وادیاں اہلہا نے لگیں
پھول ہی پھول چاروں طرف کھل اٹھے
جس طرف اس کا رخ پھر گیا
اس کے فیضِ قدم سے بہار آگئی

(نغمہ چمدی، گوئے [جرمن شاعر]، ترجمہ شان الحق حقی۔ جواہر النعت، مرتبہ: عزیز احسن [صابری])

ہماری حمد کا طالب خدا نہیں
 محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نہیں
 خدا ہے جو حمدِ مصطفیٰؐ بس
 محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس
 دعا کی ہو اگر خواہش ہی ایسی
 قناعت چاہیے اس شعر پر ہی
 رہوں خواہاں محمدؐ سے خدا کا
 خدا سے وصفِ حبِ مصطفیٰؐ کا
 نہیں مظہرِ مناسب بالارادہ
 سخن کرنا ضرورت سے زیادہ

(میر مظہر جانِ جاناں [فارسی] مترجم: بحر انصاری۔ نعت رنگ شمارہ ۳)

اگر محمد مصطفیٰؐ آچانک

آپ کے دروازے پر دستک دیں

.....مگر میں سوچتی ہوں

انہیں اپنے گھر کی جانب آتے دیکھ کر

آپ دروازے پر پاؤں کا استقبال کریں گے

یا پہلے کپڑے بدل لیں گے اور پھر گھر کے اندر بلا لیں گے

(کہ لباس کے اسلامی تقاضوں کے مطابق ہوں)

یا کچھ رسالے چھپائیں گے

اور ان کی جگہ قرآن رکھ دیں گے

اور اپنے بیوی پر چلتی بالغ مووی کو

کہاں لے جائیں گے

اور ریڈیو بند کریں گے؟

.....ذرا سوچئے!

اگر سرکارِ آجائیں

آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنے!

(I Wonder! سسٹر کو میلا بدر، مترجم: آفتاب کریبی، نعت رنگ ۴)

اے سید السادات! ترے در پہ کھڑا ہوں

خوشنودی کی امید پہ مصروف دعا ہوں

اللہ کی مخلوق میں تو بہتر و برتر
 میں شیفۃ ”دیوانہ“ ترا صرف ترا ہوں
 یہ دل تری عزت کی قسم، تجھ پہ نہجھاور
 رب جانے ہے کس پہ میں دل و جاں سے فدا ہوں
 کوئی بھی نہ ہوتا جو تری ذات نہ ہوتی
 دنیا ترے قدموں میں پڑی دیکھ رہا ہوں
 وہ معجزے تیرے تھے کہ مخلوق تھی عاجز
 کیا ذکر فضائل ہو کہ بے نطق و نوا ہوں
 اک گوشت کے ٹکڑے نے کہا زہر ہے مجھ میں
 اک گوہ پکاری کہ میں حاضر بہ صدا ہوں
 اک بھیڑیا بولا کہ ہوں بھوکا کئی دن سے
 ہرنی کا گلہ، میں بھی تو محروم غذا ہوں
 جنگل کے درندے تجھے دیتے تھے سلامی
 اک اونٹ کا شکوہ تھا میں دنیا سے خفا ہوں
 جب تو نے درختوں کو اشارے سے بلایا
 ہر پتہ پکارا کہ میں قدموں میں پڑا ہوں
 تو وہ کہ کف دست سے پانی ہوا جاری
 کنکر کی صدا آئی کہ میں محو ثنا ہوں
 بادل نے کیا صرف تری راہ میں سلیا
 اک پھڑکا رونا کہ میں ملنے کو کھڑا ہوں
 بیمار تھی دنیا، ترے ہاتھوں نے شفا دی
 ہر زخم پکارا، میں طلب گار دوا ہوں
 وہ قحط کے حالات وہ پانی کا برسنہ
 ہر بوند کا کہنا کہ محمدؐ کی دعا ہوں

(امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ، [عربی] مترجم: قیصر الجعفری، نعت رنگ ۱۲)

تراجم کی تعداد سینکڑوں میں ہے لیکن یہاں صرف چند نمونے ہی پیش کرنے کی گنجائش ہے۔

منظوم سیرت کی کتب بھی اچھی خاصی تعداد میں شائع کی گئی ہیں۔ شاہنامہء اسلام تو حفیظ جالندھری نے لکھا تھا جس میں بیشتر ذکر غزوات کا تھا۔ فتوحات اسلام کے نام سے ہما صدیقی نے منظوم تاریخ اسلام لکھی تھی جس کے کچھ اشعار ہم نے کہیں نقل کر دیے ہیں۔ ”حیات طیبہ و سیرت مطہرہ حضرت محمدؐ“ کا منظوم اظہار سید ضمیر علی دلی طالب نگری نے کیا تھا۔ خورشیدناظر نے ”بلغ العلیٰ بکمالہ“ کے نام سے اردو میں ساڑھے ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل

سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام لکھی ہے جسے نشریات لاہور نے شائع کیا ہے۔ ”سرور کائنات“ کے عنوان سے شہرِ اعظمی نے منظوم سیرت پاک لکھی ہے۔ نمونہ کلام دیکھئے۔

صبح دم کوہ صفا پر چڑھ گئے اک دن نبیؐ
نام لے کر سب قبیلے والوں کو آواز دی
آپؐ کی آواز سن کر لوگ سارے آگئے
کیا ہوا کیا بات ہے ان سے لگے وہ پوچھنے
میں کہوں کیا مان لوگے، لشکرِ حرار ہے
کوہ کے پیچھے جو لڑنے کے لیے تیار ہے
سب یہ بولے ہم کو تیری بات پر آیا یقین
جانتے ہیں تجھ کو ہم بچپن سے صادق اور امین
سن لو! میں بھیجا گیا ہوں، یہ کہا پھر آپؐ نے
اک عذابِ سخت سے تم کو ڈرانے کے لیے

(شہرِ اعظمی، سرور کائنات، منظوم سیرت پاک، کراچی)

حضورِ اکرمؐ کی احادیثِ مبارکہ کے بھی منظوم تراجم سامنے آئے ہیں۔ ایک نمونہ حاضر ہے:

رسولِ حق سے کسی نے پوچھا
کہ کیا ذریعہ نجات کا ہے؟
تو اُس کو آقاؐ نے یہ بتایا
زباں کو قابو میں اپنی رکھو
گھروں میں اپنے رہو مقید
کرو خطاؤں پہ انگ ریزی

(نجات کا ذریعہ) (انہی مشعلوں سے دیے چلے: منظوم احادیث، منظر عارفی)

انوارِ صولت نے حضورِ اکرمؐ کا ”خطبہ تبوک“ نظم کیا ہے اور اس کی تشریح میں بھی اشعار کہے ہیں۔ متن

کے کچھ اشعار دیکھیے:

لبِ اقدس پہلے تو چشمہ صافی اہل آیا
رسول اللہؐ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا
مجھے جو تم سے کہنی ہے یہ پہلی بات ہے لوگو
کتاب اللہ بے شک سب سے سچی بات ہے لوگو
کہا اس مخبرِ صادق نے سن لے جو بھی سنتا ہے
جہاں میں ”سب سے محکم حلقہ زنجیرِ تقویٰ ہے“
یہ پھر حضرتؐ نے فرمایا مسلم اس کی ہے عظمت

جہاں میں بہترین ملت ہے ابراہیم کی ملت
کہا پھر یاد رکھنا یہ مری سب کو ہدایت ہے
جہاں میں بہترین سنت محمدؐ ہی کی سنت ہے“

(شرح خطبہ تبوک، منظوم، انوار صولت، اسلام آباد)

پاکستان کے مختلف شہروں میں نعتیہ شاعری کی رفتار تیز رہی کہ اب بعض شہروں کے حوالے سے نعت کے دبستان تشکیل پاتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں (۱) دبستان کراچی (۲) دبستان لاہور اور (۳) دبستان فیصل آباد وغیرہ کے حوالے سے باتیں بھی ہوتی رہی ہیں۔

اردو نعتیہ شاعری کو شعریت اور شریعت کی کسوٹی پر پرکھنے کے لیے ۱۹۹۵ء میں ”نعت رنگ“ کے ذریعے ایک تحریک کا آغاز ہوا۔ ابتداء میں تو اس رسالے کے قلمی معاونین کی تعداد تھوڑی تھی لیکن پھر اس رسالے کے مدیر مہیج رحمانی کی مسلسل، انتھک اور پر خلوص محنت رنگ لائی لہذا اب اس کتابی سلسلے کے قلمی معاونین میں بڑے بڑے معتبر نام شامل ہو گئے۔ راقم الحروف کو بھی تنقیدی مضامین لکھنے کا حوصلہ ”نعت رنگ“ کی قلمی معاونت کے ذریعے ہی ہوا۔ تخلیق کے علاوہ تحقیق، تنقید اور تدوین کا کام بھی نعتیہ ادب کے سرمائے میں اضافے اور اعتبار کا سبب بنا ہے اس لیے لازم ہے کہ ایسا ہی طور پر ان مساعی کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

تحقیق: اردو نعت کے تحقیقی سرمائے میں وہ تمام لوازمہ شامل ہو سکتا ہے جو انفرادی طور پر کسی محقق نے مقالے یا مضمون کی شکل میں لکھا ہو یا ایم۔ اے۔ ایم۔ فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر باقاعدہ طور پر منصوبہ بندی کے تحت لکھا گیا ہو۔ ”اردو نعت میں“ پی ایچ ڈی کی سند حاصل کرنے کے لیے لکھے گئے تحقیقی مقالے درج ذیل ہیں:

- ☆ اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق
- ☆ اردو میں نعت گوئی، ڈاکٹر ریاض مجید
- ☆ اردو حمد و نعت پر فارسی روایت کا اثر، ڈاکٹر پروفیسر عاصی کرمانی
- ☆ اردو نعت کے جدید رجحانات، ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی
- ☆ اردو نعت کا ہیئت مطالعہ، ڈاکٹر افضال احمد انور
- ☆ اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ، ڈاکٹر عبدالعزیز خان (عزیز احسن)
- ☆ پاکستان میں نعت، ڈاکٹر شہزاد احمد
- ☆ ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر (سقوطِ دہلی سے سقوطِ ڈھاکہ)، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی
- ☆ حافظ لدھیانوی کی نثر اور شاعری، ڈاکٹر شبیر احمد قادری
- علاوہ ازیں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے پہلی مرتبہ اپنے مقالے (لکھنؤ کا دبستان شاعری) میں کسی نعت گو شاعر کا تفصیلی ذکر کیا اور شعری محاسن کی قدر افزائی کی۔
- ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے پاکستان میں پہلی مرتبہ نعتیہ شاعری کے حوالے سے ایک تذکرہ ناما کتاب ”اردو کی نعتیہ شاعری“ لکھی جس میں نعتیہ ادب کا ابتدائی جائزہ بھی لیا۔
- اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق۔ یہ مقالہ بھارت میں ۱۹۵۵ء میں لکھا گیا تھا۔ سن

۱۹۷۶ء میں پاکستان میں بھی شائع کیا گیا۔ اس کے باعث پاکستان کی جامعات میں نعتیہ ادب کی تحقیقی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

۱۹۸۰ء میں پاکستان میں ”اردو میں نعت گوئی“ کے عنوان سے ڈاکٹر ریاض مجید نے پہلا تحقیقی مقالہ لکھا جس پر انہیں پی ایچ ڈی کی سند سے نوازا گیا۔

اردو حمد و نعت پر فارسی روایت کا اثر، ڈاکٹر پروفیسر عاصی کرناٹی کا مقالہ بھی پی ایچ ڈی کی سند کے لیے لکھا گیا تھا جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی گئی۔ اس مقالے نے اردو نعت پر مرتب ہونے والے فارسی اثرات کا ادراک پیدا کیا۔

”اردو نعت کے جدید رجحانات“ کے عنوان سے مقالہ قلم بند کرنے پر ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی کو پی ایچ ڈی کی سند ملی۔ اس مقالے میں نعتیہ شاعری میں راہ پانے والے جدید رجحانات کی نشاندہی کی گئی ہے جو تنقیدی شعور بیدار کرنے کا وسیلہ ہیں۔

”اردو نعت کا تحقیقی مطالعہ“ کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹر افضال احمد نور نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ یہ مقالہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ موضوع کے اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیوں کہ اس مقالے میں اس بات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نعت جو ایک موضوعاتی صنفِ سخن ہے وہ شاعری کی کس کس ہیئت کو اپنی آغوش میں سمیٹے ہوئے ہے۔

”اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ“ کے عنوان سے مقالہ لکھنے پر راقم الحروف (ڈاکٹر عبدالعزیز خان [عزیز احسن]) کو جامعہ کراچی سے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل ہوئی۔ یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے۔ اس مقالے میں کل آٹھ ابواب ہیں جو تمام کے تمام ایسی تحریروں کی نشاندہی کرتے ہیں جن میں نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کی جھلک پائی جاتی ہے۔

”پاکستان میں نعت“، ڈاکٹر شہزاد احمد کا وہ مقالہ ہے جس پر انہیں جامعہ کراچی سے ۲۰۱۲ء میں پی ایچ ڈی کی سند عطا کی گئی ہے۔ اس مقالے میں تحقیقی طور پر بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں مذکرہ نگاری اور نعتیہ ادب کی رفتار کیسی رہی ہے۔ یہ مقالہ ابھی تشہرہ طاعت ہے۔

”ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر (سقوطِ دلی سے سقوطِ ڈھاکہ)“ کے موضوع پر مقالہ لکھنے پر، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی نے جون ۲۰۱۳ء میں جامعہ کراچی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ ڈاکٹر محمد طاہر قریشی نے اس مقالے میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۷۱ء تک اردو ادب میں ملی رجحانات کی حامل شاعری کو کھنگال کر اس میں نعتیہ عناصر کا سراغ لگایا ہے۔ یہ مقالہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

”حافظ لدھیانوی کی نثر اور شاعری“ کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹر شبیر احمد قادری نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ حافظ لدھیانوی چوں کہ ایک اہم نعت گو شاعر تھے اس لیے اس مقالے میں ان کی نعت گوئی کے حوالے سے بہت کچھ کہا گیا ہے۔ یہ مقالہ ابھی شائع نہیں ہوا ہے۔

لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی۔ یہ مقالہ شاعری کے عمومی رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ لیکن یہ اردو ادب میں پہلا تحقیقی مقالہ ہے جس میں ”محسن کا کوروی“ کے نعتیہ کلام پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

گویا یہ مقالہ نعتیہ شاعری کے ادبی معیارات اور شعریت و شریعت کی پرکھ کی طرف متوجہ کرنے کی اولین کوشش ہے۔ اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر فرمان فتحپوری۔ یہ کتاب نعتیہ ادب کے مبصرانہ جائزے کی صورت میں ۱۹۷۲ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس کتاب نے پاکستان میں ادبی سطح پر نعتیہ شاعری کی اہمیت کا احساس دلایا۔

تحقیق: ۱۹۹۵ء میں کراچی سے مہیج رحمانی نے ایک کتابی سلسلہ ”نعت رنگ“ کا اجرا کیا جس کا مقصد نعتیہ ادب میں تنقید کو فروغ دینا تھا۔ الحمد للہ اس کتابی سلسلے کے ۲۳ شمارے منظر عام پر آچکے ہیں جن میں تنقیدی مضامین کی تعداد پاکستان میں شائع ہونے والے تمام رسائل سے زیادہ ہے۔ اسی لیے اس میں شائع ہونے والے تنقیدی مضامین بعد ازاں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے۔ پھر اور لوگوں نے بھی تنقید کی طرف توجہ دی اور کچھ کتب منصہء شہود پر آگئیں۔ کتب کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ☆ اردو نعت اور جدید اسالیب (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- ☆ نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلات تنقید، ادیب رائے پوری
- ☆ نعت کی تخلیقی سچائیاں (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- ☆ ہزار رنگ ہے (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- ☆ نعت کے تنقیدی آفاق (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، عزیز احسن
- ☆ نعت اور تنقید نعت، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی
- ☆ شاعرانہ نعت، راجا رشید محمود
- ☆ فن نعت کی نئی جہات، محمد حیات چغتائی
- ☆ اردو میں نعت گوئی، چند گوشے، پروفیسر شفقت رضوی
- ☆ سرو نعت، ابوالانسیاز، ع۔س۔ مسلم
- ☆ نعت کے جدید رنگ، جاذب قریشی
- ☆ اردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، شریعت اسلامیہ کے ناظر میں، رشید وارثی
- ☆ نعت گوئی اور اس کے آداب، پروفیسر عبداللہ شاہین، نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر اشفاق احمد ورک
- ☆ نعت حقیقت کے آئینے میں، محمد شفیق اختر
- ☆ غالب ثنائے خواجہ، سید مہیج الدین مہیج رحمانی
- ☆ نعت اور آداب نعت، کوکب نورانی اوکاڑوی
- ☆ صغیر ہزار رنگ، میرزا امجد مازی
- ☆ نعت نگر کا باسی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی نعت گوئی و نعت شناسی کا ایک جائزہ، مہیج رحمانی
- ☆ نعت میں کیسے کہوں، پروفیسر محمد اقبال جاوید
- ☆ قافلہ عشق کے مسافر، پروفیسر محمد اکرم رضا
- ☆ ناجدار ملک سخن، اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں، پروفیسر محمد اکرم رضا
- ☆ نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش، پروفیسر محمد اکرم رضا

- ☆ کاروانِ نعت کے جُدی خواں، پروفیسر محمد اکرم رضا
- ☆ چادہء رحمت کا مسافر، ڈاکٹر حسرت کا سنگجوی
- ☆ نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ، پروفیسر شفقت رضوی
- ☆ دلیل آفتاب، مطالعاتِ نعت، ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی
- ☆ نعت کے آبدار موتی، محمد اقبال نجفی
- ☆ نعت شناسی، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، مرتبہ: ڈاکٹر داؤد عثمانی
- ☆ عاشقِ رسول امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ، مرتبہ: طاہر سلطانی
- ☆ توثیق، سرشار صدیقی کے شعرِ عقیدت پر اہل علم کے تاثرات، مرتبہ: اطہر عباسی
- یہ تمام کتب ایسی ہیں جن میں نعتیہ شاعری کی پرکھ کے شواہد ملتے ہیں اور جن میں نعتیہ تخلیقات کے بیشتر محاسن کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بعض کتب میں کسی حد تک معائبِ سخن کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان کتب میں نعتیہ مجموعوں پر تفصیلی یا ابتدائی آراء موجود ہیں۔ ان کتب کی اشاعت کے بعد ناقدین فن بھی اس طرف متوجہ ہوئے اور اب نعتیہ ادب میں تنقیدی تحریروں کا دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔
- مذہب: نعتیہ ادب میں ”گلدستے“ شائع کرنے کی روایت بڑی پرانی ہے۔ پاکستان میں انفرادی نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ساتھ بعض لوگوں نے نعتیہ انتخاب بھی شائع کیے ہیں۔ ان کتب میں قابل ذکر انتخاب درج ذیل ہیں:
- ۱۔ خیر البشر کے حضور میں، مرتبہ: ممتاز حسن
 - ۲۔ ارمغانِ نعت، مرتبہ: شفیق بریلوی
 - ۳۔ مخزنِ نعت، مرتبہ: محمد اقبال جاوید
 - ۴۔ جواہرِ النعت، مرتبہ: عزیز (احسن) صابری
 - ۵۔ نقوش، رسول نمبر، جلد ۱۰، انتخابِ نعت
 - ۶۔ انوارِ حریم، مرتبہ: صدیق اسماعیل
 - ۷۔ بوستانِ نعت، مرتبہ: احمد علی سیف کلانوری
 - ۸۔ بہارِ نعت، مرتبہ: حفیظ تائب
 - ۹۔ صلی اللہ علیہ وسلم، مرتبہ: راز کاظمیری
 - ۱۰۔ گلدستہٴ نعت، مرتبہ: ضیا محمد ضیا و طاہر شادانی
 - ۱۱۔ کشف العرفان، مرتبہ: ڈاکٹر نور محمد ربانی
 - ۱۲۔ رحمتِ تمام، بزمِ ادب نیشنل بینک آف پاکستان
 - ۱۳۔ نعتِ کائنات، مرتبہ: راجہ رشید محمود
 - ۱۴۔ ایوانِ نعت، مرتبہ: مہج رحمانی
 - ۱۵۔ حریمِ نعت، رئیس احمد
 - ۱۶۔ مستند نعتیہ کلام، مرتبہ: قاری محمد اظہار ملتانوی

۱۷۔ انتخابِ نعت، مرتب: عبدالغفور قمر۔ تیرہ جلدیں

۱۸۔ شہرِ نعت، مرتب: آصف بشیر چشتی

۱۹۔ درودانِ پرِ سلام ان پر، مرتب: یوسف مثالی

۲۰۔ رنگِ نعت، (نعت رنگ شمارہ ۱۹ تا ۱۹۷ سے نعتوں کا انتخاب)، مرتب: پروفیسر محمد فیروز شاہ

۲۱۔ خواتین کی نعتیہ شاعری، ترتیب و تقدیم: غوث میاں

ان انتخاب ہائے نعت میں نعتیہ شاعری کے حوالے سے تحقیقی اور کسی حد تک تنقیدی مضامین بھی ہیں جن میں مرتبین کا تحقیقی و تنقیدی شعور جھلکتا ہے۔ کئی تحریریں ایسے مباحث پر مبنی ہیں کہ اگر مستقبل کا محقق توجہ دے گا تو بہت زیادہ تحقیقی مقالے صرف ان انتخابوں کے دیباچوں یا مقدموں میں اٹھائے ہوئے نکات کی روشنی میں لکھے جاسکتے ہیں۔ دبستانِ وارثیہ، کراچی کے اربابِ قلم نے طرحی مشاعروں کے لیے صرف ردیف کا لفظ یا الفاظ دینے کی طرح ڈالی۔ ان کے مشاعرے کئی برس سے ماہانہ دنیا پر منعقد کیے جاتے ہیں اور ہر سال کے آخر میں ان مشاعروں میں پیش کیے جانے والے کلام کا انتخاب شائع کر دیا جاتا ہے۔

تذکرہ نگاری:

- ☆ تذکرہ نعت گویان (راولپنڈی، اسلام آباد)، تحقیق و ترتیب: قمر عینی، اسلام آباد
- ☆ بہرِ زماں بہرِ زباں، (غیر مسلم نعت گو شعراء کا عالمی تذکرہ) تحقیق و ترتیب: نور احمد میرٹھی، کراچی
- ☆ عصرِ حاضر کے نعت گو، گوہرِ ملیانی، لاہور
- ☆ پاکستان کے نعت گو شعراء، سید محمد قاسم، کراچی
- ☆ نعت گو شاعرات، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری
- ☆ تذکرہ نگاری کے ضمن میں، پروفیسر سید یونس شاہ، شاکر کنڈان اور محمد صادق قصوری کے اسمائے گرامی بھی نمایاں ہیں۔

نعتیہ کتابی سلسلے، مجلے اور رسائل:

نعت، جب نعت خوانی کی محافل سے ”ادبی“ میدان میں آئی تو اس کی ترویج کے لیے کچھ رسائل، کچھ کتابی سلسلے اور کچھ مجلے بھی منظرِ عام پر آئے۔ ایسے رسائل، کتابی سلسلوں اور مجلوں کی تعداد کا مکمل طور پر احاطہ کرنا تو ناممکن ہے۔ چند مطبوعات کے نام البتہ پیش کیے جاسکتے ہیں:

- ☆ ”خاتونِ پاکستان“ مدیر شفیق بریلوی۔ ادارہ سرت جہاں اور طلعت شہناز۔ رسول نمبر
- ☆ ”ماہِ نو“ سیرت رسول، مدیر: ظفر قریشی
- ☆ ماہنامہ بصیر، کراچی، رسول پاک نمبر، مدیر اعلیٰ ظفر حمید دہلوی
- ☆ سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر، مدیر اعلیٰ، سید قاسم محمود
- ☆ صریرِ خامہ قصیدہ نمبر، مدیرہ علیا: ریحانہ طلعت خاں، (جامعہ سندھ) یہ مجلہ نعت سے متعلق نہیں ہے لیکن اس میں نعتیہ قصائد پر بھی مضامین ہیں۔
- ☆ حمایتِ علی شاعر، مرتب: صریرِ خامہ، نعت نمبر (شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد)

- ☆ حضرت حسان نعت ایوارڈ، کراچی مجلہ (مدیر اعلیٰ) غوث میاں، حضرت حسان حمد و نعت بک بینک کراچی
- ☆ محمد اقبال نجمی، مفیض، سہ ماہی (نعت نمبر)، گوجرانوالہ
- ☆ مجلہ لیلۃ النعت، گل بہار نعت کونسل پاکستان ٹرسٹ کراچی
- ☆ فروغ نعت، انک، مدیر: سید شاکر القادری، چشتی نظامی، القلم دارہ مطبوعات انک (پاکستان)
- ☆ ماہنامہ سیارہ، عبدالعزیز خالد نمبر، مینجنگ ایڈیٹر: نوید اسلام صدیقی
- ☆ شام و بحر، نعت نمبر، مدیر خالد شفیق
- ☆ مجلہ گورنمنٹ سنی کالج (پاکستان نمبر)، مدیر: پروفیسر وسیم فاضلی، ناظم آباد کراچی (اس مجلے میں راقم الحروف کا ایک طویل مضمون ”پاکستان میں نعت گوئی“ ہے)
- ☆ کتابی سلسلہ ایوان نعت، مرتب: ملک فاروق مکتبہ ایوان نعت، لاہور
- ☆ دنیا نعت، مرتب: عزیز الدین خاکی کراچی
- ☆ عقیدت، مرتب: شاکر کنڈان، سرگودھا
- ☆ ماہنامہ الاحسن، مفتی زروئی خان، کراچی
- ☆ ماہنامہ الرشید (نعت نمبر)، مدیر: عبدالرشید ارشد، لاہور
- ☆ ”بیاض“ ماہنامہ، نعت نمبر، خالد احمد، عمران منظور، لاہور
- ☆ ’اوج‘ لاہور مجلہ ترتیب و تدوین ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ لاہور
- ☆ ماہنامہ نعت، (مدیر) راجا رشید محمود، لاہور
- ☆ ماہنامہ حمد و نعت (مدیر) شہزاد احمد، کراچی
- ☆ کتابی سلسلہ ایوان نعت، (مرتبین) وقار مصطفیٰ ملک فاروق احمد، لاہور
- ☆ کتابی سلسلہ نعت رنگ، (مرتب) سید صبیح الدین صبیح رحمانی، کراچی
- ☆ ماہنامہ نوائے نعت (مدیر اعلیٰ) ادیب رائے پوری، کراچی
- ☆ کتابی سلسلہ کاروان نعت، بانی و ناشر و مدیر محمد امجد حنیف مغل، لاہور
- ☆ کتابی سلسلہ سفیر نعت، (مرتب) آفتاب کریبی، کراچی
- ☆ کتابی سلسلہ راہ نجات، (مرتب) غلام محبتی امدی، کراچی
- ☆ سہ ماہی عقیدت، (مرتب) شاکر کنڈان، سرگودھا
- ☆ کتابی سلسلہ نعت نیوز، (مرتب) محمد زکریا شیخ الاشرافی، کراچی
- ☆ کتابی سلسلہ شہر نعت، (مدیر اعلیٰ) شبیر احمد قادری، فیصل آباد
- ☆ کتابی سلسلہ خوشبوئے نعت، سرگودھا، (مرتب) ڈاکٹر محمد شرف حسین انجم
- ☆ ششماہی ”متاع امیر“ (میلاد مصطفیٰ نمبر)، مدیر اعلیٰ: محمد امیر نواز امیر، فیصل آباد
- ☆ نقوش رسول نمبر، مدیر محمد طفیل، لاہور
- ☆ ماہنامہ دعوت (سیرت و نعت نمبر)، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

☆ ماہنامہ تحریریں (نعت نمبر)، مدیر: حفیظ صدیقی، زاہدہ صدیقی

☆ ماہنامہ لکھاری (نعت نمبر)، ایڈیٹر: اقبال زخمی، لاہور

☆ گل چیدہ، حفیظ نائب، لاہور

ان کتابی سلسلوں؟ مجلوں اور رسالوں میں سے اکثر باقاعدگی سے نکل رہے ہیں۔ ”نعت رنگ“ ان میں سرفہرست ہے یہ واحد کتابی سلسلہ ہے جس کا تنقیدی جائزہ بھی شائع ہو چکا ہے اور جس میں شامل مضامین اور خطوط بھی کئی کتب کی صورت میں منظر عام پر آ گئے ہیں۔ نیز اہل علم کی نظر میں اس کتابی سلسلے کی جوقدر رہے اس پر بھی ایک کتاب مرتب کی جا چکی ہے۔ اس کے اداریوں پر مشتمل ایک کتاب الگ سے مرتب کی جا چکی ہے اور ڈاکٹر سہیل شفیق نے نعت رنگ میں شائع ہونے والے مضامین اور دیگر لوازم کا اشاریہ بھی مرتب کر دیا ہے جو کتابی صورت میں طبع ہو چکا ہے۔

مصاحبے (INTERVIEWS):

طاہر سلطانی نے ”نعت کی بہاریں“ کے نام سے ۶۲۳ صفحات پر مشتمل کتاب مرتب کی ہے جس میں کراچی کے ۱۰۳ نعت گو شعراء سے مصاحبوں کا اندراج ہے۔

نعتیہ شاعری کرتے ہوئے، غیر نعت شعراء کا تو ذکر ہی کیا، بعض نعت شعراء سے بھی مثنوی (Textual) اغلاط ہو جایا کرتی ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مضمون کے آخر میں چند تنقیدی اشارے بھی دیدیے جائیں۔ یہ تنقیدی نکات میں نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے ”اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ“ میں ذرا تفصیل سے پیش کر دیے ہیں۔ یہاں ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

لفظوں کا صحیح استعمال:

تلفظ: ادب چوں کہ لفظوں کے بہترین استعمال کا متقاضی ہے، اس لیے اشعار میں لفظ کے تلفظ کی باندی لازمی ٹھہرتی ہے۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ لفظ کا تلفظ شعر ہی سے واضح ہوتا ہے اسی لیے سند کے طور پر صرف اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

معنوی استعمال: جن الفاظ کے معنوی پھیلاؤ میں اچھے اور کراہیت آمیز، دونوں طرح کے مفاہیم پیدا ہونے کا احتمال ہو ان کا ترک کرنا ضروری ہے۔ ”حضور اکرمؐ کی محفل میں ”راعنا“ کے بجائے ”انظرنا“ کا لفظ استعمال کرنے کا قرآنی حکم پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ ایک مثال سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے: بیٹھے نبیؐ:

ایک صاحب نے بلا سوچے سمجھے حضور اکرمؐ کے لیے بیٹھے نبیؐ کی ترکیب استعمال کی..... بیٹھا، اشیاء کی شیرینی کے لیے تو استعمال ہوتا ہے، افراد کے لیے اس کے استعمال میں خوبی کے بجائے ذم کا پہلو ہے۔

”عرش علی سے اعلیٰ بیٹھے نبیؐ کا روضہ

ہے ہر مکاں سے بالا بیٹھے نبیؐ کا روضہ“

اس نعتیہ غزل کے بارہ اشعار ہیں۔ اس طرح ”بیٹھے نبیؐ“ کی ترکیب تیرہ مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ اب لفظ ”بیٹھے“ کے وہ استعمالات ملاحظہ فرمائیے جو افراد کے لیے ہوں تو کیا معانی دیتے ہیں:

بیٹھا: ۱۔ (کنایہ) وہ شخص جس کی باتیں اور حرکتیں عورتوں کی سی ہوں، زنانہ منتری، زنانہ، زرخا، بیخودا (فرہنگ آصفیہ)

۲۔ بیٹھا ٹھگ: بیٹھی بیٹھی باتیں بنا کر ٹھگنے والا یا ر، دغا باز، بد دیانت، جھوٹا دوست، بے ایمان دوست؛ ٹھگوں کے اس فرقے کا آدمی جو بیٹھا تیلیا (ایک زہر) کھلا کر مسافروں کو ہلاک کرنا اور لوٹ لیتا ہے، بیٹھے والا (پلیٹس؛ فرہنگ آصفیہ؛ مخزن المحاورات)۔ ۳۔ بیٹھی چھری: ۱۔ (مجازاً) دشمن نژاد دوست، وہ شخص جو دوستی کے پیرائے میں دشمنی کرے، وہ شخص جو بظاہر دوست اور باطن دشمن ہو، ظاہر میں خوشنما اور اصل میں مضرت رساں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ”بیٹھا“ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو حلیم الطبع، بردبار، دھیمے مزاج کا آدمی ہو اور جسے غصہ نہ آئے..... لیکن یہ بات طے ہے کہ جس لفظ میں برائی کا کوئی پہلو پوشیدہ ہو وہ خیر البشر جناب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے استعمال کرنا بے ادبی اور روح قرآن کے منافی ہے۔

عروض: کلاسیکی یا روایتی اصنافِ سخن مثلاً غزل، رباعی، قطعہ، مثنوی، مسدس، مسمط، مخمس، ترجیع بند وغیرہ، صنفی ہیئت کے علاوہ عروضی اوزان و بحر کی بھی پابند ہوتی ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر شاعر عروض داں ہو۔ لیکن ہر شاعر کا موزوں طبع ہونا بہر حال لازمی ہے۔ عروضی اسقام سے بچنے کے لیے تھوڑی بہت عروض کی شد بد بھی ہونا چاہیے۔

صنائع بدائع کے استعمالات کا جائزہ: شاعری میں حسن پیدا کرنے کے لیے خیال کو اچھے سے اچھے اور انتہائی موزوں الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کوشش میں شاعر کچھ صنائع بدائع کا استعمال بھی کرتا ہے۔ صنائع بدائع کے بالقصد استعمال سے کچھ الفاظ میں حسن تو پیدا ہو جاتا ہے لیکن اشعار میں تصنع اور بناوٹ کا عنصر بھی داخل ہو جاتا ہے۔ تاہم محتاط کاوش، شعری حسن میں اضافے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

معاصیِ سخن سے گریز: شاعر کے لیے معاصیِ سخن سے بچنا بھی ضروری ہے مثلاً اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میب تنافر کیا ہے اور کیسے پیدا ہوتا ہے؟ تعقید کسے کہتے ہیں اور اس کی موجودگی سے شعر میں کیسی کراہیت پیدا ہو جاتی ہے؟ شتر گر بہ کیا ہوتا ہے اور اس عیب سے شاعری میں کیا خرابی پیدا ہوتی ہے؟ ایٹا کسے کہتے ہیں اور اس سے بچ کر شعر کہنا کتنا ضروری ہے؟ معاصیِ سخن کی فہرست خاصی لمبی ہے۔

شرعی معیارات کی پرکھ کے اصول: نعت کے مافیہ (content) یا متن (text) کی اہمیت ہر قسم کی شاعری کے مافیہ سے زیادہ ہے۔ نعت کے نثری مضمون کے فکری رشتے قرآن و حدیث سے بڑے گہرے ہیں۔ اس لیے قرآن و حدیث کے مفاہیم کو شعری قالب میں ڈھالنے کے ہنگام استنادی شان کو برقرار رکھنا اور متن کا شعری حسن بھی برقرار رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تاریخ اسلام کے مستند حوالوں کو شعری پیکر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس موقع پر اپنے جذبات، اپنی خواہشات اور اپنے مذہبی تعصبات کو قابو میں رکھتے ہوئے راہِ مستقیم پر چلنا اور واقعی نعت سے سرخرو گزر جانا بہت بڑی کامیابی کی دلیل ہے۔ کیوں کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ سچائی کا عنصر ہر سطح پر برقرار رہ سکے۔ نعتیہ شاعری میں جذبے اور احساس کے ارتعاشات کو شعری پردے پر ابھارنے کا عمل انتہائی سچائی اور احتیاط کا تقاضا کرتا ہے۔ یہاں شاعر کا ایمان داؤ پر لگا ہوتا ہے۔

جدید عہد نے نعتیہ مضامین کو بڑی وسعتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ ان موضوعات میں کیا کیا شامل ہے؟ اس طرح کی کوئی فہرست بنانا تو ممکن نہیں ہے لیکن اس مسئلے کو چند احساساتی اور فکری ابعاد (dimensions) کے حوالے سے دیکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر نعت کہی جاسکتی ہے:

☆ حضورِ اکرمؐ کی ذات کے جہاں صوری، اسمائے مبارکہ کی معنوی تنویر، جہاں معنوی یعنی اسوۂ مقدسہ

- ☆ حضور اکرمؐ کی الفت اور آپؐ کی اتباع کی آرزو
- ☆ حضور اکرمؐ کی تعلیمات کا ذکر
- ☆ حضور اکرمؐ کا تعلق مع اللہ
- ☆ نبیؐ کا تعلق مع الخلق
- ☆ نبیؐ کی ذات کی عظمت کا ذکر
- ☆ نبیؐ کے معجزات کا ذکر، اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نبی اکرمؐ کے تعلق کا اظہار
- ☆ نبیؐ کا اپنے اہل بیت یعنی آپؐ کی ازواج مطہرات کے ساتھ تعلق
- ☆ نبیؐ کا اپنی آل اور اہل قرابت کے ساتھ تعلق
- ☆ نبیؐ کے اقوال، نبیؐ کے اعمال
- ☆ نبیؐ کی ”تقریر“، حضور اکرمؐ کے غزوات کا ذکر، حضور اکرمؐ کے خطبات کا منظوم اظہار
- ☆ حضور اکرمؐ کی ہرم آرائی، شاعر کی طرف سے اپنے غم کا استغاثے کی شکل میں اظہار، امت کی طرف سے استغاثہ پیش کرنے کا عمل، شفاعت طلبی کی التماس
- ☆ خواب میں حضور اکرمؐ کے دیدار کی آرزو کا شعری اظہار، حضور اکرمؐ سے نسبت رکھنے والے اشخاص، اصحاب، ازواج اور اشیاء کا ذکر (شرط صرف یہ ہے کہ آپؐ کے اقوال یا تاریخی حوالوں سے بات بالکل سچی ہو اور بیان میں اعتدال رہے)، مدینہ منورہ کا ذکر، اس تک رسائی کی آرزو اور اس شہر کی فضیلتوں کا بیان، گنبد خضریٰ کا تذکرہ سب ہی کچھ نعتیہ ادب کا حصہ بن سکتا ہے۔ شاعر اپنے احساسات کی سچی عکاسی کرتے ہوئے جب رسولؐ کا اظہار کرے تو وہ بھی نعت ہی ہے شرط صرف یہ ہے کہ شاعر موضوع کے تقدس کا خیال رکھے اور زبان و بیان کے معاملے میں محتاط طریقہ اپنائے۔

شاعروں کے لیے یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ اگر وہ براہ راست حضور اکرمؐ سے مخاطبہ کریں تو قرآن کریم کی ہدایات کو پیش نظر رکھیں۔ قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ بلند کرو اپنی آوازیں اوپر نبیؐ کی آواز کے اور نہ اونچی کرو اپنی آواز اس کے سامنے بات کرتے وقت جیسے اونچی آواز میں بولتے ہو تم ایک دوسرے کے ساتھ، کہیں ایسا نہ ہو کہ غارت ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ○ (القرآن ۴۹:۲)

ممنوعاتِ نعت: نعت کے اشعار کی شعری بخت میں شرعی حدود کا خیال رکھنے کے لیے کچھ انتہائی زاویوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً

☆ نبی کریمؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس تصور کے منافی کوئی خیال شعر میں نہیں باندھنا چاہیے۔

☆ حضور اکرمؐ، اللہ رب العزت کے بندے ضرور ہیں لیکن اللہ کی تمام مخلوقات میں صرف آپؐ کی ذات افضل ہے۔

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ایسی صورت میں کسی اور کو آپ کا ہم مرتبہ یا ہم رتبہ ظاہر کرنا۔ کسی خاص صفت میں نبی کا شریک قرار دینا۔ صریحاً شرک فی النبوت ہے۔ حضور اکرمؐ کی ذات ہی صرف وجہ تخلیق کائنات ہے۔ صرف حضور اکرمؐ ہی کی ذات ”معصوم عن الخطاء“ ہے۔ حضور اکرمؐ کے قرابت دار، اصحاب اور ازواج سب ”مخفوظ عن الخطاء“ ہیں۔ یہ نکتہ ضرور ملحوظ رہے۔

☆ محض عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کے خیال سے کسی فلمی گانے کی طرز پر نڈو شعر کہے جائیں اور نہ ہی اس گانے کی دھن اپنائی جائے۔

☆ حضور اکرمؐ سے ایسا مطالبہ نہ کیا جائے کہ ”آپ ایک بار پھر دنیا میں تشریف لا کر ہماری حالت زار ملاحظہ فرمائیں“۔ کیوں کہ اسلام میں آپؐ کی بعثت ثانی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ استغاثہ، عہد اعتدال پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ انبیائے سابقین کی ذات سے حضور اکرمؐ کی ذات اقدس کی افضلیت ثابت کرتے ہوئے کہیں ان انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کا پہلو نہ نکلے۔ اس ضمن میں بہت احتیاط درکار ہے۔

☆ کسی صحابی یا آپؐ کے کسی رشتہ دار امتی کا ذکر اس طرح نہ کیا جائے کہ حضور اکرمؐ کی تبلیغی سرگرمیوں کی کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھنے کی کوشش ظاہر ہو یا یہ ظاہر ہو کہ اگر وہ صحابی نہیں ہوتے تو دین پھیلتا ہی نہیں۔ تمام اصحاب النبیؐ، ازواج النبیؐ اور بنی کے ہاشمی قرابت دار، امت کے لیے محترم ضرور ہیں لیکن حضورؐ کے صرف خادم اور امتی ہیں۔

☆ معراج میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو اپنی نٹا نیاں دکھانے کے لیے فلک الافلاک کی سیر کرائی تھی۔ اسی بات کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔ معراج کی تفصیلات قرآن کریم میں موجود ہیں اور تفاسیر میں معراج کی روایت صحیح احادیث کی روشنی میں بھی ملتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ ”اللہ نے حضور اکرمؐ کو دیدار کے لیے طلب فرمایا تھا“ بڑی بھاری غلطی اور ظلم ہے کیوں کہ اللہ کی شان ”البصیر“ کا استخفاف ہوتا ہے۔

☆ معجزات کے بیان میں بھی صرف حضور اکرمؐ کی عظمت کا خیال پیش کیا جائے، کسی صحابی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے کسی معجزے کا تصور پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

☆ نعتیہ اشعار میں اصحاب النبیؐ، ازواج النبیؐ اور بنی کے قرابت داروں کا ذکر مناقب کے اشعار کی صورت میں آتو سکتا ہے۔ لیکن صرف اس لیے کہ ان اشعار سے حضورؐ کی عظمت ظاہر ہو۔ ان حضرات میں سے کسی کا بھی حسن سیرت و کردار، کرامت، اور حسن معنوی، صرف اور صرف حضور اکرمؐ کی تربیت اور فیضانِ نظر کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

تاریخی استناد کی روشنی میں نعتیہ اشعار کی پرکھ کے اصول:

☆ تاریخی واقعات کو بھی اپنے تعصب کی مذر نہیں کیا جانا چاہیے۔ حقائق کسی کے توڑنے مروڑنے سے چھپتے نہیں ہیں، البتہ ان کوششوں سے تفرقے پیدا ہو جاتے ہیں تاریخ میں کذب و دروغ کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ تاریخ اسلام میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں۔

☆ خیال کو واقعہ بنا کر پیش کرنے کی وجہ سے نعت میں بھی ”کذب و دروغ“ کو فروغ ملتا ہے جو نعتیہ شاعری کے مطلوبہ معیار اور مزاج کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات سے بھی متصادم ہے۔ ایسے اشعار بہت بڑی تعداد میں مل سکتے ہیں جن میں یا تو شاعر قبر سے شعری زبان میں گفتگو کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے یا حشر کے ہنگام اپنی

کامیابی کا اعلان کرنا ہوا لگتا ہے۔ عام شاعری کے اس رویے پر ڈاکٹر عندلیب شادانی نے گرفت کی تھی۔ وہ ملاحظہ فرمائیے اور نعت کے حوالے سے تصور فرمائیے کہ یہ روش اس صوف مقدس کے لیے کتنی مضرت رساں ہو سکتی ہے۔

”معاد کا عقیدہ تو اکثر مذاہب میں پایا جاتا ہے لیکن قیامت کب آئے گی اس کی تعیین کسی نے نہیں کی..... ہمارے شعراء خصوصاً چوٹی کے غزل گو جس درجہ حساس واقع ہوئے ہیں، وہ ظاہر ہے۔ بھلا ان سے اس غیر معین حالت کی برداشت کہاں ممکن تھی اور وہ کب تک انتظار کر سکتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنی خیالی دنیا بنائی اور اس دنیا میں پہنچنے کے لیے فرضی طور پر یا تو جلا محبوب کی چھری سے ہلاک ہوئے یا پھر اس کے جو رستم کے باعث ایڑیاں رگڑ رگڑ کے جان دیدی۔ پھر قیامت قائم کی۔ حشر و نشر کے سامان ہوئے۔ خدائی دربار سجایا اور داوڑ محشر کے سامنے فریاد لے کر پہنچے۔ چوں کہ یہ حضرات شاعر ہونے کی حیثیت سے گویا ایک ہی ”امت“ کے افراد ہیں۔ اسی لیے حشر میں سب کو تقریباً ایک ہی قسم کے واقعات پیش آتے ہیں۔“

(دور حاضر اور غزل گوئی، ڈاکٹر عندلیب شادانی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۵۱ء)

اس تحریر کی قرأت کے بعد یہ کہنے کی قطعی حاجت باقی نہیں رہتی کہ نعت میں قبر و حشر کا حوالہ اس طرح بیان کرنا جیسے وہ پیش آچکے ہیں یا پیش آرہے ہیں، برا جھوٹ ہونے کے باعث لائق ترک ہے۔

☆ **اللہ کے ذاتی نام کے غلط تلفظ کی مثال:**

قمر ربیع اپنی کتاب ”ولائے رسول“ میں لکھتے ہیں:

”[میں نے] لفظ اللہ کو فعلین کے وزن پر لا نہیں لکھا بلکہ اس میں اللہ کی ہائے ہوز کو واضح طور پر مفعول کے وزن پر باندھا ہے یعنی

ع اللہ کو لا نہیں اللہ کہا“

اللہ کا لفظ پانچ حرفی ہے (بر وزن مفعول) اور اس کا ہر لفظ پورا پڑھا جاتا ہے۔ اس لیے اسے کسی طور چار حرفی (بر وزن فعلین) بنا کر نہیں لکھنا چاہیے۔

☆ **”کبریا“ کا بے محل استعمال:**

کبریا کا لفظ ہمارے ہاں بڑے بڑوں نے ”اللہ“ کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہے۔ شعراء نے بھی اس طرف دھیان نہیں دیا کہ ”کبریا“ کو پہلے پہل جس نے بھی اللہ کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہوگا اس نے عربی قاعدے سے ناواقفیت کی بنا پر یا اپنے غلط اجتہاد کی بنا پر ایسا کیا ہوگا۔ حالانکہ یہ صرف صفت ہے اسم صفت نہیں ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ صرف دو بار آیا ہے۔ سورہ یونس اور الجاثیہ میں:

۱۔ وَتَكُونُ لَكُمْ اَكْبَرِيَا فِي الْاَرْضِ ط

۲۔ وَلَهُ اَكْبَرِيَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ ص

۱۔ اور حاصل ہو جائے تم دونوں کو مرداری اس ملک میں۔ (القرآن ۷۸: ۱۰)

۲۔ اور اسی کو مزارعہ ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں۔ (القرآن ۳۷: ۴۵)

قرآن کریم کی درج بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کبریا بڑائی کو کہتے ہیں ”بڑے“ کو نہیں۔ اللہ کے لیے ”اکبر“ بھی اسم ذات (اللہ) کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ یہ غلطی اتنی عام ہو گئی ہے کہ اردو لغت

بورڈ کی مرتب کردہ لغت میں بھی ”کبریا“ کے معنی خدا تعالیٰ کے صفاتی نام کے ہی دیئے ہیں۔ حالانکہ اسی لغت میں اس لفظ کے معنی بزرگی، عظمت، شان و شوکت، جاہ و جلال، قدرت اور فضیلت بھی رقم ہیں اور میر کا یہ شعر بھی درج ہے جو اس لفظ کے بالکل درست استعمال کی طرف اشارہ کر رہا ہے:

”میرؔ ناچیز معیت خاک اللہ

ان نے یہ کبریا کہاں پائی“

ان حقائق کی روشنی میں ”کبریا“ کو اللہ کے صفاتی نام کے طور پر برتنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

☆ مدینہ منورہ کے لیے یثرب کا استعمال:

حضور اکرمؐ کے ورودِ مسعود سے قبل جو شہر ”یثرب“ کہلاتا تھا وہ آپؐ کی آمد کے بعد ”مدینہ النبیؐ“ ہو گیا۔ اس لیے نعت گو شعراء کے لیے یثرب کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں۔ پھر اس لفظ کے معانی بھی اچھے نہیں ہیں۔ بعض احادیث میں بھی مدینہ منورہ کو ”یثرب“ کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

قرآن کریم میں سورہ احزاب [۳۳] کی آیت نمبر ۱۳ میں لفظ یثرب، منافقین کے قول کے طور پر آیا ہے:

وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ (اور جب کہ ان (منافقوں) کی ایک پارٹی (یعنی

اوس بن قبیطی اور اس کے ساتھیوں) نے کہا: ”اے یثرب والو! تمہارے قیام کا کوئی موقع نہیں“۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیری حاشیے میں لکھا:

بغوی نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا: یہ طاب ہے۔ حضورؐ نے مدینہ کو یثرب کہنا اس لیے پسند نہیں فرمایا کیوں کہ یثرب کا لفظ ثَرْبٌ، يَثْرِبُہ اور ثَرْبٌہ اور ثَرْبٌ عَلَیْہِہ اور اَثْرِبٌہ سے مشتق ہے (یعنی مادہ سب کا ایک ہے لیکن استعمال فَعَلَ یَفْعَلُ اور تَفْعِيلُ اور افعال سے ہوتا ہے) اور ثرب ہو یا اثر اب یا تثریب سب کا معنی ہے ملامت کرنا، عار دلانا، کسی جرم پر ذلیل کرنا اور تخریب اس شخص کو کہتے ہیں جو بخشش میں دراز دست نہ ہو۔ قاموس۔ (تفسیر مظہری، جلد نہم، ص ۲۲۵)

میں نے اپنے مضمون میں اچھے، زبان و بیان کے لحاظ سے قدرے بے داغ، اسلوب میں دلکش اور اظہار میں کلاسیکی یا جدید معیارات کے دروبست کے حامل اشعار کے زیادہ سے زیادہ نمونے قرطاس پر بکھیر دیے ہیں۔ لیکن بہت ساری کتب ایسی بھی نظر سے گزریں جن میں نہ تو زبان ہی معیاری تھی اور نہ ہی بیان میں احتیاط کے شواہد پائے جاتے تھے۔ تاہم میں نے کتب کے فقائے ظاہر کرنے کے بجائے اچھے دو دو چار چار اشعار منتخب کر لیے ہیں۔ مضمون کی محدودات کے پیش نظر اچھی شاعری کے نمونے بھی بعض صورتوں میں زیادہ بعض میں بہت کم دیئے ہیں۔ اس مضمون میں کسی شعری کاوش میں فقائے کثرت کی نثر ندی سے گریز کیا ہے۔ اسی لیے آخر میں معاصرتی خن کی چند صورتوں کی صرف نثر ندی کر دی ہے۔

حضور اکرمؐ کے زمانے میں عرب کا بچہ بچہ شعری ذوق سے مالا مال تھا۔ اس ماحول میں بھی معیار برقرار رکھنے کے لیے حضورؐ نے دوسرے شعراء پر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دی اور ان کی اس قدر عزت بڑھائی کہ منبر بھی عطا فرمایا اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْہُ بِرُوحِ الْقُدُسِ“ (اے اللہ! روح القدس کے ساتھ اس کی مدد فرما!)..... کیا آج کا کوئی سنجیدہ شاعر نعتیہ شاعری کرتے ہوئے اس حقیقت کو نظر انداز کر سکتا ہے؟؟؟

اس مقالے میں اردو نعتیہ شاعری کے ادبی سفر کا جائزہ لینے کے لیے پاکستان کی تخلیق کے بعد سے ۲۰۱۳ء تک ایسے نعت گو شعراء کا زیادہ ذکر ہے جن کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس لیے ۱۹۴۷ء سے قبل کی اردو شاعری کا ذکر نہیں چھیڑا گیا۔ اختتام پر اقبالؒ کے دو اشعار ضرور دینا چاہتا ہوں:

وہ دلائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیء سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقاں، وہی یسین، وہی طہ

(اقبال، بال جبریل، ۲۵، کلیات اردو ۳۱۷)

اس مختصر سے جائزے سے اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد بتدریج شعرا میں عشق نبویؐ، تعلیم رسولؐ اور سیرت و کردار رسولؐ کے ذکر سے اپنے کلام کو معتبر بنانے کا رجحان بڑھ رہا ہے جو ”رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ (اے نبی! ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آواز بلند کر دیا..... القرآن ۴: ۹۴) کے اعلانِ ربانی کی عملی تفسیر ہے۔

خوابِ میر درد نے معرفت کے مضامین کے حوالے سے پیش گوئی کی تھی:
پھولے گا اس زبان میں گلزارِ معرفت
یاں میں زمینِ شعر میں یہ ختم ہو گیا
ہمارے عہد میں فروغِ نعت کی کوشش کرنے والا کوئی بھی شاعر کہہ سکتا ہے:
کھلتے رہیں گے مدحتِ آقاؐ کے اب گلاب
یاں میں شعورِ نعت کا وہ ختم ہو گیا

☆☆☆☆

نوٹ: مضمون کے متن میں محض حد تک کتابوں کے حوالے درج کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے کتابیات کا تفصیلی ذکر ضروری نہیں سمجھا گیا۔

ڈاکٹر احسان اکبر

برصغیر اور زبانِ اُردو تک سیرت نگاری کا سفر

عرب ہند راجے تو بہت پہلے سے تھے مگر محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کی فتح سے عرب ہند رشتہ ایک تسلسل کے ساتھ قائم ہوا۔ ورنہ جنوب میں مالابار کے ساحل تک عرب تاجروں کے بیڑے بہت پہلے سے آتے جاتے رہے ہیں۔ شمال تک بھی عرب قرامطہ آتے رہے ہیں۔ فتح سندھ کے ساتھ یہ ہوا کہ برصغیر کا عرب کے علمی مراکز یعنی مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بغداد، دمشق، کوفہ اور بصرہ کے علمی و عسکری مقامات سے رشتہ قائم ہو گیا۔ سندھ میں املاء کے لیے عربی رسم الخط مقامی زبان کے لیے بھی رائج ہو گیا۔ پہلی بارہ صدیوں تک یہاں کے مسلمان اہل علم نے عربی میں جن میدانوں میں کام کیا وہ فقہ، اصول فقہ، ادبیات، معقولات، حدیث، تفسیر اور قرآن کریم کی تعلیم پر ہونے والا کام تھا۔ اس سارے زمانے میں سیرت النبی اور معازی پر کام کی توجہ نہ تھی۔ ورنہ علمی رفتار یہ تھی کہ اکیلے شہر ٹھٹھہ (سندھ) کے اہل علم کی کتب کنیت و کم میں عرب علماء کے کارناموں کے برابر ہوتیں۔ دوسری صدی ہجری کے امام عبدالرحمن الاوزاعی، محمد ہاشم ٹھٹھوی، ابوالحسن سندھی، محمد عابد سندھی کے تب کے کام عرب دنیا میں مقبول اور مشہور ہو چکے تھے۔

تاہم سیرت رسول کریمؐ کے مانتے برصغیر کے اندر جو اہم کام ہوا وہ حالیہ دو صدیوں میں ہوا اور یہ ایسا اہم کام تھا کہ عرب اہل علم نے اپنی کتب میں ان کے حوالے دیئے۔ کہنا چاہیے کہ انہی کے کام نے عرب علماء کو اس میدان میں آگے بڑھنے کے مانتے مہیہز فراہم کی۔ محمود غزنوی کے زمانے کے عرب حکمران بنو عباس جو تھے ان کی کمزوری نے انہیں محدود کر دیا تھا۔ اب برصغیر کے واسطے قدرت نے فیض کا دوسرا دروازہ فارسی کے مانتے کھول دیا۔ دہلی کی خود مختار حکومت قطب الدین ایبک کے زمانے ابھرتی ہے۔ تب یہاں وسط ایشیائی نصاب ہائے تعلیم پڑھائے گئے۔ تدریس میں بھی قرآن شریف، حدیث پاک اور سیرت آنجنابؐ پر پوری توجہ ہی نہ دی جاتی تھی۔ اور یونانی اذکار کی اہمیت کے حوالے سے علم الکلام پر بہت زیادہ زور رہا۔ برصغیر کے مسلمان کو اب تو عربی اور فارسی زبانوں کی وسیع لغت اور زبان دانانی ہی نہیں بلکہ ان کے مانتے ہنر و علم کا فیض بھی نصیب ہوا۔ یہ اثر نئی ابھرنے والی زبان کے لیے کھاد کا کام کر رہا تھا۔ اردو کو ابھرتے ہی اظہار کے یہ تو انا خزانن نصیب ہو گئے۔ برصغیر کی مسلم بادشاہتوں نے گواہ اسلام کے پھیلنے کے حوالے سے کوئی خدمات انجام نہ دی تھیں تاہم عربی و فارسی زبان و ادب تک رسائی رکھنے کے باعث یہاں کا مسلمان دین اسلام کو اس کے بنیادی مخارج و ذرائع سے پہچاننے اور سمجھنے کے ہمیشہ قابل رہا اور مذہب کسی تصوف کی بھول بھلیوں میں گم نہیں ہوا۔ باوجودیکہ یہاں بہت سی مقامی تحریکوں نے اسلام کو جذب کر کے ختم کر دینے کے پورے اہتمام ہر زمانے میں کئے۔

پہلے ہزار برس گزرنے کے ساتھ ہی 'الفی' تحریک کے زمانے سے ایک پرفریب پانچل یہ کہہ کر جاری کر دی گئی کہ اسلام صرف ایک ہزار سال کے لیے آیا تھا۔ اقبال جسے دانشور ہی دیکھ سکے ہیں کہ اس

دھوکہ کا پردہ چاک کرنے کا کتنا بڑا کام حضرت مجددؑ نے اپنے مقدس ہاتھوں میں لیا۔ جنہوں نے بڑے مضبوط اور مبسوط دلائل سے اس فتنہ کا تا روپو دکھیر کے رکھ دیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ، شیخ احمد سرہندی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کام میں عمریں کھپا دیں۔ اسی عظیم الشان کام کو روشن تر رکھنے والی سیرت محمدیؐ تھی، روایات و احادیث تھیں۔ شاہ ولی اللہؒ، حضرت محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ نے فارسی زبان میں سیرت آنحضرتؐ پر بنیادی کام کیا۔ پہلی کتاب شیخ محدثؒ کی تھی۔

۱۸۵۷ء سے پہلے اردو میں بھی سیرت کے موضوع پر بیس بچیس کتب لکھی جا چکی تھیں۔ ان میں بدردولہ کی کتاب سیرت اولیت رکھتی ہے۔ غیاث احمد کا کوروی انگریز کے معتبہ ہو کر انڈمان کے جزائر میں بھجوا دیئے گئے تھے۔ وہاں گندگی اٹھانے کی ڈیوٹی بھی کرائی گئی مگر واہ ری حب رسولؐ اس سارے پر اگندہ ماحول میں بھی لکھنے کو وقت نکالتے رہے اور محض یادداشت کے زور پر ”تواریخ حبیب اللہ“ لکھ دی۔ تاہم احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اصل ذرائع دیکھے بغیر طباعت کو نہ جانے دی۔ آزاد ہو کر کتب خانے دیکھے تو ”تواریخ“ کے مندرجات کو مو بہ مودرست پایا۔

فارسی کتب سیرت کا ایک سلسلہ تو عربی زبان سے کئے جانے والے ان تراجم پر مشتمل ہے جو مآخذ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ”سیرت ابن ہشام“ کا ترجمہ ”فتوح الشام“ کے نام سے چھپا۔ فتوح الشام کا پھر اردو میں منظوم ترجمہ ہوا جو بے حد مقبول بھی رہا۔ امام ترمذی کی ”شمال نبوی“ کا ترجمہ کرامت علی جوہری نے کیا۔ ”زاد المعاد“ کا ترجمہ نواب مصطفیٰ خاں شیفہ نے کیا۔ ”سیرت ابن ہشام“ کا ایک ترجمہ مولوی انشاء اللہ نے بھی کیا۔ اسی طرح قاضی عیاض کی کتاب ”الشفاء“ کا فارسی ترجمہ مولانا اسماعیل کاندھلوی نے کیا۔ نور مصطفویؒ کے شعلے کو جب طوفانوں نے بجھانا چاہا ہے تو یہ آنحضرتؐ کے محبان کی روایت رہی کہ انہوں نے اور بھی تن دہی سے خدمات سیرت نگاری کو توجہ دی۔

لارڈ کیک کے زمانے میں دہلی کی آخری نفع بھی جب بجھ گئی۔ مسلمانوں کے عقائد و روایات شک اور تعزیر کی زد میں لائے گئے تو ایک طرف عماد الدین جیسے لوگ باوری ہو کر آنحضرتؐ کے خلاف لکھنے لگے وہاں مولانا حالی اور چراغ علی ایسے دانشوروں نے سیرت پاک کا لکھ کر دفاع کیا۔ سرسید نے یوپی کے لیغٹینٹ گورنر کی لکھی کتاب "Life of Muhammad" جو چار جلدوں میں تھی اس کا جواب دیا۔

سرسید احمد خاں نے علمی انداز میں خالص معروضی حوالوں سے سیرت پاک کا پہلی جلد میں جائزہ لیا۔ ۶۳-۱۸۶۰ء میں لکھی گئی اس کتاب کا سرسید بھی چارہی جلدوں میں جواب دینا چاہتے تھے۔ مگر دیار فرنگ میں رہنا ان کے لیے مشکل ہو گیا سو انہیں واپس آنا پڑا۔ سرسید اس کام کے لیے اپنا کتب خانہ کیا جائیداد تک فروخت کر کے اسے مکمل کرنا چاہتے تھے۔ سرسید اردو میں لکھ کر انگریزی میں ترجمہ کرا کے طبع کراتے تھے۔ اس کتاب نے تاہم سیرت نگاری کے جذباتی کے بجائے علمی اسلوب اور معروضی نقطہ نظر کو جو راہ دی تھی اسی نے بعد کے سیرت نگاروں کو فائدہ پہنچایا ہے۔

ظہور پاکستان سے ملتے زمانے میں مولوی عبدالحق نے سیرت آنحضرتؐ کے سلسلے میں لکھنے والوں کا ایک قاموس مرتب کرایا تھا جس کے مطابق تب تک اردو میں سیرت پاک پر کوئی دو سو کتب اور میلاد ناموں معجزات ناموں وغیرہ کا لگ سے کوئی سوا دو سو تیسے ۲۲۵ مطبوعہ طور پر موجود تھے۔

ان زمانوں میں اور طرح سے یادگار کام سامنے آئے۔ پروفیسر سید نواب علی کی لکھی سیرت کے علاوہ قاضی سلیمان منصور پوری کی ”ذمۃ اللعالمین“ مولانا شبلی اور سید سلمان ندوی کی ”سیرت النبیؐ“ ایسی یادگار تیار بنی تھیں۔ ”خطبات مدارس“ میں بھی شبلی نے سیرت کے حوالے سے اہم کام چھوڑا ہے۔ مگر حب رسولؐ ایسا موضوع نہیں کہ نفع رسالت کے پروانے اپنے حصے کی خدمت انجام دینے سے رک جاتے۔ شاید ان سب سے اہم کام وہ ہے جو آخری نصف بیسویں صدی پر محیط ڈاکٹر حمید اللہ کا سیرت نبیؐ، غزوات اور قانون اسلام پر مشتمل تحقیقی کام ہے۔

اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ بیسویں صدی ایسے دور کے زمانے کا دانشور مورخ صدر اول کی تاریخ کی کڑیاں قرآن، صحیفہ قدیم، احادیث صحیحہ اور ادبی تحاریر کی داخلی شہادتوں سے تاریخ کا مورخ بننے والے مواقع و مقام کی اس صحت سے باز آفرینی کر لے گا۔ انہوں نے خود سفر کئے، ذاتی طور پر جریب اور فٹ کی پیمائشیں لیں اور سارے ہی میدان جہاں محاربات ہوئے، سب محل جہاں اہم فیصلے ہوئے ان کی نشان دہی کر دی۔ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم فرانسیسی، جرمن، انگریزی، عبرانی، عربی، فارسی اور اردو سب سے حسب ضرورت مدد لے سکتے تھے۔ سب کے وسیلے سے تحقیق کر کے ماخذ تک جاسکتے تھے۔ ایک ہزار مقالات اس عظیم علمی کام کے علاوہ بھی جس کا نام ہے: "The Prophet of Islam-His Life and Work" انہوں نے یہ کتاب اولاً فرانسیسی میں لکھی۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے بڑے شغف تحقیق کو بھی مخالف اور معاصر یورپی اسرائیلی متشقیقین و ”محققین“ کے ان بودے و دعویٰ نے ہمیز دی جن کا لب لباب یہ تھا کہ نعوذ باللہ آغضور بنی اسمعیل ہی سے تعلق نہیں رکھتے تھے یا حدیثیں غیر تاریخی بنیاد رکھتی ہیں یا اسی طرح قرآن کریم کے بارے میں ان کے بہت سے دعاوی۔ اسی حوالے سے روایت کے استناد کو ڈاکٹر صاحب نے توجہ دی اور مشکوک روایت کو دلائل سے روکر کے عموماً صحف قدما سے اپنی دلیلیں لیں جن کا معترضین جواب نہیں دے سکتے تھے۔ ان کے مضامین کو دیکھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ مغرب اسلام کے بارے میں محض تنگ نظر ہی نہیں ضدی بھی ہے۔ یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ مغازی کے ماتے انہوں نے جس اعتماد اور صحت و تدقیق سے بات کی ہے وہ خود مغازی کی مرکزی اہمیت کو واضح کرتی جاتی ہے۔

اردو میں مغازی کے ماتے مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری کی کتاب اپنا ہی مقام رکھتی ہے۔ مولانا اور یس کا ندھلوی کی سیرت نے پہلے کے سیرت نگاروں کی بعض کوتاہیوں کو درست کیا مگر متشقیقین کی مسلسل دراندازیاں شاید ان کے علم ہی میں نہیں آئیں۔

علامہ اقبال کی ایک مکمل آرزو یہ تھی کہ قرآن پاک سے سیرت پاک کا نقشہ مرتب کیا جائے۔ یہ آرزو لگتا ہے کہ مولانا عبدالمجید دریا آبادی کے ہاتھوں پوری ہوئی ہے۔ عسکریات کے ماتے پاکستان کے جنرل اکبر خاں کی ”حدیث دفاع“ اور بریگیڈیئر گلزار کی غزوات نبوی قابل توجہ کتب ہیں۔ تاہم عراق کے بریگیڈیئر جنرل محمود شیت خطاب کی ”الرسول القائد“ نے جزئیات پر لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ شام کے جنرل مصطفیٰ طلاس نے اپنے رنگ پر حریات پہ لکھا۔ ان کتابوں کے اردو تراجم کی شاید ابھی صورت نہیں بن سکی۔

☆☆☆☆

ڈاکٹر اقبال آفاقی

نعت: ایک روحانی تجربہ

نسیم اللغات کے مطابق نعت سے مراد وہ نظم ہے جو حضورؐ کی مدح میں ہو۔ نعت کی اس تعریف میں تین الفاظ اہم ہیں۔ ایک نظم، دوسرا مدح اور تیسرا حضورؐ۔ چونکہ یہاں تیسرا لفظ مرکزیت کا حامل ہے، اس لیے بات کا آغاز اسی سے کرتے ہیں۔ جب حضورؐ کا سراپا ذہن میں ابھرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی احسن و اکمل کے تصورات بھی طلوع ہوتے ہیں۔ شیخ سعدی سے منسوب تصورات کمال و جمال کو اپنے ایک نعتیہ قطعے میں کچھ اس طرح باندھا ہے کہ یہ قطعہ اسلام کی تہذیبی روایت کا ناقابل فراموش حصہ بن چکا ہے۔ لکھتے ہیں۔۔۔ حضورؐ کی ذات میں کمال ایسا تھا کہ سدرۃ المنتہا کی خبر لائے اور جمال ایسا کہ جس نے زمانے کی تاریکیوں کو پاش پاش کر دیا۔ جہاں تک نعت کے حوالے سے لفظ 'نظم' کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ نعتیہ شاعر کو قادر الکلام، فصیح و بلیغ اور ہر مند ہونا چاہیے۔ بعد ازاں لفظ 'مدح' توجہ طلب ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ مدح کس کی اور کیوں؟

یہ دنیا جس میں ہم زیست کرتے ہیں کمینگی، لالچ اور فریب کی دنیا ہے۔ چالپوسی اور مطلب براری کے لیے انسان کس کس کی تعریف نہیں کرتا؟ حاکم وقت کی قصیدہ خوانی تو ہر عہد میں ہوتی رہی ہے۔ بعض اوقات ہم چھوٹے چھوٹے عہدے داروں کے دل جیتنے کے لیے تعریفوں کے پل یہاں تک باندھتے ہیں کہ قصر مذلت میں گرتے چلے جاتے ہیں، قرطاس و قلم کی تقدیس کا معاملہ تو خیال محال کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ حزم و احتیاط تو ایک طرف ہم عزت نفس کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ نعت کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ جب نبی اکرمؐ کی مدح کا مقام آتا ہے تو حزم و احتیاط کے ساتھ احترام آدمیت کی شرط لازمی قرار پاتی ہے۔ یہاں رندی و دیوانگی چلتی ہے نہ ہی مطلب براری۔ چالپوسی اور Propitiation کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آخری لفظ طلسم و سحر کی دنیا سے متعلق ہے۔ اس لیے زیادہ پرہیز کی ضرورت پڑتی ہے۔ یوں کہہ لیجیے کہ پُل صراط کا سفر درپیش ہوتا ہے۔ خدا کے معاملے میں دیوانگی کا اظہار ممکن ہے۔ مگر جب ہم مدحت رسولؐ میں کچھ لکھنا چاہیں تو ہوش و حواس میں رہنا پڑتا ہے۔

حضرت اقبال عاشق رسولؐ تھے۔ اس کے باوجود رڈر کر قدم رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ کہہ بغیر نہ رہ سکے کہ با محمد ہوشیار باش یعنی دربار رسالت میں حاضری کے لیے جدادب کی پاس داری ہی پروانہ راہ داری ہے۔ غالب کو ہی دیکھ لیجیے جب وہ تو حید و جودی پر مضامین باندھتا تو سرشاری اور بے باکی سے اس قدر کام لیتا کہ تاویلات کے پر لگا کر اُڑتا ہی چلا جاتا۔ وہ وحدت الوجودی تھا۔ حکماء نے کہا ہے وحدت الوجود برائے شعر گفتن خوب است۔ غالب کے ساتھ بھی کچھ یہی معاملہ تھا۔ اس میدان میں اس کا توسن فکر سرپٹ دوڑتا تھا لیکن جب وہ حضورؐ کے بارے میں کچھ کہتا تو وہ بڑی احتیاط سے کام لیتا گنگ ہو جاتا کہ شائے خواجہ میں رندی و دیوانگی کا وہ بیانیہ ممکن ہی نہیں جو غالب کے یہاں بافراط موجود ہے۔ ایک اور وجہ شاید احساس گناہ کا غلبہ ہے۔ وہ خود آگاہ آدمی تھا، اپنے اعمال نامے کو کیسے فراموش کر سکتا

تھا۔ وحدت الوجودی تصور جہاں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تاویل کی دنیا اس حد تک وسعت پذیر ہوتی ہے کہ عالم مثال تک چلی جاتی ہے اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انفرادیت و داخلیت کا عمل دخل بہت زیادہ ہوتا ہے، انا، آتما یا Self کی تجلیل کی جاتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ غالب کے یہاں اپنی انا کی تجلیل کا ذوق بہ مقدار وافر موجود تھا۔ اس سلسلے میں ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے والی غزل کا ایک ایک شعر گواہی دیتا ہے۔ ایسے انا پرست شخص کے لیے نعت کے میدان میں طبع آزمائی کرنا کیوں کر ممکن تھا؟ اس کے باوجود غالب کا یہ نعتیہ شعر کمال کی چیز ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم

کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

غالب کے بارے میں اس قدر طویل گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کو اپنی انا اتنی ہی عزیز ہے تو کوچہ عشق میں داخل ہونے سے گریز میں ہی خیر و برکت ہے۔ کوچہ عشق میں تو عجز و انکسار سے کام لینا اور سراپا باادب ہونا پڑتا ہے ورنہ ہم اختر شیرانی جیسے رند مشرب شاعر کو بھی گستاخ کا سر پھوڑنے کو تیار پاتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کا احترام، اُن کی توقیر اسلام کا بنیادی جز ہے۔ صحابہ کرامؓ آپ کو اپنے والدین اور جان و مال سے زیادہ عزیز رکھتے۔ وہ نہ صرف آپ کے معتقد اور پیروکار تھے بلکہ آپ کی حرمت و تقدیس کے تحفظ کے لیے جان نثار کرنے کے لیے ہر لمحہ تیار رہتے۔ رسول مقبولؐ کی ذات مقدس میں ان کو وہ سب کچھ نظر آتا جو بہوت کن اور تجرنا معجزوں میں موجود ہوتا ہے۔ اس تجربے کو ایک ایسی مابعد الطبیعی ڈامنشن کہا جاسکتا ہے جسے وگنس سٹائن نے Seeing-as کا نام دیا ہے۔ اس میں ادراکی تجربے کی کیفیت تجربے سے معنویت میں مختلف ہو جاتی ہے۔

اگرچہ آقائے نامدار نے اپنے بشر ہونے پر مسلسل اصرار کیا اور خود کو ذات حق تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ اور پیہر ظاہر کیا جس کو اللہ نے اپنے احکامات لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری (vocation) سونپی تھی لیکن بایں ہمہ حضورؐ کی صحبت کا شرف حاصل کرنے والوں کو ہر نہاں معلوم تھا۔ وہ راز جسے ابو جہل اور اس کے پیروکار کبھی نہ جان سکے کیونکہ وہ علمباتی اندھے پن (Epistemic Blindness) کا شکار تھے۔ ان کے برعکس صحابہ کبار کو خدا نے وہ پہچان عطا کی تھی جو ہر سارے اور پتھر کا فرق کرنا جانتی تھی۔ یاد رہے کہ ہیرا کو نلکے کی کان سے ہی برآمد ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ ان کے نزدیک فرق صاف ظاہر تھا۔ وہ نہ صرف خدا کے محبوب اور مثالی انسان تھے بلکہ ان کے ہر کام میں خدا کا ہاتھ نظر آتا۔ اسوۂ حسنہ کے ہر ایک پہلو میں ان کو عالم مثال کا عکس دکھائی دیتا۔ حضورؐ کی ذات صحابہ کے لیے ایک سراپا نور اور تجلیات ربانی کا مرکز تھی۔ ان کی عظمت کا ایک ایک نقش صحابہ کرامؓ کے قلوب پر کچھ ایسا ثبت ہوا کہ پھر کبھی مٹ نہ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی مصاحب کو کبھی جوڈا اسکاریت کی طرح ان سے بے وفائی کرنے اور پیٹری کی طرح ان کے انکار کی جسارت نہ ہوئی۔ آپؐ سے بے پناہ محبت کا یہ فیضان تھا کہ ان کے مصاحبین دونوں جہاں کی دولتوں سے مالا مال ہوئے، انہیں نبی مکرمؐ کی کیمیاگری نے خالص کندن میں تبدیل کر دیا۔ یوں کہیے کہ یہ ستاروں کا ایک جھرمٹ تھا جو زمین پر اتر آیا تھا۔ یہ ستارے اپنے سورج کے اس قدر وفائیت تھے کہ تاریخ میں ان کی مثالیں نہیں ملتیں۔ وفائیت اور کردار کے کندن پن کا انعام یہ تھا کہ حضورؐ کے شیدائی جلد ہی قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے مالک بن گئے علامہ فرماتے ہیں:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
صحابہ کرامؓ کے لیے حضورؐ کی ذاتِ اقدس اس قدر کشش تھی کہ ایک جماعت جنہیں اصحابِ صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجد نبوی کے صحن میں ایک چوڑے میں آن بیٹھی تاکہ نہ صرف رشد و ہدایت سے فیض یاب ہوں بلکہ آفتاب رسالت کا مسلسل دیدار بھی کر سکیں۔ سید علی ہجویری لاہوریؒ کی کتاب کشف الحجاب میں اصحابِ صفہ کی مکمل فہرست مندرج ہے۔ ان عاشقانِ نبوت نے کبھی واپسی کا تصور بھی نہ کیا۔ کیونکہ آنحضرتؐ کی Presence سے ان کو وہ الوہی شعور ذاتِ حاصل ہوا تھا جس نے ان کی زندگیوں کو تسکین اور اطمینان سے بھر دیا تھا۔ اب ان کے یہاں حزن و ملال تھا نہ رنج و پشیمانی۔ حتیٰ کہ موت کا خوف بھی منہا ہو چکا تھا۔ اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

لاریب تو حید کے تصور کو قرآن میں مرکزیت حاصل ہے لیکن نشانِ خاطر رہے کہ تو حید کا تصور رتاجاز کی سر زمین پر نیا نہیں تھا۔ حضورؐ کی بعثت سے پہلے بھی یہ تصور موجود تھا۔ مزید یہ کہ مکہ کے مشرک اللہ کے وجود کے منکر نہیں تھے۔ وہ اسے رب کعبہ کے علاوہ رب الارباب کے نام سے بھی جانتے تھے۔ اگرچہ وہ لات منات اور عزیٰ کے بتوں کی پرستش بھی ساتھ ساتھ کرتے۔ یہ بت بیت اللہ میں پرستش کے لیے رکھے گئے تھے چنانچہ اندازہ یہی ہے کہ وہ Pagan نہیں تھے۔ قریش مکہ کو بالخصوص ان کے بارے میں تشکیک بہر حال لاحق ہوگی۔ کیونکہ اگر ان کا یہ دعویٰ درست تھا کہ وہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی اولاد ہیں تو دین ابراہیمی کی بنیادی شرائط ان کے تحت الشعور کے کسی نہ کسی کونے کھد رے میں ضرور جا گزریں ہوں گی۔ ان کے درمیان احناف کا موجود ہونا ہمارے اس دعوے کی تائید کرتا ہے۔ احناف سختی سے دیوی دیوتاؤں کے منکر تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر پختہ ایمان رکھتے۔ احناف کی فہرست میں بہت سے حضرات کا نام آیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی احناف کا ذکر ملتا ہے۔

مستشرقین کے مطابق قدیمی نظریہ تو حید (Primordial Monotheism) کے خدوخال بھی عرب روایات میں شامل تھے۔ یہاں سوال پیدا یہ ہوتا ہے کہ اس قدیمی نظریہ تو حید اور اسلام کے مابین بنیادی فرق کیا تھا؟ اور پھر احناف کے نظریہ تو حید اور اسلام کے نظریہ تو حید کے درمیان حد فاصل کون سی چیز تھی۔ وہ کون سی تھیوری تھی جس نے اسلام کی امتیازی شان کو واضح کیا؟ ان سوالات کا جواب حضورؐ کی شخصیت اور ان کے نظریہ رسالت میں مضمر ہے۔ جو بات خاص طور پر وجہ افتخار و امتیاز تھی وہ رحمت للعالمین کا تصور اور حضورؐ کے بعد دنیا میں نبوت کے اختتام (لانیسی بعدی) کا نظریہ تھا۔ یہ ایک بالکل نیا تصور جہاں تھا، یہود و نصاریٰ کے تصورات جہاں سے بالکل مختلف۔ نہ کسی انسان کی خدائی کا دعویٰ تھا اور نہ ہی خدا کی منتخب قوم کا تصور۔ اسلام کے تصور جہاں میں حضورؐ کی سیرت و رسالت اور انسانی مساوات کو مرکزیت حاصل تھی۔ شہادت صرف یہ نہیں کہ کوئی اللہ نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ شہادت کا دائرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ ہم اس بات کی گواہی نہ دیں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ گویا اسلام کا اصل راز حضورؐ کی نبوت اور خاتمیت میں ہے۔ اگر آپؐ تو حید کی تصدیق کریں اور حضورؐ کی رسالت و شخصیت کو فراموش کر دیں یا انسانی شرف و مساوات کے تصور کو پس منظر میں دھکیل دیں تو آپؐ کا اسلام مکمل نہیں ہوتا۔

یہ وہ خالص نکات ہیں جو اسلام کی شناخت کا سبب بنے اور جن پر مسلم تہذیب کی بنیادیں استوار

ہوئیں۔ ان کے بغیر نہ اسلام کا امتیاز واضح ہوتا ہے اور نہ ہی تو حید کے معنی۔ کون سی تو حید؟ کیا یہ وہ تو حید ہے جسے یہودی مانتے ہیں؟ یا یہ وہ تو حید ہے جس کی تشریح مسیحی نظریہ تثلیث کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ یقیناً اسلام کا نظریہ تو حید ان دونوں روایات سے مختلف ہے۔ اسلام میں تو حید کے وہ معنی قابل قبول ہیں جن کو نبی کریمؐ نے رائج کیا، جن کا ایک مخصوص سیاق و سباق ہے اور ایک مخصوص متن۔ اس متن سے باہر تو حید کے معنی بدل جاتے ہیں۔ ہم ایک تصور جہاں سے دوسرے تصور جہاں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

اس تصور تو حید کو حقیقت محمدیہ کی تفہیم کے بغیر جاننا نہیں جا سکتا۔ واقعہ معراج حقیقت محمدیہ کی تفہیم کا ایک مقدم اشارہ (Signifier) ہے اور سورہ الم نشرح کی آیت ”وادرفعنا لک ذکرک“ اس اشارے کی تصدیق۔ حقیقت محمدیہ کے سر نہاں کو منصور حلاج سے ابن عربی اور جامی و سعدی و بو صیری تک سب ایک تجربے کے طور پر جانتے اور مانتے تھے۔ اقبال نے بھی دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے کی بات اسی حوالے سے کی۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حقیقت محمدیہ میں صرف لوگوں کے معنی ہی نہیں، اس میں انسانیت کی معراج، تہذیب کی سر بلندی، روح کے ارتقاء اور فرد کی تو قیر کے معانی بھی موجود ہیں۔ گویا حقیقت محمدیہ کے تصور کا دائرہ بے پناہ وسعت کا حامل ہے۔ اس میں جاہ و جلال کے مقامات بھی آتے ہیں اور احساسِ جمال کے پُر لطف لمحات بھی۔ اس جلال و جمال کے وسیع تر دائرے میں ہی اسلامی تہذیب کی تشکیل اور انسانیت کی تکمیل ہوئی ہے۔ نعت رسولؐ بھی چونکہ جلال و جمال کے اس وسیع تر دائرے سے برآمد ہوئی ہے، اس لیے نعت رسولؐ بنیادی طور پر ایک روحانی تجربہ ہے جو حضوری (Presence) کے شعور کے بغیر ناممکن ہے۔ بقول شمیم احمد نعت کا شعور ایک ایسے انسانی تہذیبی اور فکری شعور سے برآمد ہوا ”جس نے دنیا کو ایک نئے موڑ اور ایک نئی جہت سے آشنا کیا ہے۔“

میرے نزدیک نعت کا مقصد ایک قلبی واردات کو شعری سانچوں میں ڈھالنا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل میں نہ صرف شعری نزاکتوں اور قرینوں پر مکمل دسترس کی اہمیت، مگر قابل فراموش ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اظہار عقیدت اور جذبہ محبت کو تہذیب اور شائستگی کی حدود میں رکھنا بھی لازمی ہے۔ نعت یقیناً ایک تخلیقی عمل ہے لیکن عام شاعری کے تخلیقی عمل سے ذرا مختلف۔ نعت کے تخلیقی عمل کا ایک پہلو شعری جمالیات ہے جس میں احساسِ مسرت و حظ کی اپنی حیثیت ہے۔ احساسِ مسرت جو Sublime کے وقوف سے بھرپور ہونا چاہیے۔ تاہم نعت جمالیاتی مسرت و حظ کی خاطر ذہنی آوارہ گردی اور تخیل کے بے محابہ استعمال کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ یہاں کسی کو Poetic Licence کے دعویٰ کا یا نہیں۔ جس کا دعویٰ نظم میں بالعموم اور غزلیہ شاعری میں بالخصوص شعرا کرتے نظر آتے ہیں۔ نعت میں تلازمہ خیال کی ایک حد متعین ہے۔ نعت کے تخلیقی عمل کا دوسرا پہلو روح کی لطافت و ترفع ہے۔ کچھ اس طرح کہ روح کا گداز پن آگینوں کو پگھلاتا چلا جائے۔ محبتیں ذات کی گہرائیوں میں اترتی چلی جائیں اور رشتوں اور رابطوں کی ایک حسین دنیا آبا د ہوتی چلی جائے۔ چراغ سے چراغ روشن ہو۔ چونکہ یہ اظہار ایک روحانی واردات کا آئینہ دار ہوتا ہے، لہذا اس میں غلو اور زور و لید ہسری کا کوئی کام نہیں۔ نعت کی ان کڑی حدود کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

نعت جس قلبی واردات سے برآمد ہوتی ہے، اس میں یقیناً وراثت کا ایک ایسا مقام بھی آتا ہے جہاں زمان و مکال پسپا ہو جاتے ہیں۔ بس وراثت ہی وراثت رہ جاتی ہے لیکن اس وراثت میں حالتِ سکر سے گریز اور شیطیات سے پرہیز کڑی شرط ہے۔ گویا نعت کا مافیہ نا قابل گرفت ہونا چاہیے۔ بلند آہنگی اور خود مری بھی یہاں ممنوع ہے۔ نعت

لکھتے ہوئے نبی اکرمؐ کے شخصی وقار اور ان کی سیرت و تعلیمات کی پابندی ہی سرچشمہ خیر و برکت ہے۔ یہاں ہم کسی قسم کی مقصدیت کی بات نہیں کر رہے، بات تو سعادت کے معیار اور لوازماتِ حدادب کی ہو رہی ہے یعنی نعت کے شاعر کے تخیل کو دانش و حکمت کی حدود اور اس کے روحانی ترفع کو شریعت کے قواعد کی پاس داری کرنا ہوتی ہے۔ چنانچہ نعت ایک ایسی تنگنائی ہے جس سے گزر کر ہی نعت گو قبولیت و کامرانی کی منزل کو پا سکتا ہے۔ ورنہ دونوں اطراف میں غول بیابانی کی عمل داری ہے جو انسان کو گمراہ کر کے چلتے ہوئے صحرا کے بیچ لا کھڑا کرتے ہیں۔ اس صورتِ حال کی مزید وضاحت کے لیے قصیدہ بردہ کے مصنف امام شرف الدین بومیری کا یہ شعر مدگار و معاون ہو سکتا ہے۔

دع ما ادعنه النصارى فى نبهم

واحکم بما شئت مدحا واحکم

ترجمہ: مدح رسولؐ میں صرف وہ بات چھوڑ دو جس کا دعویٰ نصرانیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کیا ہے، اس کے بعد جو تمھارا جی چاہے حضورؐ کی شان میں کہو اور جو حکم چاہے لگاتے جاؤ۔

☆☆☆☆

جاذب قریشی

قرطاس و قلم کی روشنیاں

انسانی تاریخ کے سفر میں بیسویں صدی ایک ایسی ابلتی ہوئی آتش فشاں چٹان کی تمثیل بن گئی ہے جس کے آس پاس آفات و امکانات کا شمار بہل نہیں ہے۔ حیرتوں کے غیبی منظروں کے درمیان انسان زمینوں سے اڑ کر خلاؤں میں سیاروں تک جا پہنچا ہے۔ علمی و سائنسی بصیرتوں کی گہرائی اور عملی و تکنیکی قوتوں کے پھیلاؤ سے ذاتی اعتماد و اعتبار کو وہ نیا سائبان ملا ہے جس میں بہت سے ارضی و سماوی تصوراتی چہرے اپنے رنگ اور اپنے خد و خال تبدیل کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ تغیرات کا ایک سیلاب انسان کے باطن سے خارج تک کے معتبر عقائد کو تسلیم شدہ اصولوں کو اور زندہ تجربات کو خس و خاشاک کی طرح بہائے لیے جا رہا ہے، زلزلہ خیز نئے اجالوں میں بہت سی بلند حویلیاں شکستہ ہو کر پاپوس ہو گئی ہیں لیکن اس ہولناک منظر نامے کے درمیان بھی محمد مصطفیٰ کی عظمتوں کو ان ذہنوں نے تسلیم کیا ہے جن کے سلسلے بیسویں صدی کے سائنسی، علمی اور تکنیکی انقلاب سے چا ملتے ہیں۔ قرآن کریم کی صداقتوں کو مقبولیت حاصل ہے کہ رسول اکرمؐ کے ان گنت عملی حوالے جدید انسانی فکر میں تحلیل ہو کر نئے زمانوں کی دستاویز میں لکھے جا رہے ہیں۔ حضور اقدسؐ کا آخری خطبہ جدید دنیا کے انسانی منشور کی اساس ہے۔ اعتبار انسانی میں یہ بات بھی شریک ہے کہ تکوین کائنات اور تخلیق فطرت کا اولین محرک رحمت للعالمین کی ذات گرامی کا پرتو ہے۔ آپؐ کی آمد کے بعد جن بہترین بشری سلسلوں کی ابتداء ہوئی ہے وہ آپؐ ہی کی ذات گرامی سے خود کو وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ معلوم سے نامعلوم تک زمین و آسمان کے درمیان کوئی ایسی دوسری شخصیت نہیں ہے جو آپؐ کی مثال کہی جاسکے۔

محمدؐ کی ثناء کا پہلا نقش خدائے قدوس کی آواز میں قرآن حکیم کی آیات کے درمیان چمکا ہے جہاں سورہ حجر، سورہ نور، سورہ احزاب، سورہ آل عمران، سورہ مائدہ اور سورہ نساء کے علاوہ متعدد جگہوں پر مدحِ مصطفیٰ کی خوشبو لکھی ہوئی ہے۔ مدحِ رسولؐ کی نظم شدہ تحریر کو عام طور پر نعت سمجھا جاتا ہے لیکن اہل علم و دانش نے اس قید کو توڑ دیا ہے اور حضورؐ کی مدح میں لکھی ہوئی ہر نثر و نظم کو نعت کہا ہے۔ ملت اسلامیہ کی تمام زبانوں کے ادب میں نعت کو ایک ایسی صنف تصور کیا جاتا ہے جس میں حضورؐ کے اوصاف عالیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی محبتوں کو ظہار میں لایا جائے۔ اللہ نے اپنے محبوبؐ کی جو ثنا قرآن مجید میں لکھوائی ہے اسے اسلامی اور معنوی دونوں سطحوں پر ابدیت حاصل کی ہے۔

اللہ کے بعد صحابہ کرامؓ بھی رسول اکرمؐ کے مدح گزار رہے ہیں۔ ان میں حسان بن ثابتؓ، کعب بن زہیرؓ، عبداللہ بن رواحہؓ اور علامہ نصیری کے علاوہ ایک بڑی تعداد عربی میں لکھنے والے غیر صحابیوں کی ہے جنہوں نے نعتیں لکھی ہیں، لیکن جو شہرت و سعادت مذکورہ حضرات نے پائی ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکی ہے۔ حسان بن ثابتؓ کو تو شاعر دربارِ رسولؐ کہا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ، حسان بن ثابتؓ کے لیے منبر لگواتے اور نعت پڑھنے کی تلقین کرتے۔ حسانؓ کھڑے ہو کر حضورؐ کی جانب سے مدافعت و مغاخرت کرتے تو حضورؐ فرماتے

”بیشک اللہ تعالیٰ، حسان کی مدد جبریل سے فرماتا ہے۔“

نعتیہ شاعری کی اپنی ایک مذہبی روایت ہے جو عربی سے فارسی میں منتقل ہوئی اور پھر اردو ہندی زبانوں کے علاوہ برصغیر کی تمام علاقائی زبانوں تک پھیل گئی۔ فارسی کے نامور شاعروں نے نعت گوئی کو اپنے ہنر، اپنی فکر، اپنی محبتوں اور اپنی تہذیبی قدروں کا اظہار بنایا ہے۔ عطار، نظامی، خاقانی، رومی، سعدی، جامی، امیر خسرو، عرفی، قدسی، نظام الدین اولیاء اور اقبال نے نعت گوئی کے حوالے سے بڑی اہمیت پائی ہے۔ اردو میں قلی قطب شاہ سے غالب تک تمام شاعر اپنے دیوان میں حمدیں اور نعتیں عاشقانہ تہذیبی عقیدت کے ساتھ پیش کرتے رہے لیکن حالی نے جدید شاعری کی طرح جدید نعت کو بھی متعارف کرایا۔ انہوں نے پہلی بار آشوب عصر کی آگہی کو اور ملت اسلامیہ کے نامساعد حالات کو نعت کے حوالے سے پیش کرنے کی کوشش کی۔ حالی نے نعت کے عاشقانہ یا جمالیاتی اسلوب میں فکری و عملی عناصر کو شامل کیا۔ رسول اکرمؐ کی زندگی کو اپنی زندگی کے مسائل سے ملا کر خود کو سمجھنے اور سمجھانے کی ایک تازہ جہت کو مسدس حالی کی نعتیہ مناجات میں تلاش کیا ہے۔

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امتِ پہ تری آ کے عجب وقتِ پڑا ہے

حالی نے مشرقی اقدار کی شکست و ریخت کو اسلامی تعلیمات سے دوری کو اور مسلمانوں کو انگریزی غلامی کی ذلتوں سے آگاہ کیا۔ جدید نعت کی اس روایت کے ساتھ نئے تقاضوں کے پیش نظر ہادی برحق کے اسوۂ حسنہ کو موضوع بنانے کا رتبان پیدا ہوا۔ اردو میں نعتیہ شاعری کی یہ ایک نئی توانائی اور ایک نئی صورت تھی۔ اس سے پہلے امیر مینائی، محسن کا کوروی اور بیدم وارثی نے اپنے اپنے تخلیقی اسالیب میں نعت کو آگے بڑھایا تھا۔ محسن کا کوروی نے اپنی لازوال نعت کے ذریعے ہندوستانی تہذیب کو اپنی مٹی اور اپنے موسموں کی خوشبو کو نعت کا پیرا ہن دیا اور کہا کہ:

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

محسن کا کوروی کا یہ نعتیہ اسلوب آگے چل کر غیر منقسم ہندوستان میں ایک نیا رتبان ثابت ہوا۔ ان سب سے پہلے کرامت علی خان شہیدی اور غلام امام شہید، وہ رسولؐ سے محبت کرنے والے تھے جنہوں نے نعت گوئی کے معیار کو بلند کرنے کی اہم کوششیں کی تھیں۔ ان دونوں شاعروں نے فارسی اور اردو زبانوں میں نعتیں لکھی ہیں۔ بیسویں صدی کے برصغیر میں افرنگیوں کی آمرانہ عملداریوں میں مسلمانوں پر ہونے والے تشدد کو شاعروں نے بھی محسوس کیا اور نعتیہ اسالیب میں اپنے احساس و خیال کا اظہار کرنے کی کوششیں کیں۔ علامہ اقبال، محمد علی جوہر، ظفر علی خان، حسرت موہانی، جوش اور حفیظ جالندھری نے حالی کے پیش کردہ نعتیہ اسالیب کو ایک ایسی جدت کے ساتھ تخلیق کیا کہ نعت کو پوری توانائیوں کے ساتھ آگے بڑھنے کی سکت مل گئی۔ اقبال نے نعت کو نہ صرف فکر و عمل سے ہم آہنگ کر دیا بلکہ اقبال اردو کے اہم ترین نعت نگاروں میں شمار کیے جانے لگے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں متعدد جگہوں پر آنحضرتؐ کی سیرت کا والہانہ اظہار کیا ہے۔ جرمن شاعر گوئے کی مشہور نظم (نغمہ محمدی) کا آزاد ترجمہ بھی کیا جو ”پیام مشرق“ میں ”جوئے آب“ کے نام سے شامل ہے۔ اقبال کی شاعری کا حقیقی محور سیرت محمدیؐ اور اسوۂ رسولؐ ہی ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
اس زمانے میں لطف بدایونی نے ایک ایسا شعر لکھا جس کی مثال نہیں مل سکے گی۔ انہوں نے لکھا کہ:-
ربخ مصطفیٰؐ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

لطف بدایونی نے اس شعر میں جس طرح عاشقانہ جہالیات کو اور سیرت طیبہ کو ایک دوسرے سے پیوست کیا ہے کہ اس میں خدا اور انسان دونوں کے درمیان رسول اکرمؐ کی عظمت کا اعتراف ہو جاتا ہے۔ یہی وہ اسلوب تھا جس پر پاکستانی شاعروں نے حیات طیبہ کی عملی و فکری، مادی اور روحانی صداقتوں کو الگ الگ لکھ کر ایک عظیم وحدت میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ رسول اکرمؐ کی بزرگی و برتری ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ نعت لکھنے والے قرآن و احادیث سے روشنی اخذ کر کے اپنی تمام تر ذہنی و وجدانی صلاحیتوں کے ساتھ لکھنے کی خواہش کرتے ہیں، اس طرح فن اور خیال مل کر اعلیٰ معیار زندگی کے عمل کو تیز کر دیتے ہیں۔

اللہ کی یاد نبیؐ کی محبتوں سے وابستہ ہے کہ ذات حق تو مبتدا کی طرح ہے جس کی خبر رسول اکرمؐ ہیں۔
گمان سے یقین تک کے سارے امکانات رسول اکرمؐ کے ذریعے ہی کھلتے ہیں اور رسول کی صفات کا ادراک اور اس کا اظہار شاید اور کسی طرح امکان میں نہیں جس طرح اللہ کی عظمتوں کو محمد و دو عقلیت کے ساتھ سمجھنا اور اس کا بیان امکان میں نہیں۔

ہزاروں سال کا انسانی ارتقا ہمارے جدید عہد کی ٹیکنالوجی اور سائنسی ایجادات کے ساتھ اپنی جن فتوحات تک پہنچا ہے ان کے درمیان رسول اکرمؐ کی فکر اور ان کا عمل اپنے اہم ہونے اور اپنے اثبات کے ساتھ موجود ہے بلکہ گزرے ہوئے موجودہ اور آنے والے زمانوں کی تصدیق و تائید رسول اکرمؐ کے فکر و عمل ہی سے ہو رہی ہے۔
موجودہ نعتیہ شاعری رسول امامؐ کی ان صفات کا انتخاب کرتی ہے جو عصر حاضر میں بند دروازوں کو کھول سکیں۔ پاکستان کے بعد نعتیہ شاعری کے حوالے سے شناخت رکھنے والے بزرگوں میں بہزاد لکھنوی، حمید صدیقی، لکھنوی، یوسف ظفر، نعیم صدیقی، ماہر القادری، جگر مراد آبادی، شمیم سلج آبادی، خورشید آراء بیگم، منور بدایونی اور رابعہ پنہاں کے نام شامل ہیں۔

رسول اکرمؐ کے حوالے سے شہر مدینہ اور گنبد سبز رنگ نعت گوئی کے اہم موضوعات رہے ہیں۔ اس شہر کی عقیدت و محبت کی تمام بنیادیں رسول اکرمؐ کے تعلق پر رکھی گئی ہیں۔ نبی کریمؐ کی صفات و توصیف بے حد و حساب ہیں کہ اس سمندر کا کوئی ساحل نہیں۔ اس کے آفاق بے کناں اور اس زمین کے طویل سلسلے کا اختتام نہیں۔

کچھلی دہائی میں جن شاعروں کی پہچان نعتیہ شاعری بنی ہے ان میں حفیظ تائب، حنیف اسعدی، مظفر وارثی، سرشار صدیقی، اعجاز رحمانی، ماجد خلیل، ادیب رائے پوری، قمر انجم اور قمر وارثی کے نام سامنے ہیں۔

حفیظ تائب تسلسل کے ساتھ نعتیں لکھتے رہے ہیں۔ انہوں نے سیرت طیبہ کے طاقوں میں بے شمار چراغ جلائے ہیں، ان کی عقیدتیں بڑی گہری ہیں۔ وہ عربی اور فارسی افطیات کے درمیان اردو کے لفظوں کو ایسی عاجزی سے لکھتے کہ نعت کا داخلی و خارجی وجودا جالے کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ حفیظ تائب کے اسالیب میں علمی و نظری سطح

ابھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے لیکن ان کی روح کا گداز آگینے کو پگھلا دیتا ہے۔ حنیف اسعدی کا نام چند برسوں میں توازن کے ساتھ آیا ہے۔ وہ سادہ اور سہل لفظوں میں جذبات کی شدت کو اور لہجے کے بے ساختہ پن کو اس طرح لکھ دیتے کہ ان کی محبتیں ذات میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ محبوب خدا ان زمانوں کے لیے بھی رحمت ہیں جو زمانے ابھی نہیں آئے ہیں۔ حنیف اسعدی نے رسول اکرمؐ کے حوالے سے خالق کائنات کو پایا ہے۔ وہ اپنے آقاؐ کی محبت کو آسودہ زندگی کی اساس کہتے کہ اسی چھاؤں میں انسانی رشتوں کی فوگری کا ہر سیکھا جاسکتا ہے۔ مظفر وارثی ان معتبر نعت لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں جن کی نعتیں عمومی اور خصوصی شہرت و مقبولیت تک جا پہنچتی ہیں۔ پاکستان، ہندوستان اور عرب ممالک میں مظفر وارثی کی نعتیہ آواز سنی جاتی ہے، پڑھی جاتی ہے اور سخن میں لائی جاتی ہے۔ ان کے بیشتر اسالیب استعاراتی ہیں جس کی بنا پر ان کی نعتیں تخلیقی روح کی پکار بن گئی ہیں جو فن کے اعتبار سے بھی تازہ اور خوبصورت ہیں اور اپنی معنویت میں بھی بھرپور اثر پذیر یوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ سرشار صدیقی مذہبی شاعری لکھنے والے روایتی نظری علم و تربیت کے ساتھ خالق کائنات کو اور محبوب ربؐ دو جہاں کی عظمتوں کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ سرشار صدیقی نے پہلے اپنے ربؐ کو پھر محبوب ربؐ کو جذبہ و خیال کا تجربہ بناتے ہوئے اپنے احساسات نامی کے اعتراف کے ساتھ پورے وجود کو اعتبار و اعتماد کا حصہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح سرشار صدیقی اپنے تجربے میں اور اپنے اسلوب میں منفرد ہو گئے ہیں۔ رسول اللہؐ کے نمائندہ کردار کو خصوصی طور پر اپنی نعتوں کا موضوع بنانا اعجازِ رحمانی کی پسندیدگی کی بنیاد ہے۔ ان کی بیشتر نعتیں ہمیں ہماری عملی و فکری کوتاہیوں کا احساس دلاتی ہیں۔ ان کے اسلوب میں آسان لفظ اظہار پاتے ہیں۔ وہ عمومی انداز کی نعت لکھتے ہیں اور اجتماعی شہرت حاصل کر لیتے ہیں۔

گزشتہ چند دہائیوں میں ان گنت نعتیں لکھی گئی ہیں اور سینکڑوں کتابیں شائع ہوئی ہیں جن کی فہرست لکھنا امکان میں نہیں لیکن جو چند نامیاداشت میں ہیں ان میں صبا اکبر آبادی، سلیم گیلانی، طفیل ہوشیار پوری، محشر رسول نگری، احسان دانش، تابش دہلوی، راغب مراد آبادی، محشر بدایونی، شاعر لکھنوی، اقبال عظیم، اعظم چشتی، اقبال شوقی، عارف عبدالمبین، شبیم رومانی، صہبا اختر، عبدالعزیز خالد، حافظ لدھیانوی، صبا متھراوی، قمر ہاشمی، صابر کوثر، صاحبزادہ نصیر، خالد احمد، اقبال صفی پوری، محمد علی ظہوری، عاصی کرناٹی، صبیح رحمانی اور امید فاضلی شامل ہیں۔

پچھلی صدی کی آخری چار دہائیوں کے درمیان اردو ادب میں نعت نگاری کو جو ارتقاء حاصل ہوا ہے اس کے حوالے سے نعت کے لب و لہجے اور نعت کے اسلوب کے ساتھ لفظیات میں بہت کچھ تبدیلیاں آئی ہیں۔ رسول اکرمؐ کی عقیدت و محبت تو وہی ہے لیکن نعت اپنے شعری تخلیقی و فنی رویوں کے ساتھ زندگی کے بنیادی اعتماد اور کائنات کے جدید تجربوں کو لے کر آگے بڑھی ہے سینکڑوں بلکہ ہزاروں قلم نعت کو لکھ رہے ہیں، پڑھنے والوں کی ان گنت دھڑکنیں پیش کردہ نعتوں کے مطالعے سے گزر رہی ہیں۔ موجودہ عہد روح انکار کی تمثیل ہے۔ یہاں تک کہ انسان خود اپنی ذات کو ہونے اور نہ ہونے کے درمیان رکھتا ہے۔ اس شعلہ انکار میں انسانی اقدار جل رہی ہیں اور انسانی تاریخ کے اثباتی اوراق کالی آندھیوں میں اڑتے چلے جا رہے ہیں، مگر موجودہ نعت سے نئے آدمی کی کردار سازی کا کام لیا جا رہا ہے۔

شمیم احمد نے نعتیہ شاعری پر لکھتے ہوئے کہا ہے کہ ”حیات نو کا مرکزی جوہر حضورؐ کی ذات گرامی ہے جو ایک مثالی اور باعمل معاشرتی نسب العین کا وہ منارہ روشنی ہے جو پوری انسانی تاریخ میں ایک اہمیدیل معاشرے کی تعمیر

کرنا ہے اور اسے اپنے ہاتھوں سے عمل میں بھی لے آتا ہے۔ جدید نعتیہ شاعری کی روح کوئی مذہبی تشخص نہیں ہے بلکہ وہ انسانی تہذیبی اور فکری شعور ہے جس نے دنیا کو ایک نئے موڑ سے اور ایک نئی جہت عمل سے آشنا کیا ہے۔“

نعتیہ شاعر کے سامنے صرف ایک صنفِ سخن کی ضرورتوں کا مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ عظمت کی بے حد و حساب رفعتیں، خیال و احساس کے لیے اونچی اڑانوں کا سبب بنتی ہیں جہاں ہر جنبش پر خود اقصائی چاہتی ہے۔ نعت ایسے سچے جذبوں اور ایسے پاکیزہ خیالات کی تصویریں اُتارتی ہے جو ہر اعتبار سے محترم سمجھی جاتی رہی ہیں۔ نعت شاعر کے ذہن و ضمیر کی آواز ہوتی ہے بلکہ پورے وجود کا اظہار یہ ہوتی ہے۔ مدح رسولِ عمومی اوصاف کا تذکرہ نہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو شاعر ہر کسی کی تعریف میں مبالغہ کی حدوں کو پار کر کے رانی کو پہاڑ بنانے کا فن جانتے تھے وہ مدحت رسولؐ میں ایسے ژولیدہ بیان ہوئے کہ ایک شعر بھی نہ لکھ سکے۔ سفلی جذبات کے اور مادی خواہشات کے لوگ نعت کے قابل نہیں ٹھہرتے۔ نعت لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ حضور اکرمؐ کے حالات و واقعات، سیرت اور ان کی تمام فکری و عملی فضیلتوں کا مطالعہ کیا جائے تاکہ جدت طرازی کے درمیان غلو آرائی سے بچا جاسکے۔ امیر حسن بخاری نے خواجہ نظام الدین اولیاء سے شاعری میں مبالغہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپ نے جواب دیا کہ ”جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن وہ جھوٹ جو شعر میں بولا جائے گناہ نہیں ہے۔“ خواجہ صاحب نے اس کے ساتھ لکھنے والے کے ہنرمند ہونے کو ضروری قرار دیا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ شعری صداقت حسن و اثر پذیری میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ ذاتِ ممدوح کے اوصاف سے بے خبر یا فریب خوردگی تو صیغہ کے بجائے تردید بن جاتی ہے۔ نعت میں شعری تلازمات اور عظمتِ رسولؐ کے مقام کا شعور نعت کو ادبِ عالیہ میں برتر مقام دلا دیتا ہے اور ایسا قرینہ احترام رسالتؐ کے حوالے سے شہرت و سعادت کی علامت بن جاتا ہے۔

ہمارے عہد کی نعت گوئی کوئی رسمی چیز نہیں ہے۔ یہ ہمارے سنجیدہ ترین ابلاغ اور پر خلوص جذبات سے دہکی ہوئی شاعری ہے جس سے نعت گوئی کے سرمائے میں جدید اسالیب کا وہ بھرپور تجربہ شامل ہو گیا ہے جس نے نعتیہ شاعری کو باقاعدہ فن کی شکل دے دی ہے۔ نعتیہ شاعری صنفِ سخن نہیں ہے ایک عظیم موضوع ہے جس کے حوالے سے آخر میں ایک بات کا تذکرہ اور کرنا چاہوں گا کہ دنیا کی شاعری کے اساسی موضوعات کائنات، انسان اور ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والے عملی و فکری سوالات و واقعات ہیں لیکن نعتیہ شاعری کا مرکز اور اس کا دائرہ اور اس کے دائرے کے تمام پھیلاؤ ایک عظیم ذات ایک اکمل ترین انسان اور ایک لازوال نام سے وابستہ ہیں۔ رسول اکرمؐ ایک ایسے ممدوح ہیں اور ایک ایسا موضوع ہیں جن کی انفرادیت کو جن کی یکسانی کو اور جن کی بے کناری کو ان گنت اسالیب میں لکھنے کے بعد بھی کوئی قلم اپنی تحریر پر آسودہ نہیں ہوا ہے۔ رسول اکرمؐ کی حیاتِ لازوال کو لکھنے والے تمام ہاتھ شرمندہ ہیں کہ وہ رحمتِ عالمینؐ کی مکمل تصویر اُتارنے سے قاصر ہیں اور ڈیڑھ ہزار سال سے حنیف اسعدی کی طرح یہی دعا کر رہے ہیں کہ:-

یارب یہ تمنا ہے کہ نازل ہو وہ ہم پر
جو نعت ابھی قرض ہے قسطاں و قلم پر

☆☆☆☆

پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شا کر اعوان

مدوح کائنات

مشہور روایات کے مطابق رحمت کائنات کی صفات عالیہ کا بیان اسی دم سے آغاز ہوا جب آدم کی تخلیق ہوئی۔ جب آدم پر پہلا الہام ہوا تو آپ کو ”ابو محمد“ کہہ کر پکارا گیا۔ آدم نے نور محمدی دیکھ کر تعجب سے پوچھا۔ اے میرے پروردگار یہ کیسا نور ہے؟ ارشاد ہوا:-

”یہ نور اس نبی کا ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوگا۔ جس کا نام آسمانوں پر احمد اور زمین پر محمد ہوگا۔ اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا نہ یہ زمین و آسمان پیدا کئے جاتے۔“ (سیرت النبویہ والاکبرا محمدیہ از سید احمد زینی الشافعی، حاشیہ سیرت حلبیہ مطبوعہ ۱۳۲۰ھ ہجری صفحہ نمبر ۷)

گویا خود رب کائنات نے اپنے بندے کا تعارف کرایا اور جہاں عالم مثال میں اولاد آدم کی روحوں سے عہد لیا۔ اگسٹ ہزٹم؟ وہاں اولاد آدم سے مبعوث کئے جانے والے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی روحوں سے اپنے بندے اور رسول کی نصرت و اعانت کا عہد بھی لیا۔

و اذا اخذنا الله ميثاق النبين لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ. قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ أَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ اَصْرِي. قَالُوا اَقْرَرْنَا. قَالَ ذَٰلِكَ شَهِدُوا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ. (۳/ آل عمران: ۸۱)

ترجمہ:- ”اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ وہ بولے ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔“

یہ اولین مجلس میلاد النبیؐ، مقصد میلاد کا کھلا بیان ہے۔

ہبوط آدم کے بعد جب آدم کو حضرت حوا سے قرب کی خواہش ہوئی تو حضرت حوا کا مہر حضرت محمدؐ پر بیس بار درود پڑھا۔ (نشر الطیب فی ذکر الحبیبؐ، مولانا اشرف علی تھانوی، فصل دوم روایت ۳، بحوالہ سلوۃ الاخوان، ابن جوزی، سیرۃ النبویہ، ص ۸)

روئے زمین پر حبیب خدا کا یہ پہلا ذکر تھا، پہلا درود، پہلی مدح اور پہلی نعت جو انسانوں کے حید امجد، پہلے انسان اور خدا کے پہلے مامور خلیفہ ارضی، حضرت آدمؑ نے آنے والے محمدؐ بن عبد اللہ کے حضور میں پیش کی۔۔۔ اب تو ہر آنے والے پر واجب ہو گیا کہ جانے سے پہلے مدوح کائنات کے آنے کی بشارت دے۔ اس کی نشانیاں بتائے (نعت کہے) اور اس کی صفات بیان کرے (مدح کہے)۔ مشرق و مغرب کے سبھی انبیاء و مصلحین نے اس روایت کو

نبھایا۔ تمام آسمانی کتابیں، الہامی صحائف امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں رد و بدل کے باوجود آج بھی اس شہادت کی ادائیگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر و ابن العاصؓ نے تو رات کے حوالے سے آپؐ کی یہ صفات بیان کیں:-

”اُمت کے حال کا گماہ، بشارت دینے والا، ڈرانے والا، گرو و اُمتیں کا پناہ دہندہ، میرا بندہ، میرا پیغمبر، نہ بدخلق نہ سخت مزاج، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے والا بلکہ معاف کر دینے والا اور بخش دینے والا، نابینا آنکھوں کو بینا اور ناشنوا کانوں کو شنوا کر دینے والا اور سربستہ دلوں کو کشادگی دینے والا۔“ (حدیث عطاء ابن یسار، مشکوٰۃ المصابیح، بحوالہ مسلم باب فضائل سید المرسلینؐ)

کی ہے جس کا اندراج یہاں ممکن نہیں۔

ان کاہنوں کی کہانت کا کاروبار بالوضاحت ان کتب ساوی پر منحصر تھا جن سے اہل عرب آشنا تھے۔ شرک و بت پرستی سے متنفر رہے اور اپنی کتابوں کے حوالے سے رسول اکرمؐ کی آمد کے چھ عام کرتے رہے اور آپؐ کی آمد کے منتظر رہے۔ یہ مصلحین کا گروہ تھا۔ اور ان کی پیش گوئیوں کی بنیاد کتب ساوی پر تھی۔

انجیل میں یوحنا کی انجیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الوداعی پیغامات میں جس روح القدس (فارقلیط جو پھر کلی طوں کا معرب ہے اور جس کا معنی احمد ہے، برنباس نے اپنی انجیل میں ”احمد“ بحال رکھا۔۔۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو انجیل برنباس (اردو) سعات خلیل بک مطبوعہ ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۱، انجیل برنباس اردو پروفیسر بشیر محمود اختر مطبوعہ ۱۹۷۶ء) مددگار شفیع، سچائی کی روح اور وکیل اسی فارقلیط یا احمد کی صفات ہیں۔ انجیل میں بار بار ذکر ہوا۔ مثلاً:

- ۱۔ حضرت عیسیٰؑ کی اصل تعلیم جسے لوگ بھلا چکے یا جس میں رد و بدل کر دیا گیا از سر نو یاد دلانے والا۔
- ۲۔ حضرت مسیحؑ کی عظمت و جلال کو دنیا میں قائم کرنے والا۔
- ۳۔ حضرت مسیحؑ کی گواہی دینے والا اور ان پر ایمان نہ لانے والوں کو گنہگار ٹھہرانے والا۔
- ۴۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہنے والا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتیں بیان کرنے والا۔

(یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۵، ۲۹ باب ۱۵، آیت ۲۶ باب ۱۶ آیت ۱۴ تا ۱۳)

یوحنا نے جب ہنتمہ دینا شروع کیا تو یروشلم سے فریسیوں کے فرستادہ کاہن اور لاوی (یہودی علماء) اس سے پوچھنے لگے کیا تو ”وہ نبی“ ہے؟ تو اس نے جواب دیا، ”نہیں میں تو اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے لائق بھی نہیں۔ وہ ابداً لبا دیک تمہارے ساتھ رہے گا۔“ غرض یوحنا، لوقا، اعمال، کتاب پیدائش مکاشفہ، یوحنا اور استثنا میں حضور اکرمؐ کی مذکور صفات یوں ہیں:

”زور آور، روح القدس، دنیا کا سردار، بنی اسرائیل کے بھائیوں سے آنے والا، ٹھیل موسیٰ، فاران سے ظاہر ہونے والا، جب تک سورج رہے گا اس کا نام رہے گا، ایک ابدی عہد باندھنے والا تا کہ اولاد ابراہیم ابداً لبا دیک خدا کو یاد کرنے والی رہے، سچا، برحق اور راستی کے ساتھ انصاف کرنے والا، بہت ناجوں والا، بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند یعنی جامع اکمالات نبی“۔ (علی الترتیب لوقا باب ۳، آیت ۱۴، یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۵، اعمال باب ۳ آیت ۲۱ تا ۲۳، استثنا باب ۳۳ آیت ۲، جوق باب ۳ آیت ۲، کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۷، مکاشفہ باب ۱۹ آیت ۱۱ تا ۱۴)

سات برس کی عمر میں آپؐ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے تو دا دا محترم آپؐ کو عکاظ کے راہب کے پاس لے گئے جو امراض چشم کا ماہر تھا۔ اس نے آپؐ کو دیکھتے ہی کہا ”تو وہی ہے جسے حضرت سلیمانؑ خلو محمدیم کا خطاب دے چکے ہیں۔“

(ماہ نوکراچی سیرۃ رسول نمبر، جولائی اگست ۱۹۶۳ء، صفحہ ۴۶)

مہاتما بدھ نے بوقت مرگ نندا کو روتے دیکھا تو تسلی دیتے ہوئے کہا:

”میں کوئی آخری بدھ نہیں۔ اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بدھ آئے گا۔ مقدس، منور القلب، عمل میں دانائی سے لبریز، مبارک، عالم کائنات اور انسانوں کا عظیم سردار، جو غیر فانی حقائق میں نے ظاہر کئے وہ بھی ظاہر کرے

گا۔ وہ ایک مکمل ضابطہء حیات اور کامل نظام زندگی کی تبلیغ کرے گا۔“

مہاتما نے مندا کے جواب میں یہ بھی فرمایا:

”وہ تیریا (رحمت عالم) کے نام نامی سے آئے گا۔“ (النبی الخاتم، از مناظر احسن گیلانی، اخبار لیڈ رالہ آباد، ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء) ویدوں میں آپؐ کے والد بزرگوار کا نام وشنو بھگت (عبداللہ) والدہ ماجدہ کا نام سمانی (آمنہ) جگہ پیدائش سالمہ پ (عرب) اور تاریخِ بارہواں دن سوموار بتائی گئی ہے۔ ویدوں نے آپؐ کو جگت گرو (سرور عالم) محمدؐ اور کلینکی اوتار (خاتم النبیین) کے لافانی خطابات والقبابت سے یاد کیا ہے۔ بھگوت کیتا، کلکی پران اور بھوشیہ پران کے علاوہ سام وید پچاسک ۲ کھنڈ ۶ منتر ۸ میں آپؐ کی صفات یوں بیان ہوئی ہیں:۔ احمدی پتھر پر میدھیا امرتسیہ چیاگرہ، ہم سودیہ ایوجنی۔

ترجمہ: احمدؑ نے اپنے رب سے پر حکمت شریعت پائی (جس کے کارن) میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔
(تفصیلی مطالعہ کے لیے مجلہ ہند روہیں صدی، کراچی شمارہ جولائی ۱۹۸۵ء، سید الانبیاءؑ از سید احمد حسین ص ۲۲، ملاحظہ ہو)
یمن کے بادشاہ اباکرب نے جسے تیغ ثانی بھی کہتے ہیں، یثرب پر چڑھائی کی۔ اوس اور خزرج دن بھر اس سے مصروف جنگ رہتے اور رات کو اس کے لشکر کے لیے کھانا وغیرہ بھیجتے۔ تیغ نے اس اخلاق سے متاثر ہو کر صلح کی درخواست کی۔ معاہدہ صلح طے پانے کے بعد، اوس و خزرج کے نمائندوں ابوجحہ بن حلاج اور بن یامین قرظی سے کہا۔۔۔
حیرت ہے آپ لوگوں نے دوران جنگ میں میری فوجوں کو اس طرح خوراک پہنچائی جس طرح قومیں اپنے لشکریوں کی نگہداشت کرتی ہیں۔ مجھے اسی شے نے متاثر کیا آخر یہ سب کچھ کیوں؟ بنیامین قرظی نے جواب دیا۔ دراصل ہمیں یقین تھا کہ آپ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے۔ وہ کیوں؟ تیغ نے سوال کیا۔ بنیامین بولے، یہ شہر ایک نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش سے ہوگا، یہ شہر مامون کے طور پر مذکور ہے۔ اس پر تیغ لرز گیا۔ اس کا یہ شعر اس واقعہ کی یادگار ہے:

القی الی نصیحة کی ازدجر

عن قرية محجورة بمحمد

ترجمہ: مجھے اس بستی سے ہٹ جانے کی نصیحت کی جو محمدؐ کے لیے محفوظ و مامون رکھی گئی ہے۔
پھر اس نے یہ شعر کہے:

شہادت علیٰ احمدانہ

نَبِيٌّ مِنَ اللَّهِ بَارِئٌ مِنَ التَّمِيمِ

فلو مد عمرى الى عمره

لكننت وزیرلہ و ابن عم

وجاهدت بالسيف اعداءه

و فرجت عن صدره كل غم

له امته سميت في الزبور

لله امة هي خيرا لامم

ترجمہ: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ احمدؑ اللہ کے نبی ہیں جو جان ڈالنے والا ہے۔ آپؐ کے ظہور تک اگر

میری زندگی نے وفا کی تو میں آپ کا وزیر (مددگار) اور چچا زاد بھائی ہوں گا۔ تلوار سے آپ کے دشمنوں کے خلاف لڑوں گا یہاں تک کہ آپ کی دل تنگی کشادہ دلی اور فرحت میں بدل جائے اور آپ کے دل سے سارے غم دور ہو جائیں۔ آپ کی امت جس کا ذکر زیور میں ہوا بہترین امت (خیر الامم) ہوگی۔
تبع کے دو شعر اور بھی خالص مشہور ہوئے جو خالص نعت کے ذیل میں آتے ہیں:

و یاتی بعده رجل عظیم
نبی لا یرخص فی الحرام
بسمی احمد یا لیت انی
أعمر بعده بعثه بعام

ترجمہ: ”اس کے بعد ایک عظیم انسان آئے گا وہ نبی جو کسی حرام کی اجازت نہیں دے گا۔ اس کا نام نامی احمد ہوگا۔ اے کاش میں آپ کی بعثت کے بعد ایک آدھ سال تک زندہ رہتا۔“ (شرح الشفاء جلد ثلث، رحمت العالمین، جلد دوم صفحہ ۴۱۱، سیرت النبویہ جز اول صفحہ ۳۸۳) تبع کے شعروں میں آپ کا نام بار بار ”احمد“ لیا جا رہا ہے۔ اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ تبع، زیور، تو رات اور دوسرے آسمانی صحائف کا حوالہ یثرب کے یہود و نصاریٰ سے سن کر آپ کو ”احمد“ کہہ رہے ہیں۔ فرقان حمید کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آپ کو ”احمد“ کے نام ہی سے یاد فرمایا۔

سیرت النبویہ میں ہے کہ ابویوب انصاریؓ کا وہ مکان جہاں ہجرت مدینہ کے بعد آپؐ نے قیام فرمایا۔ اسی تبع نے آپؐ کے لیے تعمیر کرایا۔ و ذکر ابن اسحاق ان هذا لبیت الذی لابی ایوب بناہ له (ص) تبع الحمیری۔

ولادت پاک سے سال ڈیڑھ سال قبل آپؐ کے والد کو ایک دیوتا کے حضور ذبح کیا جانا تھا مگر ایک کاہنہ کے مشورے سے سواؤنٹوں اور خواجہ عبداللہ پر قرعہ ڈالا گیا۔ قرعہ آؤنٹوں کے نام نکلا۔ اونٹ ذبح کر دیے گئے اور خواجہ عبداللہ قریش مکہ کی خواہش کے مطابق بیچ گئے اور جب خواجہ عبداللہ کے گھر آپؐ کی ولادت کی خبر مکہ میں عام ہوئی تو چھوٹے بڑے کی زبان پر یہ ترانہ تھا۔

بارک فیک اللہ من غلام
بابن الذی من حومة الحمام
ن جاء یعون الملک العلام
قودی غللة الغرب بالسہام
بميلة من السیل سوام

ترجمہ: تو نہایت ہی مبارک لڑکا ہے۔ اے اس شخص کے فرزند جو خدا وید عالمی کی اعانت سے موت کے منہ سے بچ گیا۔ قرعہ کے روز اس کے عوض سواؤنٹ قربان کئے گئے۔ (فخر موجودات از ابو جلال ندوی، ماہ نو، کراچی، سیرت رسولؐ نمبر جولائی اگست ۱۹۶۳ء) دادا محترم نے آپؐ کا نام محمدؐ اور والد ماجدہ نے احمدؐ رکھا۔ سبحان اللہ! اس سراپا ستودہ صفات کو نام بھی کیا ملے جن پر قصائد کے کروڑوں دفتر قربان۔

اک طرف یا نبیؐ اسم خاص آپؐ کا
نعت میں لکھے دفتر تمام اک طرف

(راقم الحروف)

دستور وقت کے مطابق رضاعت کے لیے جب حلیمہ سعدیہؑ نے آپؐ کو یتیم بچہ سمجھ کر نامل کیا تو آپؐ کی والدہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:۔

یا طیر سلسی عن ابشک فانه سیکون له شان

ترجمہ: اے ہایہ تسلی رکھ۔ تیرے اس بچے کی بڑی شان ہوگی۔

جب حلیمہ سعدیہؑ آپؐ کو لے چلی تو اماں آمنہؑ نے یہ شعر پڑھے۔ ظہور قدسی کے بعد آپؐ کی شان میں کہے گئے نعتیہ شعروں میں ان شعروں ہی کو درجہ اولیت حاصل ہے۔

اعیذ باللہ ذی الجلال

من شر مامر علی الجبال

حتیٰ اراه جامل الحلال

وبفعل العرف الی الموالی

وغيرهم من حشوة الرجال

ترجمہ: اللہ کی پناہ مانگتی ہوں (اس بچے کے لیے) اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے شتر سوار سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور در ماندہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے والا ہے۔ (رحمۃ العالمین، سلمان منصور پوری، جلد دوم، صفحہ ۹۴، طبقات ابن سعد، حصہ اول، اخبار النبیؐ صفحہ ۱۸۰-۱۶۹) فتح الباری اور مواہب کے مطابق، آپؐ کی ولادت کی اگلی صبح ایک یہودی راہب جس کا نام یوسف تھا مکہ آرہا تھا، اس نے قریش سے کہا:

”اے گروہ قریش! دیکھو، آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ آج شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے۔“۔۔۔ قریش نے معلومات کیں تو معلوم ہوا خواجہ عبداللہ ابن عبدالمطلب کے گھر بچہ پیدا ہوا تھا۔ جب یہودی نے آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان، مذکورہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد بولا:

اے گروہ قریش بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہوئی۔ سن لو یہ تم پر ایسا غلبہ پائے گا کہ اس کی خبر مشرق و مغرب تک شائع ہوگی۔ (سیرت النبویہ ص ۳۶-۳۵ نشر الطیب چھٹی فصل روایت نمبر ۷)

علماء یہود نے اس نشانی کو مہر نبوت سے تعبیر کیا۔ اور بعض باطل گروہوں نے ”خاتم النبیین“ یعنی نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والا اور آخری نبی، کے معانی مہر نبوت لے کر سلسلہ نبوت کو جاری رکھنے کی راہ کھول دی اور اپنے ارتداد کو اسلامی غلاف پہنا دیا۔ حالانکہ یہ معلوم عربی قاعدہ ہے کہ خاتم کے ساتھ جب تک علیٰ کا صلہ نہ ہو مہر کے معنی دیتا ہی نہیں اور آیت قرآنی ما کان محمدؐ الا احد من رجا لکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ میں ”علیٰ“ ہے ہی نہیں لہذا سوائے سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا، کے اور کوئی مفہوم خاص کر نبیوں کی مہر بنتا ہی نہیں۔۔۔۔۔

سفر شام سے واپسی کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ کی زبانی آپؐ کی صفات اور بکیرہ و نسطورا (راہبوں) کی باتیں سنیں تو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے ان کا ذکر کیا۔ بزرگ ورقہ الھیات کے بہت بڑے عالم اور مذہباً عیسائی تھے۔ انہوں نے حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی صفات سننے کے بعد وہ قصیدہ کہا جسے بعض سیرت نگاروں نے وحی اولیٰ کے واقعہ سے منسوب کیا ہے۔ یہ قصیدہ ابن ہشام نے جسے اولین قرہی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے، حدیث خدیجہؓ کے تحت عنوان، واقعہ نکاح کے بعد باب ۳۱ میں نقل کیا ہے جب کہ وحی اولیٰ کے نزول کا ذکر باب ۴۰ میں ہے۔ خود قصیدہ کی داخلی شہادات بھی اس خیال کی تصدیق کرتی ہیں۔

لجیت و کنت فی ذکرۃ لجوجا
لہم طالمابعث النشیجا
ووصف من خلیجہ بعد وصف
فقد طال انتظاری باخلیجا
بطن المکتین علی رجائی
خلیشک ان ازی منہ خروجا
بما خبرتنا من قول قس
من الرهبان اکره ان یعوجا

(سیرت النبویہ لابن ہشام (عربی) جلد اول ص ۱۹۱، بلوغ الارب جلد دوم ص ۲۰۹)
ترجمہ: ۱۔ میں نے ایک ایسے معاملے کا طویل انتظار کیا۔ جس نے رورو کر گلو گرفتہ ہو کر بیٹھ جانے والے کو بھی مستعد بنایا۔ کچ تو یہ ہے کہ میں ہند و مو عظمت کا ہمیشہ ہی منتظر رہا۔

۲۔ خدیجہؓ سے ایک کے بعد ایک وصف سنا، خدیجہ! میرا انتظار بہت طویل کھینچ گیا۔

۳۔ اے خدیجہ! تیری بات کا ظہور مکہ کے دونوں بطنوں کے درمیان ہوگا۔

۴۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ قس اور دوسرے رہبان کی جو بات تو نے مجھے سنائی ٹیڑھی یا غلط ہو جائے۔

بزرگ ورقہ نے آپؐ کے عنقریب سر دار ہونے کی پیش گوئی کی اور آپؐ کا ساتھ دینے والوں کے غلبہ اور آپؐ سے لڑنے جھگڑنے اور جنگ آزما ہونے والوں کی شکست کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:-

فیالیسی اذا ما کان ذاکم
شہدت و کنت اکثرہم ولوجا
وان اہلک فکل فی سلقی
من الاقلار متلفۃ خروجا

ترجمہ: ۱۔ کاش! میں بھی اس وقت تک زندہ رہوں (حاضر و موجود رہوں) جب تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہوگا اور اس (دین ہدایت) میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصہ دار بنوں۔

۲۔ اور اگر میں مرجاؤں تو ہر جوان مرد کو قضا و قدر کے فیصلوں کے بموجب ہلاک ہونا اور اس دنیا سے چلے جانا ہے۔

جبل النور میں جب پہلی بار آپؐ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے یہ تاریخی کلمات کہے۔

كَلَّا وَاللَّهِ لَا يَخْزِيكَ اللَّهُ ابْنًا اِنَّكَ تَصِلُ الرَّحْمَ وَتَجْعَلُ الْكُلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِيءُ الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب بدا العاجی، بخاری شریف، تفسیر سورہ العلق، سیرت حلبی جز اول ص ۲۶۶/رحمت المعالمین جلد اول ص ۴۷، جلد دوم ص ۱۴۵)

ترجمہ: ”گھبرائیے نہیں اللہ آپؐ کو غمزدہ نہیں کرے گا کیونکہ آپؐ قرابت داروں سے جڑ کر رہتے ہیں۔ در ماندوں کی دستگیری کرتے ہیں، قہمی دستوں کی امداد فرماتے ہیں اور مصیبت زدوں کے کام آتے ہیں۔“ اور آپؐ کو صدیق اکبرؐ کے ہمراہ رگ ورقہ کے پاس لے گئیں۔ تفصیل سن کر ورقہ نے حضور اکرمؐ کے سر مبارک پر بوسہ دیا اور کہنے لگا:

قدوس قدوس والذی نفسی بیدہ انک لنبی هذه الامة... الخ

”قدوس قدوس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آپؐ اس امت کے حقیقی نبی ہیں۔ آپؐ کے پاس بلاشبہ وہ ناموس اکبر آیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ آپؐ کی قوم آپؐ کو جھٹلائے گی آپؐ کو ایذا دے گی، مکہ سے نکال دے گی (یہ مثیل موسیٰؑ ہونے کا مفہوم۔ مؤلف) اگر میں اس دن تک زندہ رہا لانصرن اللہ نصرأ یعلمہ۔ میں اللہ کی مدد کروں گا جیسا کہ نصرت کا حق ہے، یعنی میں دین حق کا کما حقہ ساتھ دوں گا۔“

اس دور کی نعت نے جس میں موضوع و معروض باہم گھم گھما ہیں دنیا والوں کو ایک ایسے انسان کی آمد کی خبر دی اور ایک ایسے شر کامل سے متعارف کرایا جس کی سیرت بشر مکمل ہوتے ہوئے رہتی دنیا تک اسوۂ حسنہ ٹھہری۔۔۔ اسے مزید گرمیاں قرآن حکیم کی ان آیات نے پہنچائیں جو حب محبوب اور اطاعت حبیب کا موضوع لیے ہوئے ہیں۔ صحیفہ ساوی، کہان و احبار اور قدیم ترین مذہب ہندومت اور گوتم بدھ کی زبانی النبی المنتظرؐ کی جوشان بیان ہوئی قرآن مجید نے نہ صرف اس کی تصدیق کی بلکہ سیرت رسولؐ کا ایک ایک پہلو اس کا ثبوت لایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ کی قدوسی جماعت نے آپؐ کو ایسا ہی پایا اور مانا جیسا کہ سنا اور آپؐ کے نام لیا آپؐ پر آج بھی ایسا ہی ایمان وایقان رکھتے ہیں اور عہد نبوت سے چودہ سو سالہ دوری کے باوجود بلا تمیز رنگ و نسل اور قوم و وطن آپؐ ہی کے اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ اور آپؐ ہی کی ذات ستودہ صفات کو مرکز ملت سمجھتے ہیں۔ محبت و فرقت کی آگ میں جلتے تڑپتے ہیں تو رضائے محبوبؐ کی پیاس اور شربت دیدار کی آس میں جیتے ہیں کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم کا فرمان الہی اب بھی جاری ہے۔ قرآن حکیم میں تو حید کی جو تعلیم دی گئی ہے اس کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب کہ یہی مقصد رسالت اور مدعائے نزول قرآن تھا، مگر اطاعت رسولؐ اور حب محبوبؐ کے سلسلے میں جس شد و مد سے خطبے دیے گئے اتنا زور تو حید کی تعلیم پر بھی نظر نہیں آتا۔ کیونکہ اسلامی معاشرے کے استحکام اور اسلامی ضابطہء حیات کے قیام و دوام کے لیے مرکز ملت سے استواری از بس لازمی ہے۔ اس ضمن میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ حضورؐ پر پہلی وحی رب کی حمد و ثناء میں تھی (اقراء باسم ربک الذی خلق) تو دوسری وحی اس کے رسولؐ، مثالی انسان (عبدہ) کی مدح میں، جو ایک طرف آپؐ کو تسلی و تشفی کا بہت نام میں ہے تو دوسری طرف آپؐ کے خلق کریم و عظیم کی سند مہیا کرتی ہے۔

ن. والقلم و ما یسطرون. ما انت بنعمة ربک بمجنون. ان لک لاجر غیر و ممنون. و انک لعلیٰ خلق عظیم. فستبصر و تبصرون. بایکم المفتون۔ (۲۸/القلم آیت ۶۸)

ترجمہ: ”ختم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز ہرگز مجنون نہیں۔ بلاشبہ آپ کو کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ملے گا۔ آپ تو اخلاقی حسنہ کی معراج پر ہیں۔ پس ذرا صبر کیجئے آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ (مجنون کہنے والے) بھی دیکھ لیں گے کہ کس کا دماغ چل گیا ہے۔“

گویا پہلی ہی وحی میں دوسری وحی کا لاحقہ لگا کر نبوت کے فرائض و حقوق بیان کر دیے گئے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سارے تقاضے سمجھا دیے گئے۔ اقرا باسم ربک اور اقراء وربک الا کرم کا حق پورا نہیں ہو سکتا جب تک انک لعلى خلق عظیم کو مشعل راہ نہ بنایا جائے۔ من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الہدیٰ ویستع غیر سبیل المومنین نوله ما تولیٰ ونصلہ جہنم وساءت مصیراً۔ (۴۱ النساء) آیت ۱۱۵ اور جو شخص امر حق ظاہر ہونے کے بعد الرسول کی مخالفت کرے گا اور اہل ایمان کی راہ چھوڑ دے گا۔ ہم بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور واصل جہنم کر دیں گے یا در کھو جہنم بدترین جگہ ہے۔۔۔ و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (۴۱ النساء آیت ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی صرف اسی نے اللہ کی اطاعت کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور محبت کا دعویٰ بے معنی ہے جب تک الرسول کا اتباع اور پیروی نہ ہوگی۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ۔ (۳ آل عمران آیت ۳۱) کہہ دیجئے اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میں محمدؐ کا اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنادے گا۔ حقیقت تو یہی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی روح، اطاعت رسولؐ ہی سے روجوں میں رقیق بس سکتی تھی۔ یہی تو وہ واسطہ ہے جس کے ذریعے انسانوں نے جبریل و خدا اور قرآن والہ سے آگاہی حاصل کی۔ اسی واسطے نے تو ہمیں عبد و معبود اور بندہ و مولا کے باہمی رشتے اور وحدت و رسالت کے اصول و ضوابط سے آگاہ کیا۔ اسی لیے جہاں قرآن پاک کا ایک معتد بھی حصہ بذاتہ حضور نبی کریمؐ کی سیرت و کردار (خلق عظیم) اور شان رسالت و ماسا ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کے ساتھ ساتھ تکمیل بشریت و عبدیت قبل انما انا بشر مثلکم ط یوحیٰ الیٰ انما الہکم الہ واحد کا آئینہ دار ہے وہاں اہل ایمان کے لیے ان اللہ و ملنکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما واجب ٹھہرا۔ جہاں آپؐ کو وللاٰخرت خیر لک من الاولیٰ کی نوید سنائی گئی اور تم دنیٰ فسدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی معراج کمال پہ دکھایا وہاں مازاغ البصر و ما طغی سے آپؐ کی صلاحیت و شخصیت اور خدا داد قابلیت بھی جتائی اور و ما ضل صاحبکم و ما غویٰ کی لایزال سند فضیلت سے بھی نوازا۔۔۔ غرض میں پارے قرآن کریمؐ کی آیات میں تدبر کرنے والے ہر آیت کو نعت رسولؐ کا مرقع پاتے ہیں کان خلقہ القرآن۔ نہ آپؐ کی صفات کا شمار ممکن نہ قرآن حکیم کا احاطہ ممکن۔ غرض:

نہ حسنہ غایتی دارد نہ سعدی راسخن پایاں

یہی وہ تعلیمات قرآنی اور صحف آسمانی کی ہئات تھیں جن کے ساتھ خلق محمدیؐ کی چاشنی نے صحابہ کرامؓ کو مجسم عشق بنا دیا تھا۔ جب قرآن حکیم حب الہی کے لیے اطاعت رسولؐ کو بنیادی شرط قرار دے تو حضرات صحابہؓ کے رگ و پے میں آقائے مادر کی محبت خون کی طرح دوڑنی ہی تھی۔ بخاری و مسلم، طبقات ابن سعد، اسد الغابہ، حکایات صحابہ، سیرت رسولؐ اور سیرت صحابیات جیسی سینکڑوں کتابیں صحابہؓ کے عشق رسولؐ کے واقعات سے بھری ہیں۔ اس باب کی وسعت اہل خبر و نظر سے پوشیدہ نہیں چند واقعات سے آنکھیں روشن کئے دیتے ہیں۔ اللہ کریمؐ ہمیں بھی ان کی صف میں

شامل ہونے کی توفیق سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

العقد الفرید، جمہورۃ اشعار العرب، اسد الغاب، مواہب اللدنیہ اور مجموعۃ النہانیہ کے علاوہ سیرت کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضور اکرمؐ سے ابوسفیان وغیرہ اہل قریش کی یا وہ کوئی کی شکایت کی گئی، آپؐ نے فرمایا ”اے اللہ! لوگ میری جو کہتے ہیں، میں شاعر نہیں تو خود میری طرف سے ان کی جو کہہ“۔ بعض دوسری روایات میں ہے آپؐ نے اپنے جاں نثاروں کو جمع کر کے فرمایا:

”تم لوگوں نے تلوار سے میری مدد کی قریش میری جو کہتے ہیں کیا تم میں کوئی ہے جو زبان شعر سے میری مدد کرے۔“

حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ آگے بڑھے مگر حضورؐ نے فرمایا ”یہ تمہارا کام نہیں۔“ پھر حضرت حسانؓ اٹھے۔ آپؐ اسلام سے پہلے حیرہ اور غسان کے ملک کے درباری شاعر رہ چکے تھے اور لاشعری اور انخساع جیسے مابعد سے عکاظ وغیرہ میلوں میں داغخن پانچے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں! مگر تو قریش کی جو کیسے کہہ سکے گا؟ جب کہ میں خود بھی ان میں سے ہوں۔ حضرت حسانؓ نے عرض کی فکر نہ کیجئے میں آپؐ کو ان سے اس طرح (اس احتیاط سے) الگ کر دوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال۔ (انسی اسلک منہم کما تسلسل الشعرة من العجین) تاریخ ادب عربی میں حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ، حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت حسانؓ ابن ثابت کے علاوہ حضرت عباس ابن مرداس اور حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کو وہ شعرائے رسول لکھا گیا ہے جنہوں نے ہر موقع پر اعدائے دین کے شعراء کا جواب لباس شعر میں دیا۔ آپؐ کے شفیق چچا خواجہ ابوطالب، جب تک زندہ رہے آپؐ کی حمایت میں سینہ سپر رہے۔ وہ آپؐ ہی تھے جنہوں نے قریش کی دھمکیوں سے بے پرواہ ہو کر فرمایا ”بھتیجے جاؤ جو جی میں آئے کرو، خدا کی قسم میں تمہیں تنہا کبھی نہ چھوڑوں گا۔“ اس موقع پر خواجہ ابوطالب نے یہ شعر بھی کہے:

واللہ لن یصلوا الیک بجمعہم
حتی اوسد فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک غضاۃ
وابشر بملاک وقرمنک عیونا
ودعوتنی وزعت انک ناصحی
ولقد صدقت وکنت ثم امینا
وعرضت دینا لا محالہ انہ
من خیر ادیان البریۃ دینا

ترجمہ: ۱۔ اللہ کی قسم وہ اپنی تمام جمعیت کے ساتھ تجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میری پیٹھ قبر کی مٹی سے نہ لگ جائے۔ (جب تک میں زندہ ہوں)

۲۔ تجھ پر کوئی تنگی نہیں جا اپنی دعوت عام کر خوش رہ اور اپنے کام سے آنکھیں ٹھنڈی کر۔

۳۔ تو نے مجھے خیر خواہ کی حیثیت سے دعوت حق دی، تو نے سچ کہا بلاشبہ تو ہمیشہ سے امانت دار ہے۔

۴۔ جو دین تو نے پیش کیا لامحالہ وہ دنیا کے تمام ادیان سے بہترین دین ہے۔

آپ کا ایک معروف قصیدہ جس میں ایک ایک قبیلے کو نام بنام محمدؐ کی اعانت پر ابھارا، اور اعلان کیا کہ محمدؐ کو ہرگز ہرگز تنہا نہیں چھوڑا جائے گا۔ قصیدہ کا لفظ لفظ خلوص میں ڈوبا ہوا نشتر ہے۔ غیرت، حمیت اور سوز اس قصیدہ کا جوہر ہے اور سچ مچ عتاب لطیف اور عذرا جمیل کا آئینہ دار ہے۔ پورا قصیدہ نقل کرنے کے قابل ہے مگر موقع کی مناسبت سے انتخاب درج ہے:

فمن مثله فی الناس ائى مؤمل
اذ قاسه الحکام عند تفاضل
حلیم رشید عادل غیر طایبش
یوالی الہا لیس عنہ بغافل
و ابیض یسقی الغمام بوجهہ
ثم الیاسی عصمة للارامل
لقد علموا ان ابننا لا مکذب
لینا ولا یعننی بقول الابطال
کذبتہم و بیت اللہ نبزی محمدا
ولما نطاعن دونہ وتناسل
ونسلمہ حتی نصرع حوله
ونذہل عن ابنائنا والحلائل

(سیرت ابن ہشام، جلد اول، ص ۲۵۶ تا ۲۹۲)

ترجمہ: ۱۔ مخلوق میں آپؐ جیسا کون ہے؟ جب فضیلتوں کا موازنہ کرنے والوں نے موازنہ و مقابلہ کیا تو آپؐ میں عجیب قسم کی برتری پائی۔

۲۔ وہ ہر دبار، سیدھی راہ چلنے والا منصف ہے۔ جلد باز نہیں اور آپؐ کا ایسے معبود سے تعلق ہے جو اس سے غافل نہیں۔

۳۔ جو ایسا روشن چہرے والا ہے کہ اس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا سر پرست اور یتیموں کی پناہ ہے۔

۴۔ سب جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا (محمدؐ) کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور نہ جھوٹے اقوال کی طرف اعتناء کرتا ہے۔

۵۔ بیت اللہ کی قسم، تم غلط سمجھے کہ ہم محمدؐ کے بارے میں تم سے دب جائیں گے۔ ابھی تو ہم نے آپؐ کی حفاظت میں نیزہ زنی ہی کی ہے نہ تیر اندازی۔

۶۔ ہم اپنے اہل و عیال اور بیوی بچوں سے غافل ہو کر آپؐ کی حفاظت میں آپؐ کے اطراف میں بچھ جائیں گے۔

آپؐ کے دوسرے چچا امیر حمزہؓ اپنی ہمشیرہ کی زبانی آیات قرآنی سن کر متاثر ہوئے اور دین اسلام قبول کیا اس موقع پر یہ شعر کہے:

و احمد مصطفیٰ فینا مطاع
فلا تغشوه بالقول العنیف
فلا والله نسلّمه بقوم
ولما نقص فیهم بالسیوف

ترجمہ: ۱۔ احمد مصطفیٰ ہم میں ایک برگزیدہ شخصیت ہیں جن کی اطاعت اور پیروی کی جاتی ہے لہذا آپ کی شان میں کوئی ناملائم بات نہ کہو۔

۲۔ خدا کی قسم ہم کسی طرح ان کو قوم کے حوالے نہیں کر سکتے جن کے بارے میں ہماری تلواریں کوئی فیصلہ نہیں کر لیتیں۔

قریش کے مظالم روز بروز بڑھتے رہے یہاں تک کہ ہجرت حبشہ پر مجبور کر دیے گئے۔ ہجرت کرنے والوں میں عبداللہ بن حارث بھی تھے۔ مہاجر تہ حبشہ سے متعلق آپؐ کے اشعار کو کافی شہرت ملی:

یار اکبأ بلغا عنی مغلغلۃ
من کان یرجوا بلاغ اللہ والذین
انا وجدنا بلاد اللہ واسعة
تنجی من الذل والمخزاة والهون
انا تبعنا رسول اللہ واطرحوا
قول النبی وعالوا فی الموازین
فاجعل عذابک فی القوم الذی بغوا
وعائذابک ان یغلوا فیطغونی

(سیرت ابن ہشام، جلد اول، ص ۳۰-۳۲۹)

ترجمہ: ۱۔ اے مسافر! میری جانب سے (شہر در شہر، مغلغلہ بمعنی سرکلر) ان لوگوں کو جو اللہ کے احکام اور اللہ کے دین کی تبلیغ و ترویج چاہتے ہیں، کہہ دے:

۲۔ یہ کہ ہم نے اللہ کے شہروں کو وسیع پایا جو ہانت، ذلت اور رسوائی سے چھڑاتے ہیں (یعنی ادھر چلے آؤ)۔

۳۔ ہم نے اللہ کے رسولؐ کی پیروی کی مگر قریش نے نبیؐ کی بات پس پشت ڈال دی اور حقوق کی ادائیگی میں خیانت کی۔

حضور اکرمؐ کے پھوپھی زاد بھائی ابواحمد بن جحشؓ نامیہا تھے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ آپؐ نے ہجرت کے کرب انگیز واقعہ کا رقت آمیز بیان ان شعروں میں کیا۔

الی اللہ وجہی والرسول ومن یقیم
الی اللہ یوماً وجہہ لایخیب
و کم قد ترکنا من حمیم منا صح
وناصحتہم مع تبکی وتذب

اجابوا بحمد الله لما دعاهم

الى الحق داع والنجاة فاعبوا

(ابن ہشام، اول ص ۸۳-۸۴)

- ترجمہ ۱۔ میرا رخ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جو کوئی اللہ کی طرف متوجہ ہو کب محروم رہتا ہے۔
 ۲۔ اور ہم نے کتنے ہی خیر خواہ اور گہرے دوستوں کو اور خیر خواہی میں چینی چلاتی آنسو بہاتی خواتین کو چھوڑا۔
 ۳۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے حق اور نجات کی طرف بلانے والے کی دعوت پر لبیک کہی۔
 مکہ اور مکہ والوں کے مظالم کے بیان میں اہل ایمان کا کلام درد انگیز ضرور ہے مگر اس میں ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے پر اظہار افسوس کی بجائے اللہ کا شکر اس کلام کا جوہر ہے۔ ہجرت کے صدمات کا بیان بھی اس سے خالی نہیں لیکن جلد ہی غزوات کا سلسلہ شروع ہوا۔ خواجہ ابو طالب تو نہ تھے مگر نیزہ بازوں کے نیزے، تلوار زنوں کی تلواres مشرکین کے خون ناپاک سے سیر ہو رہی تھیں۔ سراقہ بن مالک کی ابو جہل کے نام منظوم تنبیہ ظاہر ہونے لگی تھی اگرچہ ابھی وہ مشرف باسلام نہ ہوا تھا۔

يا مريد الناس فيه يا مرهم

بان جميع الناس طرايسالمه

(ابن ہشام، ج ۱ (عربی) حاشیہ ص ۴۹۰)

- ترجمہ: (اے اباعلم (ابو جہل) تجھ پر لازم ہے کہ) قوم کو محمدؐ کے پیچھے دوڑانے کی بجائے اس کام سے روک دے۔ کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا معاملہ ایک دن ظاہر ہو رہا ہے گا اور اس کا پرچم سر بلند ہوگا۔
 ہجرت مدینہ کے ساتھ آپؐ کو ایسے دوست مل گئے کہ آپؐ کو بطیب خاطر دین حق کے نفاذ کا موقع ہاتھ آیا۔ مواخاۃ قائم ہوئی بیثاق مرتب ہوا اور امن و امان کی فضا قائم ہوئی۔ ابو قیس صرمہ بن ابی انس انتہائی درجہ حق گو بزرگ تھے۔ ترک علائق کر کے بتوں کی عبادت سے بیزار ہو چکے تھے۔ فرماتے میں رب ابراہیمؑ کی پرستش کرتا ہوں۔
 توحید باری کی تذکیر موضوع سخن تھا۔ (بلوغ اللہ رب جلد سوم ص ۲۰۴) حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو اسلام قبول کیا وہ آپؐ کی تشریف آوری کو اللہ کریم کا خصوصی انعام اور فضل و کرم قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

نعادی الذی عادی من الناس کلهم

جميعاً وان كان الحبيب المصافيا

- ترجمہ: جن لوگوں نے آپؐ سے دشمنی کی اور جس سے آپؐ نے دشمنی رکھی وہ ہمارا کیسا ہی دوست کیوں نہ ہو ہم بھی اس سے دشمنی رکھتے ہیں۔

اب گویا النبی المُنظَر، النبی المُوید کی منزل میں داخل ہو گئے۔ عمرانی تاریخ میں کمال انقلاب آیا۔۔۔ ریاست مقتدر اعلیٰ ہونے کی بجائے اہل ریاست کا عمرانی معاہدہ قرار پائی اور انہی ریاست کا ایسا نقشہ بنا کہ آج دنیا کی کوئی ریاست بے آئین نہیں۔۔۔ ہائے افسوس! خود اس دین اسلام کے نام لیوا آئین سے باغی، آئین معطل کرنے والوں اور منسوخ کرنے والوں کے دست و بازو بننے پر فخر کرتے نہیں شرماتے۔

حضرت سواد بن قارب، اہل یمن کے اسلام لانے والوں میں سرفہرست ہیں۔ ان کے ایمان لانے کا

دلچسپ واقعہ بلوغ الارب میں محمود شکاری نے امام الماوردی کی کتاب اعلام النبوت، الاستیعاب اور اصابتی احوال الصحابہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور پڑھنے کے لائق ہے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس واقعہ کی بابت پوچھا تو آپؐ نے ساری تفصیلات بیان کرتے ہوئے رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کی گئی معروضات کا اعادہ فرماتے ہوئے کہا۔ میرا خادم جن برابر تین رات میرے پاس آتا رہا اور جگا کر کہتا تمہارے پاس نوئی بن غالب میں سے ایک رسول آیا ہے۔۔۔ پس میں نے اونٹنی پر سامان سفر باندھا اور بیابانوں سے ہوتا ہوا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی:

و انک ادنی المرسلین وسیلة
الی اللہ یا بن الاکرمین الاطائب
فمرنا بما یتیک یا خیر مرسل
وان کان فیما جنت شیب الاوائب
وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعة
بمغن فتیلاً عن سواد ابن قارب

(بلوغ الارب جلد ۴، ۴۰۸)

- ترجمہ: ۱۔ اے ارباب عزت اور پاکیزہ ترین لوگوں کی اولاد میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام انبیائے کرامؑ میں آپؐ کی ذات اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا قریب ترین وسیلہ ہے۔
- ۲۔ اے خیر المرسلین! ان باتوں کا حکم دیجئے جو اللہ کی طرف سے آپؐ لے کر آئے ہیں (تا کہ ہم ان پر عمل کریں) چاہے ہمارے بال بھی سفید کیوں نہ ہو جائیں۔
- ۳۔ یا رسول اللہ! آپؐ اس دن میرے شفیع ہونا جس دن سواد بن قارب کو کسی اور کی سفارش ذرہ بھر فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔

یہ تو معلوم حقیقت ہے کہ اہل یثرب نے بیعت عقبہ میں یثرب آنے کی دعوت ایک ایسا سردار ہونے کی حیثیت دینے کے لیے دی تھی جو ان کے درمیان جنگ بعاث کے پھیلائے ہوئے نفاق کو دور کرے اور کسی ایسے جھگڑے اور نزاع کی صورت میں تحکیم کا فرض انجام دے سکے۔ کچھ لوگ اس جنگ کے دوران میں غیر جانبدار رہنے والے سردار عبداللہ ابن ابی کے لیے تاج شاہی بھی تیار کر چکے تھے مگر قبل اس کے کہ رسم تاج پوشی ادا ہو حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور اہل یثرب نے آپؐ کو اپنا مطاع تسلیم کر لیا۔ عبداللہ بن ابی ساری عمر اقتدار کے حصول کے لیے کوشاں رہا اس کی یہی کوششیں وہ نفاق انگیزی تھی جس کی بنا پر وہ رئیس المنافقین کہلایا۔۔۔ آئین سلطنت (میثاق مدینہ) میں مسلم اور غیر مسلم شہریوں کے لیے الگ الگ حصے ہمیں کیا پیغام دے رہے ہیں ان پر بحث کا یہ موقع نہیں۔۔۔ درج یہ تھا کہ اس معاہدے کے تمام شرکاء اپنے تنازعات اللہ اور رسولؐ کے سامنے پیش کرنے کے پابند ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن اعمور لاشعری المازنیؓ اپنا ایک مقدمہ لے کر حضورؐ (اولی الامرؑ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا استغاثہ منظوم ہے اس لیے درج کرنا مناسب لگا۔ یہاں یہ وضاحت بھی بے محل نہ ہوگی کہ اشعری کئی ایک ہوئے جن کی تعداد نو بتائی جاتی ہے۔ ان میں سے تین مشہور ہوئے اشعری المازنیؓ، اشعری بن قیس اور اشعری بنو بکر۔ صرف اشعری المازنی اسلام

لائے۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی نے ارمغانِ نعت مرتبہ شفیق بریلوی کے مقدمہ میں، اعمش بن قیس کو اعمش المازنی سمجھ کر صحابی لکھ دیا۔ اسی طرح اعمش بنو بکر کو بھی صحابی لکھ گئے۔۔۔ حالانکہ وہ ایمان نہ لایا تھا۔۔۔ اعمش المازنی کی زوجہ (معاذہ) جھگڑا لو خاتون تھی، اعمش سفر سے واپس آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ معاذہ لڑ جھگڑ کر مطرف بن بہصل کے پاس چلی گئی ہے۔ وہ فریاد لے کر حضور کی خدمت میں آیا۔۔۔ یہ نظم استغاثہ کی اولین مثال ہے اس لیے نقل کی جاتی ہے:

یا سید الناس و دین العرب
الیک اشکوا ذریۃ من ذرب
کالذنبۃ الفسافی طل الرب
خرجت ابغیہا الطعام فی الرجب
فخلفنی بنزاع و حرب
اخلفت العهد ولطت الذنب
وتواذانی بین غیض مرتشب
وہن شر غالب لمن غلب

(اسد الغابہ باب الہمز مع عین ص ۱۴۶)

حضورؐ نے آخری مصرعہ و ہن شر غالب لمن غلب بے حد پسند فرمایا اور بار بار ردہرایا۔

ترجمہ: ۱۔ یا سردارِ عالم! اور عرب کے منصف اعظمؐ میں ذرب کی بیٹی (معاذہ) کی شکایت لے کر حاضر ہوا ہوں۔
۲۔ میں رجب میں اس کے لیے روزی کی تلاش میں نکلا۔ معاذہ بل کی پھوار میں بھوری بھڑ کی طرح جھگڑا لوتھی۔

۳۔ میرے پیچھے وہ جھگڑا فساد کر کے گھر چھوڑ گئی۔ اس نے عہد توڑا اور آلودہ گناہ ہوئی۔

۴۔ وہ مجھے گھنے جنگل میں پھنسانا چاہتی ہے۔ یہ عورتیں ایسا شر ہیں کہ جو دب جائے اسے خوب دباتی ہیں۔
گھنے جنگل سے مراد باہمی فتنہ و فساد ہے۔ ظاہر ہے ان الجھیزوں سے بچنے کا احساس اہل یثرب کو پیشاق مدینہ ہی نے دلایا تھا۔

طوالت کے خوف سے ایک سے ایک بہتر شعر اور ایک سے ایک بلیغ نظم چھوڑنے پر مجبور ہیں تا کہ ان شعروں اور شاعروں کا ذکر ہو سکے جنہوں نے اسلام کی حرکی تاریخ کو منظوم قلمبند کیا۔

اسلام کے حرکی دور کی شاعری میں النبی المنظرؐ کے سیرت و کردار، فضائل و شمائل اور دعوتِ توحید اور تبلیغ دین کی سچائی و بڑائی کے بیان کے ساتھ بحیثیت النبی المونید، اصحاب رسولؐ کی قربانیوں، فداکاریوں اور الفتوں محبتوں کا ذکر ضرور ملتا ہے۔ لیکن سابق ادوار کی طرح محض مظلوم اور ستم رسیدہ امتیان رسولؐ کا درد و کرب اور بے پناہ مشکلات و مصائب پر صبر و شکر کے تذکرے کم سے کم تر ہوتے جاتے ہیں۔ اس دور کی شاعری میں حق کے نام لیواؤں کی برتری، بالادستی، شان و شکوہ، فتح و کامرانی اور باطل کی شکست و ریخت، دل برستگی اور حسرت، تباہی اور بربادی کے چرچے ہیں۔ جو العصر ان الانسان لفی خسرو۔ الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات الخ کے بیان کردہ فلسفہ تاریخ کی حقانیت و صداقت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ یہی کچھ ماضی میں ہو چکا تھا۔ والتین والزیتون و طور سینین و هذا

البلد الامین۔۔۔ اسی والعصر کی تفسیریں اور تفصیلیں ہیں۔ یہی بدروحمین اور احزاب و تنوکی کی کیفیات کا درس ہے۔ اہل حق فتح و ظفر سے اور اہل باطل ذلت و شکست سے دوچار ہوئے۔ روداد و سبع اور اہل ذوق اصحاب رسولؐ کی ترنم ریزیاں دلنشین اور روح افزاء ہیں لیکن صفحات کا دامن تنگ ہے اس لیے بس نمونہ از خروارے۔۔۔ اس دور کا آغاز، یوں تو بیعت عقبہ ہی سے ہو جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا، اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَنْ يَشْرُوا بِنَفْسِهِمْ أَمْوَالَهُمْ لِكَيْ يَکُونُوا بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ وَأَنْ يَسْعَوْا إِلَىٰ ذِکْرِ اللَّهِ وَرَأْسِهِمْ وَحَبْلُ الدَّنْيَةِ الْوَسْطَىٰ ۚ وَهُمْ لَا يُخْلَفُونَ ۚ بَلْ يَذَرُونَهَا إِلَىٰ آلِهِمْ لِيُغْنُوا عَنْهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ (آیت ۲۲/ الحج آیت ۳۹) جن اہل ایمان کو ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اب انہیں بھی جنگ کی رخصت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے۔۔۔ گویا نصرت صرف ان کا حق ہے جو اپنے حق کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ اسی سے تو قوم موسیٰ نے انکار کیا۔ فاذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون (۵/ مائدہ، آیت ۲۴) اے موسیٰ تو اور تیرا خدا جا کر لڑو۔ ہم ادھر بیٹھے ہیں (جیت گئے تو آکر ہمیں بھی لے جانا)۔۔۔ کتنی اور کیسی ستم ظریفی ہے کہ آج ہماری ساری قوتیں آپس کی جنگوں اور دہشت گردیوں میں ضائع ہو رہی ہیں مگر منبر محراب اے اللہ کشمیر کو آزاد کر، اے اللہ فلسطین اور یونیا کے مسلمانوں کی امداد کر۔ کیا یہ عمل فاذهب انت وربک فقاتلا، سے مختلف ہے۔ بہر حال یہ ایک جملہ معترضہ ہو گیا۔ اسلام کی حرکی تاریخ کی ترجمان عربی شاعری بہت زیادہ ہے ہم چند ایک شعر بغیر کسی تفصیل کے درج کرتے ہیں:

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ

وان یرکبو طغیانہم و ضلالہم

فلیس عذاب اللہ عنہم بلائ

ترجمہ: پھر اگر وہ اپنی گمراہی اور سرکشی کے گھوڑے پر اسی طرح سوار رہیں تو اللہ کا عذاب ان سے دریغ نہیں کرے گا۔ (ابن ہشام جلد اول باب ۹۲۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ نے اسلام لانے کے بعد شعر کہے ہی نہیں۔ ہشام عربی، حاشیہ ص ۵۹۲)

حضرت سہام بن ابی وقاصؓ

فما یعتد رام فی عدو

بسہم یا رسول اللہ قبلی

فلذا لک ان دینک دین صدیق

وذوا حق اتیت بہ وعمل

(سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۶۴۴)

ترجمہ: ۱۔ اے اللہ کے رسول! دشمن پر مجھ سے قبل کوئی تیر چلانے والا تیر نہ چلا سکے گا۔

۲۔ اس لیے کہ آپؐ کا دین سچا ہے اور آپؐ نے اس کے ذریعے حق اور انصاف کی بات پیش کی ہے۔

حضرت امیر حمزہؓ

بامر رسول اللہ اول خافق

علیہ لواء لم یکن لاح من قبلی

ترجمہ: الرسول کے حکم سے جو اس امر کا پہلا پرچم کشا ہے۔ ایسا پرچم اس سے قبل میں نے کبھی کھلتے نہیں دیکھا۔

مقتولین بدر پر اسود ابن المطلب کے نوحہ کا ایک شعر:

فلا تکی علی بکر و لکن
علی بدر تقاصرت الجلود
(ابن هشام ج ۱ ص ۷۰۶)

ترجمہ: اے عورت! جوان اونٹ کے کھو جانے پر نہ رو۔ رونا ہے تو بدر کے سانچہ پر رو جب سرداران مکہ کا نصیبہ پھوٹ گیا۔

حضرت حسانؓ:

بنا دہم رسول اللہ لما
قدفنا ہم کباکب فی القلب
فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا
صدقت و کنت ذارابی المصیب

(ابن هشام ج ۱ ص ۷۰۹)

ترجمہ: ۱۔ جب ہم نے ان کے جتنے کے جتنے گڑھے میں ڈالے تو رسول اللہؐ نے انہیں پکار کر فرمایا۔ کیا تم نے نہیں جان لیا کہ میری بات سچی تھی اور اللہ کا حکم دلوں کو پکڑ لیتا ہے۔

۲۔ انہوں نے کوئی بات نہ کی، بول سکتے تو کہتے کہ آپؐ نے سچ کہا، صحیح رائے آپؐ ہی کی تھی۔

باطل کے مقابلے میں یہ لہجہ معذرت خواہانہ نہیں رہا۔ اب سنت آنکھ سے آنکھ ملا کر حق کی آواز بلند کرنے کا لہجہ اختیار کر رہی۔ جشن فتح، طعنہ زنی ضرور رکھتا ہے مگر سرسجدہ شکر میں خم اور آنکھیں اشک مسرت سے نم ہیں۔

ان قصائد میں کچھ قصائد تو وہی ہیں جن کی نشیب بانسیب اسی چابی طرز پر استوار ہے جس کی بنیاد امراء القیس نے رکھی تھی۔ مثلاً کعب بن زہیر کا قصیدہ بانس سعاد، الاغشی کا قصیدہ الم تغمس عینا کا و حضرت حسانؓ کے دوسرے قصائد کے علاوہ عفت ذات الا صالغ شامل ہیں۔۔۔ کچھ دوسرے قصائد وہ ہیں جو دشمنان اسلام کی ہجائیہ شاعری کے جواب میں کہے گئے۔ ہر دو قسم کے قصائد محض دین حق کی سر بلندی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اتباع میں مجاہدین اسلام کی قربانیوں ہی کا تذکرہ کرتے ہیں اس لیے انہیں نعت کے مقاصد سے الگ نہیں رکھا جاسکتا۔ جناب ذکی مبارک نے نعت کے اس پہلو پر توجہ نہیں دی اس لیے انہیں یہ قصائد نعت کے ذیل میں نظر نہ آئے۔ حالانکہ یہی وہ قصائد ہیں جنہیں پیانہ سخن اور معیار فن قرار دے کر آئندہ کے نعتیہ ادب کی قدروقیمت کا اندازہ لگایا جانا رہا ہے۔ ان کی زمینوں میں ہر دور کے بدیہہ گوووں نے نعتیہ قصائد کہہ کر داغیں دی۔ ان کو مثلث، خمیس، مسدس کا روپ دے کر ثنائے خواجہ کی محرابیں سجائی جاتی رہی ہیں۔۔۔ شراب و شباب کا ذکر ایسا ہی معیوب و معتبوب ٹھہرے تو متاخرین خصوصاً صوفیاء کے کلام کا اکثر و بیشتر حصہ پھاڑ پھینکنے کے لائق ٹھہرے گا۔

حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں جب آپؐ غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر فاتح عرب کے لقب سے ملقب ہو چکے تھے۔ بنو تمیم کا ایک وفد اپنے شعراء و خطباء کی معیت میں مقابلے اور مباہلے کے لیے آیا۔ وفد کے نامور شاعر زبیر قان کے جواب میں حضرت حسانؓ نے اسی کی زمین میں انہیں اشعار کافی البدیہہ قصیدہ کہلا:

ان الذوائب من فہر و أخواتہم

قلیبینوا سنة للناس تبع

ترجمہ: ”فہر اور فہر کے معاصر قبیلوں کے چوٹی کے سرداروں نے وہ طرز زندگی اختیار کیا لوگ جس کی پیروی پر مجبور ہیں۔۔۔۔۔“ ایک دو شعروں کے علاوہ جو براہ راست نعت یا محاسن دینیہ کے بیان میں ہیں باقی سب اہل مدینہ کی تعریف میں ہیں۔ ملاحظہ ہو:

اکرم بقوم رسول اللہ شیعتہم

اذنفرقت الہواء والشیع

(ابن ہشام ج ۲ ص ۹۲۔۹۰)

ترجمہ: وہ قوم جس کی جماعت رسول اللہ کی جماعت ہے اس وقت کتنی صاحب شرف و مجد ہوتی ہے جب قوموں کی تقسیم خواہشات و نظریات کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

جناب ذی مبارک اس قصیدے کو نعتیہ تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اس قصیدہ میں وہ دینی روح نہیں اس لیے کہ شاعر اتباع رسول کی عظمت بیان کرتا ہے مگر قبیلہ اور گروہ (عصبیت) کے حوالے سے۔ (المدائح النبویہ ص ۳۰-۲۹) بحث طویل ہے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ رسول اللہ کی جماعت کی تعریف اور دین کی پیروی کے سبب اس کی دوسری اقوام اور جماعتوں پر فوقیت یقیناً حزب اللہ کی حزب الشیطان پر فوقیت ہے جو روح دین ہے۔ یہی دل و زبان کی رفاقت کا تاثر ہے جو روح کو بالیدگی اور کلام کو اثر آفرینی بخشتا اور تقرب الہی کا ذریعہ بنتا ہے۔ ایسا کلام نعت کے زمرے سے کس طرح خارج کیا جاسکتا ہے؟ والذین معہ کے حوالے سے قرآن نے بھی تو محاسن دین بیان کئے۔ مثلہم فی السورۃ و مثلہم فی الانجیل کا آسمانی خراج کیا اشداء علی الکفار رحماء بینہم ہی کی وجہ سے نہیں؟ حضرت حسانؓ کے اس قصیدہ میں اسی جماعت یا عصبیت کا حوالہ تو ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا صلوات و سلام، وآلہ کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہونا کیا ذی مبارک اس کو بھی عصبیت کی تیغ سے قطع کر دیں گے؟ وہ ایسا نہیں کر سکے نہ کسی کو یہ جرأت ہو سکتی ہے۔ ان کی کتاب المدائح النبویہ کا پورا باب آل بیت رسولؐ کے لیے وقف ہے۔ کیا یہ عصبیت نہیں جسے جناب ذی مبارک نے روح دین کے منافی نہیں سمجھا۔ اسی امت کی کثرت تو الکوثر ہے، وہ انعام جس نے ابولہب اور ابو جہل جیسے کئی عقل مندوں کو اہتر ثابت کر دیا ہے۔ اسلامی ادب کا ایک طویل باب معرکہ کربلا کے حوالے سے رقم ہوا اور قریب قریب دو سو سالہ ادب براہ راست نعت کے وجود سے خالی ہے۔ یہ پورا دور اہل بیت کی تعریف کے حوالے سے نعت ہی کا ایک منفرد دور ہے جسے نہ عصبیت کا الزام دیا جاسکتا ہے نہ روح دین سے خالی قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیا امام شافعی کا یہ اعلان حب رسولؐ سے خالی ہے؟

لو کان رفضاً حب آل محمد

فلیعلم الشقلن انی رافض

اگر آل محمد کی محبت رفض ہے تو ساری دنیا جان لے میں رافضی ہوں اور شاید کوئی شخص مسلمان ہوتے ہوئے آل محمد سے بغض رکھنے کی جہالت نہیں کر سکتا۔

حضرت کعب بن مالک نے بدر سے متعلق جو شعر کہے جمع کر دیے جائیں تو ایک دفتر بن جائے۔ ضرار بن الخطاب کے ہجو یہ قصائد کا تو ایسا جواب دیا کہ وہ شکست کی خفت مٹاتے مٹاتے اور بھی رسوا ہوئے۔ بنی معد کے جاہل اور متین بھی نے ہمیں تیروں کا نٹا نہ بنایا۔

لان عیدنا اللہ لم نرج غیرہ
رجاء الجنان اذا اتانا زعیمہا
نبی لہ فی قومہ ارث عزہ
واعراق صلق ہذبہا ارومہا
ضربنا حتی ہوی فی مکرنا
لمنخر سوء من تری عظیمہا

(ابن ہشام جلد دوم باب اول)

ترجمہ: کیونکہ ہمارے پاس ان کا زعیم آیا تو ہم نے اللہ کی بندگی اختیار کر لی اور جنت کی امید میں اس کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ وہ ایسا نبی ہے کہ اسے قوم میں موروثی عزت حاصل ہے اور اس کے سچے اصولوں نے اسے مہذب بنا دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے بھی (بنو معد کے جاہلوں پر) یہاں تک شمشیر زنی کی کہ ہمارے حملے میں بنو لوی کے سردار داود سے منہ گڑھے میں جا گئے۔

ونطیع امر نبینا ونجیہ
واذ دعا للکریہۃ لم نسبق
ومن یطیع قول النبی فانہ
فینا مطاع الامر حق مصلق

(ابن ہشام ج ۲: باب غزوہ خندق ص ۲۶۲)

ترجمہ: ۱۔ اور ہم اپنے نبی کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور لبیک کہتے ہیں۔ جب آپؐ جنگ کے لیے پکارتے ہیں تو ہم کسی سے پیچھے نہیں رہتے۔

۲۔ حضورؐ ہم میں واجب الاطاعت ہیں آپؐ سچائی پر ہیں اور تصدیق شدہ امور کی طرف بلا تے ہیں۔ جس نے آپؐ کی اطاعت کی وہ بھی مطاع ہو گیا۔

حضرت کعبؓ کے ذیل شعر پر تو رسول خداؐ نے آپؐ سے فرمایا کعب! اللہ نے تمہارا شکریہ ادا کیا ہے۔

وجاءت سخینة کبی تغالب ربہا
فلیغلبن مغالب الغلاب

ترجمہ: سخینہ (جاہلیت میں قریش کا لقب تھا) اس لیے آئے تھے کہ غلبہ پانے میں اپنے رب سے مقابلہ کریں مگر سب پر غالب آنے والے کا مقابلہ کرنے والے ضرور مغلوب ہو کر رہتے ہیں۔

حضرت عباسؓ ابن مرداس نے ہر موقع پر قصیدہ کہا لیکن وہ قصیدہ جس میں بنو سلیم کے ضحاک بن سفیان کلابی کی بطور سپہ سالار تقرری کا ذکر ہے، صحابہؓ کے رحماۃ اللہ علیہم الکفار کے کردار کی بولتی تصویر ہے۔

يا خاتم النبىاء انك مرسل
 بالحق كل هدى السبيل هداكا
 ان الاله بنى عليك محبة
 فى خلقه و محمد سماكا
 ثم الذين وفوا بما عاهدتهم
 جندبعت عليهم الضحاكا
 ما يرجون من القريب قرابة
 الا بطاعة ربهم وهو اكا

(ابن هشام ج ۲ باب غزوہ حنین)

- ترجمہ ۱۔ یا خاتم النبیین! آپؐ بے شک رسولِ برحق ہیں۔ آپؐ ہی کی ہدایت صحیح ہدایت ہے۔
- ۲۔ بلاشبہ اللہ نے اپنی مخلوق میں محبت کی بنیاد آپؐ ہی پر رکھی اور بجا طور پر آپؐ کا نام محمدؐ (قابلِ تعریف) رکھا۔
- ۳۔ پھر وہ لوگ (اصحابؓ) جنہوں نے آپؐ سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا وہ لشکر جس پر آپؐ نے ضحاک کو امیر مقرر فرمایا۔
- ۴۔ وہ رشتہ داروں کی رشتہ داری سے بے نیاز صرف اپنے رب کی اطاعت اور آپؐ کے منشاء کی تکمیل میں مصروف تھے۔

حضور نبی کریمؐ نے آپؐ کو جس قصیدہ پر اپنا نخلہ مبارک عطا فرمایا اس کے دو شعر نقل ہیں۔

رايتك يا خير البرية كلها
 نشرت كتاباً جاء بالحق معلماً
 شرعت لنا دين الهدى بعد جورنا
 عن الحق لما اصبح الحق مظلماً

(ناخ التواريخ از محمد تقی، ج ۱ ص ۹۹-۲۹۸)

- ترجمہ ۱۔ اے خیر البریہ! آپؐ نے ایک ایسی کتاب پیش کی جس نے حق و صداقت کی تعلیم دی۔
- ۲۔ آپؐ نے ہمیں دینِ حق پر مبنی شریعت دے کر راہِ راست دکھائی جب کہ ہم راہِ حق سے بھٹک کر تاریکی میں کھو گئے تھے۔
- حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ گویہ اعزاز حاصل ہے کہ حضورؐ پر نور آپؐ کا کلام خندق کھودتے ہوئے پڑھتے جاتے تھے۔

اللهم ان الاجر اجر الآخره
 فارحم الانصار و المهاجره
 ابن رواحہؓ کے جن شعروں نے آفاق گیر شہرت پائی:
 روحى الفداء لمن اخلاقه شهدت
 بانه خير مولود من البشر

عمت فضائله كل العباد كما
عم البرية ضوء الشمس القمر
لولم يكن فيه آيات مينة
كانت بديهيته تكفي عن الخبر

ترجمہ: ۱۔ میری روح اس ذات پاک پر فدا جس کے اخلاق حسہ اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے افضل ذات ہے۔

۲۔ اس ذات پاک کے فضائل و کرم کا چشمہ فیض تمام بندگان خدا کو اسی طرح سیراب کرتا ہے جس طرح آفتاب و ماہتاب کی ضیا باریاں بلا تخصیص کائنات کے لیے عام ہیں۔ اگر اس ذات پاک کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والی روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو بھی آپ کی اپنی ذات آپ کے پیغام کی صداقت کے لیے کافی تھی۔

فالح خیر اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے کعب ابن اشرف منافق کے قتل اور بنو نضیر کی جلا وطنی پر جو شعر کہے وہ ان کی شان علیہ السلام کا مظہر ہیں۔

عرفت ومن يعتدل يعرف
وايقنت حقاً ولم اصدف
عن الكلم المحكم الملاء
من لدى الله ذى لرافت الاراف
فيا ايها الموعدوه سقاها
ولم يات جوراً ولم يعنف
السسم تخافون ادلى العذاب
وما آمن الله كما الاخوف
فانزل جبريل فى قلبه
بوحى الى عبده ملطف

(ابن ہشام عربی ج ۲ ص ۱۹۷)

ترجمہ: میں نے حق بات جان لی اور جو بھی اعتدال کی راہ اپنائے گا جان لے گا مجھے یقین ہو گیا اور اس سے اعراض نہ کروں گا۔۔۔ رحمت و شفقت والے اللہ کی طرف سے میں نے یہ یقین حاصل کیا۔۔۔ اے گمراہو باوجود اس کے کہ حضورؐ کی طرف سے کوئی ظلم زیادتی نہیں تم جہالت میں انہیں دھمکیاں دیتے ہو۔۔۔ جسے اللہ تعالیٰ کی امان حاصل ہو اور جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ نے کر رکھا ہے (والله يعصمك عن الناس کی طرف اشارہ ہے) وہ کب خوف زدہ ہوتا ہے۔ کیا تمہیں عذاب الہی کا خوف نہیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے جبریل امینؑ کے ذریعے اپنے صاحب لطف و کرم بندے کو کعب کے قتل کا حکم دیا۔

غزوہ طائف کے یرغمالی افراد میں مالک ابن عوف بطریق الہمازی کے اہل و عیال بھی شامل تھے۔ حضورؐ

کو بتایا گیا کہ وہ ثقیف کے پاس طائف میں ہیں تو آپؐ نے فرمایا اگر اسلام قبول کر کے آئے تو نہ صرف اس کے آل و عیال اور مال و منال واپس کر دوں گا بلکہ سوا ونٹ مزید دوں گا۔ مالک راتوں رات حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسب وعدہ مال و منال لے کر لوٹے۔ حضورؐ نے انہیں ان کی مسلم قوم پر عامل مقرر فرمایا۔ ان کا ایک شعر اس حوالے سے پیش کیا جاتا ہے:

ما ان رايت ولا سمعت بمثلہ

فی الناس کلہم بمثل محمد

ترجمہ: دنیا بھر کے انسانوں میں محمدؐ جیسا نہ میں نے دیکھا نہ سنا۔

ایک استقبال وہ تھا جب آپؐ اور صدیق اکبرؓ بیعت عقبہ کے ایفا میں وارد مدینہ ہوئے اور قبا میں بنی نجار کی بچیوں نے دف بجا بجا کر نحن جوار من بنی نجار یا حبذا من جاد کے گیت گائے۔ وہ ایک بے وطن مہاجر کا استقبال تھا۔ ایک دن وہ بھی آیا جب فاتح مکہ کی حیثیت میں غزوہ تبوک سے واپس لوٹے، ریاست مدینہ کے سربراہ (اولی الامر منہم) کا استقبال ہوا۔

طلع البدر علینا

من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا

مادعنا للہ داع

ایہا المبعوث فینا

جنت بالامر المطاع

(کلام الملوک مرتبہ حضرت تھانویؒ ص ۱۷۲)

ترجمہ: جنوبی پہاڑیوں (وداع کی گھائیوں) سے ہم پر بدر کا مل تلوغ ہوا۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر وا جب ہے۔ اس عمدہ تعلیم دین کے لیے جس کی جانب آپؐ بلا رہے ہیں۔ اے اللہ کی طرف سے مبعوث رسول! آپؐ ایسا امر لے کر آئے جس کی اطاعت واجب ہے۔

پہلے یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ حضرت حسان کو المودید روح القدس کے خطاب سے شعرائے دربار رسالت کی سرخیلی نصیب ہوئی۔ آپؐ نے اپنے قصائد میں حسب اعلان قریش کے ہم کفو حضور اکرم کو بکمال احتیاط الگ رکھا۔ اس قصیدہ میں جوابوسفیان ابن الحارث کے قصیدے کے جواب میں کہا حسانؓ نے حضورؐ کی شان اس طرح بیان کی:-

اتھجوہ ولسن لہ بکفو

فشر کما لخیر کما فداء

ترجمہ: تم آنحضرتؐ کی بھوکے ہو حالانکہ وہ تمہاری کفو سے ہیں۔ میں تمہارے شر کو تمہارے خیر پر قربان کرتا ہوں۔ (تمہاری ان کی کیا برابری)

رب العالمین جل جلالہ نے خود آپؐ کو ”وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین“ سے خطاب سے نوازا۔ العالمین --- ہر ذرہ ہزار عالموں کو محیط ہے۔ اولاد آدمؑ تو ازل سے ابد تک آپؐ کی نعت کہتی آئی اور کہتی رہے گی۔ مگر تاریخ

نے نسل انسانی کے ساتھ ساتھ شجر و حجر چہند پرند کو بھی اس احسان عظیم کا مداح اور ثنا گو دکھایا ہے۔ مٹھی میں بند کنکریوں نے آپ کی صداقت پر گواہی دی، جانوروں نے اپنے مالکوں کی نا انصافی کے خلاف مالش کی اور چارہ سازی دیکھی۔ جنگلی ہرن شکاریوں کے خلاف فریاد لے کر آئے اور بچوں کو پا کر چوڑیاں بھرتے خوش خوش لوٹے۔ مٹھیوں نے غار ثور کے دہانے پر چالے نان کر شان نبوت کی حفاظت میں حصہ لیا۔ یہی نہیں وہ سراپا تقدیس ملائک جنہوں نے آدم کو خلافت ارضی سے نوازے جانے پر اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدعاء کی گرہ لگائی تھی۔ آپ کی رحمتہ للعالمین کے پرچم تلے خود بد ر میں مشرکین کا خون بہانے میں حصہ لیا۔ اس بے نفس اور ہر طرح تابع فرمان مخلوق کے علاوہ ایک سرکش اور فرمان مخلوق جثات بھی اسی رحمتہ للعالمین پرچم تلے آنے پر مجبور ہوئی۔ ابلیس جس نے آدم کی بشریت کی تحقیر کرتے ہوئے الہی و استکبار کرتے ہوئے بیعت سے انکار کیا اور فاسخ رج فانک رجیم کا ابدی حکم سنا اسی مخلوق سے تھا انہ کان من الجن۔ مگر جب آنحضرتؐ کے پرچم رحمت کھلے تو آپ کی چوکھٹ پر سر تسلیم خم کرتی ہوئی آئی۔۔۔۔۔ قرآن پاک کے مطابق جنوں کی جماعت نے کتاب اللہ سن کر تعجب کیا۔ یہ عجیب کلام ہے یہ بھلائی کے راستے کی طرف بلاتا ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہیں بنائیں گے۔ سوا دا بن قاربؑ کے ایمان لانے کا واقعہ پہلے درج ہو چکا ہے۔ جنوں کے قافلہ در قافلہ، چلنے کا علم ہی انہیں اکسانا رہا۔ اہل عرب جنوں سے بہت خوفزدہ تھے۔ کابنوں اور شاعروں کے قبضے میں جن کا ہونا ان کے بنیادی عقائد اور توہمات میں سے ہے اسی حوالے سے انہوں نے حضورؐ کو شاعر مجنون کہا۔

اہل عرب دوران سفر کسی وادی کے اندر شب باشی پر مجبور ہو جاتے تو بلند آواز میں اس وادی کے غالب جن کی پناہ مانگتے تھے۔ اس نے جنوں کو اور بھی سرکش بنا دیا تھا (سورہ جن)۔ مگر جب حضورؐ نے توحید کا ڈنکا بجایا تو جن بھی اللہ کی پناہ مانگنے لگے۔ حضرت خرمؑ کو جنوں کی پناہ مانگنے کے جواب میں جن ہی کی طرف سے تنبیہ ہوئی۔ تجھ پر افسوس ہے اب بھی جنوں کی مانگتا ہے اللہ کی پناہ میں آ۔

و یحک اللہ عذاب اللہ ذی الجلال

والمجد والنعماء والافضال

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۳۱)

تجھ پر افسوس اللہ کی پناہ مانگ جو صاحب جلال بزرگی اور نعمتوں والا اور فضل کرنے والا ہے۔ ہاتھ نہیں نے حضرت خرمؑ کو مطلع کیا، اللہ کے رسول حضرت محمدؐ کی بعثت کے بعد جنوں کے فریب جل گئے۔ یہ جن مالک نامی نجد کے مسلمان جنوں پر حضورؐ کی طرف سے امیر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ طویل مضمون ہے اس لیے اسی تعارف کے ساتھ عمر و الجحشؑ کے ایک ما درعتیہ قصیدہ کے انتخاب پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

عمر و الجحشؑ، گمشدہ قافلوں کے لیے رونے والیوں سے مخاطب ہے کہ ان لوگوں کا نام نہ لے کہ ساری مصیبتیں ان کے سبب نازل ہوئیں۔ تجھے چاہیے کہ عمر و انشیوں پر کچا وے کس کر دربار رسالت میں حاضر ہو جاو ہاں پہنچ کر تیری ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔

وارحل قرصاً یقدم علی

روف فمزاح بہ الکرب

لَنبِي هَدَى وَنَبِيهِ تَقَى
فَإِنَّكَ تَلِينَ لَهُ الْعَرَبُ
بِمُحَمَّدٍ الْمَبْعُوثِ وَذِي الْ
خَيْرَاتِ مَنْ أَلَهُ الرَّحْبُ
فَصَلُّوا لَهُ الْخَلْقَ عَلَيْكَ
وَجَادَ مَحَلَّكَ السَّكْبُ

(قصیدہ حبیبہ، عمرو النجی مکتبہ ظفر ۱۹۶۸)

ترجمہ: نو عمر اونٹنیوں پر کجاوہ کس کر دربار رسالت میں حاضری کے لیے نکل کھڑا ہوتا کہ وہ تمہیں آنحضرتؐ کی خدمت میں لے جائیں۔ آپؐ کی ذات ستودہ صفات مجسم رحمت و رافت ہے۔ آپؐ کی خدمت میں پہنچ کر تمہاری ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔ اس نبیؐ کی بارگاہ میں جو اہل عالم کے ہادی، بڑی شان والے اور صاحب تہذیب ہیں اور اسی وجہ سے سب اہل عرب نے آپؐ کی اطاعت کا قلاوہ اپنی گردنوں میں ڈال دیا ہے۔ اس محمدؐ کی جناب میں جو نبی نوع انسان کے ہادی بن کر آئے۔ آپؐ کی بارگاہ رحمت و رافت کے لحاظ سے نہایت کشادہ ہے اور آپؐ بڑی بزرگیوں اور عظمتوں والے ہیں۔ بس آپؐ پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو اور رحمت و رضوان الہی کی بارش آپؐ کی فرودگاہ پر ہمیشہ ہمیشہ رہے۔۔۔۔۔ آمین۔

☆☆☆☆

شاکر کنڈان

کتابیاتِ پاکستانی نعت

معلوم حوالے کے مطابق منظوم نعتِ رسول مقبولؐ کا آغاز حضور نبی کریمؐ کی ولادت سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ہو چکا تھا، جس میں تبع النبیؑ پہلے شاعر گئے جاتے ہیں۔ تب سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور اب تک رہے گا۔ اردو میں حضرت امیر خسروؒ کے نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ اور تب سے یہ سلسلہ ورفعتاً لک ذکرک کی فضا کو قائم رکھے ہے۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد حضور نبی کریمؐ کی شانِ اقدس کے منظوم بیان اور ذکر میں اضافہ ہوا اور خاص طور پر محمد ضیاء الحق کے دور حکومت سے نعتیہ کتابوں کی اشاعت میں تیزی آئی۔ جب سے تقریباً ہر شاعر حضورؐ کی شان میں کوئی تحریر چھوڑ جانا سعادت اور وسیلہٴ مغفرت سمجھتا ہے۔

۱۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے اب تک ہزاروں مجموعہ ہائے نعت اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ ہر کتاب تک رسائی تو ناممکن ہے لیکن جو چند ایک میرے علم میں آسکیں ان کی کتابیات یہاں پیش کر رہا ہوں۔ ترتیب سن وادی گئی ہے۔ پہلے کتاب کا نام، پھر شاعر کا نام اور بعد ازاں جس شہر سے شائع ہوئی، مضمون کے طویل ہو جانے کی وجہ سے باقی معلومات درج نہیں کی گئیں۔ نیز جن کتب کی مکمل معلومات نہیں مل سکیں ان کو بھی شامل کتابیات نہیں کیا گیا۔

سردست اگست ۱۹۴۷ء سے لے کر جنوری ۲۰۱۴ء تک ۱۵۴۰ (پندرہ سو چالیس) نعتیہ شعری مجموعوں کا اشاریہ پیش ہے۔ یہ مختصر معلومات اکٹھی کرنے کے لیے بہت سی کتب سے استفادہ کیا گیا۔ جن کے نام تحریر کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

۱۹۴۷ء

روحِ قرآن، دل محمد، خواجہ، لاہور

۱۹۴۸ء

حرفِ ثنا، محشر بدایونی، لاہور

کفر و ایمان، بہزاد لکھنوی، لاہور

تابشِ افسر، افسر بے خودی، مولانا، کراچی

۱۹۴۹ء

دفترِ رباعیات، اصطلاح لکھنوی، کراچی

سلام فیروز، فیروز دین ڈسکوی، لاہور

نغمہ ہائے مبارک، ضیاء القادری بدایونی، کراچی

کوثر و نسیم، آفاق صدیقی، پروفیسر، کراچی

دیوانِ قادری، قادری جالندھری، لاہور

۱۹۵۰ء

رازِ حیات، ہما صدیقی، کراچی

دیباچہ، ضیاء القادری بدایونی، کراچی

آفتاب تاج، تاج عرفانی، لاہور

نغمہء روح، خاورِ درانی، لاہور

۱۹۵۱ء

جام وارث (حصہ اول) قیصر وارثی، کراچی

رزم و بزم، اسد شامی، لاہور (آخر میں قومی نظمیں اور کچھ غزلیں بھی شامل ہیں)

۱۹۵۲ء

تختِ تاج سرِ عرش، تاج جام نگری، کراچی
گلدستہٴ نعت، عاقل اکبر آبادی، کراچی
سلام عقیدت، عبدالحجید فانی، کراچی

میلا د حسن پیغمبرؐ، افسر بے خودی، مولانا، کراچی
ذکر حبیب، امیر مینائی، لاہور
آہنگِ جہاز، عرش ملیانی

۱۹۵۳ء

شمعِ حرم، محمود حسن رضوی، سید، کراچی
شاخِ طوبی، آغا صادق، کوئٹہ

جام وارث (حصہ دوم) قیصر وارثی، کراچی
قصیدہٴ نعتیہ، وارث جیلانی، فیصل آباد

۱۹۵۴ء

تختِ حرم، اسد ملتانی، ملتان
مسدسِ کامل، کامل جواگرھی، کراچی

ثنائے حبیبؐ، بہزاد لکھنوی، کراچی
مجموعہٴ نعت، محمد خیر الدین، لاہور

۱۹۵۵ء

بادِ کوثر، امین شرقپوری، لاہور
انتخابِ کلام امیر مینائی، مرتبہ: خالد مینائی لاہور
شانِ مصطفیٰؐ، شیر محمد ترمذی، سید، لاہور

ارمانِ نبی، ارمان اکبر آبادی، کراچی
بہارِ عقیدت، اختر الحامدی، سیالکوٹ
دیوانِ نعت، محمودہ خاتون، لاہور

۱۹۵۶ء

ذکرِ حضورؐ، بہزاد لکھنوی، کراچی
صدیقِ مقال، عبدالحجید صدیقی، کراچی

تمنائے مدینہ، عبدالحفیظ خان، لاہور

۱۹۵۷ء

فردوسِ عقیدت، صابر براری، کراچی
گہوارہٴ مغفرت، امداد حسین نصرت، کراچی
نغماتِ صداقت، ابوالسیف عتیق، کراچی

کیفِ بہاراں، آرزو اکبر آبادی، کراچی
نغمہء ربانی، ضیا القادری، مولانا، کراچی
محامد سید المرسلین، محمد علیم اللہ آبادی، میرپور خاص

۱۹۵۸ء

بکھنور و برکات، اثر صہبائی، لاہور
چراغِ صبحِ جمال، رئیس امر و ہوی، کراچی

نقشِ وفا، وفا ڈبائیوی، کراچی

۱۹۵۹ء

خزینہٴ بہشت، ضیا القادری، کراچی

ریاضِ ہاشمی، محمد سلیم، کراچی

والی بطحا، عنایت گوردا سپوری، لاہور

افسر انبیاء، افسر بے خودی، مولانا، کراچی

۱۹۶۰ء

گلہائے نعت، رہبر چشتی، صوفی، کراچی
تنویر، اصطفیٰ لکھنوی، کراچی

گر دیکارواں، احمد شجاع ساحر، حکیم، لاہور
افکار جمیل، طالق ہمدانی لدھیانوی، کجرات

۱۹۶۱ء

آمنہ کا چاند، صابر براری، کراچی
فخر کونین (حصہ اول) محشر رسول نگری، کوئٹہ
چراغ حرم، سید مختار علی ضیائی، کراچی

۱۹۶۲ء

تجلی فاراں، احسان امروہوی، کراچی
کمال رسول، اختر الحامدی، حیدرآباد
صلوٰۃ و سلام، شفیق طارق، لاہور
گلہائے صفات، ہوش اعظمی، کراچی

۱۹۶۳ء

خوننا بہ دل، نور جہاں بدایونی، کراچی
تسکین روح، سکندر لکھنوی، کراچی
جلوۂ معصومیت، احسان امروہوی، کراچی

۱۹۶۴ء

جام حیات، ساحر صدیقی، لاہور
گل کشت بہشت، علی شائق، سید، کراچی
نعت لطیف، عبداللطیف، کراچی

۱۹۶۵ء

ترتیل، اختر حسین اختر، کراچی
صہبائے مدینہ، آثم نظامی، لاہور
گلہائے حسن عقیدت، محمد خان ہمد، قصور

۱۹۶۶ء

معراج مصطفیٰ، ہلال جعفری، ملتان

بہار رسول، اختر الحامدی، حیدرآباد
گل کدہ حرم، مہر پیلانی بھتی، کراچی
افسر جلیل، افسر صابری، کراچی
فروغ محامد، افتخار کاظمی امروہوی، ملتان

غبار تجار، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ
جام نور، عزیز حاصل پوری، لاہور
شہاب ثاقب، ثاقب زیروی، کراچی

بستان نبی، غلام نبی، کراچی
تجلیات، احسان الحق فاروقی، کراچی
شعروالہام، علیم النساء، کراچی
مذرانہ عقیدت، علی رضا صدیقی، کراچی

مذرانہ ادب، محمد عبدالغنی قادری، کراچی
خلوت ہاشم، ہاشم رضا ضیائی، کراچی
انتخاب کامل نمبر، کامل جونا گڑھی، کراچی

فارق لیل، عبدالعزیز خالد، لاہور
فخر کونین، (حصہ دوم) محشر رسول نگری، کوئٹہ
حدیث نعت، دلدار علی شاہ، ڈھاکہ
مذرانہ عقیدت، محمد اختر، حکیم، کراچی

عطر جذبات، اثر ہاپوڑی، کراچی
نالہ و نوح، محمد اسماعیل ذبح، کراچی
کرم ہی کرم، جمیلہ کیانی، سیالکوٹ

جانِ رحمت، ہلال جعفری، ملتان

مختار، عبدالعزیز خالد، لاہور
چشمہ کوثر، ظہیر الدین علوی، گوجرانوالہ
گلشن چشتی، مقصود احمد چشتی، لاہور

تنویر مودت، فدا بخاری، سید، ملتان
قصیدہ شاہ کوئین، نیاز الدین نیاز، کراچی

۱۹۶۷ء

یہ ہیں کائنات کے رسول خدا کے محمد عبداللہ نیاز، لاہور
کلام یکتا، محمد فرید الدین یکتا، کراچی
میلا دھامد، حامد الوارثی، لائل پور
متاع بردہ، عبدالرحمن غور، ملتان
نوائے سروش، ثار احمد، کراچی

چشمہ کوثر، آغا صادق، ملتان
درد کا درماں، درد کا کوروی، کراچی
شاخ طوبی، ادب سیمائی، ملتان
عرفان، سہیل بناری، لاہور
ثنائے حبیب، محمد علی ظہوری، لاہور

۱۹۶۸ء

گلبنگ حرم، حمید صدیقی لکھنوی، کراچی (آخری حصہ غزل ہے)
نغمات حرم، مریم قادری، کراچی
چراغ مصطفوی، عرفان رشدی، لاہور
خزینہ قمر قرین دانی، سیالکوٹ
غنائے روح، محمد اعظم چشتی، لاہور (چھٹا ایڈیشن)

خزینہ نعت، بشیر زواری، کراچی
سحاب رحمت، سکندر لکھنوی، کراچی
ریاض الفردوس، محمد پیر بخش چشتی، حافظ، ملتان
گل ہائے عقیدت (دیوان ریاض)
ریاض جالندھری، سرگودھا

۱۹۶۹ء

جام کوثر، درد کا کوروی، کراچی
سیح رعنا، رعنا اکبر آبادی، کراچی
بادہ رندان، فقیر قادری، لاہور

مینائے کوثر، انجم وزیر آبادی، لاہور
سراج منیر، بشیر زواری، کراچی
عقیدت کے پھول، اطاعت علی صدیقی، کراچی

۱۹۷۰ء

ارمغان عقیدت، منظور حسین منظور، لاہور
شعاع نور، مقبول قریشی، کراچی
یاد حرمین، سائل نقوی، کراچی
تجلیات، محمد مظہر الدین، حافظ، راولپنڈی

خیم خانہ زمزم، مینا زبیری، کراچی
نیراعظم، اعظم چشتی، لاہور
گلہائے عقیدت، مینا زبیری، کراچی
خیم خانہ محمد قمرین دانی، سیالکوٹ
خز کوئین (تیسرا حصہ) محشر رسول نگری، کوئٹہ

۱۹۷۱ء

طلوع سحر، ہلال جعفری، ملتان
نغمات عشق، عبدالغنی علیگ، کراچی

ثنائے خواجہ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
عقیدت، محمود اختر کیانی، راولپنڈی
فروغ نور، نور بریلوی، کراچی

۱۹۷۲ء

سبز گنبد، ساغر صدیقی، لاہور
قراب جاں، خالد محمود نقشبندی، کراچی
ریاض رسول (حصہ دوم) ریاض الدین سہروردی، کراچی
نغمات عشق، محمد غنی نیازی، کراچی
لاکھوں سلام، اختر الحامدی، حیدرآباد
گلدستہ نقشبندی، بشیر نقشبندی، فیصل آباد
خمسائے تراز، مینا زبیری، کراچی

۱۹۷۳ء

دعائے نیم شبی، نصرت عبدالرشید بیگم، لاہور
پھول ہی پھول، ظہیر احمد تاج، کراچی
تجلیات، ذکی کاکوروی، کراچی
گلستانِ مدینہ، ناظر فاروقی، کراچی

۱۹۷۴ء

نعتِ محل۔ ذوقِ نعت نبویؐ، اختر الحامدی، لاہور
موجِ نور، شہاب دہلوی، بہاولپور
دارین، احسان دانش، لاہور
قتدیلِ حرم، غافل کرمانی، مظفر گڑھ
قتدیلِ حرم، بیان یزدانی، لاہور
مجموعہ نور، نور خالیدی، لاہور

۱۹۷۵ء

شاخِ سدرہ، عبدالکریم شمر، لاہور
جلوہ گاہ، مظہر الدین حافظ، راولپنڈی
حرف و نوا، شمس وارثی، کراچی
ذکر حبیب، شفیق اکبر آبادی، کراچی
شعاعِ دل، الطاف احسان میرٹھی، کراچی
مینائے عقیدت، مینا زبیری، کراچی

۱۹۷۶ء

حمطایا، عبدالعزیز خالد، لاہور
مدوح کائنات، سکندر لکھنوی، کراچی

تجلیاتِ شمس، شمس الحق حاجی، لاہور
شمس قمر میرٹھی، لاہور
سولعتیا شعار، راغب مراد آبادی، کراچی
فریاد طاہرہ، طاہرہ صدیقی، کراچی
زمزمہ حق، محمد ظہور الحق، حافظ، راولپنڈی
صحیفہ نعت، اکبر غالبی، کراچی

۱۹۷۷ء

مدحت، عاصی کرمانی، لاہور
مرآت العرفان، مہر علی شاہ، پیر سید، راولپنڈی
باب حرم، مظفر وارثی، لاہور
اس قدم کے نشاں، ادیب رائے پوری، کراچی
لب کشا، اقبال عظیم، کراچی
فغانِ دل، خالد علیم، لاہور

دیوانِ اظہر، محمد خدا بخش اظہر، شجاع آباد
بقعہ انوار، شمیم یزدانی، فیصل آباد
انوارِ سخن، ساجد اسدی، کراچی
روحِ کائنات، صائم چشتی، فیصل آباد
جمالِ مدینہ، حسن المرتضیٰ خاور، لاہور
رنگِ عقیدت، سکندر حیات یلوی، کراچی
شمسیر ضیاء، رحمان کیانی، کراچی
عشقِ محمدی، انوری بیگم سکھر
آئینہ کلام، محمد حسین رضی، لاہور
شجائے عجاز، مینا زبیری، کراچی

قندیل نور، صابر کاسگنجوی، اسلام آباد
ورفعاً لک ذکرک، رشید محمود راجا، لاہور
قندمکر، ساجد اسدی، کراچی
محقِ رُکُل، انور فیروز پوری، لاہور
حمد و ثنا، تبسم رضوانی، ڈاکٹر، لاہور
رازِ ہدایت، اختر اقبال، کراچی
قابِ قوسین، اقبال عظیم، کراچی
شانِ رسول، بشیر قادری، لاہور
نعتِ خیر البشر، فیضی، سید، لاہور
افکارِ نفیس، نفیس فتح پوری، کراچی

۱۹۷۸ء

چراغِ حرا، مسرور کیفی، کراچی
گفتارِ عزیز، عزیز الحق عزیز، کراچی
بابِ جبریل، مظہر الدین، حافظ، راولپنڈی
جامِ طہور، صابر براری، کراچی
مذہبِ حبیب، حبیب نقشبندی، لاہور
نور و نغمہ، ظہیر احمد تاج، کراچی
مطلعِ انوار، جعفر طبع آبادی، سیالکوٹ
نغمہ محبوب، خالد حفیظ، سید، لاہور
مدحتِ خیر البشر، راغب مراد آبادی، کراچی
نغمہ محبوب، محمد رفیق قادری، ڈسکہ

روشنی، سیف زلفی، لاہور
نعتِ مصطفیٰ، قیوم نظر، لاہور
منہجِ انوار، محمد یامین وارثی، کراچی
بصیرت، نعیم تقوی، کراچی
اوصافِ ختم المرسلین، جمیل رضوی امرہوی، کراچی
طیبہ کوچلو، جمید بیگ عالم، کراچی
نسیم گلشنِ نعت، حقیر فاروقی، لاہور
جلوؤں کی سحر، خورشیدا احمد عابد، لاکل پور
نوبہ سحر قمر تجازی، اوکاڑہ (غزلیں بھی شامل ہیں)
صلو اعلیہ وآلہ، حفیظ تائب، لاہور

۱۹۷۹ء

ذکرِ خیر، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ

حسنتِ جمیع خصالہ قمر انجم، کراچی

سفینہء دل، سکندر لکھنوی، کراچی
 سراجا منیر، سکندر لکھنوی، کراچی
 سامان بخشش، مصطفیٰ خان نوری، سکھر
 نوائے شائقانہ، نصر اللہ خان شائق، لاہور
 آیہء رحمت، ستار وارثی، کراچی
 نذرانہ، عاقل بریلوی، کراچی
 نور و نکہت، فیاض احمد کاوش، سیالکوٹ
 مخزنِ نعت، جاوید اقبال، لاہور
 بخسور رحمۃ للعالمین، مبارک علی شاہین، لاہور
 خیر الوری، ظہیر صدیقی، لاہور
 نعم، کرم حیدری، لاہور

۱۹۸۰ء

قاسم خلد، سکندر لکھنوی، کراچی
 عقیدت کے پھول، محمد عاشق، لاہور
 نشید حضوری، حافظ لدھیانوی، لاہور
 تصویر کمالِ محبت، ادیب رائے پوری، کراچی
 آہ خنک شہرے، صائم چشتی، فیصل آباد
 نعماتِ نعت النبیؐ، غلام نبی بسیط، کراچی
 درہمیتیم، اختر سدید، فیصل آباد
 آخری کرنیں، خورشید آرا بیگم، کراچی
 معراجِ نھس رسولؐ، شفیق حسن، کراچی
 چشمہء نور، نور اللہ شاہ، لاہور

لجلا و ملائی، مسرور کیفی، کراچی
 نعت حبیبؐ، سعادت حسن خان شیدا، سکھر
 آہ سحرگاہی، نصرت عبدالرشید بیگم، لاہور
 مہر درخشاں، قمریز دانی، سیالکوٹ
 نوائے ظہوری، محمد علی ظہوری، لاہور
 صل علیؑ، محمد احمد شاد، گوجرانوالہ
 شعاعِ ایمان، الطاف احسانی، کراچی
 متاعِ عزیز، عزیز لدھیانوی، گوجرانوالہ
 آیاتِ عشق (اول)، عبدالغنی علیگ، کراچی
 نالہء شب، حافظ بصیر پوری، ملتان
 دیدارِ محمدؐ، غلام رسول غازی، مارووال
 صبحِ ازل، نسیم امروہوی، لاہور
 انوارِ سخن، ابو الفاروق انور، لاہور
 ارمغانِ حق، صابر القادری بریلوی، کراچی

۱۹۸۱ء

جمالِ حرم، مسرور کیفی، کراچی
 حدیثِ آشنا، اقبال صلاح الدین، لاہور
 حدیثِ جاں، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ

نور الہدیٰ، احسان فاروقی، کراچی
 رجائے بخشش، عبدالغنی سالک، لالہ موسیٰ
 مصحفِ یدیم، یدیم شاہ وارثی، لاہور

اقراء صہبا اختر، کراچی
منور قطعات، منور بدایونی، کراچی
حسن کائنات، صائم چشتی، فیصل آباد
امام القلیبیین، سکندر لکھنوی، کراچی
مصدق الہام، صبا مقرر اوی، کراچی
مدیح رسولؐ، راغب مراد آبادی، کراچی
نعت کے پھول، محمد احمد شاد، گوجرانوالہ
عبدہ، عبدالعزیز خالد، فیصل آباد

ہوائے طیبہ، عبدالرحمن قاضی، لاہور
نعتیہ قطعات، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
حمد و نعت، سرور بجنوری، فیصل آباد
سرمایہ حیات، اخلاق احمد سالک، کراچی
میلا حبیب، حبیب احمد، حافظ، کراچی
پیغمبر انقلاب، رحمن کیانی، کراچی
مدینہ نعت، نیر ندیم، کراچی
فخر کونینؐ (مکمل) محشر رسولؐ نگری، کوئٹہ (بار دوم)

۱۹۸۲ء

احسن تقویم، عبدالکریم شمر، لاہور
مولائے کل، مسرور کیفی، کراچی
ساز تراز، سیما اکبر آبادی، کراچی
موج کوثر، عبرت صدیقی، کراچی
حسرت نعت، آسی ضیائی، سیالکوٹ
نوائے تراز، صفیہ شمیم طبع آبادی، راولپنڈی
اثر ریز، محمد عباس اثر، سیالکوٹ
صبح صادق، عبدالرحمن عاجز، فیصل آباد
قدم قدم سجدے، خالد محمود نقشبندی، کراچی
مثنوی جمال محمدؐ، شمس الحق بخاری، کراچی
شان کائنات، صائم چشتی، فیصل آباد
حدیث شوق، رشید محمود راہ، لاہور
ثنائے حبیب، نجم پبلی بھتی، کراچی
دیوان ریاض، ریاض الدین سہروردی، کراچی
آقا ہمارے، سعادت حسن آس، انک

نور جھرونگے، رابعہ نہاں، سیدہ، لاہور
پہلی کرن آخری روشنی، اعجاز رحمانی، کراچی
حریم نعت، اقبال شیدا، فیصل آباد
مے خانہ تصور، آباد پبلی بھتی، کراچی
لوح عقیدت، شوکت اللہ خان جوہر، کراچی
حرف حرف روشنی، قمر صدیقی، راولپنڈی
قوت پروردگار، ساغر مشہدی، ملتان
مظہر نور، گوہر ملیانی، صادق آباد
رحمت کے درپے، حمید بیگ عالم، کراچی
کیف مسلسل، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
تضمین مبین، عزیز حاصل پوری، ملتان
عروج، ثریا واسطی امر و ہوی، کراچی
نعت اور سلام، وحیدہ نسیم، کراچی
گلہائے عقیدت، غلام جیلانی باصر، لاہور

۱۹۸۳ء

چادر رحمت، منیر قصوری، لاہور
شنا، الطاف قریشی، مظفر آباد
فیضانِ کرم، عابد نظامی، خواجہ، لاہور
آئینہ مظہر، تاج محمد مظہر صدیقی، پشاور
م۔ ص۔ فدا خالیدی دہلوی، کراچی

نور رب العالمین، حشمت آرا تاجاب، ڈاکٹر، لاہور
نوریز داں، مسرور کیفی، کراچی
صحیفہ نور، عزیز حاصل پوری، لاہور
ثنائے حبیب، پیامی مراد آبادی، کراچی
نغماتِ اولیس، اولیس مظہر، میاں، راولپنڈی

مرسل آخر قمر ہاشمی، کراچی
نعت رسول مقبول، حنیف احمد، کراچی
سید المرسلین، سکندر لکھنوی، کراچی
کتاب حرم، اطہر حسین زیدی، کراچی
بکھنور صاحب لولاک، بیدل فاروقی، راولپنڈی
حرف آگہی، مجید کھام گھانوی، کراچی
سوز دروں، شبیر بخاری، لاہور
نعت رسول، نجم نعمانی، لاہور

صبح سعادت، یزدانی چاندھری، گوجرانوالہ
آیات عشق (دوم) عبدالغنی علیگ، کراچی
سلسبیل، اثر زبیری، کراچی
گلدستہ عقیدت، سلطان محمود، کراچی
جمال نور، عزیز حاصل پوری، ملتان
نعت و منقبت، سرور بجنوری، فیصل آباد
فرط عقیدت، ضمیر اظہر، راولپنڈی
موج نور، نجم سہروری، لاہور

۱۹۸۳ء

کاروان شوق، ناظم بزمی، گوجرانوالہ
خورشید حرا، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
بعد از خدا، طفیل دارا، لاہور (دوسری بار)
آیہ رحمت، سرور بدایونی، فیصل آباد
حرف حقیقت، غلام زبیر نازش، گوجرانوالہ
زا و سفر باقی صدیقی، راولپنڈی
میرے آقا، امید فاضلی، کراچی
ذکر خیر الامام، حنیف اسعدی، کراچی
رحمت کل، مہر پیلانی بھٹی، کراچی
فیضان نظر، عبدالشکور روکش اجیری، کراچی
سدرۃ المنتہی، رضا ہدانی، پشاور
چاند ستارے، ع۔ بخار علیگ، کراچی
نور حرا، نصیر آرزو، کراچی
محفل نعت، ظہیر صدیقی، لاہور
نزول کرم، الطاف احسانی، کراچی
کلام حشمت، حشمت علی، حیدرآباد
جمال مدینہ، رشید ہادی، لاہور
نعت حبیب، نسرین گل، کراچی
باب رحمت، سرور بدایونی، فیصل آباد

لولاک لما، انور جمال، ملتان
عقیدت، راشد بزمی، ملتان
یا ایہا الرسول، کرم حیدری، اسلام آباد
میزاب رحمت، سرور کیفی، کراچی
ہلال حرم، ہلال جعفری، ملتان
تشیب، خالد احمد، لاہور
حمد و نعت، ع۔ س۔ مسلم، لاہور
نورِ رازل، مظفر وارثی، لاہور
حمد و ثنا، شاہد الوری، کراچی
شہر آرزو، نصیر آرزو، کراچی
ارمغان سیفی، مکرم علی سیفی، کراچی
گل فشاں، محمد احمد عزمی، کراچی
انوار شہ لولاک، آفتاب وارثی، کجرات
شراب طہور، محمد اسماعیل ذبح، راولپنڈی
جلوۂ تاباں، تاباں عابدی، ملتان
الہام، خالد عرفان، کراچی
صلی اللہ علیہ وسلم، فاضل حمیدی، شہدادپور
مدحت مصطفیٰ، محمد ہارون کاسانی، کراچی

۱۹۸۵ء

پیامبر نجر، اصغر علی شاہ، ملتان

محمد نبی محمد، امین علی نقوی، فیصل آباد

میرے حضور، سید محمد وجیہ السیما عرفانی، لاہور
 نکہت و نور، خادمی اجیری، حیدرآباد
 حرف نیاز، ساجد علوی، لاہور
 جمال الہام، شمس یوسفی چغتاری، کراچی
 چراغ عالمین، اسماعیل انیس، کراچی
 زاد راہ، شیدا جبل پوری، کراچی
 صحیفہ بندرت، بندرت میرٹھی، کراچی
 عرفانیت، عارف سیمانی، کراچی
 چرا کی خوشبو، انجم نیازی، جھنگ
 نسیم کرم، الطاف احسان، کراچی
 گلدرستہ، حمد و نعت، اے آر چنگیز، جسٹس، لاہور
 حبیب کریم، سکندر لکھنوی، کراچی
 بے مثال، عارف عبد الباقی، ملتان
 کلیات قادری، غلام رسول قادری، کراچی
 صل علی محمد، عابد نظامی، لاہور
 نسیم منی، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ
 نوائے صائم، صائم چشتی، فیصل آباد
 مرکونور، حکیم حاذق، لاہور
 نعت حبیب، سکندر لکھنوی، کراچی
 ارمغان فیض، فیض الحسن شاہ، صاحبزادہ، گوجرانوالہ

۱۹۸۶ء

عکس جمال، اثر لدھیانوی، گوجرانوالہ
 ضامن حقیقت، ضامن حسنی، حیدرآباد
 صاحب الجہال، انجم رحمانی، لاہور
 یانہی سلام علیک، قیوم حسان، پروفیسر، فیصل آباد
 نور نظر، شمشاد علی اثر، کراچی
 شمر نور، عزیز فاطمہ میٹو، فیصل آباد
 نعت ایوبی، صلاح الدین ایوبی، کراچی
 فردوس نعت، صائم چشتی، فیصل آباد
 ریاض رسول (حصہ سوم) ریاض الدین سہروردی، کراچی

ماچی، ساغر مشہدی، ملتان
 ارمغان حافظ، عبدالغفور، حافظ، کراچی
 یاد نبی میں، بشیر انصاری، حیدرآباد
 بعد از خدا بزرگستونی، رحمان خاور، کراچی
 رحمت سفر، ذاکر علی خان، کراچی
 سرمہ خاک، وقار صدیقی، کراچی
 صل علی یا محمد، تھکیل احمد طاہر، کراچی
 مدح شان رسول، اخلاق احمد ساک، کراچی
 احسن العبادت، احمد علی اسیر، کراچی
 ارمغان جمیل، جمیل نقوی، کراچی
 مازماز، عبدالعزیز خالد، لاہور
 کلام سراج، سراج الدین، کراچی
 وسیلہ، عاصم گیلانی، لاہور
 نعتیں، قیوم نظر، لاہور
 بحضور خاتم الانبیاء راغب مراد آبادی، کراچی
 تقدیس، تابش دہلوی، کراچی
 القلم، بدر ساگری، حیدرآباد
 نور الانوار، صدر جگرانوی، لاہور
 انوار حریم، صدیق اسماعیل، کراچی
 داعی اسلام، صادق علی صادق دریا آبادی، کراچی

معطر معطر، ستار وارثی، کراچی
 سید الکونین، مسرور کیفی، کراچی
 بینا حرم، بشیر فاروق، کراچی
 المزل، طفیل دارا، لاہور
 مہر عرب، فضل حق چوہدری، لاہور
 سروش سدرہ، ارمان اکبر آبادی، کراچی
 برقی تجلی، بادشاہ حسین رعنا، کراچی
 شمس الضحیٰ، قمر وارثی، کراچی
 گلستانِ شتا، سکندر لکھنوی، کراچی

سوئے حرم سوئے طیب، گہرا عظمیٰ، کراچی
بہشت عقیدت، واثق بنگلوری، کراچی
قتدیل عرش، شریف امرہوی، کراچی
نعت مصطفیٰ، محمد رفیق غازیانی، کراچی

۱۹۸۷ء

مضرب جاں، اختر بجنوری، کراچی
ثنائے حبیب، علی اکبر سلیم، لاہور
انوار، کرم حیدری، اسلام آباد

سوئے طیب، محمد اسلم خواجہ، لاہور
فیضانِ نظر، اشہر مشانوی، میانوالی
ورش، سعید وارثی، کراچی
طاب طاب، عبدالعزیز خالد، لاہور
ثنائے رسول، گہرا عظمیٰ، کراچی
مرحبا، مسرور کیفی، کراچی
نعت ہی نعت، نیر اسعدی، کراچی
وحدت و مدحت، جمیل عظیم آبادی، کراچی
حرف معتبر، منیر احمد، یو کے
حرا کا چاند، محمد صابر کوثر، کراچی
نور و نکہت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
سیدنا، سلیم گیلانی، سید، لاہور
نعت حافظ، رشید محمود، راجا، لاہور
شہر علم، سہیل غازی پوری، کراچی
خورشید رسالت، خورشید سلج پوری، کراچی
صبح بہاراں، عزیز لطیفی، کراچی

برگ سبز، اختر ہوشیار پوری، اسلام آباد
معراجِ سخن، حافظ محمد مستقیم، حیدر آباد
گلہائے عقیدت، انور فاخرہ نوری، سکھر
مطلع قاراں، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
حمد و ثناء، الطاف علی احسانی، سید، کراچی
مدینے کی خوشبو، محمد حبیب قادری، لاہور
مخارکونین، سکندر لکھنوی، کراچی
نوائے خادم، محمد حنیف خادم، کراچی
ارمغانِ نعت، فیض الحسن شاہ، صاحبزادہ، فیصل آباد
سفینہ بخشش، رضا خان اختر، کراچی
سازِ حقیقت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
زادِ عقبی، ساقی کجراتی، لاہور
اظہار عقیدت، صدیق فتح پوری، کراچی
مری آواز کے اور مدینے، خیال آفاقی، لاہور
نور کی ندیاں رواں، نعیم صدیقی، لاہور
افکار کی خوشبو، اعجاز رحمانی، کراچی
بستانِ فیوض، عاشق حسین عاشق، راولپنڈی

۱۹۸۸ء

سجدۂ حرف، مسرور کیفی، کراچی
شنا اور طرح کی، انجم رومانی، لاہور
لوح بھی تو قلم بھی تو، راز کا شمیری، گوجرانوالہ
عشقِ محمد، ایمین علی نقوی، فیصل آباد
حضور، اختر لکھنوی، کراچی
شمعِ فروزاں، وحید انجم، سیالکوٹ
کاروانِ حرم، ع۔س۔مسلم، لاہور

نیر حرم، بے چین رجپوری، لاہور
ساغر کوثر قمریز دانی، مرید کے (شیخوپورہ)
برگِ شہنا، تابش صدیقی، ملتان
آفتابِ حرا، نظیر لدھیانوی، لاہور
بارانِ رحمت، منیر کمال، فیصل آباد
طلع البدیع، ریاض احمد پرواز، فیصل آباد
رحمتِ لقب، اقبال صفی پوری، کراچی

سرنگ تبسم، غلام مصطفیٰ تبسم، لاہور
مصدقہ انوار، مہر وجدانی، کراچی
یا رسول اللہ، رفیق احمد کلام رضوی، کراچی
نمود صبح، تہور علی زیدی، حیدر آباد
لانی بعدی، امین علی نقوی، فیصل آباد
چراغ طور، طور نورانی، لاہور
ثنائے محمد، کوثر جہاں، کراچی

قصیدہ رسول تہامی، عبدالغفار حافظ، کراچی
ورفعنا لک ذکرک، احمد اللہ فاروقی، کراچی
جذبہ محبت، یونس ہویدا، کراچی
حدیث عشق، نذیر احمد علوی، لاہور
برقی تپاں، احمد علی نیکا نوی، شیخ، لاہور
ثنائے محمد، عبدالسلام حکیم، راولپنڈی
شان مظہر جمیل، منور قادری، کراچی

۱۹۸۹ء

بیعت، جعفر بلوچ، لاہور
تجلیات حرم، اثر فاضلی، کراچی
شبہ دومرا، اصغر سودانی، سیالکوٹ
صبح صادق، منیر کمال، فیصل آباد
نگاہ حرم، ممتاز بجنوری، کراچی
ذکر خیر الوری، عزیز الدین خاکی، کراچی
مضرب، اقبال عظیم، کراچی
صدائے فقیر، عنایت رسول قادری، کراچی
مدحت رسول اللہ، محمد وکیل جیلانی، فیصل آباد
نکبت حرا، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ
شمیم صحرا، الطاف احسانی، کراچی
ثنائے خواجہ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
وسیم فردوس، ذوقی مظفر نگری، لاہور
حسنِ رحمت، محمد منظور علی شیخ، لاہور
منار نور، حیرت الہ آبادی، کراچی
طلوع شمس، شمس الحق نظامی، کراچی
کعبہ عشق، مظفر وارثی، لاہور

محمد رسول اللہ، محمد امین علی نقوی سید، فیصل آباد
صحیفہ نعت، لطیف اثر، کراچی
گہر ہائے فروزاں، عرفان رضوی، لاہور
مشعل عشق، عرفان رضوی، راولپنڈی
خزینہ بندرت، محمد عبداللہ سلیم امرہوی، کراچی
پھولوں کی ڈالی، ریاض حسین زیدی، ساہیوال
مہر جہاں تاب، انور حسین انور، کراچی
ذکر سرور، فرید احمد قریشی، لاہور
ریاض الجنہ، منزل سفری، بہاولنگر
حرف نیاز، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
نگار عقیدت، عبدالغفار حافظ، کراچی
کیف مسلسل، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
ذکر جمیل، ماہر القادری، لاہور
وما رسلک الا رحمۃ للعالمین، ندیم نیازی، رحیم یار خان
انقدیس، حسین سحر، ملتان
ماہِ طیبہ، مہج رحمانی، کراچی

۱۹۹۰ء

آس کے پھول، سعادت حسن آس، انک
ضوفشاں، محبت خان بگلش، کوہاٹ
یا صاحب الجہال، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
عنوانِ تمنا، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور

راہِ تجاز، عرفان رضوی، راولپنڈی
صل علی النبیؐ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
معراجِ سخن، مسعود رضا خاکی، لاہور
مہر فاراں، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور

مدینے کی مہک، طاہر سلطانی، کراچی
 کلیاتِ راقب، مرتبہ: محمد صادق قصوری، لاہور
 آیہ رحمت، منیر قصوری، لاہور
 معجزاتِ رسول، فضل جالندھری، لاہور
 اشکِ فروزاں، بدر فاروقی، کراچی
 کشکول، ازہر درانی، لاہور
 سبحان اللہ العظیم، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 اساس، سرشار صدیقی، کراچی
 مہر جہاں تاب، مقبول شارب، حیدر آباد
 میلادِ عاشی، بیگم رضیہ احمد، لاہور
 عکسِ خورشید، ساجد رضوی، راولپنڈی
 مرحبا سیدی، تابش صدیقی، ملتان
 زخمِ طیب، سعید احمد خان، لاہور
 توفیق الہی، عارف بیکانیری، کراچی

قصیدہ بنام خیر الانام قمر اجنا لوی، لاہور
 گلشنِ انوار، عبد اللطیف مظہری، ملتان
 نعتیہ ہائیکو، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
 خیابانِ رضا، محمد مرید احمد چشتی، فیصل آباد
 عرشِ تمنا، محمد افضل کوٹلوی، فیصل آباد
 سبحان اللہ و بچہ، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 وسلموا تسلیم، حفیظ تائب، لاہور
 وسیلہ بخشش، محمد حفیظ نقشبندی، کراچی
 بہارِ گلشنِ نعت، عزیز یار خان، لاہور
 بدرِ کمال، ممتاز اختر ظافر، گوجرانوالہ
 نورِ مصطفیٰ، عبد الکریم عابد، بہاولنگر
 وحدت کے پھول، رئیس خان بڑال، فیصل آباد
 شنائے حبیب، حبیب سید، کراچی

۱۹۹۱ء

ستونِ نعت قمر انجم، کراچی
 جذبِ حسان، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 جمالِ خلیل، خلیل خان، مفتی، حیدر آباد
 معراجِ خلیل، ساجد خانگاہی، سرگودھا
 رؤف و رحیم، عابد نظامی، خواجہ لاہور
 نسیم تاجز غنی دہلوی، کراچی
 مدحتِ خیر الانام، کاوش زیدی، فیصل آباد
 دیوانِ محمدی، محمد یار فریدی، رحیم یار خان
 حتیٰ علی الثناء، ریاض مجید، فیصل آباد
 کیفیات، اختیا رحیمین کیف، ڈاکٹر مرزا، کراچی
 عقیدت، شمیم بلقستانی، اسلام آباد
 ابر رحمت، مسعود خانم، کراچی
 شفاعتِ قمر زیدی، سید، ملتان
 ہوا اللہ العشق، منیر شاہ وارثی، کراچی
 بدرالدینی، عبدالستار نیازی، فیصل آباد

صلو علیہ والہ، حفیظ تائب، لاہور
 برگِ سدرہ، خلیق قریشی، فیصل آباد
 عطا کی خوشبو، عارف رضا، فیصل آباد
 میانِ دو کریم، عابد نظامی، خواجہ لاہور
 عرفانِ عبد، عبدالرحمن عبد، امریکہ
 کیف و سرور، مقبول احمد قادری، راولپنڈی
 لالہ زار نعت، لالہ صحرائی، ملتان
 بدرالدینی، راغب مراد آبادی، کراچی
 صبحِ تجلی، رابعہ نہاں، سیدہ، راولپنڈی
 ابرِ کرم، طالب جلال، کراچی
 فردوسِ آرزو، عارف اکبر آبادی، حیدر آباد
 تاباں تاباں، لیث قریشی، کراچی
 صبحِ تجلی، شریف امروہوی، کراچی
 بابِ رحمت، مسرور بدایونی، فیصل آباد
 کیف و سرور، اکرم علی اختر، لاہور

قدیل حرم، نجم نعمانی سبزواری، لاہور
حریم حرف، ندیم نیازی، رحیم یار خان
شعاع نور، الطاف احسانی، کراچی
المعراج، غلام فرید فریدی، فیصل آباد
نعت مصطفیٰ، ناصر زیدی، راولپنڈی

عطاءئے محمد، محمد فضل فقیر، صوفی، لاہور
قطمیر، اطہر ضیائی، کراچی
کملی میں با رات، عرش صدیقی، ملتان
شعاع نور، کشور علی صابر، لاہور
نعت طخن، نشتا طواسلی، لاہور

۱۹۹۲ء

آبشارِ کرم، محمد ہارون الرشید ارشد، لاہور
سبز گنبد نیلا آسمان، احمد فاخر، کراچی
حرف عطا، مسرور کیفی، کراچی
جمال، احمد ندیم قاسمی، لاہور (پہلی بار ۱۹۷۷ء)
شہپر جبریل، بقا نظامی عظیم آبادی، کراچی
نائید جبریل، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
جمالستانِ رحمت، حبیب اللہ حاوی، اسلام آباد
جمال کون و مکاں، طاہر لاہوری، لاہور
متاع درویش، عزیز لدھیانوی، گوجرانوالہ
بارانِ نعت، لالہ سحرانی، کراچی
بامِ عرش، منظور احمد مجبور، لاہور
تحفہ نظامی، انصار اللہ آبادی، شاہ، کراچی
سوئے حرم، فضل حق، چوہدری، لاہور
نعت نفیس، نفیس القادری، کراچی
مدحت، امیر اکبر پوری، کراچی
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے، ثناء احمد خان فتنی، کراچی
دستہ گل، فاضل عثمانی، لاہور
سحر کا غازہ، بشری شمس، کراچی
سیرت منظوم، رشید محمود، راجا، لاہور
تجلی انوار، سخاوت علی جوہر، کراچی
سرمایہ حیات، دانیال ساجد، لاہور
موج عرفان، عارف رحمانی، حیدر آباد
تجلیات حرم، عارف صدیقی، اسلام آباد
رحمت لقب، منزل سفری، لاہور

محفل سرکار، اسلم مہیلا، خانیوال
چراغِ آرزو، سجاد مرزا، گوجرانوالہ
لا زوال، حفیظ صدیقی، لاہور
میر تجاز، بشیر فاروقی، کراچی
اطاعت، حامد یزدانی، لاہور
نعتیہ رباعیات، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
سعادتِ سعید، سعید اللہ خان، لاہور
قریبِ قریہ خوشبو، اخلاق عارف، لاہور
جانِ جہاں، محمد فضل فقیر، حافظ، فیصل آباد
دل سے در نبی تک، مظفر وارثی، لاہور
حسن محمد، امین علی نقوی، فیصل آباد
رحمت یزدان، طفیل ہوشیار پوری، لاہور
صحیفہ نور، لطیف اثر، کراچی
توصیف خیر البشر، یزدانی جالندھری، لاہور
کوثر و تسنیم، رفیق شاگر، کراچی
بلاوا، غوث متھراوی، کراچی
زا و آخرت، مولانا جامی بدایونی، کراچی
ارم دارم، نظیر شاہ جہان پوری، کراچی
رحمتوں کا سایہ، محمد مہر و ز اختر، حیدر آباد
خزینہ نور، سمیعہ زاقبال، یو کے
ورد نفیس، ریاض الدین عطش، کراچی
اظہار عقیدت، اظہار اشرف سید، کراچی
رحمت مصطفیٰ، کفیل احمد قادری، کراچی
صحیفہ نور، نور صابری، شجاع آباد

کیف منظوم، اختر بیگ، مرزا، اسلام آباد

۱۹۹۳ء

جلوہ سرکار، انوار عثمانی، واہ کینٹ
 نسیم طیبہ، ا۔د۔ نسیم، ڈاکٹر، لاہور
 خاتم النبیینؐ کے حضور ہدیہ اشعار، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 سنہری جالیوں کے سامنے، خالد بزمی، لاہور
 خاور تجاز، بشیر فاروقی، کراچی
 پیام خضر، خضر حسین چشتی، کوئٹہ سارنگ
 ریاضِ نعت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
 وجد و سرور، محمد صابر قادری، سیالکوٹ
 حرف شیریں، عاصی کرمانی، کراچی
 نوریز داں، مسرور کیفی، کراچی
 اللہ و رسول، ع۔س۔ مسلم، لاہور
 زمزمہ و درود، ع۔س۔ مسلم، لاہور
 شائے محمد، ایاز صدیقی، ملتان
 صلوٰۃ و سلام، انصار الہ آبادی، کراچی
 خوانِ رحمت، بشیر حسین ناظم، لاہور
 نعتِ مزارانہ، ضمیر جعفری، سید، راولپنڈی
 قلمِ سجدے، لالہ صحرائی، کراچی
 افکارِ برق، برقِ اجیری، کراچی
 مزارانہ عقیدت، بشیر فاروقی، کراچی
 حمد و نعت، ظفر عمر زبیری، کراچی
 سکھ خضر کی ٹھنڈک، علیم الدین علیم، کراچی
 نوائے نور، نور صابری، لاہور

۱۹۹۳ء

اظہار عقیدت، اظہار قریشی، نواب شاہ
 موجِ کوثر، اقبال احمد خان سہیل، کراچی
 ذکرِ صل علی، عزیز الدین خاکی، کراچی
 شاخِ نور، شوکت ہاشمی، لاہور
 کلامِ لاکلام، انصار الہ آبادی، شاہ، کراچی

نظرِ نظریہ، شعیب امرو فیض آبادی، کراچی
 چادۂ رحمت، مصباح رحمانی، کراچی
 آئینہ انوار مسرور کیفی، کراچی
 شانِ دو کریم، محمد الیاس، جسٹس، لاہور
 سید سادات، خالد بزمی، لاہور
 دیوانِ بیدم، بیدم شاہ وارثی، لاہور
 نوید رحمت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
 رہبر رہبریں، مسعود احمد رہبر، صوفی، کراچی
 حرفِ منزہ، انوار ظہوری، سید، لاہور
 نورِ چرا، جان محمد عاطف، کوہاٹ
 کعبہ و طیبہ، ع۔س۔ مسلم، لاہور
 زمزمہ و سلام، ع۔س۔ مسلم، لاہور
 خورشیدِ نبوت، خورشید چلوچو ری، کراچی
 سراج السالکین، انصار الہ آبادی، شاہ، کراچی
 چادۂ رحمت، راغب مراد آبادی، کراچی
 نوائے بے نوا، یونس ہویدا، کراچی
 رسالتِ مآب، نشتر اکبر آبادی، کراچی
 یا اللہ یا رسول اللہ، اے کے طالب، کراچی
 ۹۲ (قطعات) رشید محمود، راجا، لاہور
 میلادِ رحیم، رحیم دہلوی، کراچی
 خیلاں خیلاں ارم، عبدالرحمان خالد، ملتان
 صدائے حبیبی، محمد افضل حبیبی، چوئیاں

حرفِ عقیدت، محمد کمال اظہر، لاہور
 لہم صل علی محمدؐ، ریاض مجید، فیصل آباد
 اجمل و اکمل، محسن احسان، اسلام آباد
 حرفِ معتبر، ستار وارثی، نیویارک
 عطاءِ رسول، محبوب الہی عطاء، ایبٹ آباد

حرفِ تابندہ، نعیم میرٹھی، کراچی
 صد صلوٰۃ و صد سلام، سلطان شاہ جہان پوری، اسلام آباد
 میزابِ رحمت، مسرور کیفی، کراچی
 دیوانِ حمد و نعت (جلد اول) احمد حسین قریشی، کجرات
 احد و احمد محمد الیاس، جسٹس، لاہور
 ارمغانِ نیاز، عبدالغنی نائب، لاہور
 صبحِ ازل، افتخار حیدر، سید، کجرات
 بعد از خدا، پیامی مراد آبادی، کراچی
 ایقان، جمیل نظر، کراچی
 سید سادات، خالد بزمی، لاہور
 قوسِ عقیدت، سہیل اختر، کوئٹہ
 زیرِ خاص، شہاب کاظمی، امریکہ
 سوغات، منظور رحمانی، کراچی
 رفیع الشان، عزیز لدھیانوی، فیصل آباد
 چراغِ راہِ حرم، لطیف اثر، کراچی
 چراغِ تجلی، محسن کاکوروی، کراچی
 قدیر و بشیر، محمد الیاس، جسٹس، لاہور
 سرمایہء درویش، امین گیلانی، سید، شیخوپورہ
 معراجِ فن، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 ذکرِ ارفع، مبارک مونگیری، کراچی
 ایک طاقِ دو چراغ، شوکت اللہ خان جوہر، کراچی
 اشکوں کے پھول، مانی فاروقی، کراچی
 ریحانِ بخش، رضا خان ریحان، کراچی
 انوارِ مدینہ، عمر دراز، سید، کراچی
 کشکولِ عقیدت، عشرت حسینی، لاہور
 مہمانِ معلیٰ، آثم فردوسی، لاہور

۱۹۹۵ء

نغمہء فاراں، سلیم اختر فارانی، گوجرانوالہ
 زخمہء دل، ہر وسہارن پوری، لاہور
 خیر کثیر، سلمان رضوی، سید، اسلام آباد
 اول بھی آپ آخر بھی آپ، زائر زیدی، نیویارک
 آیات و حدیث رباعی افروز، راغب مراد آبادی، کراچی
 تابندگی، شامانصاری، کراچی
 پیکرِ نور، اقبال عظیم، کراچی
 شافعِ محشر، لطیف اثر، کراچی
 نذرانہء اشک، ادیب رائے پوری، کراچی
 نبی الحرمین، رہبر چشتی، صوفی، کراچی
 ریاضِ مدینہ، ریاض بابر، لاہور
 آہنگِ شہداء، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 لامثال، حفیظ صدیقی، لاہور
 رحمت بیکراں، جاوید اقبال ستار، کراچی
 سارے حروفِ گلاب، شوکت ہاشمی، لاہور
 متاعِ شوق، گوہر ملیانی، صادق آباد
 جانِ کون و مکاں، محمد نواز اختر، لاہور
 موجِ زمزم، ضیا محمد ضیا، لاہور
 سروانہیا، ریاض احمد پرواز، فیصل آباد
 چراغِ حرا، شوکت اللہ آبادی، کراچی
 رنگِ روشنی خوشبو، سجاد خن، کراچی
 مدحت کے پھول، حامد امروہوی، کراچی
 سرکار، اختر لکھنوی، کراچی
 سرکارِ دو عالم، لطیف اثر، کراچی
 سب اچھا کہیں جسے، انعام گوالیاری، کراچی
 عالمِ رحمت، شاداں دہلوی، کراچی
 روئے رحمت، ریاض احمد پرواز، فیصل آباد
 نعتیہ مثنویاں، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 زیرِ معتبر، ریاض حسین چودھری، لاہور
 روشن آواز، سکندر راز، فیصل آباد
 کہفِ لورئی، قمر وارثی، کراچی
 کائناتِ شہانہ، منیر، سید، لاہور

نخلستانِ نعت، مادم صابری، رحیم یار خان

ندائے نوری، مسرت جہاں نوری

۱۹۹۶ء

عرش رسا، آثم فردوسی، لاہور
چراغِ مدحت، اعجاز رحمانی، کراچی
یہ جو سلسلے ہیں کلام کے، نسیم سحر، اسلام آباد
بارگاہِ ادب میں، خالد عباس الاسدی، اسلام آباد
حضور یوں کے رنگ، سخی کنجاہی، لاہور
جادۂ نور، غفار ربایر، ڈیرہ اسماعیل خان
اعترافِ عجز، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
ذوقِ نعت، حسن رضا خان، مولانا، لاہور
سلسلہ انوار کا، خاطر غزنوی، پشاور
قتیلِ مدحت، احمد شہباز خاور، فیصل آباد
نوڈ علی نور، نظر زیدی، سید، لاہور
حرفِ معتبر، شوکت ہاشمی، لاہور
طور سے حرا تک، افسر ماہ پوری، کراچی
گل مراد، افضل منہاس، راولپنڈی
حرفِ ابد، حزیں صدیقی، ملتان
نوبایمان، کفیل احمد قادری، کراچی
نوڈ علی نور، نور الدین نور، لاہور
راہِ محبت، عرفان رضوی، راولپنڈی
شہرِ کرم، رشید محمود، راجا، لاہور
میر سنا چھو رسول، مظفر وارثی، لاہور
الہام نور، یوسف شاہ یوسف، گوجرانوالہ
حریمِ عرش، ثار اصغر قریشی، لاہور
سعادت کے موتی، رجب علی نصرت نعیمی، کراچی
مجتبیٰ، اختر ہوشیار پوری، لاہور
ما زِ سخن، عطا قاضی، پسرور
نعتِ منیر، منیر حامدی، کراچی
نعتِ میری زندگی، طاہر سلطانی، کراچی
نور بے مثال، حیرت الہ آبادی، کراچی

اسماء احمد، محمد افتخار الحق، ارقم، کجرات
عالم افروز، خالد شفیق، لاہور
جہاں احمد مرسل، حسن رضوی، لاہور
نقشِ جہاں، مسرور کیفی، کراچی
معراج، محمد اعظم چشتی، لاہور
جہاں نور، محمد بشیر، مولانا، لاہور
فردوسِ خیال، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
آپ، حنیف اسعدی، کراچی
نغماتِ طیبات، عزیز الدین خاکی، کراچی
نفسِ نفسِ خوشبو، احمد خیال، کراچی
روح کی خوشبو، شاہین بھٹی، لاہور
گل کدۂ عابد، عابد چشتی، کراچی
ذوالجلال ولاکرام، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
رحمت للعالمین، عارف لکھنوی، کراچی
تحسینۃ النعت، محمد بسطنین شیخ نعمتوی، لاہور
سرورِ حرم، منظور اعظمی، کراچی
حریط، علینا شہزاد مجددی، لاہور
جانِ ارض و سما، قیس جالندھری، لاہور
ناجدارِ حرم، منظور الحق، ڈاکٹر مخدوم، لاہور
میزاب، مظہر الدین حافظ، لاہور
سخنِ سخنِ خوشبو، محمد حنیف نازش قادری، کاموکی
اے ہوا مؤذن ہو، نذیر قیصر، لاہور
نوائے نور، نور صابری، لاہور
حرفِ طیب، محمد رمضان اطہر، فیصل آباد
آوازِ دل، صلاح الدین میر، لاہور
انوارِ حرا، تنویر پھول، کراچی
مذرانہ عقیدت، بسطنین شاہ جہانی، اسلام آباد
نوائے شوق، شوق پونوی، کراچی

محبوب، جاوید اقبال معصومی، کوئٹہ
 بی تو کرم ہجان کا ورنہ، کوثر بیوی، کراچی
 مدح سرکار، رشید محمود، راجا، لاہور
 محراب حرم، رحمان خاور، کراچی
 حرف حرف خوشبو، عبدالستار نیازی، لاہور
 ارمغانِ مدینہ، صائم چشتی، فیصل آباد
 برکاتِ البت، غافل اجیری، کراچی
 ہادی، برحق، اسرار عارفی، کراچی
 ممدوح کائنات، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 سرکار کی گلی میں، محمد حسین حافظ، لاہور
 حسنِ ازل، خالد محمود نقشبندی، کراچی
 سجدہ گاہ دل، صدیق فتحپوری، کراچی

۱۹۹۸ء

ذوقِ عرفان، اسرار احمد سہاروی، گوجرانوالہ
 رنگ، نکلت، روشنی، پریمی اجیری، کراچی
 لوح بھی تو قلم بھی تو، منور ہاشمی، اسلام آباد
 نقوشِ حرم، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 آئینہ کرم، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 نور اول و حسن و حسین، ظہور حیدر چارچوی، لاہور
 مدحت کے چراغ، امتیاز احمد راہی، کراچی
 شوقِ نیاز، سجاد مرزا، گوجرانوالہ
 مدحت رسول کی، کلیل اورنگ آبادی، فیصل آباد
 تو صیف، محمد علی ظہوری، لاہور
 عطائے حرمین، عطا عالم حسن شیخ، لاہور
 نور کوئین، موسیٰ حکیم نظامی، لاہور
 جمال جہاں فروز، بشیر حسین ناظم، اسلام آباد
 نو یادب، قربان نظامی، لاہور
 والضحیٰ، ولی محمد واحد، ملتان
 گنبد بے در، محمد عبدالحفیظ چشتی، لاہور
 شنائے کریمین، محمد الیاس، جہلم، لاہور

روح عالم، یوسف طاہر قریشی، فیصل آباد
 یاسین، وحید الحسن ہاشمی، لاہور
 مولائے کائنات، زائر زیدی، سید، نیویارک
 نصابِ جمال، محمد اکرام شاہ جیلانی، لاہور
 عکسِ تمنا، مسرور کیفی، کراچی
 سفر نور، ضیاء نیر، لاہور
 سرکارِ دو عالم، طاہر یوسف قریشی، فیصل آباد
 نورِ مبین، ریاض تصور، لاہور
 نعماتِ مدحت، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
 سلوات، حسرت حسین حسرت، لاہور
 فرشِ پیر، محمد علی حسن اشرفی، لاہور
 آنکھ بنی کنگول، آفتاب کریمی، کراچی

وسیلہ نجات، ساحر شیوی، نئی دہلی
قطعاتِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور

۱۹۹۹ء

ابرنیساں، احسان دانش، لاہور
رسالتِ مآب، اختر ہوشیار پوری، لاہور
نزول، شفیق الرحمان شارق، کراچی
روحِ کونین، عثمان ناعم، واہ کینٹ
مختارِ کل، انور فیروز پوری، لاہور
برکاتِ محل، احمد میاں برکاتی، حافظ، لاہور
قرآنِ ناطق، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
آنکھ میں گندہ خضریٰ، حیدر گردیزی، ملتان
سعادت، حسین سحر، ملتان
بہارِ گندہ خضریٰ، شفیق ہریلوی، کراچی
ربک رضا، صدیق اسماعیل، کراچی
طلع البدر علینا، علیم ماصری، لاہور
نسبت، محمد ابوالخیر کشتی، سید، کراچی
فیضانِ انیس، شوکت جمیل مستانہ شیخوپورہ
متاع کون و مکان، ماہر کرمانی، لاہور
اذنِ حضوری، عزیز لدھیانوی، گوجرانوالہ
ان کی یادان کا خیال، ساجد علوی، راولپنڈی
نعت ستارے، لالہ صحرائی، جہانیاں (خانیوال)
زبورِ حرم، اقبال عظیم، کراچی
مخمساتِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
جہانِ عقیدت، عزیز جبران انصاری، سکھر
ساقی کوثر، کوثر چشتی، نیویارک
آہنگِ اذان، فہیم ردولوی، کراچی

حرفِ خوشبو، وقار صدیقی، اجیری، کراچی
حی علی الصلوٰۃ، رشید محمود، راجا، لاہور

ضیائے ہفت رخشاں، سلیم اختر فارانی، گوجرانوالہ
لوح و قلم، حیرت طاہر سیفانی، لاہور
گلِ نایاب، سید محمود گیلانی، لاہور
خیر الوریہ، فکیل ساقی، کراچی
بارانِ رحمت، سلطان احمد چشتی فاروقی، لاہور
مصدِ رخیر، حافظ لدھیانوی، فیصل آباد
لمعاتِ نور، جزیر کاظمی، لاہور
رزقِ ثناء، ریاض حسین چودھری، لاہور
راحتِ عاشقین، منزل سفری، لاہور
بہارِ طیب و طاہر شوکت ہاشمی، لاہور
ضیاء السراکار مدینہ، محمد یعقوب عاجز، لاہور
مدینہ مدینہ پیار مدینہ، محمد یعقوب فردوسی، گوجرانوالہ
قرب محمد، مریم فیض، صاحبزادی، لاہور
ازل تا ابد، نگار فاروقی، کراچی
نکبتِ نعت، ریاض احمد قادری، فیصل آباد
بابِ رحمت، محمد احمد شاد، پروفیسر، گوجرانوالہ
نعمہ و عندلیب، محمد یوسف علی عزیز، حافظ، کراچی
محبوب آقا، ہشام علی حافظ، کراچی
م محمد، غالب عرفان، کراچی
گلزارِ خلیل، خلیل بدایونی، سرگودھا
سراپا رحمت، فاطمہ کنول، اسلام آباد
منبعِ رحمت، مسعودہ خانم، کراچی

۲۰۰۰ء

تبرکاتِ حرمین، محمد حسین آسی، پروفیسر، شکر گڑھ
خیر البشر، اختر ہوشیار پوری، لاہور
تمنائے حضوری، ریاض حسین چودھری، لاہور

عبدہ و رسولہ، شریف احسن، حکیم، فیصل آباد
صل وسلم دامن، ارشاد اعجاز رانا، فیصل آباد
گلشنِ صل علی، عظمت اللہ خان، فیصل آباد

انوار رسالت، عبدالرؤف راسخ، حافظ
 سلام کے لیے حاضر غلام ہو جائے، صبیح رحمانی، کراچی
 حسنت جمیع خصالہ، انور جمال، ملتان
 المدثر، جمیل عظیم آبادی، کراچی
 مدینے کی ہوا، حسن رضوی، لاہور
 ثنا کی خوشبو، عارف رضا، فیصل آباد
 تقدیس قلم، رشید ساقی، اسلام آباد
 نکہت ونور، شاعر لکھنوی، کراچی
 رحمت مآب، ظفر اکبر آبادی، لاہور
 باب جبریل، غلام فخر الدین سیالوی، لاہور
 صاحب التاج، مظفر وارثی، لاہور
 دین ہمدوست، نصیر الدین نصیر، پیر، گولڑہ شریف
 عین النعیم، امداد نظامی، لاہور
 نعت نیر، محمد ریاض الحسن جیلانی، سید، کراچی
 ثنائے آقا، عبدالحجاز راثر، کراچی
 حرف نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
 نقشِ اولیس، زاہد فتح پوری، کراچی
 سجدوں کی معراج، فاروق مازاں، کراچی
 نور مبین، ریاض تصور، لاہور

۲۰۰۱ء

دیوان احمد، احمد علی، لاہور (دوسری بار)
 صدقہ ہے مدینے والے کا، محمد شرف حسین انجم، لاہور
 نجات، عابد سعید عابد، گوجرانوالہ
 خواب مدینے کے، محمد یعقوب فردوسی، لاہور
 اک دلعزیز ہو گئی، کاظم حسین کاکھی، لاہور
 حضور میرے گہرا عظمیٰ، کراچی
 روشنی ہی روشنی، ماجد خلیل، کراچی
 عقیدت کے پھول، صلاح الدین ناصر، راولپنڈی
 عقیدت، اشفاق نیاز، سیالکوٹ
 گلہائے عقیدت، حمید الدین احمد، کراچی

ہم مدینے چلے، افضل حیدری، ڈاکٹر، لاہور
 صدائے دل، احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری، کجرات
 محمد کے نام سے، محمد یعقوب فردوسی، لاہور
 نازش دو عالم، اسلم فریدی، کراچی
 ماہِ حرا، کلیم عثمانی، لاہور
 نعت، محمد لطیف، لاہور
 یہ میری عقیدت، صلاح الدین ناصر، راولپنڈی
 جہان شوق، ابو بکر ناظم، لاہور
 حرف نیاز، غلام ربانی فروغ، انک
 کاروانِ حرم، ع۔س۔مسلم، لاہور

محراب جاں، ساجد علوی، راولپنڈی
 نور ہمنہ نور، شمس علی جاوید چشتی، لاہور
 فیضان، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
 خزینہ ریاض، محمد ریاض الدین سہروردی، لاہور
 ذکر رسولؐ، زماں سہراچی، کراچی
 رحمتوں کا سائبان، عبدالرشاد شاہ، لاہور
 طور سینا، طور نوری، لاہور
 چرخِ اطلس، محبوب الہی عطا، لاہور
 محمدؐ محمدؐ، زاہد فخری، لاہور
 حضورؐ، عاطف معین قاسمی، کراچی
 کھلتا ہے دل کا گلشن، عابد بریلوی، کراچی
 حرفِ مدحت، اختر ہاشمی، ڈاکٹر، لاہور
 کتابِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
 اشعارِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
 نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
 خیر الکلام فی مدح سید الانام، غلام رسول قاسمی، سرگودھا
 جمال سید لولاک، ریاض حسین زیدی، لاہور

۲۰۰۲ء

تو ہی تو چارسو، امیر نواز امیر، فیصل آباد
 خمدستانِ سرمدی، فدا حسین فدا، لاہور
 سوئے مصطفیٰؐ، بنیر قصوری، لاہور
 نعت کروں تحریر، امیر نواز امیر، فیصل آباد
 توشہ، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
 آقا آقا، سرفراز احمد رانی، لاہور
 سرکار کی گلی تک، محمد زاہد نیازی، لاہور
 جامِ طہور، شاد چغتائی، بیگم، لاہور
 پر تو ما و تمام، شوکت قادری، کراچی
 ثنا کا موسم، شہزاد مجددی، لاہور
 جان بہار، صائم چشتی، فیصل آباد (چھٹی بار)
 حاضری، نورین طلعت عروبہ، لاہور

زبورِ سخن، تنویر پھول، کراچی
 ولائے رسولؐ، قمر رحیمی، راولپنڈی
 باغِ عبد، اصغر علی اعجاز، لاہور
 رب آشنا، قیصر حفی، کراچی
 مہر جہاں فروز، محمد عبداللہ جمال، گوجرانوالہ
 کشکولِ آرزو، ریاض حسین چودھری، لاہور
 مقصودِ کائنات محمدؐ، جاوید سوز، ڈاکٹر، لالہ موسیٰ
 اے چاندِ ربیع الاول کے، شکیب وجدانی، ساہیوال
 ارمغانِ ادیب، شہزاد احمد، کراچی
 مدحتِ حضورؐ، یوسف شیدائی، لاہور
 سرمایہ، طلعت اشارت، کراچی
 التجاءِ حسن اکبر کمال، کراچی

عقیدت، کنیز فاطمہ، کراچی
 وارثی، محسن علوی، کراچی
 دیا برنور، مسرور کیفی، کراچی
 سبحان اللہ ماحملک، معین الحق گیلانی، اسلام آباد
 دیا رگل، ناصر کاسکجوی، کراچی
 اور بھی کچھ مانگ، عبدالستار نیازی، لاہور
 خوشبوئے مدینہ، حبیب الرحمن رومی، کراچی
 اوراقِ نعت، رشید محمود، راجا، لاہور
 عرفانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
 حمد و نعت، شمس الحسن شمس، لاہور
 حضوری چاہتی ہوں، پروین جاوید، کراچی
 جہاں جسم، قاسم جہانگیری، شاہ، کراچی
 جانم محمد مصطفیٰ، علی احمد نسیم، لاہور

۲۰۰۳ء

سو عقیدت، سردار سوز، ڈاکٹر، نیو جرسی
 زیارت، عابد سعید عابد، گوجرانو
 رنگِ شاہ، مسرور کیفی، کراچی
 حاصل زندگی، شمس وارثی، کراچی
 جہاں حرف، صدیق ظفر، شیخ، لاہور
 آقا کئی والے، محمد یعقوب فردوسی، راولپنڈی
 مینڈے پچال آقا، محمد یعقوب فردوسی، راولپنڈی
 جذباتِ شوق، گوہر ملیانی، صادق آباد
 خیراتِ مدحت، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
 شائے حضور، شوالہ خان، لاہور
 جوئے یا بخشش، حامد امر وہوی، کراچی
 خاتم المرسلین، اختر ہوشیار پوری، راولپنڈی
 گلشن میں بہار آئی، محمد شرف حسین انجم، لاہور
 کلیات بے چین (جلد دوم) بے چین رچپوری، لاہور
 عشق رسول، احسان الحق احسان، حافظ، لاہور
 جہاں گل حرا، ہارون الرشید نسیم، پروفیسر ڈاکٹر، لاہور

گلزارِ نعت، محمد گلزار چودھری، شاہ کوٹ
 کرم در کرم، مسرور کیفی، کراچی
 فکرِ معطر، بشیر احمد مسعود، فیصل آباد
 مثال، منیر سیفی، لاہور
 توصیف کا تحفہ، نواز علی فقیر قادری، حافظ آباد
 بیٹاق، سرشار صدیقی، کراچی
 ضیائے مصطفیٰ، ضیاء الحسن ضیا، کراچی
 مدحِ سرور، رشید محمود راجا، لاہور
 دیا رنعت، رشید محمود راجا، لاہور
 صاحبِ معراج، پرویز اختر، کراچی
 روشنی کے پیغمبر، علی حسین رضوی، شکاگو
 سیلِ تجلی، نصیر کوئی، کراچی

آہر و محمد حنیف نازش قادری، کاموکی
 قدیلِ حرا، تنویر پھول، کراچی
 میرے دل میں ہے یا محمدؐ، ناصر علی، چودھری، لاہور
 حسینِ نعت، صفدر قریشی، راولپنڈی
 معراجِ فکر و آگہی، عزیز معینی، کراچی
 مینڈے سویت آقا، محمد یعقوب فردوسی، راولپنڈی
 بقعہ نور، کرم علی کیفی فریدی، لاہور
 گلزارِ صابری، منظور احمد ظلم، لاہور
 برگِ گل، نفیس الحسنی، سید، لاہور
 شرفِ سخن، سلطان احمد شرفی، لاہور
 سفیرِ کائنات، آثم فردوسی، لاہور
 میں غلام آپ کا، امیر نواز امیر، فیصل آباد
 کلیاتِ پنجین، (جلد اول) پنجین رچپوری، لاہور
 کوثریہ، حفیظ نائب، لاہور
 صاحبِ الکتاب، عبد الوحید ناج، کراچی
 عرفانِ مدینہ، ساجد امر وہوی، کراچی

خوشبوئے دوست، ستار وارثی، کراچی
آرزو، عبدالمالک مضطر، کراچی
تسلیج نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تجلی حرا، رفیق احمد رفیق، کراچی
مدینہ میری منزل ہے، واحد لدھیانوی، ملتان

۲۰۰۳ء

فیضانِ رسالت، محمد جان عاطف، کوہاٹ
رحمت بیکراں، حاجی رحمت علی رحمت، لاہور
قبولیت، عابد سعید عابد، گوجر خان
روح عالم، تابش الوری، بہاولپور
دیوانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
وارداتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تجلیاتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
سفرِ پل صراط کا، نصیر احمد، کراچی
ساقی کوثر، ندیم نیازی، کراچی
کلیاتِ نیازی، عبدالستار نیازی، لاہور
ہر لفظ کے لب پر صل علی، شوذب کاظمی، ملتان
خوشبوئے التفات، رشید وارثی، کراچی
منزل آگہی قمر وارثی، کراچی
عقیدت، افتخار جمل شاہین، کراچی
بیانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
شعاعِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مدینہ مدینہ، کمال اظہر، لاہور
جمالِ نعت، محمد ریاض باہر، لاہور
آئینہ نعت، محمد ریاض باہر، لاہور
سرورِ کائنات، حسن عسکری کاظمی، لاہور
محمد محمد، خالد علیم، لاہور
جمالِ نظر، خورشید بیگ میلسوی، میلسی
صریر خامہ مدحت طراز، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
حدائقِ بخشش، احمد رضا بیلوی، لاہور

خلقِ مجسم، محمد حنیف انگلر، کراچی
صباحِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
احرامِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
لحاتِ کریمی، طاہر عثمان، کراچی

وسیلہ، وقار عظیمی، کراچی
جانِ تمنا، عرفان رضوی، سروہا، راولپنڈی
محمود الوری، محمد ہارون الرشید احمد، لاہور
شہ کون و مکان، محمد اصغر قادری، راولپنڈی
مقشراتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مینائے نعت، رشید محمود راجا، لاہور
نعتِ مصطفیٰ، ظہیر الدین ظہیر، سرگودھا
نور الہدیٰ، ثنا احمد، ڈاکٹر، کراچی
حرفِ ثبات، مقبول نقاش، کراچی
ذکر حبیب، واصف علی واصف، لاہور
شہرِ تمنا، غنی دہلوی، کراچی
سرکارِ دو عالم، تابش الوری، بہاولپور
فانوسِ ہفت رنگ، رشیدہ عیاں، کراچی
مدینے کی گلیاں، احمد جمل قادری سبحانی، کراچی
روانہ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
ماہِ تاب حرا، اطہر سعید صدیقی، کراچی
نگارِ گنبد خضرا، اکبر حمزئی، راولپنڈی
سبدِ گل، بقا نظامی عظیم آبادی، کراچی
جذباتِ حامد، حامد قادری، محمد الحامد، کراچی
موجِ عشق، محمد خالد بخاری، سید، بہاولپور
عشقِ اتم، خان کوٹی، کراچی
جواہرِ نعت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
نورِ برحق، رشید عثمانی، لاہور
مدینہ یاد آتا ہے، رضا اللہ حیدر، لاہور

سلام علیک، ریاض حسین چودھری، لاہور
بلغ العلیٰ بکمالہ، ساجد سعید ساجد، لاہور
فردوسِ نعت، صائم چشتی، فیصل آباد (بار سوم)
رسائی، عابد سعید عابد، گوجر خان
ناجدارِ حرم، فرحت عباس شاہ، لاہور
شاہکارِ کن فکاں، سردار محمد، قاری، فیصل آباد
مرحبا صل علی سید کی مدنی، عبدالحمد قیصر، لاہور

۲۰۰۵ء

ایوانِ مصطفیٰ، محبت خان بنگش، کوہاٹ
نعتِ محمدؐ، سرور انبالوی، راولپنڈی
سلام ان پر، سرور کیفی، کراچی (ساتویں بار)
مرحبا، سرور کیفی، کراچی (بار دوم)
برہانِ رحمت، طارق سلطان پوری، لاہور
مشارق، اسد ملتانی، لاہور
آسمانِ رحمت، اعجاز رحمانی، کراچی
صدقے حضورؐ کے، امیر نواز امیر، فیصل آباد
نعمتِ انور، نور محمد انور، حافظ، کراچی
سبز گنبد دیکھ کر، خالد بزمی، لاہور
خیرِ الوری، ناصر حسین چشتی سیالوی، لاہور
کلیاتِ حفیظ نائب، حفیظ نائب، لاہور
کیفِ دوام، محمد حسن زیدی، اسلام آباد
عقیدتوں کی مہک، رشید میواتی، لاہور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ساجد سعید ساجد، لاہور
عافیت، عابد سعید عابد، گوجر خان
سوئی سرکار محمد اکرم قلندری، لاہور
آئینہ محمد حنیف مائل، راولپنڈی
نعت میرا بھرم، محمود احمد مفتی، فیصل آباد
زحمتِ سفر، نواز ش علی فقیر قادری، سکھیلی منڈی
صاحبِ خیر کثیر، شاعر علی شاعر، کراچی
صدائے سحر، عبدالرشاد شاہ میاں چنوں

درخدا نما، مسرت جمیل، لاہور
شاہِ خوباں، صائم چشتی، فیصل آباد
ہر سانس پکارے صل علی، طاہر سلطانی، کراچی
مہکتے پھول، محمد بشیر عاجز، حافظ آباد
با وضو آرزو، محمد فیروز شاہ، راولپنڈی
شمعِ اجالا، شبیر حسین قمر، لاہور
مدینے کے قریں، سرور چاندھری، اسلام آباد

خاکِ مدینہ، ساحر شیوی، کراچی
النور والیمیر، عاصم احمد، ملتان
ہالہ نور، سرور کیفی، کراچی (تیسری بار)
قوسین، آفتاب کریچی، کراچی
نچھاور جاں مدینے پر، احمد جلیل، لاہور
صحرا عبور کرنا ہے، اسیر عابد، گوجرانوالہ
مدحِ منزل، ام عبدالغنیب، لاہور
خوشبو درود کی، محمد شرف حسین انجم، سرگودھا
کشف الدجیٰ، بھمالہ، برکات احمد فاروقی، کراچی
کرم و نجات کا سلسلہ، عزیز احسن، کراچی
حسبِ کامل، ناصر حسین چشتی سیالوی، لاہور
ساتباں رحمت، شیر آفگن جوہر، کراچی
دریچہ نور، احمد ثقلین حیدر شاہ، لاہور
مہرِ حرا، زہیر کنجانی، پروفیسر، راولپنڈی
کشکولِ گدائی، شکیب وجدانی، لاہور
بے تابی، قطب الدین فریدی، لاہور
صاحبِ قاب قوسین، قمر انوار مان قمر، فیصل آباد
ہمد رنگ، رفیق مغل، کراچی
سرمایہ نماز، ناز اکبر آبادی، کراچی
جانِ رحمت، سکندر سہراب میو، لاہور
آبِ ناز، نور کوثر شاہ جہاں پوری، کراچی
اللہم بارک علی محمدؐ، ریاض مجید، فیصل آباد

نور مبین، ریاض تصور، لاہور
شبستانِ حرا، شبیر احمد عثمانی، کراچی
تجلیاں قمر وارثی، کراچی
گلستانِ مدحت، عزیز جبران انصاری، سکھر
عنایتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
نیا ز نعت، رشید محمود راجا، لاہور
ذکرِ خدا اور رسولؐ، خورشید شاہ پوری، سرگودھا
مشکبار، عدیم یوسفی کنجاہی، لاہور

۲۰۰۶ء

قلزمِ انوار، محمد سبطین شاہ جہانی، اسلام آباد
نسبت، تنویر احمد، سید، انک
خوشبوئے مصطفیٰؐ، محمد زکریا کاندھلوی، کراچی
سروِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
صدائے نعت، رشید محمود راجا، لاہور
جانِ رحمت، عبدالغنی نائب، لاہور
برقِ نور، حبیب احمد محسنی، کراچی
چراغِ مصطفویؐ، سراج الدین سراج، کراچی
آفتابِ نیم شب، ظفر ہاشمی، کراچی
آیاتِ درود، ظفر ہاشمی، کراچی
تبیحِ کریمین، ظفر ہاشمی، کراچی
ورفتا لک ذکرک، ذوالفقار حسین نقوی، کراچی
عوین، خیال آفاقی، کراچی
چشمہ نور، مسعود گیلانی القادری، لاہور
مولچہ کے سامنے، محمد زاہد نیازی، لاہور
نغمہ نور، شا کرخادی، کراچی
نعتِ عشقِ محمدؐ، صادق شاہید، لاہور
آوازِ دل، عاصی کرائی، ملتان
دیوانِ شاہنیز، نیاز شاہ بریلوی، لاہور
طلوعِ نور، عبدالرزاق صدق، لاہور
خورشیدِ طلحہ، حنیف ساجد، سرگودھا

الرحم الراحمین، تنویر پھول، کراچی
فیضانِ مصطفیٰؐ، اقبال احقر الہ آبادی، کراچی
روشنی کے خدوخال، رفیع الدین راز، کراچی
التفاتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مرقعِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
سکھولِ ادراک، امان اللہ خان اجمل جنڈیالوی، سرگودھا
حسبِ ازل، نادر شاہ ناطق بخاری، انک

بارانِ رحمت، طارق سلطان پوری، لاہور
سبز گنبد کے سائے میں، غلام محبتی قادری، لاہور
بستانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
تابشِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
مدحتِ سرائی، محمد ممتاز راشد، لاہور
لا ریب، اقبال حیدر، کراچی
مولائے کل حبیبنا محمدؐ، سلیم بن دانی، کراچی
حسین موجودات، ظفر ہاشمی، کراچی
معلمِ عالم، ظفر ہاشمی، کراچی
معراجِ قلم، ظفر ہاشمی، کراچی
آبِ سراپا نور قمر وارثی، کراچی
انوارِ اسمائے نبیؐ، مبصرہ حیات، لاہور
شریہ لولاک، امان خان دل، کراچی
حمید رب العللی نعت خیر الوری، راسخ عرفانی، گوجرانوالہ
ردائے عشقِ محمدؐ، ساغر چنیوٹی، لاہور
محمدؐ جانِ محبوبی، شکیب وجدانی، لاہور
ودلیعت، عابد سعید عابد، گوجرانوالہ
دربارِ رسالت، نجم آفندی، لاہور
توشہ ہلال، ہلال جعفری، اسلام آباد
شہر شرف، عبدالرحمان انجم، فیصل آباد
ثنائے رسالت مآبؐ، محمد امین بابر، رحیم یار خان

عو وگلستان رسول، سلیم اختر فارانی، گوجرانوالہ
شنا ہے زندگی میری، امیر نواز امیر، فیصل آباد
کلام ریاض، ریاض الدین سہروردی، لاہور
ارمغان حرم، شعیب جاذب، ملتان
میلا و خلیل، خلیل خان مفتی، لاہور

۲۰۰۷ء

انوارِ جمال، احمد ندیم قاسمی، لاہور
بن جائے سنسارِ مدینہ، تاج قائم خانی عطاری، میرپورخاص
محامد، مختار گیلانی، میاں چنوں
مرشد جبریل، اسحاق آشفیت، لالہ موسیٰ
انہی یا رسول اللہ و پھولوں کی خوشبو، محمد شرف حسین انجم، سرگودھا
نوید بخشش، محمد افضل خاکسار، راولپنڈی
سبیل تجلیات، خالد محمود نقشبندی، کراچی
ثمراتِ نعت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
حرا کا چاند، مجید سالک، وہاڑی
المعراج، غلام فرید فریدی، فیصل آباد
یہی قصر دل کی اذان ہے، محسن علوی، کراچی
متاعِ آخر، منظر ایوبی، کراچی
عقیدت ہے، صلاح الدین ناصر، راولپنڈی
عشق کبریا عشقِ رسول، عبدالحفیظ قادری، کراچی
ارمغانِ حمد و نعت، محمد نعمان طاہر، کراچی
قوسینِ نشیں، حمید یوسفی، اسلام آباد
منہاجِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
ردائے نعت (حصہ دوم) رشید محمود راجا، لاہور
ایمان و عقیدت کے پھول، شوق بلیاوی، کراچی
عرفانیاتِ عارف، عارف اکبر آبادی، کراچی

۲۰۰۸ء

خمن خانہ مدینہ، قدرا القادری، حیدر آباد
جہانِ جاگر، ثار علی جاگر، علامہ، کراچی
حریمِ نعت، ثاقب عرفانی، گوجرانوالہ

حضوریاں، حفیظ نائب، لاہور
نظرِ کرم، محمد طاہر حسین قادری، منگانی شریف
شنا کے پھول، مبشر حسن فیضی، لاہور
نورِ مدینہ، آزاد لدھیانوی، فیصل آباد
حمد و نعت، محمد اکرم اعوان، فیصل آباد
ہاشمی گلاب، عبدالمجید تاج، کراچی
ہیات، عزیز الدین خاکی، کراچی
چراغِ حب شاہ دین، احمد خیال، کراچی
سرکارِ دو جہاں، محمد ایوب ساگر، لاہور
حمد و نعت، بشیر احمد عرشی، لاہور
حصارِ نعت، کوثر بیلی، کراچی
مقامِ محمود، محمود حسن شاہ مستوار، لاہور
شہرِ کرم، منیر قصوری، لاہور
خوشبوئے مدینہ، نسیم صدیقی، لاہور
سنہری جالی آقا کی، اجمل قادری، کراچی
کیفِ آفریں تابانیاں قمر وارثی، کراچی
محرابِ عقیدت، امین راحت چغتائی، اسلام آباد
متاعِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
اسباب، امجد اسلام امجد، لاہور
ظہورِ مصطفیٰ، محمد الیاس، جسٹس، لاہور

ممدوحِ خلاق، آفتاب کریمی، کراچی
جانِ من، منظور آفاقی، ڈیرہ غازی خان
جل اللہ وصل اللہ، عبدالرزاق اویسی، لاہور

محمد محوِ عالم، گستاخ بخاری، فیصل آباد
 صبغت اللہ، ثاقب علوی، کاموکی
 فانوسِ حرم، حسین سحر، ملتان
 ثنائے کریمین، ضیاء نیر، لاہور
 سبز با دل، اخلاق عاطف، سرگودھا
 حرم سے حرم تک قمر وارثی، کراچی
 ثنائے محمدؐ، شبانہ کوثر، لاہور
 ثنائے سرورِ عالم، محمد سلیم محرم، فیصل آباد
 کلیاتِ منور، منور بدایونی، کراچی
 رفیع نعتیں، رفیع بدایونی، کراچی
 فانوسِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
 ذوقِ مدحت، رشید محمود راجا، لاہور
 معجزاتِ تاجدارِ کائنات، خورشید شاہ پوری، سرگودھا
 مدنی مائی، محمد نوید مقبول شاگر، حافظ، گوجرانوالہ

۲۰۰۹ء

الہام کی بارش، شاعر علی شاعر، کراچی
 کئے سے مدینے، سہیل غازی پوری، کراچی
 مدحِ رسولؐ، کامران اعظم، لاہور
 سراپا نور ہے وہ ذاتِ اقدس،
 سجاد احمد سجاد مراد آبادی، کراچی
 شہرِ توفیق، عزیز احسن، کراچی
 سید دنیا و دیں، عبدالحمید قیصر، لاہور
 ذکرِ نبیؐ، مجذوب چشتی، لاہور
 آنکھوں سے چوموں جانی تیری، ناصر چشتی، لاہور
 منٹھار نبیؐ، ناصر چشتی، لاہور
 انوارِ مدینے کے، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
 رنگِ مدحت، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
 خلدِ نعت، آصف بشیر چشتی، فیصل آباد
 یارِ رسولِ عربیؐ، اختر اندوری، کراچی
 طیب مطیب، محمد رمضان اطہر، حکیم، فیصل آباد

دلِ مدینہ، صدیق ظفر، لاہور
 مولیٰ یا صلیٰ و سلم، ساجد سعید ساجد، لاہور
 در کی گدائی، محمد رمضان شاہد، لاہور
 بختِ رسا، محمد عارف قادری، لاہور
 انوارِ سروش، محبوب الہی عطا، فیصل آباد
 زینتِ ارض و سما، عبدالحمید قیصر، لاہور
 خیر البشر، نوربانو محبوب، کراچی
 زبورِ نعت، ع۔ س۔ مسلم، لاہور
 حاضری و حضوری، سجاد سخن، کراچی
 ہادی و برحق، گہرا عظمیٰ، کراچی
 چراغِ تیری عنایتوں کے، علی اعظم بخاری، میانوالی
 قندیلِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
 سلامِ ربی علیٰ نبیؐ، شفیق احمد فاروقی، کراچی

اللہ کی سنت، منظر عارفی، کراچی
 صلواتِ اعلیٰ الجیب، محمد مسعود اختر، فیصل آباد
 مدحِ رسالت، کامران اعظم، سوہدرہ
 آبنائے گداز، عابد سعید عابد، گوجرانوالہ
 نعلین کی خوشبو، اشفاق احمد شیرازی، لاہور
 مطلعِ انوار، محبوب الہی عطا، فیصل آباد
 نعتِ چمن، لالہ صحرانی، ملتان
 گدائے کوئے رسولؐ، محسن علی فریدی، اوکاڑا
 سب سے بیٹھنا تمہارا، ناصر چشتی، لاہور
 عقیدت کا اعجاز، صلاح الدین ناصر، لاہور
 بہارِ مدحت، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ
 محبتِ شفیق، کامران اعظم، سوہدرہ
 سجدہٴ شوق، نصیر احمد، لاہور
 فرطِ شوق، ارشاد بھٹی، کاموکی
 طلع الہدر، ظہور علی شاہ اقدس، لاہور

ارمغانِ محبت، محمد محبت اللہ نوری، بصیر پور
 نشانِ مصطفیٰ، احسان علی تنہا، لاہور
 گنبدِ خضرا، جاوید رسول جوہر، کراچی
 جمالِ نعت، رفیع الدین ذکی قریشی، لاہور
 نگہبِ فردوس، زاہد بخاری، سیالکوٹ
 محمد رسول اللہ، گہرا عظمی، کراچی
 سوغاتِ کشکول، مظفر سعیدی، ملتان
 مشعلِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
 ابترا ز نعت، رشید محمود راجا، لاہور
 نزولِ نعت، غلام زہیر نازش، قاری، گوجرانوالہ

درو پڑھتے ہوئے، تبسم قادری، فیصل آباد
 نعت میں کیسے کہوں، محمد جاوید اقبال، کراچی
 زینب دو جہاں، محمد حسین رانا، لاہور
 خلدِ سخن، ریاض حسین چودھری، لاہور
 حرفِ عقیدت، زبیدہ جی، فیصل آباد
 جانِ دو عالم، محمد رفیق نعل، کراچی
 ذکرِ رسولِ امام، انور کیف، کراچی
 کہکشانِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
 شجرِ طیبہ کے سائے میں، فرخ راجا، راولپنڈی

۲۰۱۰ء

آبشارِ نور، مسرور کیفی، کراچی
 فیضانِ نعت، اکرم سعید، فیصل آباد
 نعتیہ تر وینیاں، محمد مشرف حسین انجم، کراچی
 یہبتِ تشائیں، عبدالغفار حافظ، کراچی
 روحِ زائر ہے شہرِ طیبہ کی، احمد شہباز خاور، فیصل آباد
 صدائے ساجد، ساجد ڈھلوں، شاہدرہ
 شاعرِ نعت، سلیم عمران، لاہور
 نورِ حرا، فرزند علی شوق، گوجرانوالہ
 حرفِ خوشبو، محمد یعقوب فردوسی، گوجرانوالہ
 مرے سرکار کی خوشبو، یاسمین کوثر، ملتان
 خوشبو ترے جوئے کرم، ریاض ندیم نیازی، لاہور
 وہی یاسین وہی طہ، مجتہد احمد کاشف، لاہور
 سائبان، حیات نظامی، کراچی
 متاعِ عقیدت، سجاد مرزا، گوجرانوالہ
 نعتِ زریں، رشید محمود راجا، لاہور
 محاوراتِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
 گلزارِ محمد، گل بخشا لوی، کھاریاں

کلیاتِ نعت، اعجاز رحمانی، کراچی
 محامد خاتم النبیین، امیر بینائی، کراچی
 طاقِ حرم، حفیظ نائب، لاہور
 کلیدِ فردوس، حمید صابری، پیرزادہ، لاہور
 دیوانِ ریاض، محمد ریاض الدین سہروردی، لاہور
 قرآنِ مطلق، محمد اکرم سحر فارانی، لاہور
 جسمِ کراچی روحِ مدینہ، تنویر احمد سوز ڈیروی، کراچی
 زہے مقدر، نورین طلعت عروبہ، اسلام آباد
 جلال سے جمال تک، عثمان قیصر، کراچی
 اسما علی، ع۔ س۔ مسلم، لاہور
 تحیت، شہزاد مجددی، لاہور
 خیالِ نعت، اقبال عالم، کراچی
 تنویر حرا قمر سلطانہ، کراچی
 فرشِ پیر عرش، محمد اشرفی جیلانی، لاہور
 نوری اکھر، عبدالستار منعم، فیصل آباد
 کلامِ نعت، رشید محمود راجا، لاہور
 قربانِ شہ والا، منظر پھلوری، فیصل آباد

۲۰۱۱ء

سوائے حرم، ارشد صابری، کراچی
 جمالِ مصطفیٰ، حسن عسکری کاظمی، لاہور

روشن روشن نعت کی خوشبو، مشرف حسین انجم، سرگودھا
 دل آئینہ ہوا، رفیع الدین راز، کراچی
 روح الہام، شاعر لکھنوی، کراچی
 خلد نظر، عابد سعید عابد، گوجرانوالہ
 و جب شکر علینا، عمران نقوی، لاہور
 تجلیات سراج منیر، غلام مصطفیٰ قمر، گوجرانوالہ
 نعت شفق، لالہ صحرائی، ملتان
 راستے مدینے کے منیر احمد منیر، فیصل آباد
 متاع نور، نور احمد قادری، اسلام آباد
 ذکر خیر الوریٰ روشنی روشنی،
 منظور عباس ازہر، فیصل آباد
 سوغات نور، مظفر سعیدی، ملتان
 نور بحر، خادم عظیم آبادی، کراچی

۲۰۱۲ء

آئینہ صل علی، عزیز الدین خاکی، کراچی
 ذکر شہ والا، ریاض حسین زیدی، ساہیوال
 فکر بقا، مقبول الہی شاکر، کچاہ
 خوشبوئے محمدؐ، خالد خان عاطر، ننکانہ صاحب
 جمال مصطفیٰؐ، محمد اکرم قلندری، لاہور
 ارمغان شوق، گوہر ملیانی، لاہور
 روح ایمان، منظر عارفی، کراچی
 ہوئے جو حاضر در نبیؐ پر، ریاض ندیم نیازی، لاہور
 روح کائنات، محمد یونس قریشی، کراچی
 سوئے حرم، ارشد صابری، کراچی
 میرے محمدؐ، سمیر آفتاب سمیر، لاہور
 نکہت باد بہاری، غنی عاصم، لاہور

برایب حسین ازل، محمد نواز امین، جھنگ

کوثر رحمت، عبدالسلام شمر، لاہور

سفر نعت، جمشید کمبوہ، لاہور

نور سے نور تک، شاعر علی شاعر، کراچی

اعزاز حضوری، محمد طاہر صدیقی، فیصل آباد

امید طیبہ رسی، عزیز احسن، کراچی

تیرا وجودا کتاب، نسreen گل، لاہور

نحر تجلیات، ریاض ندیم نیازی، لاہور

۲۰۱۳ء

زیارت، بشیر رحمانی، گوجرانوالہ

معراج محبت، ساجد ڈھلوں، شاہدرہ

عبد کامل، محمد اقبال نجمی، گوجرانوالہ

لی مع اللہ، محبوب الہی عطا، فیصل آباد

نگاہ کرم یا محمدؐ، مشرف حسین انجم، سرگودھا

باریاب، انور مسعود، اسلام آباد
 نوایمان، بیدل رام پوری، لاہور
 مراحوں مدینہ ہے، احمد جلیل، لاہور
 توفیق ثناء، محمد اکرم رضا، گوجرانوالہ
 نعت روشنی، طاہر سلطانی، کراچی
 مجھے بھی مدینہ دکھا میرے مولا، محمد عبدالحق ظفر، لاہور
 مدح ممدوح خدا، گستاخ بخاری، فیصل آباد
 حرف عطاءے خاص، شفق بناری، کراچی

مرے اندر مدینہ بولتا ہے، بسمل شمسی، فیصل آباد
 ارحم عالم، منظر پھلوری، کراچی
 کلیات مظہر، مظہر الدین حافظ، لاہور
 غزل کا سہ بکف، ریاض حسین چودھری، لاہور
 ہالہ رحمت، شاہد کوثری، راولپنڈی
 سکھد خضر کے سائے میں، محمد مشرف حسین انجم، سرگودھا

۲۰۱۴ء

خلعت توقیر، شاکر کنڈان، لاہور

ڈاکٹر شائرا تریابی

جدید اردو غزل میں نعتیہ تخلیقی رویے کا دور

وطن عزیز کے معرض وجود میں آنے کے بعد سے لمحہ موجود تک کا شعری منظر نامہ یہ بتاتا ہے کہ غزل نے اپنی عہد بہ عہد رونما ہونے والی فکری و فنی توانائیوں کا ہمیشہ خیر مقدم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ لسانی تھکيلات کے عہد سے گذشتہ ایک دہائی تک غزل کی جو جدید شعری روایت تشکیل پاتی ہے وہ نہ صرف یہ کہ اپنے متنوع اسالیب اور مختلف فکری و فنی زاویوں سے خود کو باثروت کرتی دکھائی دیتی ہے بلکہ اس نے ہر مروجہ شعری صنف پر اپنے اسلوبیاتی اور موضوعاتی اثرات بھی مرتب و قبول کئے ہیں۔ یہاں تک کہ نعت جیسی خالص دینی صنفِ سخن بھی اس سے ہم آہنگ ہو کر فکری و فنی رویوں کے نوبہ نو جہان معانی سامنے لارہی ہے۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ متعدد اہم نعت گو شاعر بنیادی طور پر غزل گو شاعر ہیں اور دوسرا سبب خود غزل کی ہیئت میں شامل تاثر و تاثیر کا وہ تشکیلی ڈھانچہ ہے جو براہ راست ہمارے مزاج سے ہم آہنگ ہے۔ برصغیر کا مزاج قافیے کا مزاج ہے اور قافیے کے زور پر آگے بڑھنے والی اظہار کی منظوم صورتیں شاعری کے قارئین کے لیے ہمیشہ سے خصوصی دلچسپی اور یاد آوری کا باعث بنتی چلی آرہی ہیں۔ اس حوالے سے جب ہم جدید نعت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر کھلتا ہے کہ جدید نعت گو شعرا نے اپنے نعتیہ شعری تجربات کو خصوصیت کے ساتھ ردیف کی بنیاد پر آ زمانے کی کوشش کی ہے اور ایسی ردائف اور قوافی کو نبھانے کی شعورانہ صلاحیت کا مظاہرہ بھی کیا ہے جو مجموعی طور پر انہیں منفرد تخلیق کار بنا بت کرنے کا وسیلہ بنتی ہیں۔ ان شعرا نے غزل کی انسیات کو برت کر نعت کہنے کا فن اُجاگر کیا ہے۔

منیر مہر محمدؒ میں جا کے دیکھیں ذرا
بلاؤ کفر میں خود کو بہت گنوا دیکھا

(منیر نیازی)

ہر نئی نسل کو اک تازہ مدینے کی تلاش
صاحبو اب کوئی ہجرت نہیں ہوگی ہم سے

(افتخار عارف)

کون سے نور کی زد پر ہے کہ شب کلفتی ہے
تیری آمد کے قرینے ہیں کہ پو پھوٹتی ہے

(خورشید رضوی)

اسی جائے نماز و ناز پہ اک روز ثروت
اچانک در کھلے گا اور وہ جھوٹکا ملے گا

(ثروت حسین)

جدید غزل کی طرح نئی نعت کا ایک فنی وصف یہ ہے کہ اس میں مروجہ لفظیات سے ہٹ کر ایسی تراکیب، بندشوں، زمینوں اور بحر کو برتا گیا ہے جو اس کو قدیم طرز کے فن نعت گوئی سے الگ شناخت دلاتا ہے۔ مختلف ہینتوں، اسالیب اور موضوعاتی پھیلاؤ کے باوصف جدید نعت مدرت خیال اور طرز اظہار کا نامور نمونہ بن کر سامنے آئی ہے جس کی جھلک اُن نعتیہ اشعار میں پڑ سانی دیکھی جاسکتی ہے جو اوپر درج کئے جا چکے ہیں۔

غزل ایک عشقیہ صنفِ سخن ہے اور نعت سر پر عشقیہ صنفِ سخن ہو کر بھی موضوع کے مرکزی چناؤ، طرز احساس اور نعت کی صنف کے آداب کی حدود و قیود اور خصوصی احرام کی رو سے غزل کی صنف سے یکسر مختلف ہو جاتی ہے کیونکہ نعت کی صنف موضوعاتی برتاؤ کے اعتبار سے غزل کی طرح آزادانہ پھیلاؤ نہیں رکھتی۔ اس کے موضوع کو اپنی خیالی دنیا کے تحت پھیلا یا نہیں جاسکتا بلکہ ایک ہی موضوعی وحدت کا دائرہ نعتیہ صنف کو ایک خاص سمناء میں رکھتا ہے یہ الگ بات ہے کہ اس خاص موضوعاتی سمناء میں بھی ایک طرح سے بکھراؤ کے امکانات یوں پوشیدہ رہتے ہیں کہ یہ موضوع جس عظیم ہستی کی سیرت و کردار کا احاطہ کرتا ہے اُس کلیان اظہار کے ہزار ہارنگوں سے عبارت ہو کر بھی تشنہ ہی رہتا ہے۔

یہاں خیال کی قوت کو موضوع کے متعین کردہ آداب و احرام کے تابع رکھنا پڑتا ہے مگر جذبہ عشق اس عشقیہ صنف کے دوش بہ دوش رہتا ہے اور یوں اس کی تخلیق کا ظاہری انداز غزل کی تخلیق کے ظاہری انداز سے ہم رشتہ محسوس ہوتا ہے اور اسی سبب سے غزل کہنے والوں کے لیے عموماً نعت کہنا اور نعت کہنے والوں کے لیے عموماً غزل کہنا چنداں مشکل تخلیقی عمل نہیں سمجھا جاتا مگر اس کے ساتھ ہی اس حقیقت سے انکار کی بھی گنجائش نہیں کہ نعت کہنا مطلقاً سخن کا کمال نہیں خصوصی توفیق سے مشروط ہے۔

غزل کی طرف آئیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غزل میں محبوباؤں کا ایک بازار سجا ملتا ہے مگر نعت میں قاری کا محبوب و مطلوب ایک ہے۔ یہاں وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے جلوے ہیں۔ یہاں محبوب غزل کی طرح عاشق کا کوئی روایتی رقیب نہیں اس لیے کہ نعت کے محبوب کا کوئی رقیب ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ یہ بات دوسری ہے کہ شیفنگی اور عقیدت کی بنا پر رشک کی صورتیں ضرور دکھائی دیتی ہیں اس لیے کہ یہ عشق و عقیدت کی والہانہ سرمستی میں قلب و روح کی بے تاب یوں کا بیان ہے۔ اس میں مجازی سرور نہیں روحانی کیف ہے۔ دوسری طرف جدید غزل کی طرح جدید نعت بھی زمینوں کے انتخاب سے لے کر بات کہنے کے انداز تک، انفرادی تخلیقیت کو ظاہر کرتی ہے۔ لب و لہجہ کی تازگی، لحن کی مادرکاری، بیان کی شائستگی، اظہار کی سلیقہ مندی اور وجدانی کیفیات کو بتا لیا تہی احساس میں بسا کر پیش کرنے کا انداز، سوز و گداز، وارفتگی و شوق، کہیں ایمانی تو کہیں واضح اسلوب، عہد کے آشوب کے ساتھ ساتھ ذاتی دکھوں کو فریاد کی لے میں ڈھل کر اکتھا کرنے کا رویہ، وفور جذبات سے شوق کی آنچ پر جذبوں کے پھلنے کا عمل سب کچھ جب نعت کے تخلیقی رویے میں ڈھلتا ہے تو اُس کا رنگ و آہنگ، قلبی کیفیت اُس کی کسک تڑپ اور سوز کی بنا پر غزل جیسا ہی محسوس ہوتا ہے۔

جدید اردو غزل میں نعتیہ تخلیقی و نور کے فکری نقش کے ضمن میں بلا مبالغہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اشعار بطور حوالہ درج کیے جاسکتے ہیں اس لیے کہ اس تقدس مآب موضوع سخن کو غزل کے ہر شاعر نے برحق کی سعادت حاصل کی ہے مگر زیر نظر مضمون کو سپیلنے ہوئے متعدد شعراء کے غزلیہ شعری مجموعوں سے اپنے دوائے کے ثبوت کے طور پر کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں اور یہ اشعار وہ ہیں جو نعتیہ کلام سے انتخاب نہیں کئے گئے بلکہ سراسر غزلوں سے انتخاب کئے گئے ہیں:

محسوس ہو رہا ہے کہ دل کا معاملہ
دربارِ مصطفیٰ سے خدا تک پہنچ گیا

(جیل یوسف)

اک سچی ایسا بھی ہے انسانیت پرور کہ جو
مانگنے والے کو ہرگز شرم سار آنے نہ دے

(سلطان رشک)

اس کو گزرے ہوئے زمانہ ہوا
جنگلاتی ہے اب بھی راہ تمام

(باقی احمد پوری)

درِ زنداں سے مقتل تک سفر ہوتا گیا آساں
لگایا ہم نے جب اسم محمد اپنے سینے سے

(غلام مصطفیٰ بھٹل)

بارش سارا اسی نے مہکایا
جتنی خوشبو ہے اک کلی میں ہے

(غلام رسول زاہد)

عطا اُسی کی ہے یہ شہد و شہود کی توفیق
وہی گلیم میں یہ مان بے جویں لایا

(افضال احمد سید)

مروں تو شہرِ مدینہ ہو سامنے فیصل
خدا کے بعد کسی کو جواب دینا ہے

(فیصل عجمی)

سب کچھ ہے ترے کرم کے صدقے
دامن میں ہمارے کیا نہیں ہے

(پیر نصیر الدین نصیر)

لبوں کو چھو رہی ہے خوش کلائی
غزل میں نعت کا رنگ آ گیا ہے

(اختر شیخ)

اے مری عمر کی پلکوں پہ لرزتے ہوئے خواب
بس تجھ کو سرکار کا فیضان سنبھالے ہوئے ہے

(جنید آذر)

اک جھلک دیکھ کے جاگ اٹھیں گے مردہ چہرے
تم جو آؤ گے تو ہو جائے گا محشر آباد

(فرخ راجا)

کبھی دیکھو طلسمِ روز و شب کے در کھلے اُن پر
نجوم اُن کی نظر میں ہیں خبر میں سب ستارے ہیں

(عائشہ مسعود ملک)

چہرہ صبح پہ چمکتی ہیں
وہی کرنیں تری جبین کے بعد

(عابد سیال)

☆☆☆☆

اردو نعت پر غزل کے اثرات

برصغیر کی گنگا جمنی تہذیب پر اسلامی تہذیب کے اثرات کا جب بھی ذکر کیا جائے گا تو مذکرہ کرنے والے اس بات کو اپنے نتائج میں شامل کئے بغیر نہیں رہ سکیں گے کہ ان تہذیبوں کے اختلاط نے دنیا کے لسانی منظر نامے پر ایک نئی زبان یعنی اردو کو متعارف کرا دیا۔ عربی، فارسی اور ہندی کے علاوہ ترکی اور پھر مقامی علاقائی بولیوں کے خوش رنگ پھولوں سے اپنے دامن کو بھرتی ہوئی یہ زبان اردو اس لحاظ سے بھی بڑی خوش قسمت ہے کہ اس کی ابتداء ہی سے اس میں حمد و نعت کے مقدس اور معطر چشمے جاری ہوئے۔

زبان اردو میں نعت کے حوالے سے ایک اہم محقق ڈاکٹر طلحہ رضوی ہرق کی اس بات سے سبھی متفق ہیں کہ اردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ عز و افتخار حاصل ہے کہ یہ اپنی پیدائش کے وقت ہی مومنہ اور کلہ گوری ہے، صوفیائے کرام اور مبلغین کے ہاتھوں دین متیں کی ترویج و اشاعت کے لیے یہ پروان چڑھی اور شروع ہی سے اس کی تو قلی زبان پر حمد و ثنا اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاری ہو گئی۔ (۱)

اردو میں اولیت کا سہرا تحقیق کرنے والوں کی اکثریت نے خواجہ گیسو دراز کے سر باندھا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا نام ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کا ہے اور انہوں نے خواجہ کے نعتیہ اشعار بھی اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں دیے ہیں اور مولوی عبدالحق کی کتاب اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ کے علاوہ پروفیسر آغا حیدر حسین صاحب کی مملوکہ بیاض اور چنگی نامہ مغللو ط کتب خانہ دارہ ادبیات حیدرآباد دکن کے حوالے بھی دیے ہیں، چنگی نامے میں نعت کے اشعار حسب ذیل ہیں: (۲)

الف اللہ اس کا دتا
میا نے محمد ہو کر بتا
سچے طلب یوں کو دتا
کہے یا بسم اللہ ہو، ہو اللہ

ڈاکٹر ریاض مجید نے بھی نعت کے اولین نمونے کے طور پر خواجہ گیسو دراز ہی کی نعت اپنے مقالے میں شامل کی ہے، جب کہ بعد میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی اس صراحت کے پیش نظر کہ خواجہ گیسو دراز یا ان کے بیٹے سید اکبر حسین کی کوئی اردو تصنیف نہیں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

اس دور کی سب سے پہلی تصنیف جواب تک دریافت ہوئی ہے فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے۔ لہذا اردو نعت کے اولین اور باقاعدہ اور مستند نمونے کی تلاش میں ہمیں ان سے پہلے اسی مثنوی سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ (۳)

راجا رشید محمود، ڈاکٹر ریاض مجید کی اس ادبی کرویٹ کو قبول نہیں کرتے اور رقم طراز ہیں کہ:-

ان حالات میں فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ اردو کی پہلی باقاعدہ تصنیف قرار پائے یا ہندی اور پراکرت کا مجموعہ ٹھہرے۔ حضرت گیسو دراز کی نثر کی کتاب معراج العاشقین ان کی تسلیم کی جائے یا حسین بیجا پوری کی، جب تک کوئی محقق حضرت خواجہ گیسو دراز کی نعتیہ شاعری کو ان کی بجائے کسی اور کا ثابت نہ کر دے اردو نعت کا اولین سہرا انہیں کے سر رہے گا۔ (۴)

اس کے بعد اردو زبان میں دکن سے لے کر دبستان دہلی تک، دبستان دہلی سے لے کر دبستان لاہور یا دبستان کراچی تک بے شمار افراد نے جن میں مسلمان صوفیاء کے علاوہ دیگر شعرائے کرام بلکہ غیر مذہب کے بھی بہت سے شعراء نے نعت کہنے کی سعادت حاصل کی۔ البتہ یہ بات اہم ہے کہ ہمیں اردو نعت کے سبھی ابتدائی نمونے مثنوی کی ہیئت میں ملتے ہیں، کیونکہ یہ صنف سخن فارسی سے حاصل کی جانے والی ان ادوار کی مقبول ترین صنف سخن تھی۔

اب آئیے فارسی ہی سے اردو میں آنے والی ایک اور اہم صنف غزل کی بات کرتے ہیں۔ عربی نعتیہ قصائد کے اثرات عربوں کے ہاتھوں عجم کی فتوحات کے بعد فارسی قصائد پر پڑے اور فارسی والے بھی رفتہ رفتہ نعتیہ قصائد کی طرف مائل ہوئے۔ فارسی کے سخن وروں نے ہی ایک ادبی اجتہاد کرتے ہوئے قصیدہ کی پہلی (یعنی تشبیہ) سے غزل کو علیحدہ کرنے کا کارنامہ کر دکھایا اور پھر دیکھتے دیکھتے غزل کو عظیم شعرا نصیب ہوئے جن کے فارسی میں سرخیل حافظ شیرازی ٹھہرے۔ اردو زبان پر عربی، فارسی اثرات کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں سو قصیدہ اور غزل بھی اردو میں داخل ہوئے، مثنوی کے بعد قصیدہ ہی دوسری اہم صنف ٹھہرا کہ خاص طور پر شاہی اور سلطانی ماحول میں امراء اور رؤسا کو خوش رکھنے کے لیے یا تو قصے کہانیاں مثنوی کی شکل میں منظوم کرنا یا پھر ان کے کارناموں پر قصائد لکھنا اس دور کی معاشی ضرورت معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ شعراء نے اپنی فنکارانہ حس کی تسکین کے لیے غزل کا سہارا لینا شروع کیا، کہ کبھی کبھی تو کچھ اپنے من کو خوش رکھنے کے لیے بھی کہنا ضروری ہوتا ہے۔ یوں غزل بھی اردو ادب میں اپنی داخلی رعنائیوں کے ساتھ داخل ہو گئی اور پھر یہ صنف سخن ایسی مقبول ہوئی کہ اردو زبان کو اس پر ناز ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی رہی ہوگی کہ اپنی ہیئت کے اعتبار سے ڈاکٹر وزیر آغا کے بقول ہمارے مشرقی گھر کی طرح ہے جس میں سب مل جل کر رہتے ہیں اور سب کی انفرادی حیثیت بھی قائم رہتی ہے۔ یہی کچھ غزل میں بھی ہوتا ہے۔

نعت کے حوالے سے یہ بات تو ہو ہی چکی ہے کہ ابتداء ہی سے اردو میں حمد و ثنا اور نعت لکھی گئی، البتہ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ ہی وہ شاعر اول ہے جس نے غزلیہ ہیئت میں نعت بھی کہی۔ وہ خواجہ حافظ شیرازی کا پہلا مترجم ہے۔ اس کے دیوان میں نعت کا خاص ذخیرہ موجود ہے۔ مرتبین کلیات نے اس کی دیگر منظومات کے علاوہ غزل کی ہیئت میں پانچ نعتوں کی نشاندہی کی ہے، چار کے مطلع درج ذیل ہیں:

تجھ کھ اجت کے جوت تھے عالم دیہارا ہوا

تجھ دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا

اسم محمدؐ تھے اہے سو جگ میں خاقانی مجھے

بندہ نبی کا جم رہے سہتی ہے سلطانی مجھے

چاند سورج روشنی پایا تمہارے نور تھے
آب کوڑ کوں شرف تھڈی کہ پانی پور تھے

خدا مج مہر سوں آپنی کیا نبی صدقے کیا دافع
مجھے تختِ سلیمان چوں وہی آپنی دیا دافع

اردو اور غزل اپنے دامن کو پھیلا پھیلا کر اپنے اندر نعت کے خزینے سمیٹیں رہیں اور ایک محتاط اندازے کے مطابق نعت کا نوے (۹۰) فیصد ذخیرہ غزل کے روپ ہی میں ہے۔ اردو کے قدیم اساتذہ کے ادوار میں بھی (میر سے غالب تک) بیشتر شعراء نے حصولِ برکت کے لیے ہی سہی نعت کہی اور زیادہ تر غزل کو ہی چنا۔ اس کے بعد ہمیں ایک دور ایسا بھی ملتا ہے جس میں صرف نعت کے لیے اپنی سخن وری کو مخصوص کر دینے والے شعراء کا ذکر آتا ہے۔ جن میں کرامت علی شہیدی، مولانا کفایت علی کافی، غلام امام شہید، لطف بریلوی، تنہا مراد آبادی اور بعد میں خاص طور پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا نام نمایاں ہے۔ اسی دور میں ہمیں غزلیہ نعت کی روایت سے جڑے ہوئے دو اور اہم شاعر ملتے ہیں جناب محسن کا کوروی اور جناب امیر بینائی۔ ان کے علاوہ مولانا حالی، شبلی اور علامہ اقبال نے بھی خوب نعت کا فیض سمیٹا۔

قیام پاکستان کے بعد اردو ہندی تفریق نے بالآخر ہندوستان سے تو اردو کو تقریباً ختم ہی کر دیا کہ برصغیر میں بولی جانے والی یہ خوبصورت زبان چونکہ بنیادی طور پر عربی اور فارسی اثرات کی حامل تھی۔ اسی لیے قصداً عربی اور فارسی کے الفاظ نکال کر شکر کے الفاظ شامل کئے گئے اور رسم الخط تبدیل کر کے اسے ہندی کا نام دے دیا گیا حالانکہ بول چال اور لہجے میں معمولی سا فرق ہے۔ یوں برصغیر میں اردو کا مرکز صرف پاکستان ہی رہ گیا ہے۔ اس لیے اب اردو کے حوالے سے دنیا بھر میں اردو بولنے والے اور لکھنے والے پاکستان ہی کی طرف دیکھتے ہیں۔ پاکستان میں بھی حتی الوسع اردو کی ترقی کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ بہر حال ہم ذکر کر رہے تھے نعت پر غزل کے اثرات کا۔ غزل اپنی جن خوبیوں کی وجہ سے پسندیدہ بنی اگر ہم ان کا جائزہ لیں تو وہ کچھ یوں ہیں کہ اس میں شاعر کے داخلی سوز و گداز، ایجاز و اختصار، گہرائی اور گیرائی، تشبیہ و استعارہ، محبوب کے شمائل و فضائل کا ذکر، ہجر و وصال کی کیفیات اور احساسات کی تصویریں ہر طرف بکھری نظر آئیں گی۔ غزل کی دنیا دراصل علامات کی دنیا ہے۔ اس میں لفظ اپنے لغوی مفہوم سے ہٹ کر کچھ لگ ہی معانی دیتے ہیں۔ غزل نے نعت کو صرف اپنی ہیئت ہی پیش نہیں کی بلکہ اس میں اپنے اندر کی کیفیات کو بھی منتقل کر کے اپنے حسن میں انتہائی بیش قیمت اضافہ کیا ہے۔ آج جب ہم نعت یعنی غزلیہ ہیئت میں کہی جانے والی نعتوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں حضور کریمؐ کے حوالے سے بے شمار ایسی کیفیات سے واسطہ پڑتا ہے جو عشق رسولؐ اور عقیدت رسولؐ میں گندھی ہوئی ہیں اور روح کو سیرابی عطا کرنے کے علاوہ سیرتِ مطاہرہ کے ذریعے کردار کو سنوارنے کے لیے بھی مؤثر نظر آتی ہیں۔ بہت سے ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں جہاں ایک غزلیہ نعت کا شعر سننے والے کے دل پر ایسے اثر کر گیا کہ اس کی زندگی کا رخ ہی تبدیل ہو کر رہ گیا۔

قیام پاکستان کے بعد ہمیں نعت کہنے والے بہت سے شعراء کے نام ملتے ہیں جنہوں نے زیادہ تر نعتیں غزلیہ ہیئت میں ہی لکھی ہیں۔ ان میں مولانا ظفر علی خان، سیما ب اکبر آبادی، احسان دانش، تابش دہلوی، ماہر القادری،

حفیظ جالندھری، مولانا ضیاء القادری بدایونی، محشر بدایونی، پروفیسر اقبال عظیم، حافظ محمد افضل فقیر، عبدالعزیز خالد، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، محشر رسول نگری، حفیظ نائب، حنیف اسعدی، پیر نصیر الدین نصیر، حافظ لدھیانوی، ڈاکٹر عاصی کمالی، بشیر حسین ناظم کے علاوہ بہت سے نام ہیں۔ جب کہ بے شمار موجود شعراء بھی اس سعادت کو حاصل کر رہے ہیں اور ان سب کے کلام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان سب کے لیے غزلیہ نعت ہی پسندیدہ رہی ہے اور ہے۔ آخر میں نعت کے حوالے سے غزلیہ خصوصیات رکھنے والے چند اشعار پیش ہیں تاکہ موقف پوری طرح واضح ہو سکے۔

داخلی سوز و گداز: یہ غزلیہ شاعری کا وصف خاص ہے اور جہاں عشق مجازی کے زیر اثر اس کے سبب بہت ہی خوبصورت اشعار دامن اردو ادب کی زینت ہیں وہاں اس کی خوبصورتی میں چارچاند نعت کے ان اشعار سے لگتے ہیں جن میں دیدار رسول اور مدینے کی آرزو، خواہش اور تمنا شاعر کے اندر وہڑپ پیدا کرتی ہے جو عشق رسول کا تقاضا ہے۔ اسی کیفیت میں کہے گئے مختلف ادوار کے اشعار دیکھئے:

دعا کرو کہ کوئی نیند رانگاں نہیں جائے
انہی کا خواب نظر آئے خواب جب دیکھو

اب کہاں جاؤں تڑپتے دل کی یہ خواہش نکال
اے مدینے کی زمیں میری بھی گنجائش نکال
ایجاز و اختصار: غزل کے حسن اور عوام الناس میں اس کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ اس کا ایجاز و اختصار ہے۔ یہ چند لفظوں میں بیان کئے جانے والے وسیع مضامین کا حسن ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے اور انسان بے اختیار ہو کر اسے گلنارے لگتا ہے۔ نعت میں اس کا حسن دیکھئے:

چادر سی جو نور کی تھی ہے
یہ ماہِ اخضر کی چاندنی ہے

عذابوں سے بچے گی نوعِ انسان
اگر انھی اور ان کی سمت چل دی
گہرائی اور گیرائی: نعت میں آکر غزل کی اس صفت دلکشانی نئی کروٹ لی ہے کہ حضور پاکؐ کی بے پناہ شخصیت سے محبت اور عقیدت کیا کیا رنگ اختیار کرتی ہے اور الفاظ اس کے بیان سے عاجز ہوتے ہوئے بھی حتی المقدور بیان کی کوشش کرتے ہیں کچھ اشعار پیش ہیں:

رحمت حق سایہ گستر دیکھنا اور سوچنا
اک نظر شہرِ پیہر دیکھنا اور سوچنا
بس اک لباس ہمارا لباسِ عشقِ رسول
لوں کے ساتھ بدلتے نہیں قبائیں ہم

تشبیہ و استعارہ: غزل کے صنائع اور بدائع کی جان یہی صنعتیں ہیں۔ اور جب ذکر ہو آقائے نامدار۔ وجہ وجود

کائنات کا تو تشبیہیں دست بستہ ہو کر اور استعارے ادب کے تمام تقاضوں کو نبھاتے ہوئے اشعار کی خوبصورتی میں اضافے کا سبب بنتے ہیں:

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرهء ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
غنائیت اور نغمگی: غزل اپنی مترنم بحروں اور نغمگی کے باعث پیشہ ور گلوکاروں کے علاوہ تمام اچھی آواز رکھنے والوں کے لیے پسندیدہ رہی ہے۔ اسی طرح نعت کو عشق رسول اور عقیدت کے جذبات سے مملو ہو کر خوش الحن خواتین و حضرات نے جب بھی پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے تو سننے والوں کے دلوں پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مرے غم خانے کو ہے ان کی توجہ درکار
جن کو آتا ہے تبسم سے اجالا کرنا
بیانِ شاکل: محبوب کی ظاہری خوبصورتی کے گن گانا، خاص طور پر لب و رخسار کا ذکر ہمارے شعراء کا پسندیدہ مشغلہ ہے اور اس کے لیے غزل سے بہتر کوئی صنف ہو سکتی ہے مگر جب ذکر اللہ کے محبوب کے حسن و جمال کا ہو تو الفاظ نہ صرف ادب کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں بلکہ ان کے مغایم میں بھی تقدس کا انداز نمایاں ہو جاتا ہے۔ دو مختلف نعتوں سے اشعار دیکھئے:

اوصاف کیا بیاں ہوں کہ اس ذات پاک پر
خوشبو کا اختتام ہے رعنائی ختم ہے
.....
ہے نمود حسن عالم ان کی زلفوں کے طفیل
جب برستی ہے گھٹا، کن کے لیے، ان کے لیے
بیانِ فضائل: نبی آخر و محبوب رب اکبر کی مدح سرائی میں سب سے زیادہ اہم موضوع ان کی سیرت پاک کا بیان ہے۔ یہ ایک ایسا بحر بے کنار ہے جس کے بارے میں جتنا کہا جائے کم ہے۔ یہ برنعت گو شاعر کی آرزو ہی ہے کہ وہ اسے برنعت میں اپنا موضوع بنائے رکھے اور رب کے محبوب کو اپنا محبوب جان کر ان کی سیرت کے سدا بہار گلشن سے پھول چنتا رہے۔ چند اشعار دیکھئے:

اپنے اخلاق سے نفرت کی بجھا دی آتش
آپؐ نے دھوپ کو بھی خامہء شبنم سے لکھا

.....
اپنی امت کے لیے اپنا شفاعت نامہ
آپؐ نے آخر شب دیدہء پرغم سے لکھا

.....
اس رحمت عالم کی عطا سب کے لیے ہے
سرکار کی شفقت کی رہا سب کے لیے ہے

زمیں بھی تیری ممنونِ کرم ہے آسمان بھی
تری رحمت یہاں بھی ہے تری رحمت وہاں بھی

.....

نحر سخاوت کان مروت آیہ رحمت شافع امت
مالکِ جنت، قائمِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

کیفیات ہجرو وصال: نعت میں آکر اس حسن تغزل کی دنیا ہی بدل گئی ہے کہ یہاں مدینے سے دوری اور پھر اللہ کے کرم اور حضور پاک کے اذن سے حاضری اور حضوری کی کیفیات نے اردو ادب میں اتنے حسین اضافے کئے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ اس سلسلے میں، مزید مثالیں دیکھئے:

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے وہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں
کوئی سب سے ہو کے رخصت سوئے طیبہ جا رہا ہے
کوئی بے قرار حسرت کو گلے لگا رہا ہے

اور پھر وصل یوں کہ:

کہاں میں اور کہاں طیبہ کی گلیوں کا طواف اے دل
ہوں اپنے بخت پر نازاں کہ یہ لطف پیہر ہے

.....

ادھر ہے روضہ جنت ادھر ہے دل کشا جانی
زمیں بھی آسمان ہے گنبدِ خضرا کے سائے میں

کیفیات اور اشعار تو بے شمار ہیں مگر مضمون کا اختصار اب مزید اس طرف جانے نہیں دیتا۔ بہر حال یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ نعت اردو ادب میں سب سے زیادہ غزلیہ ہیئت ہی میں لکھی گئی ہے اور اس میں غزل کا سارا رچاؤ اور ساری خوبصورتیاں با ادب طریقے سے شامل ہو کر غزل کے لیے باعثِ صد فخر و امتیاز بن گئی ہیں اور آج کل جس طرح کثرت سے نعت خوانی کی محفلوں کا انعقاد ہو رہا ہے، محسوس ہو رہا ہے کہ غزلیہ ہیئت ہی آئندہ بھی نعت کے لیے موزوں ہیئت رہے گی اور اس میں تغزل کی پوری شان کے ساتھ مدحتِ رسول کا فریضہ انجام دیا جاتا رہے گا۔

حوالہ جات:

- ۱۔ اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر طلحہ رضوی برق
- ۲۔ اردو کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق
- ۳۔ اردو میں نعت، ڈاکٹر ریاض مجید
- ۴۔ نعت کائنات دیباچہ، راجا رشید محمود
- ۵۔ دکن میں نعتیہ شاعری، مضمون نعت رنگ (۲۲) زمزمی اتر

☆☆☆☆

مولانا ظفر علی خان کی نعتوں میں مستقبل کی جھلک

کہتے ہیں کہ سلاطینِ زمن کی مدح میں حکیم سنائیؒ غزنوی کے بے مثل قصائد پر تنقید کرتے ہوئے ایک دُرد نوش نے کہا تھا کہ سنائیؒ ایسے بادشاہوں کی مدح کرتا ہے جو اپنی سر زمین کے انتظام سے عہدہ برآ نہ ہوتے ہوئے بھی دوسرے ممالک کو سر کرنے کی مہم پر نکل جاتے ہیں اس جھوٹی مدح پر سنائیؒ قیامت میں کیا جواب دے گا؟ اس اعتراض کے بعد سنائیؒ غزنی چھوڑ کر مرو چلے گئے اور صوفیانہ زندگی اختیار کر لی۔ جامیؒ کی صفحات الانس میں مذکور یہ قصہ منی بر حقیقت ہے یا نہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ مولانا ظفر علی خان کی زندگی میں ایسا کوئی انقلاب نہیں اس لیے کہ ان کے ہاں دو طالب علمی سے آغاز ہونے والی شاعری میں پایاں عمر تک ایک آزادانہ روش کا رفر ماری اور خود ان کے بقول سب شعور سے ان کے مضامین ”خدا کی حمد و ثناء کی نعت اسلام کے قصے“ رہے۔

ان مضامین کے بیان میں ظفر علی خان کی قدرتِ کلام ایسی ہے کہ اُس پر حرف زنی ممکن نہیں۔ وہ دریائے تند و تیز کی طرح شعر کہتے تھے، الفاظ ان کے سامنے سرنگوں اور قوافی دست بستہ دکھائی دیتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کا طوفانی جوش و خروش جب نعت کے میدان میں اترتا ہے تو کیا رنگ لاتا ہے، یوں تو انھوں نے دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تھی تو ہو جیسی زندہ ہو پائندہ نعتیں کہیں اور اساتذہ سخن کی زمینوں میں بھی طبع آزمائیاں کی ہیں اور نعت میں استغاثے کی روش کو اپنا شیوہ خاص بنا لیا ہے لیکن یہ سطور ان کی نعتوں میں مستقبل کی جھلک تلاش کرنے کے لیے سپردِ قلم کی جارہی ہیں۔

اردو کی ادبی تاریخ میں نعت کا سرمایہ قابلِ لحاظ ہی نہیں قابلِ فخر بھی ہے، مولانا ظفر علی خان کی حیثیت اس سفر میں راہنما کی سی ہے۔ ان سے پہلے اردو نعت اپنی پیش رو عربی، فارسی نعت کی طرح رسول اللہؐ کے اوصاف و فضائل کے بیان تک محدود تھی لیکن ظفر علی خان نے اسے عصری مسائل سے آمیز کیا اور نعت میں قصیدے کا رنگ پیدا کرتے ہوئے حسنِ طلب کو عصری مسائل کا آئینہ بنا دیا استغاثے کی یہ روش ان سے پہلے صرف حالی کے ہاں دکھائی دیتی ہے ظفر علی خان اگر نعت میں عصری مسائل کے بیان تک محدود رہتے تو کہا جاسکتا تھا کہ ان کی نعتوں کی اپیل محدود زمانی دائرے میں مقید رہتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ نعت جو عام طور پر ماضی سے جنم لیتی ہے اسے بیانِ حال تک لے آنا ہی ایک کمال تھا لیکن ظفر علی خان کا کمال یہ بھی ہے کہ انھوں نے اسے مستقبل کا آئینہ بھی بنا دیا۔ مستقبل پر نظر، پُر امید زاویہ نظر کے بغیر ممکن نہیں ہوتی، ظفر علی خان مسلمانوں کے اُداراء اسلام کی حقیقی تعلیمات سے ان کی دوری اور استعماری طاقتوں کی ستم رانیوں سے گہری واقفیت رکھنے کے باوصف قنوطیت کا رخ نہیں کرتے اور زوال و ادبار کی کیفیتوں میں تسلک

الْأَيَّامُ نُدَّوِلْهَا يَتَيْنِ النَّاسِ (یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں ۳: ۱۳۰) پر یقین رکھتے ہوئے
پکا مانگتے ہیں۔

ہے پھر ابرہہ کی کوشش کہ بنائے کعبہ ڈھا دے
مگر اس میں ہم کو شک ہے کہ ہم یہ سر بھی ہوگی
اگر آج ہم پر آئی شبِ غم پہاڑ بن کر
تو یہ رات یونہی بھاری کبھی آپ پر بھی ہوگی
عرب اور عجم کے ڈڑے ہوئے آفتاب جس سے
کسی روز دیکھ لینا وہ نظر ادھر بھی ہوگی

وقت کبھی ایک حال پر نہیں رہتا، ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔ کل کی بالادست طاقتیں آج بالادست
نہیں ہیں اور آج، بالادستی کا تاج پہننے والے کل موجودہ حالت میں نہیں ہوں گے، ہر زمانے کا ابرہہ بنائے کعبہ
ڈھانے کے درپے رہتا ہے لیکن وہ یہ بھول جاتا ہے کہ ہر زمانہ اپنا ابرہہ ہی نہیں اپنی ابا بیلوں بھی رکھتا ہے تو انا جب
سراپائے حقارت سے ہزاروں ماتوانوں کی تمنائوں کو ٹھکراتے ہیں تو زمان کے اسی مرحلے میں ماتوانوں کی توانائی کا بیج
بویا جا رہا ہوتا ہے۔ اس لیے ظفر علی خان اپنی قوم پر آنے والی شبِ غم کے پہاڑ بن جانے کا عرفان رکھنے کے باوجود شبِ
غم کے کٹ جانے پر یقین بھی رکھتے ہیں۔ انھیں یقین ہے کہ قافلے کی درماندگیاں مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج
کے کمالے سے سر بلندی میں بدل جائیں گی اور برسنے والے بادل ان کے گلشنِ امید کو سرسبز و شاداب کر دیں گے لیکن
اس مقصد کے لیے وہ تاریک بکوت سے بھی کمزور دنیوی سہاروں سے استمداد نہیں کرتے وہ صورتِ حالات پر اپنا استغاثہ
پیش کرتے ہوئے ابا بیلوں کی مدد سے بھی بے نیاز دکھائی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ابا بیلوں سے لیکن کس لیے
مانگیں مدد؟ جب کہ تو خود ہے ہماری فتح و نصرت کی دلیل ان کا اصل مخاطب رسول اللہؐ سے ہے اور پرامید لہجے میں اپنی
التجایوں پیش کرتے ہیں۔

تمھارا قافلہ کچھ ٹٹ پچکا اور کچھ ہے لٹنے کو
رسول اللہؐ کو اس کی خبر بادِ صبا کر دے
نکل آنے کو ہے سورج کہ مشرق میں اُجالا ہو
برس جانے کو ہے بادل کہ گلشن کو ہرا کر دے

نعت کی تاریخ میں عام طور سے رسول اللہؐ کے محامد و محاسن پر توجہ رہی ہے ظفر علی خان کا قلم اس روش پر گام
زن ہوتا ہے تو ان کے دل و دماغ اپنے عہد کے مسائل و معاملات کو بارگاہِ رسولؐ میں پیش کرنے کی تحریک دیتے ہیں
اس کی بہترین مثال ان کا مشہور مثنوی ”اے کہ ترا شہود ہے وجہ نمود کائنات“ ہے یہ جب پہلے پہل ستارہٴ صبح میں شائع ہوا
تو اس کا شیپ کا مصرعہ تھا۔

سلطنت اک جہاں کی ہے تیری نگاہِ التفات

لیکن نظر ثانی کرتے ہوئے انھوں نے اسے جس مصرعے سے تبدیل کر دیا وہ نعت نگاری میں ان کی روشِ خاص کی نشان

دہی کر دیتا ہے ع

ہم سے پھرا ہوا ہے کیوں گوشہ چشم التفات
یہی مصرع ایک اور نعت اے کہ تراجمال ہے زینت محفل حیات..... الخ میں برنگِ دگر جلوہ دکھاتا ہے۔
پہلی نعت خمس کی ہیئت میں تھی یہ نعت غزل کی ہیئت میں ہے اور یہاں اس کا مصرعہ اولیٰ ”مور و لطف خاص پر کس لیے
آج یہ عتاب“ قرار پایا ہے۔ قدما کی زمین میں کہی گئی ان کی مرصع نعتیں ہوں یا ان کے اپنے خاص انداز کے مظہر بن
کر سامنے آنے والے بے مثل نعتیہ فن پارے یہ روش ان کے ہاں واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ مشہور و معروف نعت
جس کا نام کبھی ”شمع حرا“ کہیں ”صلو اعلیہ وآلہ“ اور کہیں ”صاحب قاب قوسین اودانی“ تجویز کیا ہے یعنی ”دل جس
سے زندہ ہے وہ تمنا تہی تو ہو“ اس میں بھی ارشاد ہوتا ہے۔

بہتا سنائیں جا کے تمہارے سوا کہیں
ہم بیکسان بند کے بجا تہی تو ہو
”وہ شمع آج لا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں..... اک روز چمکنے والی تھی کل دنیا کے درباروں میں“ سادگی
اور فنی حسن کا بے نظیر مرقع ہے اسی طرح مولانا کی ایک اور نعت ”محمد مصطفیٰ گنج سعادت کے امیں تم ہو۔ شفیع
المذنبین ہو رحمت للعالمین تم ہو“ اردو نعت کے کسی قاری کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگی اس نعت میں بھی خالص نعتیہ
مضامین بیان کرتے کرتے وہ اپنے عہد کے مسلمانوں کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں ان کی بے عملی اور معصیت کا خیال
انہیں گھیر لیتا ہے اور ان کی نعت انہیں امید کے گھٹانوں میں لے جاتی ہے وہ رجائی لہجے میں پکارتے ہیں۔

خدا کیونکر نہ کھینچے معصیت پر مغفرت کا خط
مسلمان مذنب ہیں اور شفیع المذنبین تم ہو
اسی نعت میں جہاں وہ مسلمانوں کی عصری صورت حال پر تبصرہ کرتے ہیں ان میں پائی جانی والی نفاق،
بغض اور کینے کی پیاریوں پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں وہیں ان کے لیے واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً
وَلَا تَفَرُّقُوا (۱۰۳:۳) کا قرآنی لائحہ عمل بھی تجویز کرتے ہیں جو انہیں مستقبل کے منظر نامے میں سر بلند و مفتخر کر سکتا
ہے اور اسی کو امت کا عروۃ الوثقیٰ (۲۵۶:۲) یعنی منبہ طلاق قرار دیتے ہیں دیکھیے کس سہولت سے قرآن کے دو
مختلف مقامات کی آیتوں کو ایک مصرعے میں سمویا ہے اور ان کے باہمی رشتے کو کس انداز سے دریافت کیا ہے۔

تمہارا عروۃ الوثقیٰ ہے واعتصموا بحبل اللہ
پھر اس رسی کو یارو تھام لیتے کیوں نہیں تم ہو
اخوت کا سبق تم کو پڑھایا ہے پیہر نے
مگر دل میں لیے پھرتے نفاق و بغض و کین تم ہو
یہ قول شورش کا شمیری ”حضور سرور کائنات“ سے انہیں جو عشق تھا وہ ان کی شاعری کی جان ہے ”اسی عشق
رسالت مآب“ کا عکس ان کی نعتوں میں جا بجا دکھائی دیتا ہے اور وہ مسلمانانِ ہند کی غلامی اور اغیار کی سر بلندی کا تجزیہ
کرتے ہوئے اس صورت حال کو ان کی اپنی بے عملیوں کا سبب قرار دیتے ہیں انہیں کفر کی پرچم کشائی کے پس پردہ
اپنی ہی کوتاہی عمل دکھائی دیتی ہے جس سے اسلامی نظریے پر ان کے غیر متزلزل ایمان کا سراغ ملتا ہے۔

کفر اگر پرچم کشا ہے اس کے ہم ہیں ذمہ دار
سر بلندی دہن قیم کے نشاں کی تجھ سے ہے

یہ زاویہ نظر ان کی نگاہ کو ماضی سے ہٹا کر مستقبل پر مرکوز کر دیتا ہے، حیات لازوال ماضی کے رشتے کو حال اور استقبال سے جوڑے رکھے بغیر ممکن نہیں۔ شبلی نے تو مسلمانوں کی ترقی ماضی کی طرف رجوع میں پنہاں قرار دی تھی اور اپنی اصل سے وابستگی کے حوالے سے یہ بات درست بھی ہے لیکن ظفر علی خان جو دوسری جگہوں پر ماضی اور اس کی روایات کا گہرا شعور رکھتے ہیں اور اس سے جدائی گوارا نہیں کرتے مستقبل بنی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

عبث ناز کرتے ہیں ہم ابتدا پر
ہمیں دیکھنا چاہیے انتہا کو
عمل گر یہی ہیں تو ہم حشر کے دن
دکھائیں گے منہ جا کے کیا مصطفیٰ کو

یہاں وہ ”کام وہ اچھا ہے جس کا کہ مل اچھا ہے“ کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے ملت کو اپنی انتہائی منزل پر دیکھنا چاہتے ہیں اور محض ماضی پرستی پر مطمئن دکھائی نہیں دیتے۔ روشن مستقبل کو پانے کے لیے وہ اپنی نعتوں میں جا بجا دست بہ دعا دکھائی دیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ظلمت اور نور برابر نہیں ہوتے اسی طرح اُٹنی اور بصیر برابر نہیں ہوتے اور مصر حاضر کی ناہیائی کو بیہائی میں بدلے بغیر اگلے وقتوں کی بلند ہمتی حاصل نہیں ہو سکتی۔ افراد قوم کے بازو جب تک پراپیوں کی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتے پہلے کی سی توانائی کے حامل نہیں ہو سکتے اس لیے وہ آزادی کی شہنائی کے تمنائی بن کر یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں۔

یہاں تک لکھ چکا تھا میں کہ یثرب سے ندا آئی
یہ مانپا ہیں یا رب مرحمت کر ان کو بیہائی
عطا کر اگلے وقتوں کی بلندی اُن کی ہمت کو
اور ان کے بازوؤں کو بخش پہلی سی توانائی
پراپیوں کی غلامی سے انھیں آزاد کر یا رب
بچے اُن کی حویلی میں پھر آزادی کی شہنائی

مولانا ظفر علی خان کے مجموعہ حمد و نعت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض دعا پر رک جانے والے نہیں بلکہ ان کے نزدیک مستقبل کی روشنیوں کو پانے کے لیے فکر و عمل کی دنیا میں انقلاب ضروری ہے۔ متعدد منظومات میں حب رسولؐ اپنی اصل و اساس سے وابستگی، مصر حاضر میں فضائے بدر پیدا کرنے کی ضرورت، نفسا نفسی اور خود پرستی کے اندھیروں میں اخوت کی شمعیں جلانے کی ضرورت، بت شکنی، رسوم شرک و کفر سے نجات اور سرفروشی کی ضرورت پر زور دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی دعوت اپنے قاری کو اس قابل دیکھنے کی آرزو مند ہے کہ وہ جہازوں کو خشکیوں پر چلا سکے، عجم اور عرب کی رقابت کو مٹا کر انسانی اخوت کی بساط بچھا سکے اور اللہ کی زمین کو کھڑوں میں بانٹنے کی بجائے ایک انسانیت کا وطن بنا سکے چنانچہ وہ تلقین افروز لہجے میں کہتے ہیں۔

اشھاؤ نہ دریا کی لہروں کے احساں
جہازوں کو پھر ٹھسکیوں پر چلاؤ
مٹادو عجم اور عرب کی رقابت
جہاں میں بساطِ اخوت بچھاؤ
علم ہاتھ میں لے کے دین ہدیٰ کا
سرا چیں کا پھر اندلس سے ملاؤ

ان بلند مقاصد کے حصول کے لیے وہ قرآنی ہدایت و اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَ مِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ (۶۰:۸) کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں کہ کوئی بھی تبدیلی تیاری اور عزم و ہمت کے بغیر ممکن نہیں ہوتی اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فرما ہونے کا مطلب خود کو وقت کے بہتے سمندر کی لہروں کے حوالے کر دینا ہوتا ہے اس لیے وہ محولہ بالا قرآنی حکم کے مطابق اپنے مخاطب کو تلقین کرے ہیں کہ۔

بِحُكْمٍ اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ
بڑھے جس قدر اپنی طاقت بڑھاؤ

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مستقبل اسی صورت میں فروزاں ہو سکتا ہے جب انھیں آتش نوائی کی دولت میسر ہوگی اور حضرت انسان لیس لانس انسان الاماسعی (۳۹:۵۳) کی روشنی میں اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے محنت کو اپنا شعار بنائے گا وہ مستقبل کی مناسبت سے اپنی حضور حق میں اپنی تمناؤں کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

الہی برقی غیرت کی تڑپ مجھ کو عطا کر دے
مجھ آتش زیر پا کو ساتھ ہی آتش نوا کر دے
میری تقریر سحر آلود میں کر وہ اثر پیدا
کہ اہل درد کے حلقوں میں اک محشر پٹا کر دے
دیا ہے علم اگر تو نے تو ساتھ اس کے عمل بھی ہو
کہ شرح لیس الانسان الاماسعی کر دے
بتاؤں گا کہ خاک بند یوں اکسیر بنتی ہے
میری پلکوں کو چاروب حریم مصطفیٰ کر دے

ان کی یہ تمنائیں اور دعائیں اسلام کی سر بلندی اور دنیا میں ماموس مصطفیٰ کے علم کی سرافرازی کے لیے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانانِ عالم کی بقا بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب ان کا نظریہ محفوظ ہے اور جب علم مصطفیٰ سر بلند ہے یہی ان کی تمنا ہے اور یہی ان کا نظریہ فن۔

اتنی ہی آرزو ہے مرے دل میں اے خدا
اسلام کو زمانہ میں دیکھوں میں سر بلند
دنیا میں سرنگوں علم مصطفیٰ نہ ہو
ہم خواہ خود ذلیل ہوں اور خواہ ارجمند

اس سر بلندی کی کچھ شرائط کی طرف اشارہ تو سطور بالا میں ہو گیا ہے کچھ مزید صفات ہیں جنہیں مستقبل کی تائید کے لیے جنہیں وہ ضروری سمجھتے ہیں اور جن کا تعلق عمل و کردار ہی سے ہے وہ آبا کی اندھی تقلید کو ترک کر کے زندگی کو نئی نگاہ سے دیکھنے کی جانب متوجہ کرتے ہیں خالق کائنات کے دروازے کے سوا تمام دروازوں سے امید کا رشتہ توڑ لینے کی نصیحت کرتے ہیں اور خلیل اللہ کی طرح بت پرستی کے ماحول میں بت شکنی کے شیوے کی ضرورت پر زور دیتے دکھائی دیتے ہیں۔

ترک کر تقلید آبا بن خلیل اور بت کو توڑ
ما سوا کو چھوڑ رب العالمین سے رشتہ جوڑ
یاد کر بھولا ہوا وَالرُّجُزَ فَاهْجُرْ کا سبق
شرک کی رسموں سے باز آ کفر کی ریتوں کو چھوڑ

وَالرُّجُزَ فَاهْجُرْ (اور ناپاکی سے دور رہو ۷۴:۵) کا سبق یا ددلائل بجائے خود ان کی اصل و اساس کی طرف دعوت کی نشان دہی کرتا ہے جو بندے کو شرک و بت پرستی کی ہر نوع سے نجات دینے کا باعث بنتا ہے۔ ان کے ان خیالات سے یہ گمان نہ کر لیا جائے کہ وہ دنیوی زندگی کے مطالبات سے غافل ہیں یا نعتوں میں ان کی دعوت محض ایک طرفہ ہے، نہیں! وہ اسلام کی حقیقی تعلیم کی طرح جس کا اظہار فی الدُّنْيَا حَمْسَةً وَفِي الْآخِرَةِ (دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخش ۲۰۱:۲) کے الہامی الفاظ سے ہوتا ہے دین اور دنیا دونوں کا آمیزہ چاہتے ہیں لیکن ان کا زاویہ نگاہ ان دونوں میں ایک ترتیب ضرور قائم کرنا ہے وہ پہلے دین اور پھر اس کے شر کے طور پر دنیا کی ترتیب ہے۔

نَا شِئْتَ الْبَيْلَ آج سے دے گا میری روح کو نشوونما
اقوم قبلا آج سے ہوگا میری اقامت کا معمول
دین بھی ہو جائے مجھے حاصل دنیا کی بھی مراد ملے
گوشہ چشم عنایت مجھ پر ہو جو پیہر کا مبذول

گویا ان کے نزدیک دین اور دنیا کی کامیابی گوشہ چشم عنایت نبیؐ ہی سے ممکن ہے اور اس کی اہلیت دین کے ان احکام میں ہے جن کا علم ہمیں نبیؐ کی سیرت اور قرآن حکیم کی تعلیمات سے ہوتا ہے مندرجہ بالا اشعار میں جس قرآنی آیت کی تبلیغ استعمال کی گئی ہے اپنے ایک خط میں اس کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے کہتے ہیں:

”إِنَّ نَاشِئَةَ الْبَيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيْلًا رَاتِ كَالْثَّغْنَاءِ عِبَادَتِ بَارِي كَلِ لِمَشْكَلِ اور وقت طلب ہے لیکن پانچ وقت کی نماز اور قرآن فجر جس کی نسبت كَانَ مَمْشُودَا قرآن کریم میں آیا ہے کچھ مشکل نہیں۔ اس پر التزام کے ساتھ عامل ہو“

یہاں جملے کے آخر میں جس قرآنی آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ پوری آیت اس طرح سے ہے اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوْكَ الشَّمْسِ اِلَى غَمَسِ الْبَيْلِ وَ قُرْآنِ الْفَجْرِ۔ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَمْشُودًا۔ بنی اسرائیل ۷۸

قائم رکھ نماز کو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھنا فجر کا۔ بے شک قرآن پڑھنا فجر

کا ہوتا ہے رو برو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

مندرجہ بالا اشعار میں وہ ناسئۃ الیل اور اقصوم قبیل پر عمل کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں بلکہ اپنی جانب اشارہ کر کے اپنے قاری کی قوت عمل کو ہمیز کرتے ہیں موخر الذکر آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مولانا عثمانی نے لکھا ہے ”حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے لہذا ان دو وقتوں میں لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قرات اور نمازان کے رو برو ہوئی جو مزید برکت و سکینہ کا موجب ہے اور اس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے ہاں شہادت دیں گے کہ جب گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ اس کے علاوہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دل حاضر اور مجتمع ہوتا ہے۔“ (تفسیر عثمانی طبع سعودی عرب ص ۳۸۵)

مولانا کے نزدیک ان صفات سے متصف ہونے والے اللہ کی جانب سے انعام و اکرام کے حق دار قرار پاتے ہیں ایک نظم جس کا عنوان ہی من کان للہ کان اللہ لہ تجویز کیا ہے ارشاد ہوتا ہے

یثرب سے آج بھی یہ صدا گونجتی سُنو
وہ جو خدا کے ہو گئے اُن کا خدا ہوا
جب خدا ان کا ہو جائے تو پھر عرب و عجم پر غلبے کا انعام ملتا ہے ملاحظہ ہو۔

عجم ہے میرا عرب ہے میرا جہاں میں جو کچھ ہے سب ہے میرا
اگر مسلمان لقب ہے میرا تو بول ہو گا مرا ہی بالا
یہ خیال ان کے ہاں بار بار جلوہ گر ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ کی غلامی دونوں جہانوں کی سرداری عطا کرتی ہے چنانچہ کہتے ہیں۔

غلامی کر محمد مصطفیٰ کی
گدائی چھوڑ دے سلطان ہو جا
جہانگیری اور سلطانی کا راز کہاں پوشیدہ ہے وہ بتاتے ہیں۔

جو کرنی ہے جہانگیری محمد کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خدا وید عجم ہو جا
ہو سرکش سرو کی مانند اگر باطل نکالے سر
اگر حق آگے آئے ماہ نو کی طرح خم ہو جا
لیکن یہ غلامی جان مال عزت آبرو سب پر فائق ہونی چاہیے جیسا کہ ان کے مشہور اشعار ہیں۔

زکوٰۃ اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور نماز اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا
وہ جانتے ہیں کہ ان کا عصر جس گرداب میں مبتلا ہے اس کی ہر ہر موج میں سینکڑوں طوفان پنہاں ہیں اور

جس کی جناب میں گستاخی فرشتہ بھی گوارا نہیں تھی وہ آج ذلیل و خوار ہے لیکن اس احساس کے ساتھ انھیں اعتماد ہے کہ درد کا درماں اسی ذات گرامی کے در کی گدائی سے حاصل ہو سکتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جو محمد مصطفیٰ کے ہاں گدایا نہ جائے گا وہ سر پر تاج شہنشاہی پائے گا چنانچہ وہ جناب رسالت میں عرض پرداز ہوتے ہوئے امت کے راج کے لٹ جانے کی شکایت کرتے ہیں اور وہ قوم جس کی ہیبت ایک زمانے سے خراج و صول کرتی رہی آج سر چھپانے کے ٹھکانے سے بھی محروم ہے اس لیے وہ یوں عرض پرداز ہوتے ہیں۔

سینکڑوں طوفاں ہیں پنہاں جس کی اک اک موج میں
اُس سمندر سے مسلمانوں کا بیڑا پار کر
جو سزا چاہے انھیں دے لے کہ تُو مختار ہے
لیکن اینوں کو نہ غیروں کی نظر میں خوار کر
بند کو بھی اے خدا قید غلامی سے چھڑا
اپنے گھر کا ہم کو بھی مالک بنا، بخار کر

اس مقصد کے لیے امت کو ایسی راہ نمائی کی ضرورت ہے جو اسے منزل آشنا کر دے اگر ایسی راہ نمائی مل جائے تو ماضی جیسی کامیابیوں کے راستے آج بھی کھلے ہیں شرط وہی ہے کہ امت کے ماتھے سے حضور خواجہ بیثرب کے دروازے کی چوکھٹ کا نشان مٹنے نہ پائے۔ چنانچہ وہ ختم خانہ عالمیت کے خماروں کو تلاش کرتے ہیں، عہد سلف کے قدح خواروں کی جستجو کرتے ہیں، پیا نہ عہدینہ کی بادہ شہینہ کے مستوں کے جو یا دکھائی دیتے ہیں۔

حسن امت لم یزل ہے چھن رہی ہیں آج بھی
اس کی قامت سے شبابِ رفتہ کی رعنائیاں
رہنما گم کردہ رہ ہیں ورنہ زہرو پھاند جائیں
آج بھی جبرائیل جیسی ہزاروں کھائیاں

ان کی نعتیہ کائنات رسول اللہ کی والہانہ محبت سے شروع ہو کر رجائیت پر ختم ہوتی ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے درست کہا تھا کہ وہ قیامت کے دن اپنی غیر فانی نعتوں کے باعث بخشے جائیں گے، مولانا کی نعت گوئی کے متعدد پہلو ہیں لیکن ہم نے صرف ایک پہلو کی جانب قارئین کی توجہ مبذول کروائی ہے جو امید اور رجائیت سے عبارت ہے انھی کے ایک شعر پر ان گزارشات کا ختم کیا جاتا ہے۔

تجھے فکر کیوں ہے اے دل کہ یہ شب بسر بھی ہوگی
ہے ابھی اگر اندھیرا تو کبھی سحر بھی ہوگی

☆☆☆☆

احمد انور کی اسلامی خطاطی

جب بھی بات شاعری کے حوالے سے کی جاتی ہے تو میں برملا ایک ہی رائے کا اظہار کرتا ہوں کہ غزل ہو یا نظم کہنا آسان، مگر حمد اور نعت، خاص کر نعت کہنے کا عمل از حد دشوار بلکہ کسی پل صراط پر سے گزرنے کا عمل جیسا ہے کہ ذرا سی لفظوں کے انتخاب میں اغزش ہوئی شاعر جذباتی ہو گیا تو پل بھر میں شرک کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی میری رائے اس وقت ہوتی ہے جب بات مصوری کی ہو۔ مصوری کے سارے مکتب فکر، ساری جہتوں پر ماسوائے قرآنی آیات کی کیلی گرافی کے مقصور کو کھلی چھوٹ ہوتی ہے اسے سوائے اپنی مہارت دکھانے کے کسی اور امتحان سے گذرنا نہیں پڑتا تاہم بات قرآنی کیلی گرافک آرٹ کی ہو تو اسے پیٹ کرنے میں مقصور کو حد درجہ محتاط رہنا پڑتا ہے۔ قرآنی آیات کا اپنا ایک تقدس ہے اسے اسی تقدس کے ساتھ الفاظ کی مکمل درستگی کے ساتھ کیونٹس پرانا مانا پڑتا ہے۔ اسے برتنے میں اغزش کسی بڑی سزا کا پیش خیمہ ہو جاتی ہے۔ اس تناظر میں احمد انور کی کیلی گرافک پیئنٹنگز دیکھ کر قلب میں طمانیت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ان کے کام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کیلی گرافی کرتے ہوئے احتیاط اور احترام کے سارے پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر کیلی گرافی کا عمل دہرایا۔ احمد انور نے جہاں جہاں فنی ضرورت کے تحت قرآنی آیات کو دائروں میں، قوسوں اور محرابوں میں نقش کیا وہاں بھی مکمل احتیاط سے کام لیا ہے۔ یہ کام اتنی مہارت سے رنگوں میں قید کیا گیا ہے کہ ان کو پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی بلکہ یہ سارے کام سارا عمل براہ راست ابلاغ کرتا ہوا دیکھنے والے کی آنکھ سے گذرنا ہوا جزو جہاں ہو جاتا ہے۔ یہ سارا عمل، روحانی عمل کی صورت احمد انور کے اندر آنکھ کھولتا ہے، انگڑائیاں لیتا ہے، اپنے ہونے کا احساس دلاتے ہوئے دماغ اور برش و ہاتھوں کو متحرک کر کے کیونٹس پر پھیل جاتا ہے۔ آئل کلر ہو یا واٹر کلر، مکس میڈیا کا جادو ہو یا پھر ماربل پر ابھرے حروف، پلاسٹر آف پیرس ہو یا گلاس پر چمکتے دھمکتے کندہ حروف (Glass Etching)، اسٹیل ہو یا گولڈ براس، خط کوئی ہو یا خط نستعلیق، سبھی میں احمد انور کا کیلی گرافک کام پھیلا ہوا ملتا ہے۔

احمد انور نے پوائنٹ فرم (نقاط سے ترتیب دی جانے والی پیئنٹنگز) پر بھی کام کرتے ہوئے اپنی مکمل مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ ان کی پیئنٹنگز میں جاذبیت، نازکی، زندگی کے بھرپور تاثر کے ساتھ ملتی ہے۔ ان کی تصاویر ریالٹک آرٹ کی نمائندگی کرتی ہیں۔

احمد انور نے 1980ء میں کراچی سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف آرٹ اینڈ کرافٹ سے فائن آرٹ میں ڈپلوما کی سند حاصل کی۔ سنگاپور سے ٹیکسٹائل ڈیزائننگ کا کورس بھی کیا۔ 1983ء میں پنجاب آرٹس کونسل لاہور میں ان کی سولو پینٹنگز جو زیادہ کیلی گرافی پر مشتمل تھیں کی نمائش ہوئی۔ دوسری نمائش 1983ء ہی میں کراچی میں پاکستان امریکن گیلری میں گل جی کے ہاتھوں افتتاح کے بعد منعقد ہوئی۔ حال ہی میں احمد انور اپنی مختلف اقسام کی پینٹنگز کی نمائش ترکی، ایران، الجزائر، تائیوان میں کر کے واپس پلٹے اور انہوں نے لیکچر بھی دیے۔ مستقبل قریب میں فرانس، تیونس، الجزائر، ترکی، تائیوان میں نمائش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ احمد انور نے ان نمائشوں کے تناظر میں بتایا کہ پاکستان میں روایتی کیلی گرافی اتنی زیادہ فروخت نہیں ہوتی۔ آرٹسٹک لحاظ سے انہیں مرصع (Decorative) کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح سے پہلے تختی لکھی جاتی تھی پر اب کسی نئی نسل کے بچے سے سختی کا سوال کیا جائے تو اسے اس کا علم ہی نہ ہوگا۔ اب تعلیم مشن نہیں کمرشل لحاظ سے بیکنگ کے تحت دی جا رہی ہے۔ اس سے اس میں علم دوستی، ادب پرستی، مصورا نہ شناسی سب ختم ہو جاتے ہیں۔ پاکستان میں کیلی گرافک کام کی نہ تو ستائش کی جاتی ہے نہ ہی اسے خریداجاتا ہے لیکن باہر کے ممالک میں ہماری پینٹنگز خریدی جاتی ہیں، سراہا جاتا ہے جیسا کہ میں نے الجزائر میں مٹی ایچر کی ورک شاپ کی ہے۔ Skip کے ذریعے آرٹ کے طلباء کو آرٹ کے بارے میں آگاہ کیا میں نے کیلی گرافک کام کرتے ہوئے اسے مرصع Decorative کرتے ہوئے خیال رکھا ہے کہ روایتی خطوط کے ضابطے سے نہ ہٹا جائے۔

احمد انور نے اپنی کیلی گرافک پینٹنگز میں انتہائی مہارت کے ساتھ محرابیں (Arches) دائرے، ہلال، کھجور کا درخت، دروازے، سورج، گنبد، کی اشکال کو ایک استعارے کی صورت استعمال کر کے اپنی پینٹنگز کو معنوی لحاظ سے ایک انفرادیت بخشنے کی کامیاب کوشش کی اس کے ساتھ ساتھ رنگوں کے انتہائی متناسب بر جتہ استعمال نے اس کے ظاہری تاثر کو پر تاثر کر دیا جو دیکھنے والے کی نظر پر بار نہیں گذرتا بلکہ خوبصورت تاثر چھوڑتا ہوا گذر جاتا ہے۔ احمد انور کی کیلی گرافک کا زیادہ تر کام خط کوئی میں کیا گیا ہے۔

کیلی گرافی، سے ہٹ کر جب ہم احمد انور کی دیگر پینٹنگز پر نظر کرتے ہیں تو سب سے نمایاں خوبی رنگوں کا بر جتہ محل استعمال اور برش کا مکمل جاندار اسٹروک ہے۔ انہوں نے مختلف رخ پر مثلاً آئل اینڈ واٹر کلر، ٹیکسٹائل ڈیزائننگ، گلاس اینچنگ (Glass Aching) پن اینڈ پنسل، اسکلپچر (Sculpture) گرافک ڈیزائننگ، سکرین پرنٹنگ پر اپنی مہارت آزمائی ہے۔ تجربہ ی آرٹ (Abstract Art) بہ عنوان ”انسان کا مسائل سے دوچار ہو جانا“ موضوع پر بنائی گئی پینٹنگز میں نیم ہلالی ساخت کے دائروں سے تشکیل شدہ پینٹنگز گوان کا پرانا کام ہے مگر اب بھی اثر رکھتا ہے۔ احمد انور بنیادی طور پر ریالٹک آرٹسٹ ہیں۔ لبریرٹ آرٹ کی طرف کیوں متوجہ ہوئے اس کی وجہ بتاتے ہوئے احمد انور نے کہا کہ ”ایسی تصاویر جنہیں سمجھنے میں وقت محسوس ہوا اور ان میں تخلیقی رجحان نہ ہو بلکہ رنگوں کے

اللے سیدھے برش مار کر کیونوس کو بھر دینا ایپسٹرکٹ آرٹ سمجھا جاتا ہے اور ایسی ہی پینٹنگز کو آرٹ کا بہترین نمونہ سمجھ کر پسند بھی کیا جاتا ہے اور خرید بھی جاتا ہے۔ خریدنے والے اسے اپنے ڈرائنگ روم میں سجا کر فخر بھی محسوس کرتے ہیں اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ان پینٹنگز کی وضاحت بھی کی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ لوگوں میں مصورانہ شعور نہیں ہے وہ Fake کام پسند کرتے ہیں۔ ایک ریلنگ آرٹسٹ کی ایسی پینٹنگز جس میں ملک کے مٹھے ہوئے ورثے کو تصویری پیرا ہن دیا گیا ہو یا مٹی ہوئی اقدار کے پس منظر میں پینٹنگز ہوں تو اسے کوئی نہیں خریدتا نہ ہی سرکاری سطح پر اس کی کوئی پذیرائی ہوتی ہے نہ ہی خرید جاتا ہے، نہ ہی مصور کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ مصور تجربہ ی آرٹ کی طرف زیا دہ توجہ ہوتے ہیں۔ احمد نور کا زیا دہ کام ہمیں وائرکٹر میں ملتا ہے مگر اس خوبی کے ساتھ کہ یہ امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ پینٹنگز وائرکٹر میں ہیں یا آئل کٹر میں۔ احمد نور نے بھارت کے مصور ہاکر HATKAR سے مجسمہ سازی (Sculpture) سیکھی تاہم اسلامی ماحول کی وجہ سے اسے ایک خاص دائرے تک محدود رکھا۔ احمد نور ”عبدالرحمان چغتائی“ ”مائیکل انجلو“ اور ”زین احمد“ سے متاثر ہیں مگر خوش کن بات یہ ہے کہ ان کی پینٹنگز میں ان سے متاثر ہونے کا عمل نظر نہیں آتا۔ احمد نور نے اپنے تخلیقی وجد ان سے اپنی پینٹنگز کے رنگ ابھارے ہیں اور یہی ان کی کامیابی اور جینون آرٹسٹ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔ احمد نور نے دیہی اور دور دراز علاقوں کے گم نام مصوروں کو متعارف کرانے کے لیے ”آرٹ بینک“ قائم کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ احمد نور، فنی مصوری کے حوالے سے مختلف اقسام کا مواد جمع کر رہے ہیں۔ یہ کام اگر کامیابی کے ساتھ مکمل ہو گیا تو یقیناً آنے والے وقت میں مصوری پر تحقیق کرنے والوں کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

☆☆☆☆

حاجی عبدالطیف سنگلوی

براہوئی ادب میں نعت نگاری

رب کائنات جل شانہ نے نبی عالی مقام حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ کو ہدایت کا سرچشمہ بنا کر بھیجا۔ آپ کے تشریف فرما ہونے سے قبل اس جہان آب و گل پر جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جب آپ اس دنیا میں تشریف لائے تو نیکیوں اور خوش بختیوں کا خزانہ اور بد چلتی، بد اعتقادی اور بد اندیشی کے خاتمے کے لیے نور بقا ساتھ لائے۔ بنا بریں کائنات عالم میں رحمت اللعالمین حضرت محمدؐ سے بڑھ کر حسن انسانیت کا نمونہ کسی ہستی میں نہیں دیکھا جاسکتا۔۔۔ چنانچہ اللہ رب عز وجل کا اپنی مخلوقات پر عظیم ترین احسان و انعام حضور اکرمؐ کی بعثت مبارکہ ہے اور آنحضرتؐ کے ذریعے ہمیں تو حید تک رسائی اور عبادت کے خالص طریقوں سے آشنائی ہوئی۔ لیکن ہم مقصد بعثت سے اس وقت تک شناسائیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ہم پر نبی مکرمؐ کے اوصاف و خصائل مبارکہ کے مختلف گوشے منکشف نہ ہوں۔ نبی خیر الوریؐ کی سیرت پاک تمام بشریت کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ چنانچہ دنیا کے سب سے بڑے انسان کی مبارک زندگی کے جس پہلو پر نظر ڈالیں وہ اسی اسوۂ حسنہ کا مظہر ہے۔

نبی کریمؐ سے عشق و محبت کو نعت کے لوازمات میں بنیادی و اساسی اہمیت و حیثیت حاصل ہے۔ نیز اس میں کوئی کلام نہیں کہ ”نعت“ کا مرکزی موضوع حضورؐ کی مدح و ثناء، ان کی توصیف و ستائش اور ان سے وابستگی کی واردات و کیفیات کا اظہار ہی ہے!

”نعت“ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ”وصف“ کے ہیں۔ وصف میں جو کچھ کہا جائے اسے بھی نعت ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ”وصف“ بیان کرنے والے کو ”ناعت“ کی اصطلاح بخشی گئی ہے۔ اسی طرح اس کی جمع ”نعات“ ہے۔ بقول عربی شاعر:

انعتھا فی من نعاتھا

ترجمہ: میں نے اس کی تعریف کی ہے۔ میں اس کے ثنا خوانوں میں ہوں۔

ادب کی اصطلاح میں نبی محترم حضرت رسالت مآبؐ کے اخلاق و سیرت سے متعلق محاسن و خوبیوں کا کمال عقیدت سے ذکر اور نہایت فراوانی و شیفتگی سے اظہار شعریت کو ”نعت“ سے موسوم کیا گیا ہے۔ نعت کے لیے کسی مخصوص ہیئت یا بحر و وزن کا پابند ہونا لازمی نہیں۔ حضورؐ کی مدح نظم کی صورت میں ہو یا غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، مثلث، مخمس ہو یا مسدس کی صورت میں، اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ نعتیہ کلام کی معنوی قد و ورقیمت کا دار و مدار اس کے نفس مضمون پر ہے۔ اس ضمن میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نعت گوئی، نعت نگار سے متقاضی ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے حدود شریعت کی پاسداری کرے۔ چنانچہ اس ضمن میں معروف نعت نگار ممتاز حسن کہتے ہیں:

”ہم ایک اہم مسئلے پر غور کر لیں جس کی نزاکت، اس کی اہمیت سے کم نہیں یہ مسئلہ ذات و صفات کا ہے۔

جو خدا اور رسول دونوں میں مشترک ہے۔ اگرچہ خدا معبود ہے اور رسول عبد۔ مگر اپنے اپنے مقام پر دونوں وحدہ لاشریک ہیں۔ شرک دونوں جگہ گناہ ہے۔ شرک فی اللہ بھی اور شرک فی الرسول بھی!!“

اسی طرح کہا گیا ہے کہ ایک اچھے اور ماہر نعت گو کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ حمد اور نعت کے درمیان حد فاصل قائم رکھے۔ مبادا ناخواستگی میں نبی باسعادت کی ذات بابرکات سے کوئی ایسی صفت وابستہ ہو جو درحقیقت صفت باری تعالیٰ کے زمرہ میں شامل ہے۔ لہذا یہ نہایت نازک عمل ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی اور غفلت سے آدمی گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ:

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ”نعت“ کا لفظ نبی کریم کے وصف میں سب سے پہلے کب اور کس نے استعمال کیا؟ اس ضمن میں سید رفیع الدین اشفاق نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ لفظ سب سے پہلے حضور اکرم کے وصف کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے استعمال کیا جس کے الفاظ یوں ہیں:

ترجمہ: ”آپ پر یکا یک جس کی نظر پڑتی ہے بہت کھا جاتا ہے، جو آپ سے تعلق بڑھاتا ہے، محبت کرتا ہے۔ آپ کا وصف بیان کرنے والا کہتا ہے کہ آپ سے پہلے نہ آپ کے جیسا دیکھا اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا دیکھا۔“

لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ سب سے پہلی نعت حضور کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کو بیت اللہ لے جا کر کہی علاوہ ازیں آپ کے چچا ابوطالب نے بے شمار نعتیں کہیں۔

علاوہ ازیں چند علمائے کرام و مفسرین عظام نے اس آیت:

ترجمہ: ”اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے۔“ (پ ۱، ع ۱۱) کی تفسیر میں سب سے پہلے نعت اور تو صیف نبی کے کلمات کا ذکر تورات سے اخذ کی ہیں:

”اے اللہ ہماری مدد فرما، اس نبی پاک کے وسیلے سے جو آخر زمانہ میں بھیجے جائیں گے جن کی نعت اور صفت ہم تورات میں پاتے ہیں۔“

مندرجہ بالا مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نعت کا لفظ حضرت علی کی زیر بحث روایت سے بہت پہلے یہودی دعاؤں میں بھی آپ کی مدح و توصیف کے لیے استعمال ہوا ہے۔

جب نبی پاک مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ کے ابلاغ نے علی العموم جبکہ کمسن بچوں نے بالخصوص دف بجا کر آپ کا والا شان استقبال کیا اور آنحضرت کی شان میں نعتیہ اشعار کہے۔

دربار رسالت کے نامور شاعروں میں سب سے ممتاز حیثیت حضرت حسان بن ثابتؓ کی ہے۔ انہوں نے قبول اسلام کے بعد اپنی تمام تر شاعرانہ صلاحیتوں کو نبی اکرم کی مدح اور اسلامی موضوعات اور تبلیغ دین کے لیے وقف کر دیا۔ اس دور سے لے کر آج تک لاکھوں اور کروڑوں مسلمان اور دیگر مذاہب کے انسانوں نے آپ سے دل بستگی اور عقیدت کے اظہار کے لیے آپ کی شان میں نعت گوئی کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

عربی، فارسی اور اردو شعرا کی طرح براہوئی شعرا نے بھی حضور سرور کائنات کی بارگاہ اقدس میں بڑی وارفتگی سے عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔

لوک شاعری: براہوئی قدیم شعراء نے اپنی مثنوی، داستان اور منظوم حصوں کی ابتدا حمد اور نعت سے کی ہے چنانچہ ”مثنوی ماہ گل“ براہوئی زبان کی قدیم ترین مثنوی ہے اس میں شاعر نے آغاز حمد سے کیا اور پھر کچھ نعتیہ اشعار بھی کہے۔

بلاشبہ حمد کی طرح نعت بھی دیگر زبان و ادب کی طرح براہوئی ادب کی قدیم شعری صنف ہے۔ قدما میں اپنے دواوین، مثنویات اور مجموعہ ہائے کلام میں حمد کے بعد نعت کا التزام ہوتا رہا ہے۔ مقصد یہ کہ خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا اور توصیف و تعریف کے بعد کائنات میں جس ہستی کی افزوں مدح و توصیف بیان ہوئی یا ہو رہی ہے، وہ حضرت محمدؐ کی ذات اقدس ہے۔ یوں تو براہوئی زبان کے تقریباً ہر شاعر نے کچھ نعتیہ اشعار ضرور کہہ رکھے ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر چند اہم شعرا کی نعتیہ شاعری کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا ملک داد پلائی: غرضین قبیلہ سے متعلق تھے۔ میر نصیر خان نوری کے دربار سے منسلک ہوئے۔ ان کی منظوم کتاب ”تختہ العجائب“ یکم ذی الحج ۱۱۷۳ھ بمطابق ۱۳ جولائی ۱۷۶۰ء کو لکھی گئی جسے مولانا بنو جان نے چند اصلاحوں کے بعد ۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۹۰۵ء میں پہلی مرتبہ شائع کر لیا۔ تصنیف مذکور میں شاعر نے سرکارِ دو جہاں حضرت محمدؐ کے حضور اپنی دل بستگی یوں بیاں کی ہے:

ترجمہ: ابتدا میں پیدا کیا نور نبیؐ کا
پھر ظاہر کیا احدی کو اپنا
برکتوں کا حاصل ہمارے نبیؐ
اس جہان کائنات کے حق مبین ہیں

مولانا عبداللہ درخانی: پیدائش ۱۸۷۸ء وفات ۱۹۴۴ء۔ متعدد دکتب کے مصنف گزرے ہیں۔ مثلاً افادۃ المصلیٰ (عربی)، سلسلہ قبلہ چشموی، فتویٰ درخانی، تختہ العوام، کبر اخبار، شامک شریف وغیرہ۔

”شامک شریف“ ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۰۷ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ جس میں جناب نبی پاکؐ کے شامک و خصائل کا بیان ہے۔ نعتیہ شعر حسب ذیل ہے:

ترجمہ: مکڑی کے جالے سے کبوتر کی آوازوں سے تیری ثنا
تورات و انجیل نے دی گواہی مبارک باد کی تشریف لائے ہمارے
نبیؐ، پیارے نبیؐ ذرہ ذرہ کرے اُن کی ثنا

مولانا حاجی بنو جان قلندر نی: ۱۲۶۷ھ، بمطابق ۱۸۵۱ء مستونگ کے قریب چوتو کے مقام پر تولد ہوئے۔

۱۹۰۷ء میں طاعون کے مہلک مرض کے باعث انتقال کر گئے۔ تصانیف میں عمدہ البیان، ماسح البلوچ، تختہ الغرائب، نصیحت نامہ۔ ”ماسح البلوچ“ کی اشاعت ۱۹۵۷ء میں عمل میں آئی۔ نعت کا نمونہ ملاحظہ ہو:

ترجمہ: پاک نبیؐ تشریف لائے، احوال لے کر آئے
امر و نہی کرتے ہیں ہم بھی کریں بیروی مالک کی
جبریل اُن کے پاس آئے آسمانوں سے
پیغام مولا کا لائے کریں بیروی مالک کی

اسی طرح موصوف کی دیگر تصانیف ”تکھتہ الغرائب“ اور عمدۃ البیان“ میں بھی نبی اکرمؐ کی شان میں نعت پیش کی گئی ہے۔

مولانا حاجی عبدالمجید چٹوٹی: قصہ ”چوٹو“ میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے ”چوٹوٹی“ مشہور ہوئے۔ مولانا نبو جان کے فرزند تھے۔ تصانیف میں مفرح القلوب، گلشن راغبین تحفہ الخلیل، شہد و شفا، غیرت الاسلام، جوش حبیب، شمعہ القلوب، شمعہ العشاق اور ذرا لمجید معروف ہیں۔

جملہ تمام تصانیف کی ابتداء حمد و نعت سے کی ہے، یہاں گلشن راغبین سے ہدیہ نعت بطور نمونہ تحریر ہے:-

ترجمہ: مولانا نے دی شان اعلیٰ، آنکھوں کی ٹھنڈک بڑھنے لگی

اور کوئی اُن کا ثانی نہیں، آنکھوں کا نور محمدؐ ہیں

مولوی عبدالباقی: ولدیت: حاجی نبی بخش لاٹو، جمنڈرئی، ساکن: سور پھر بلوچستان۔ چند تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں: تحفہ منگل، گلدستہ منگل، گلدستہ عبرت، میدان محشر، گلزار جنت وغیرہ۔ مصنف کی تمام تصانیف کی ابتداء نعت سے ہوتی ہے۔

ترجمہ: آپؐ حشر کے دن شافی ہوں گے، شفاعت اپنی اُمت کی کریں گے

حشر کے میدان میں، جہاں ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا

آپؐ شافی ہوں گے، شفاعت اپنی اُمت کی کریں گے

میر مراد علی ہستی رحیمانی: معلوم تحقیق سے ہستی کی دو تصانیف کا پتہ چلا ہے۔ ان کی پہلی کتاب ”گلشن بلوچستان“ ۱۹۳۶ء میں چھپی جبکہ ”سکرات نامہ“ ۱۹۵۸ء میں البرٹ پریس کوئٹہ سے شائع ہوئی۔ ان کی ثانی الذکر کتاب سے حضور پاکؐ کی شانِ عالی میں نذرانہ عقیدت کا نمونہ درج ذیل ہے:

ترجمہ: اُمتی فریاد کر رہے ہیں، یا مصطفیٰؐ

فریاد کرتے ہیں اے دلبر خدا

وسیلہ کریں، ہمارا اور کوئی نہیں

تیرے سوا کوئی نہیں فریاد سننے والا

پیر محمد نیرغی: متعدد کتابوں کے مصنف ہیں ان کی شاعری کی پہلی کتاب قیام پاکستان کے دوسرے سال

یعنی ۱۹۴۸ء میں ”بازارِ سخن نیرغی“ کے نام سے جبکہ دوسری تصنیف ۱۹۷۱ء میں ”مہر و وفا“ کے نام سے شائع ہوئی۔ ان کی تخلیق ”مہر و وفا“ سے اقتباس:

ترجمہ: میرے مولا نے کی ہے مہربانی

ہمیں بخش دی حضورؐ کی نشانی

جہاں میں بڑی اُن کو عزت دی

معراج پر بلا کر شرف بخشا

خلیفہ گل محمد نوشکی: رُودنویں قلم کاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی میں ان کی بہت ساری مطبوعات شائع

ہوئیں۔ متعدد کتب موصوف کی وفات کے بعد طباعت کے زیور سے آراستہ ہوئیں۔ سچے عاشق رسولؐ تھے۔ روضہ

اطہر پر حاضری دیتے اور نعت لکھتے رہے۔ ”سیرت النبیؐ“ اور ”تاریخ الاسلام“ کو چار جلدوں میں شائع کر لیا۔ دیگر مطبوعات میں گلشن مصطفیٰ، جذب الفقراء، تحفۃ الفقراء، گلدستہ نوشکوی، قاعدہ نوشکوی، مجربات نوشکوی، تحفہ خان قلات، تحفۃ الریسائی، قصیدہ شاہ فیصل، قصیدہ شاہ حسین، قصیدہ کرنا قذافی، پوشکنا دور تاریخ تعمیرات مسجد نبوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ خلیفہ صاحب کی تخلیق موسوم بہ ”تحفۃ البلوچ“ کی پہلی اشاعت ۱۹۴۶ء میں ہوئی جبکہ بارہائی اگست ۱۹۷۲ء کو شائع ہوئی جس میں نعت نگار نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی ہے کہ نبی اکرم کے روضہ اقدس کی جس نے بھی زیارت کی سمجھواس کے لیے نبی پاک کی شفاعت واجب ہوئی:

ترجمہ: کہتے ہیں تجھ پر سلام اے سرور
بعد از خدا تیرا نہیں کوئی ہمسر
روضے کی حاضری کا وعدہ ہے
شفاعت کو آپؐ کی واجب گردانتے ہیں

مولانا اسماعیل ڈگر میگل: براہوئی نظم میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی تصنیف ”یوسف زلیخا“ کئی جلدوں میں منظر عام پہ آئی۔ دیگر تصانیف میں ”شہادت شریف، جنگ محمد حنیف“، جنگ زینون، گفتار عاشق، جنگ نامہ حضرت علیؓ، کان غیرت، شہرت کی حامل کتابیں ہیں۔ شہادت شریف ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی جس میں نبی مکرم کی توصیف و تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

ترجمہ: حضورؐ آپ ہمارے سب کچھ ہیں
علیک الصلوٰۃ علیک السلام
ہم مل کر کرتے ہیں مدام
ہزاراں درود و ہزاروں سلام

حاجی محمد عمران شہیدی: شیرین آب (کینٹی) سے تعلق ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں مثلاً نبھات العوام، تحفۃ المؤمنین، غزلیات عمر، ندائے النبی، راغب المسلمین، مشہور تصانیف ہیں۔ ”راغب المسلمین“ ۱۹۵۷ء میں مکمل اور ۱۹۵۸ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ کتاب مذکور میں اصحاب اکرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی دین مبین کے لیے تکالیف برداشت کرنے کا ذکر ہے جس میں نعت شریف بھی شامل ہے۔

ترجمہ: نبیؐ پر ہمیشہ درود سلام
علیؓ کل اہل و بیت کرام
مالک نے خود اُن کی تعریف کی
ہم بھی کرتے ہیں توصیف اُن کی

مولانا محمد عمر دینار زئی: نوشکوی قبیلہ کے دینار زئی شاخ سے تعلق تھا۔ کئی تصانیف کے خالق تھے۔ جن میں سے معراج نامہ، معجزات مصطفیٰ، وفات نامہ رسول اکرمؐ، جنگ نامہ محمد حنیف، شادی نامہ بی عائشہؓ، جنگ نامہ خالد بن ولیدؓ، وفات نامہ بی خاتون جنت اور دیگر کئی کتب کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ معجزات مصطفیٰ حصہ اول۔ تا سوم پہلی بار ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔ جس میں نبی پاکؐ کی شان میں مدح سرائی کی گئی ہے۔

ترجمہ: یہ صفت ہے خولہ کی، سرہار ہیں تاج کے
خولہ ہیں معراج کے لائق ہیں ہر تاج کے
محبت کی اعلیٰ مثال ہیں مالک کے رفیق ہیں
رب تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے نور سے پیدا کیا
ملا عبدالحکیم مشواتی: ”چارباغ“ ملا عبدالحکیم کی تخلیق ہے۔ ۱۸۹۸ء میں چارباغوں یعنی براہوئی، پشتو، فارسی اور
عربی میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ جسے تحقیق و تدوین کے ساتھ ڈاکٹر عبدالرزاق صابر ۲۰۰۲ء میں بارہاٹی شائع کرایا۔ نعت
نگاری کا نمونہ درج ذیل ہے:

ترجمہ: جو بھی اس جہان میں ہے دلوں میں یہ ارمان ہے
اے پیشوا اے خیر البشر تیرا قرب ملے
بندوں کو اپنے غلاموں میں شامل فرمائیے
اخلاق و صدق دلوں کو آپؐ نے عطا کیا ہے
بابا عبدالحق لاکھویانی: بابا عبدالحق لاکھویانی نے براہوئی، اردو، فارسی، بلوچی، اور عربی میں شاعری کی۔ ان کی دیگر
شاعری دست برد زماں کی مذہبی گئی لیکن ان کی براہوئی شاعری کو ۱۹۹۲ء میں اشیر عبدالقادر شاہوئی نے دریافت کر کے
براہوئی اکیڈمی کے توسط سے شائع کرایا۔ نمونہ نعتیہ کلام درج ذیل ہے۔

ترجمہ: لاکھوں دُرود لاکھوں سلام آپؐ پر
آنکھوں کے نور صد دُرود صد سلام
رحمت اللعالمین ختم المرسل مولاے گل
آپؐ کے لقب ہیں صد درود و سلام
میر گل خان نصیر: میر گل خان نصیر معروف مؤرخ، سیاستدان، شاعر اور محقق گزرے۔ تعلق مینگل قبیلہ سے تھا۔
براہوئی، بلوچی اور اردو میں خوبصورت شاعری کرتے رہے۔ ”مشہد ناہنگ نامہ“ براہوئی زبان میں ان کی نوری نصیر
خان کے بارے میں ”رزمیہ شاعری“ ہے۔ شاعر نے کتاب مذکور کی شاعری اپنے طالب علمی کے زمانے میں کہی تھی جو
۱۹۸۱ء میں براہوئی اکیڈمی کے توسط سے شائع ہوئی۔ کتاب کی ابتدا میں حمد کے بعد نعت میں سے کچھ تمکّات پیش
کرنا ہوں:

ترجمہ: کس کس خوبی کا کروں بیان
سرچشمہ مہر و وفا ہیں آپؐ
اپنی امت کی بخشش کا ذمہ لیا ہے
قیامت کے دن کا آپؐ نے
قیام پاکستان کے بعد براہوئی شاعری ادب میں (خاص کر ۱۹۶۰ء کے بعد) جہاں دیگر اصنافِ سخن میں
براہوئی شعراء نے نت نئے انداز اپنائے۔ وہاں انہوں نے نعت کی طرف بھی توجہ کی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جدید اور
جدید تر ادوار میں جہاں براہوئی شعراء کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے وہاں اچھی اور جاندار شاعری تخلیق ہو رہی

ہے۔ شعراء کے کلام کے مجموعے عطیعت پذیر ہو رہے ہیں جن کی ابتداء ایمان و دینی عقیدے کی بنیاد پر حمد و نعت سے کی جارہی ہے۔ چنانچہ ان شعراء کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے لیکن مجبوراً چند ایک شعراء کی تخلیق شدہ نعتوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

براہوی کے جدید شعراء میں سے تقریباً ہر شاعر نے ایک آدھ نعت ضرور کہہ رکھی ہے۔ ایسے شعراء کی فہرست خاصی طویل ہے جن کا تفصیلی ذکر اس جائزے میں ممکن نہیں ہوگا۔ ایسے شعراء میں جوہر براہوی، میر عبد الرحمن کرد، نادر قمرانی، محمد اسلم پروانہ، ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، میر محمد زبیرانی، محمد یوسف موج، عادل قلندرانی، فتح محمد شاہ مولانا عبدالحق ابابکی، طاہرہ احساس جنگ، رحیم ناز، حاجی محمد حسن غنوار، حسین بٹل، شاہ بیگ شیدا، صالح محمد شاہ، پروفیسر عبدالحق مینگل، طاہر شمیم، اعظم مشتاق لہری، جبار یار، علی شیر ناز، طارق امید براہوی، اکبر نسیم محمد شہی، عابد سلام، شاکر نصیر قمرانی، ماجد عقیل محمد شہی، ہدایت اللہ پرتو، بنگلوی، وحید زہیر، عزیز اللہ عزیز، براہوی، صابر ندیم، صادق ندیم، عبدالحیات منصور براہوی، مولوی نور احمد، محمد حنیف مزاج، محبوب صیاد براہوی، ڈاکٹر محمد اعظم بنگلوی، عاصم فرید جمال دینی، عبدالصمد شاہین، محمد اسماعیل تنجری، شہزاد ندیر، سائر عزیز، افضل مراد، عبدالقیوم بیدار، عارف ضیاء، علامہ محمد عمر دین پوری، ذوق براہوی، حمید عزیز آبادی، غنوار حیات ساسولی، منیر جان اثر رئیسانی، سعد اللہ غریب، نبی بخش انجم، مرزا عبدالرحمان صابر مینگل، مولوی عبدالرشید ہمد، مولانا عبدالمجید مینگل، حسین بخش ساجد، ڈاکٹر عالم عجیب، عبدالکریم عابد دشت کلائی، پروفیسر عبدالحق مینگل، سعد اللہ غریب، شہزاد غنی، ملک ریاض علی بلوچ، عزیز مینگل، یوسف عجب، تاج محمد تاجل، عزیز راہی، مولانا محمد یعقوب شروای، زاہد براہوی، فہیم خان خلیل براہوی، شمس ندیم، میر عمر الفت، اقبال ناظر، عادل نسیم بطور خاص شامل ہیں۔

☆☆☆☆

بلوچی شاعری میں نعت گوئی

بلوچی شاعری میں اگرچہ ایک علیحدہ اور باقاعدہ صنف سخن کے طور پر نعت گوئی کی منضبط روایت جدید بلوچی شاعری کی روایت ہی سے عبارت نظر آتی ہے، جہاں بلوچی ادب میں دوسری اصناف کی طرح نعت گوئی کو بھی بطور صنف سخن اپنانے کی شعوری کوششوں کا عمل دخل نمایاں نظر آتا ہے۔ تاہم بلوچی کلاسیکی شاعری بالخصوص درمیانے عہد کی شاعری میں خالق ہستی اور سرور دو جہاں کی مدح اور تعریف و توصیف کی ایک خوبصورت روایت دیکھنے کو ملتی ہے، جہاں کم و بیش ہر نظم کا آغاز خالق کائنات کی حمد اور نبی کریم کی تعریف و توصیف سے کیا جاتا ہے۔

بلوچوں کے نسلی ماخذ سے متعلق ایک طویل تاریخی نظم جو چند سو صدی کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، میں بلوچ قوم کے نسلی ماخذ اور مختلف ادوار میں ہونے والی ان کی ہجرتوں کا ذکر بڑی صراحت سے کیا گیا ہے، اس طویل نظم کا آغاز خالق ہستی کی حمد اور نبی کریم کی تعریف سے ہوتا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکرا داکرنا ہوں

اور اس کی حمد بیان کرتا ہوں

جو سارے جہانوں کا والی ہے

جب سارا جہان فنا ہو جائے گا

صرف اس کی ذات باقی رہ جائے گی

ہم حضرت علیؑ کے پیروکار ہیں

ہم پاک نبیؐ کی امت ہیں

جو سارے جہاں کا سردار ہے

اس نظم کے علاوہ رند عہد کی کلاسیکی شاعری جو نیا دہتر و مانوی اور رمز احمقی موضوعات پر مشتمل ہے۔ اس میں اگرچہ اس طرح کی روایت دیکھنے کو نہیں ملتی تاہم بلوچی کلاسیکی شاعری کا درمیانے عہد جو 1666ء سے لے کر 1850ء تک محیط ہے، اسے ”عہد خواتین“ کہنا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ اس عہد کی اکثر و بیشتر نظموں کا آغاز حمد باری تعالیٰ اور نبی کریم کی تعریف و توصیف سے کی جاتی رہی ہے۔

”عہد خواتین“ کے اس دور میں ایران اور افغانستان سے آئے ہوئے علماء نے عربی اور فارسی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ عربی اور فارسی کی درس و تدریس کی بدولت اس دور کی بلوچی شاعری میں ان اثرات کو بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔ ان مدرسوں اور مکتبوں میں پڑھنے والے لوگوں نے فارسی کی تشبیہات و

استعارات اور فرہنگ کو جا بجا اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ اس اعتبار سے اس دور کی شاعری کو ملاؤں کے دور کی شاعری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس زمانے میں ملا کی اصطلاح کسی مذہبی پیشوایا دینی رہنما کے برعکس ہر خواندہ اور پڑھے لکھے شخص کے لیے مستعمل ہوتا تھا۔ اس عہد کے نامور شعراء میں جام درک، ملا پاؤل، ملا قاسم، ملا بوہیر، ملا نور محمد بہشتی، ملا بانیان، ملا رگاموشی، ملا عومر، ملا بہرام، ملا بہادر مرستانی کے نام نمایاں ہیں۔

جام درک کا شمار اس عہد کے نامور شعراء میں سے ہوتا ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری کی بنیادی سطح رومان ہے لیکن رومانوی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اخلاقی اقدار اور بلندی کردار کے زبردست حامی تھے۔ اور ان کی چند ایک نظمیں حمد باری تعالیٰ اور نبی کریم کی تعریف و توصیف سے مملو نظر آتی ہیں۔

جو مالکِ حقیقی سے محبت کرتے ہیں

وہ منکروں سے بیزار ہیں

ان کے لباس سے خاکساری جھلکتی ہے

وہ آنحضرتؐ پر درود بھیجا کرتے ہیں

کردگارِ عالم کی حمد کہتے ہیں

سرما کی ٹھنڈی راتوں کو آواز اری کرتے ہیں۔

(اردو ترجمہ: مٹھا خان مری)

اس ضمن میں جام درک کی ایک اور نظم ”اے میری جان“ نہایت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ جس میں اس نے حمد باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کا ذکر مبارک بڑی عقیدت و احترام سے کیا ہے۔

میری جان پر ہیز لازمی ہے

برے کاموں سے دور رہنا، ضبط نفس سے کام لینا

خدا کے نام کا ورد کیا کرنا

لامکاں کی بارگاہ میں عجز و نیاز کے ساتھ عرض معروض کرنا

۔۔۔۔۔ خدا یا محمدؐ کے صدقے ہماری خطائیں بخش دے

پیغمبروں کی دوستی کے صدقے

جہاں اعمال تو لے جائیں گے

وہاں نہ شور ہوگا نہ شغب

نہ ہی غریبوں پر زیادتی ہوگی

اس دن کے لیے ہمیں پیغمبرؐ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما

(اردو ترجمہ: مٹھا خان مری)

جام درک کے علاوہ اس عہد کے نمایاں اور نامور شاعر ملا پاؤل ہیں۔ وہ ایک انتہائی عالم و فاضل شخص تھے۔ انہیں اسلامی علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ ان کی شاعری پر حافظ شیرازی کا رنگ نمایاں نظر آتا

ہے۔ ملاپا زل کی متعدد نظموں میں مثلاً پنت، مرگ، شیر، کوفہ، مہرنگ اور ہالو میں نبی کریمؐ کی تعریف و تو صیف بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی نظم ”معراج“ میں واقعہ معراج کو نہ صرف بڑی صراحت سے بیان کیا گیا ہے بلکہ اس میں انہوں نے حضور پاکؐ سے اپنی بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

یہاں ان کی نظم ”مکاریں دنیا“ کے ابتدائی اقتباسات ملاحظہ کیجیے جس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد نبی کریمؐ کی تعریف و تو صیف بیان کی گئی ہے۔

میں سب سے پہلے ذات باری تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں
اس ذات پاک کی حمد بیان کرتا ہوں
سرو کو نینؐ کی تعریف و تو صیف کرتا ہوں
ان کے حضور درود و سلام کی سوغات پیش کرتا ہوں
اپنی نظم ”کوفہ، مہرنگ“ میں ملاپا زل نبی کریمؐ کے حضور محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے کہتے ہیں:

محمدؐ کا دین برحق ہے
جو بھی اس میں شک کرتا ہے
قبر میں اس کے لیے سخت عذاب ہے
اور بلا یقین اس کا ٹھکانہ جہنم ہے

ملا عمر اور ملا بہرام کی شاعری میں مذہبی عقائد اور اصلاحی و اخلاقی رجحان و میلانات کی عکاسی نمایاں نظر آتی ہے۔ یہاں ان کی شاعری کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے جس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد سرو کو نینؐ کی مداحت سرائی کی گئی ہے۔

سحر گاہ میں خدائے ستار کو یاد کرتا ہوں
پھر محمد مصطفیٰؐ کو جو کہ صاحب دین ہیں
وہ سچی مومن اور صادق ہیں
خدا ایک ہے اور وہی بخشش والا ہے
تیرے کارکن بے حد و حساب ہیں
اس نے ایک دنیا تخلیق کی
ہر جاندار کا تو ہی روزی رساں ہے
تو غریب پرور اور گرسنگ روزی رساں ہے
محمد مصطفیٰؐ تمام نبیوں کے سردار ہیں
شافع محشر، روز محشر مری مدد کیجیے
مجھے قیامت کے دن عذاب سے بچائیے

(ملا عمر مری۔ اردو ترجمہ: غوث بخش صابر)

میں سب سے پہلے اللہ کا نام لیتا ہوں
 صد ہزار دفعہ شکر الحمد للہ کہتا ہوں
 دن رات قل هو اللہ پڑھتا ہوں
 اور یقین کے ساتھ آمنت باللہ کہتا ہوں
 تم اور سورۃ طہ کا ذکر کرتا ہوں
 اس کے بعد نعت مصطفیٰ کہتا ہوں

(ملا بہرام - اردو ترجمہ: سید ظہور شاہ ہاشمی)

بلوچی کلاسیکی شاعری کے آخری دور کے شعراء میں مولانا حضور بخش جتوئی، پہلوان فقیر، فیصل فقیر، مست توکلی، چکھا بُردار، جوانال بگٹی، رحمن بزدار، ہاتم نام ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کی شان میں جذبہ خلوص کے ساتھ نعتیہ شعرا لکھے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں نبی کریمؐ سے عقیدت و محبت کا جذبہ موجزن نظر آتا ہے۔
 مولانا حضور بخش جتوئی جن کا تعلق بلوچی اور برہا ہوئی ادب کے اہم دبستان فکر ”مکتبہ درخانی“ سے تھا۔ مکتبہ درخانی کے علماء نے عیسائیوں کی تبلیغ کے رد عمل میں بلوچی اور برہا ہوئی ادب میں دینی ادب پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ نعت کوئی کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔

توکلی مست بلوچی ادب کے بڑے اہم نام ہیں اگرچہ وہ بنیادی طور پر محبت اور امن و آشتی کے شاعر تھے۔ اور انہوں نے محبت کے اعلیٰ و ارفع جذبہ کو عطیہ خداوندی قرار دیکر بلوچ سماج میں محبت اور امن کا نعرہ بلند کیا۔ لیکن انہوں نے اپنی شاعری میں خالق کائنات کی تعریف و توصیف کے ساتھ سروکونین اور اہل بیت سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار نہایت خوبصورت استعاراتی پیرائے میں کیا ہے۔

جوانال بگٹی کی شاعری دینی افکار، تصوفانہ فکر و خیال اور اخلاقی و اصلاحی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ ان کی شاعری آنحضرتؐ کے حضور پیش کیے گئے درود و سلام کی خوشبو سے معطر نظر آتی ہے۔

محمدؐ آپ سے راضی خدا ہے
 محمدؐ امتوں کا رہنما ہے
 محمدؐ جو کہ اعجاز خدا ہے
 محمدؐ ہر دھکی دل کی دوا ہے

(اردو ترجمہ: نغوث بخش صابر)

بلوچی ادب کی ایک صنف ”لقاہ“ ہے۔ جسے مشرقی بلوچی ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ ایک با مقصد نظم ہوتی ہے جس میں شاعر اخلاقی اور اصلاحی موضوعات پر خامہ فرسائی کے ساتھ ساتھ سماجی اقتدار و روایات کے مثبت اور تعمیری پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لقاہ کا آغاز حمد باری تعالیٰ اور سروکونین کی مدح سے ہوتا ہے۔ کوہ سلیمان کے نامور شعراء چکھا بُردار، رحمن بزدار، محمود لدانی بزدار، لدھا بُردار، پلیہ کھوسہ، موارہان بزدار، حافظ محمد حیات بزدار، سید محمد رمضان شاہ کو ”لقاہ کوئی“ میں منفرد مقام حاصل ہے۔
 چکھا بُردار کی تمام تر شاعری تصوفانہ افکار، ذات باری تعالیٰ کی حمد اور عشق رسولؐ سے عبارت ہے۔

ان کی شاعری میں جا بجا سرو کوئین^۳ سے عقیدت و محبت کا اظہار ملتا ہے۔

اے اللہ تو لاشریک اور طاقت ور بادشاہ ہے
تو ہر پیدائش سے پہلے موجود تھا اور چودہ طبق کا مالک ہے
سات آسمان اور زمینیں اپنے دوست محمدؐ کی خاطر تخلیق کیے
اور دونوں جہانوں کی بادشاہی کا تاج محمدؐ کے سر پر رکھا

(اردو ترجمہ: غلام قادر بزدار)

اے اللہ تو لاشریک اور رزیر دست طاقت والا ہے
تو ہر کام پر قدرت رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے کر سکتا ہے
اگر تیری نظر کرم ہو جائے سمجھو دریا ئے رحمت کا رخ ہماری طرف پھر گیا
نبی پاکؐ پر قربان جاؤں جو قیامت میں میری شفاعت کریں گے۔

(اردو ترجمہ: غلام قادر بزدار)

چنگا بزدار کی طرح پہلیہ کھوسہ بھی خدا دوست اور صوفی منش شاعر تھے۔ ان کی تمام تر شاعری حمد و نعت
اور پند و نصائح پر مشتمل ہے۔ یہاں ان کی ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جہاں انہوں نے حمد باری تعالیٰ کے
بعد سرو رو جہاں کی ثنا خوانی کی ہے۔

شرک سے ہے پاک، تو اے بادشاہ کائنات
سب کی رازق اور پالنے والے ہاں ہے اک تیری ذات
بے گماں تو پاک ہے، رحمن ہے اے ذوالجلال
تو نمنی ہے، تیری ہستی ہے بے مثال و لازوال
مہرباں ہے، قہر ماں ہے، تو ہے سب سے بے نیاز
نور سرو سے کیا تو نے جہاں کو ہر فراز
روشنی جس کی دکھاتی ہے صراط مستقیم
وہ رسول پاکؐ، احمد مجتبیٰؐ، در پیتیم
ہے نبی محترمؐ کی ذات محبوب خدا
ہر طرف جس کی تجلی نے اجالا کر دیا

(اردو ترجمہ: ظہور احمد فائق)

اسی طرح محمود لدوانی اپنے عہد کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی شاعری میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کے
بعد نبی کریمؐ کی ثنا خوانی دیکھنے کو ملتی ہے۔

اے خدا ئے مہرباں میں تیری قدرت کے ثمار
تیری تخلیقات ہیں بے مثل، بے حد، بے شمار

میری آنکھوں کی ضیاء نمبر ذیشان ہے
ترجمان صدق اصحاب نبیؐ کی شان ہے

(اردو ترجمہ: ظہور احمد فاتح)

ملا لدھارہ دار کی بیشتر شاعری حمد و ثنا، اور پند و مواظظ پر مشتمل ہے۔ یہاں ان کی ایک نظم کے چند چیدہ اشعار کا منظوم اردو ترجمہ ملاحظہ ہو جس میں ذات باری تعالیٰ اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے۔

اے خدا کے پاک تو ہے دو جہاں کا بادشاہ
ہیں بہت سے عیب مجھ میں، بخش دے میرے گناہ
واسطہ تجھ سے تیرے محبوبؐ کا، کر یہ کرم
ہو مجھے فردوس میں رضوان کی صحبت بہم
ہو شفاعت یا نبیؐ، سب قرض میرے ہوں ادا
تو شفیع نیک و بد ہے، تجھ سے ہے یہ التجا

(اردو ترجمہ: ظہور احمد فاتح)

اس کے علاوہ ”دستانغ“ جو بلوچی ادب کی ایک قدیم اور مقبول عالم صنف سخن ہے اور مشرقی بلوچستان میں اس صنف سخن کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ دستانغ کے آغاز میں حمد کے بعد نعت ایک لازمی جزو رہی ہے اور موجودہ عہد میں بھی یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

کلاسیکی شاعری کی اس خوبصورت روایت کے ساتھ ساتھ جدید بلوچی شاعری میں نعت کوئی کو ایک باقاعدہ اور نمایاں صنف سخن کا مقام حاصل ہے۔ جسے بلوچی میں ”وزبت“ کہا جاتا ہے۔

جدید بلوچی شاعری میں نعت کو شعراء میں محمد حسین عاجز، قاضی عبدالرحیم صابر، عطا شاہ، مومن بزدار، اسحاق ساجد بزدار، سید غلام علی شاہ مسافر، پیر محمد زبیرانی، عاجز جمشیر زئی، کوہر حسین آبادی، یا محمد نوقلاتی، امیر اہیم عابد، منظور بلوچ، نور احمد نظامی ملنگ، فرید الدین بزدار، عنایت اللہ قوی اور غلام قادر بزدار کے نام نمایاں ہیں، جن کے نعتیہ کلام میں سرور کونین سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار ملتا ہے۔ جبکہ اس سلسلے میں محمد حسین عاجز، قاضی عبدالرحیم صابر اور امیر اہیم عابد کے نعتیہ کلام کے مجموعے بالترتیب کلام عاجز، ساقی و کوثر 1984ء اور مادنیں راہ 1987ء کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ کلام عاجز میں نعتیہ کلام کے ساتھ ساتھ حمد بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ غلام قادر بزدار کا حمدیہ اور نعتیہ کلام کا مجموعہ ”مرج البحرین“ کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔

الغرض بلوچی شاعری میں عہد قدیم سے سرور دو جہاں سے عقیدت اور محبت کی خوبصورت روایت چلی آرہی تھی، دور جدید میں اب یہ خوبصورت روایت ایک باقاعدہ اور توانا صنف سخن کی صورت اختیار کر چکی ہے۔

☆☆☆☆

پشتو نعت۔۔۔ ایک جائزہ

نعت حضورِ نور سے عشق و عقیدت کا ایک فنی، تخلیقی مظہر ہے۔ اس کا مزاج توصیفی اور منہاجِ جمالیاتی ہے۔ اس کے رنگ میں نور، نور میں سرور اور سرور میں سوز و گداز پایا جاتا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ اس بے مثال ہستی سے عشق و عقیدت کے اظہار اور اس کے کردار و شخصیت کے اقرار و اعتراف کے طور پر کہی جاتی ہے۔ جس کا ذکر خیر اگر ایک طرف تو رات و زور میں اپنا وجود نمود رکھتا ہے۔ تو دوسری جانب انجیل میں بھی آپ سے متعلق مختلف حوالے زبانِ قال سے گویا اور زبانِ حال سے گواہ ہیں کہ:

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں تو نہ صرف ایک آفاقی اسلوب میں نعت نبیؐ کہی گئی ہے بلکہ نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجنے کے حکم کے ساتھ ساتھ نعت کی تخلیق و تہذیب کی جانب بھی واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ صلوا علیہ وسلموا تسلیما، اسوۃ حسنہ، خلق عظیم، لایرفعوا صواتکم فوق صوت النبی، ورفعتا لک ذکرک اور رحمۃ العالمین قرآنی آیات کے وہ جمال پارے ہیں جن میں جہاں انتہائی اعلیٰ انداز میں مدحت رسولؐ بیان کی گئی ہے، وہاں ثنائے رسولؐ کے ضمن میں آواز و الفاظ کو بھی ہلہ تہذیب کے اندر رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں بھی متعدد مقامات پر تخلیق نعت کے اساسی محرک و جوہری جذبے کو بین و معین طور پر جہت آشنا کیا گیا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کا یہی حکم اور افضل البشرؐ کی یہی حکمت ہے جس پر نہ صرف فرزندانِ توحید نے عمل بالقلم کیا بلکہ دیگر مذاہب سے وابستہ شعراء نے بھی سردارِ کونینؐ کے دربارِ رُزبار میں لگہائے عشق و عقیدت پیش کرتے ہوئے آپؐ کی رحمت اللعالمینؐ کے سایہ عاطفت میں بیٹھ کر کہا:

کچھ عشق محمدؐ میں نہیں شرط مسلمان

(دلورام کوڑی)

ہے کوڑی بند و بھی طلبگار محمدؐ

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں

(کنور مہندر سنگھ بیدی)

صرف مسلم کا محمدؐ پہا چارہ تو نہیں

حیرت مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ منور سلسلہ یہاں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ تاریخِ ادب عالم کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت سے قبل بھی نعتیہ شاعری کے نادر نمونے دستیاب ہیں۔ اس ضمن میں ایک یہودی بنیامین قرطی کے نعتیہ جذبات اور تیج شاہ یمن جو شہر نبیؐ پر حملہ آور ہوا تھا، کے نعتیہ اشعار حوالے کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

یہودی بنیامین قرطی نے تیج سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

”تو اس مقدس شہر پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ یہ دیا را ایک قریشی نبی کی رہائش گاہ بننے والا ہے“

”جواب آں نعت“ کے طور پر شاہ یمن نے بے ساختہ انداز میں یہ شعر کہے تھے:

”اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمدؐ کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد اللہ کے رسول ہیں جو پیدا ہونے والے ہیں اگر میری عمران کی عمر تک لمبی ہوئی تو میں ضرور ان کا وزیر اور ابن عم بنوں گا“ اسی طرح نجران کے پادری قمیس بن ساعدہ کے درج ذیل نعتیہ اشعار بھی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں جو خوشبوئے حمد سے معطر ہیں۔

”سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ اس نے ہم میں احمد کو بھیجا اور بہتر نبی مبعوث کیا جب تک قافلے اللہ کے گھر کا حج کرتے ہیں ان پر درود و سلام بھیجا جاتا رہے گا“

اس کے علاوہ آپؐ کی ولادت کے بعد آپؐ کی والدہ ماجدہ سیدنا آمنہؓ کے اولین نعتیہ احساسات ”وہ غلاموں اور در ماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے والا ہے“ اور آپؐ کی بعثت کے بعد آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے ذریعے نعتیہ اثرات ”آپؐ تمہا نوں کی خاطر تواضع اور غریبوں یتیموں اور یتیموں کی خبر گیری کرتے ہیں“ کو بھی نعتیہ ادب کے ذیل میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

اگرچہ متعدد صحابہ کرامؓ نے سرور کونین کی سیرت و شخصیت، جلال و جمال اور محامد و محاسن کے مختلف رنگوں پر نعتیہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ لیکن روشنی کے اس سفر و سیلے ظفر میں حضرت کعب بن زہیرؓ، عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کو بجا طور پر کاروان منزل نشاں قرار دیا جاسکتا ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ جو ”شاعر دربار رسالت“ کے منصب جلیلہ و جلیلہ پر فائز ہیں، نے آپؐ کے حسن و جمال کو بھرپور فنی تا بندگی اور کمال فکری توانائی سے بیان کر کے بات کو ختم اور قصہ کو مختصر کر دیا۔

واحسن منك لم تر قط عيني

واجمل منك لم تلد النساء

ترجمہ: آپؐ سے بڑھ کر حسین و جمیل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپؐ سے بڑھ کر افضل و اعلیٰ انسان دنیا کی کسی عورت نے کبھی نہیں جنا“

خوش جہاں منظر یہ ہے کہ نعت گوئی کے اس مقدس قافلے میں صحابہ کبارؓ کے ساتھ صوفیاء، فقراء، شعراء، علماء، فقہاء، مجتہدین، مفکرین اور متعدد بادشاہ بھی شامل و شریک ہیں۔ جنہوں نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی زبان مثلاً عربی، فارسی اور اردو وغیرہ میں فنی جمال سے معمور اور فکری کمال سے مالا مال نعتیں کہی ہیں۔ ایک طرف اگر عربی میں حضرت شیخ محمد بن سعید بصریؒ نے قصیدہ ہر دہ شریف کی صورت میں ایک ایسی لازوال نعتیہ تخلیق پیش کی ہے۔ جو فنی بلندی، فکری گہرائی اور جذبہ خلوص کی صداقت کے اعتبار سے بے مثال ہے تو دوسری طرف فارسی میں سعدی شیرازی، مولانا جامی، بیدل اور جلال الدین رومی کی نعتوں کا جواب نہیں تو تیسری جانب اردو میں مولانا حالی، اقبال، مولانا احمد رضا بریلوی، ماہر القادری اور حفیظ تائب اور پشتو میں رحمان بابا کی نعتیں اور نعتیہ اشعار بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر چند ان نعت نگاروں کی نعتیں عشق و عقیدت کی خوشبو سے سراپا معطر و معبر ہیں تاہم کہیں بھی غلوئے عقیدت یا جوش جذبات کے باعث حد اعتدال سے تجاوز و روا نہیں رکھا گیا۔ اور یوں نبوت والوہیت کے درمیان

حد امتیاز کو بہر صورت برقرار رکھا گیا ہے۔ درج بالا نعت نگاروں کی اصل کامیابی یہ ہے کہ ثنائے رسول بیان کرتے ہوئے انہوں نے جہاں ادب رسالت کا بھرپور خیال رکھا ہے، وہاں خالق کائنات کے مقام پر بھی کوئی آنچ نہیں آنے دی ہے۔ یہی فنی توازن اور فکری اعتدال ہے جو متذکر ہاں اشعراء کے نعت کے حدود و امکانات و لوازمات پر عبور کا پتہ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے ذوق و ظرف کے مطابق نعت کے فنی سیاق و سباق اور فکری تناظر کو بھی وسعت آشنا کیا ہے۔ عقیدت کا یہی ذوق و رافرن پر یہی عبور جس کے نتیجے میں تخلیقی توازن سامنے آتا ہے، نعت نگاری کا دنیا دی مطالبہ ہے۔ ورنہ صرف یہی نہیں کہ در محبوب تک رسائی نصیب نہیں ہوتی بلکہ گمراہی و گمناہی بھی مقدر ٹھہر سکتی ہے۔

اگر غور کریں تو حقیقت بھی یہی ہے کہ نعت لکھنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ صاحب جمال کے حسن و جمال اور سیرت مطہرہ کا ذکر کرتے ہوئے قدم قدم پر محتاط روی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں نوا کو نرم اور حدی کو حد بند ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ:

ادب گاہست زیر آسماں از عرش مازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایجا

پس معلوم ہوا کہ نعت نگاری میں عشق و عقیدت کا جذبہ ایک اساسی جذبہ محرک ہے ہی کہ اس کے بغیر نعت نگاری کا جواز ہی باطل و بے بنیاد ٹھہرتا ہے۔ تاہم اس کے اظہار میں اس طوفان و طغیان کو راہبر گز نہیں دی جاتی جو دیگر اصناف میں تو شاید ایک موانع قوت کے طور پر بروئے کار لایا جاسکے لیکن نعت میں اس کی گنجائش نہیں بنتی۔ البتہ جذب و کیف اور سرشاری کی کیفیت کو مطلوب و مستحسن قرار دیا جاتا ہے لیکن واضح رہے کہ یہاں بھی آشفٹگی و شوریدہ مری کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ نعت میں حد بندی اتنی سخت ہوتی ہے کہ اس ضمن میں تشبیہ و استعارے اور کنایے کو بھی بے مہار آزادی سے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ چہ جائیکہ براہ راست اظہار و انداز مخاطب۔ کہنے کا مقصود یہ ہے کہ نعت نگاری میں حضور نور سے عشق و عقیدت اور ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ ساتھ فکری توازن کا سلیقہ اور جمالیاتی اظہار کا قرینہ بھی مطلوب ہے۔ یہاں خامہ فرسائی نہیں ”خامہ رسائی“ کی سعی کی جاتی ہے۔ تاہم ناکامی اور نامتوئی کا احساس بہر حال موجود رہتا ہے۔ انہی عناصر کے آمیزے سے نعت کی فنی و فکری جمالیات و شعریات مرتب ہوتی ہے۔

درج بالا اقتباسات سے یہ حقیقت واضح طور پر مترشح ہوتی ہے کہ جہاں ہر دور اور ہر زمانے میں فرزندان اسلام نے کسی نہ کسی صورت میں منشور یا منظوم نعتیں کہی ہیں، وہاں مسلمانوں اور ان کی زبانوں کے علاوہ دیگر مذاہب اور زبانوں کے شعراء نے بھی ایوان نعت میں فن و عقیدت کے رنگا رنگ پھول پیش کیے ہیں۔ نہایت نعت نگاروں کی نعت کو پیش نظر رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے نعت کی جمالیات و شعریات کی قابل تحسین و قابل تقلید رعایت ملحوظ رکھی ہے۔ جمالیات و شعریات کی یہی ملحوظ رعایت ہے جو بعد میں آنے والے نعت نگاروں کے لیے ایک محفوظ روایت کا کام دے رہی ہے۔

پشتو زبان اور پشتون شعراء بھی نعتیہ ادب کی اس روشن و رواں روایت سے نہ صرف بھرپور اکتساب نور کر رہے ہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ پشتون شعراء من حیث المجموع اس میدان میں کسی سے بھی پیچھے نہیں تو نا درست نہ ہوگا۔ چونکہ پشتونوں کی مذہب سے پھر و کارا نہ پیوستگی اور نبی کریم سے والہانہ وابستگی میں دورائیں نہیں ہو سکتیں اس

لیے نعت کہنایا سننا ان کی مذہبی و تہذیبی نفسیات کا ایک بنیادی داعیہ ہے۔ جس سے کسی عنوان صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ نعت نگاری پشتون شعراء کے نزدیک نہ صرف مذہبی فریضہ ہے بلکہ ایک نفسیاتی و وظیفہ کی ادائیگی کے مماثل بھی ہے۔ جس سے مشام جاں معطر اور قلب وایماں منور ہوتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دیگر مشرقی زبانوں کے اکثر کلاسیکی شعراء کی طرح پشتو کے کلاسیکی و متقدمین شعراء میں سے کسی نے بھی انفرادی طور پر نعت کا کوئی باقاعدہ مجموعہ یا دگار چھوڑا ہے اور نہ ہی ان شعراء کے ہاں مجموعی طور پر نعت کا وافر ذخیرہ موجود یا معتد بہ سرمایہ دستیاب ہے۔ جس کی موجودگی و دستیابی کی صورت میں نعت نگاری کی مستقل روایت وجود پذیر ہو سکتی اور یوں تاریخی تسلسل کے ساتھ بغیر کسی فنی دراڑ اور فکری شکاف کے، نمود پذیر رہ کر نوبہ نو امکانات اور ناز بہ ناز رجحانات کے ساتھ آگے بڑھتی۔

تاہم متعدد شعراء کے دواوین کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں مذہبی رجحان و دینی روایت کے مطابق حمد کے بعد نعت کو شامل دیوان کیا گیا ہے وہاں غزلوں اور دیگر منظوم اصناف میں بھی نعتیہ اشعار کے نمونے ڈھونڈے جاسکتے ہیں۔ اس ضمن میں صاحب سیف و قلم خوشحال بابا، شاعر اخلاق و انسانیت رحمان بابا، احمد شاہ ابدالی، ملا الف ہوٹک، مرزا خان انصاری، عبدالقادر خٹک، علی خان، کاظم خان شیدا، معزاللہ مہمند، خواجہ محمد بنگش، شمس الدین کاکڑ، حافظ الپوری اور پھر محمد کاکڑ کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

خوشحال بابا کی نعت پہلے ہی مصرعے سے قرآن پاک سے کتاب نور کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے ہر شعر میں حضور پر نور سے عشق و عقیدت کا ایک ٹھانٹھاں مانا ہوا سمندر موجزن محسوس ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس میں جہاں جملہ انبیائے کرام کو ”شنا خوان محمد“ بتایا گیا ہے اور یوں آپؐ کو افضل البشر و امام انبیاء ٹھہرایا گیا ہے، وہاں عرفان محمدی کو عرفان خداوندی کا ایک وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ جسے ایک بڑی فکری، جمالیاتی و تخلیقی جست سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ خوشحال بابا کی نظر میں نبی کریمؐ نہ صرف شافع محشر ہیں بلکہ دونوں جہانوں میں غم کے ماروں کے لیے ماویٰ و پلج کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔

لاس دی لگوئی ما خوشحال پہ دواڑہ کونہ

غم اندوہ مے نشہ پہ دامن محمدؐ

ترجمہ: میں دامن محمدؐ سے جو وابستہ ہوا ہوں

توقید و بند غم سے سر پہ رہا ہوا ہوں (مترجم: راقم الحروف)

رحمان بابا کی نعت بلاشبہ اپنی مثال آپ ہے اس میں عشق رسولؐ اپنی بلند یوں، عقیدت رسولؐ اپنی انتہاؤں اور احترام رسولؐ اپنی گہرائیوں تک پہنچتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہاں حضور پر نورؐ کو منبع نور، رہبر و رہنما، خاتم الانبیاء، و جہ تخلق کائنات، مصلح انسانیت، پیشوائے امت اور محسن انسانیت بتایا گیا ہے۔ مذکورہ نعت کے چند شعر ملاحظہ کیجیے:

کہ صورت محمدؐ نہ دے پیدا

پیدا کرے بہ خدائے نہ وہ د دنیا

کل جہان محمدؐ پہ رخ پیدا شد

محمدؐ دے وقنام جہان آبا
نبوت پہ محمدؐ باندے تمام شو
نشتہ پس لہ محمدؐ انبیاء
زہ رحمان محمدؐ درخا کرو بیم
کہ مے خدائے نہ کالہ دے درہ جدا

ترجمہ طہ خان

گر تیری صورت مصور وضع فرماتا نہیں
دو جہاں کو زندگی کا سانس بھی آتا نہیں
کاتب تقدیر بھی پیدا نہ کرنا کائنات
نام تیرا وہ اگر تحریر میں لاتا نہیں
تو کمال کا ملیت اختتام انبیاء
یہ عمل اللہ تیرے بعد دہراتا نہیں
میں تو ہوں رحمان اس دہلیز کا چاروب کش
گر نہ لے جائے خدا اس در سے میں جاتا نہیں

عشق و عقیدت میں از اول تا آخر ڈوبی ہوئی اس نعت سے لہجے کی وہ لطافت، انظیات کی وہ شیرینی، کیفیات کا وہ رس روحانیت کی وہ خوشبو، جذبے کی صداقت اور تجربے کا وہ خلوص چمک رہا ہے جس نے اس کی تاثیر کو بلاشبہ ہمہ گیر کر دیا ہے۔ پختونخوا کا کون سا فرد ہوگا جس نے درج بالا نعت کے دو چار شعر حفظ نہ کر لیے ہوں اور اس کی قرأت یا زمزمہ سنجی کے وقت اپنے دل و دماغ میں عشق نبی کی حدت محسوس نہ کی ہو۔ یقیناً نذکورہ نعت اپنی اثر آفرینی اور قبولیت عام کے لحاظ سے بے مثل و بے نظیر ہے۔ اس میں اگر ایک طرف مرتبہ رسالت و مقصد رسالت کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے تو دوسری جانب ”عبدہ“ اور ”وحدہ“ کے مابین حد اتنی زبھی برقرار رکھی گئی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہاں نعت کے محبوب کو منزل کے محبوب سے ہر حوالے سے اعلیٰ و ارفع اور ممتاز و منفرد رکھا گیا ہے اور ان کے مابین فنی و فکری سطح پر ایسی حد فاصل کھینچ دی گئی ہے جیسے عبور کرنا ناہیا ناممکنات و ممنوعات میں شامل ہو گیا ہے۔ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ خوشحال و رحمان کی یہی عرفانی و وجدانی نعتیں ہیں جن سے پشتو نعت کی، محد و دسلخ پر ہی سہی، جمالیات و شعریات مرتب کی جاسکتی ہے۔

خوشحال اور رحمان کے بعد جن کلاسیکی شعراء نے بھی نعتیں یا نعتیہ اشعار کہے انہوں نے قرآن و سنت سے استفادہ کرتے ہوئے مقدور بھر کچھ دیگر موضوعات کو بھی نعت کا حصہ بنایا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان شعراء نے حضور پر نور کا نام نامی لے کر براہ راست انداز شطاطت سے ممکن حد تک گریز کیا ہے۔ بلکہ اس کی جگہ استعارے کا استعمال بہتر اور بر محل گردانا ہے۔ مثلاً:

اے پہ فرق آدم تاہ

وقنام عالم سراہ

(کاظم خان شیدا)

ترجمہ: فرق آدم پائیک تاج ہیں آپؐ

برہم عالم میں اک سراج ہیں آپؐ (راقم الحروف)

استعاروں کا یہ استعمال اگر ایک طرف شاعر کی قدرت فن پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب احترام رسالت کو حرز جاں و حرز زباں بنائے رکھنے کا ثبوت بھی مہیا کرتا ہے۔ بغرض محال جب کبھی نام لے کر براہ راست انداز کی صورت پیدا بھی ہوئی ہے۔ تو وہاں دربار نبویؐ میں استمداد و استغاثہ کی جاں گداز کیفیت نے اسلوب پر ملامحت کی ایسی شبنم چھڑکی ہے جس سے نوائے نعت بڑی حد تک متوازن اور فضائے نعت کافی حد تک معتدل ہوئی ہے۔

بیسویں صدی مجموعی اعتبار سے انقلابِ دانش حاضر سے عبارت ہے۔ اسی دانش حاضر کے طفیل زندگی ایک بہت بڑے تغیر و تبدل سے آشنا ہوئی ہے۔ اس سے اگر ایک طرف زندگی کے اکثر و بیشتر شعبے رو بہ تغیر ہو کر مائل بہ ارتقاء ہوئے ہیں تو دوسری جانب کچھ نئی اصناف ادب میدان ادب میں اترنے کے ساتھ کچھ پرانی اصناف نے بھی تازہ تر تخلیقی انگڑائی لی ہے۔ نعت نگاری نے بھی اسی فضاء سے اپنے لیے نشاۃ ثانیہ کشید کی ہے۔ گزشتہ صدی کے نعتیہ ادب پر نگاہ دوڑانے سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلی صدی کے نصف آخر میں نعت کی جانب باقاعدہ توجہ دی گئی ہے اور نعت ایک سنجیدہ مذہبی معاملہ اور گہری روحانی سرگرمی سمجھ کر کہی گئی ہے۔ اس دور میں جہاں کافی تعداد میں نعت کے مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں وہاں ہر قائل ذکر شاعر نے کسی نہ کسی طور نعت یا گاہے گاہے نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ یہ سلسلہ نور و سرور ابھی تک کسی نہ کسی صورت میں جاری و ساری ہے۔

عبداللہ استاد جسے بابائے نعت بھی کہا جاتا ہے نے تقریباً 15 نعتیہ مجموعے نعتیہ ادب کو تنویر کیے ہیں۔ ”اسرار“، ”بحر العمیق“، ”نعتوں کو گلدستہ“ (گلدستہ نعت)، ”رقص قلم“، ”کلام لبید سرحد“ وغیرہ ان کے نمائندے مجموعے ہیں۔

حاجی محمد امین ترنگزئی 11 مجموعوں کے ساتھ ایوان نعت میں عقیدت و احترام کے ساتھ ایسا تادہ نظر آتے ہیں۔ ”اسرار مدینہ“، ”انوار مدینہ“، ”بہار مدینہ“، ”گلزار مدینہ“ اور ”تھنہ بھیبیہ“ وغیرہ ان کے قائل ذکر مجموعے ہیں۔ شاہ جہان چشتی نے 8 نعتیہ مجموعوں کے ساتھ دربار نعت میں حاضری لگائی ہے۔ ان کے کچھ مجموعوں کے نام یہ ہیں۔ ”بہار محمدی“، ”دکھورو و نہ“ (کھجور کا درخت)، ”عمیق البیان“ اور ”صفت الحبیب“ وغیرہ۔ اسی طرح دیگر متعدد نعت نگاروں نے تسلسل کے ساتھ نعتیں کہہ کر نعتیہ ادب کی تاریخ میں اپنا نام محفوظ کروایا ہے۔ معروف نعت نگاروں کے نام اور مشہور مجموعے حسب ذیل ہیں:

شیر زمان محتاج: عشق آواز (آواز عشق)، عشق محبوب: شریعت خان ساکلی، خزان الجوہر، دتاز گل (گل تراز)، و محبت لعلو نہ (لعل محبت)، ملا نعت اللہ: حدیث محمدی، اعجاز محمدی، اکرام محمدی، پروفیسر ڈاکٹر عرفان خٹک: سردار مدینہ (سردار مدینہ)، سرتاج دمرسلانو (سرتاج انبیاء)، قاری غلام حضرت: بہار مدینہ، مرزا زخمی جگر: تجلیات تراز، خان میر ہلائی: دنیا نو امام (امام الانبیاء)، سمندر خان سمندر: دیشرب شمیم (شمیم یثرب)، مرزا عبدالرحیم: سردار دو عالم، محمد نواز نواز: عشق رسول، محمد صالح مظلوم: شمیم تراز۔

ممکن ہے مندرجہ بالا فہرست نامکمل ہو تاہم اس سے اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ گزشتہ صدی کی آخری دہائیوں میں پشتون نعت نگاروں نے نہ صرف باقاعدگی سے نعت کہی ہے بلکہ نعت کے مستقل مجموعے بھی منظر عام پر

لائے ہیں۔ اور یوں نعتیہ ادب کی روایت کو آگے بڑھا کر آنے والے شعرا کے لیے مشعل راہ بنانے کی سعی کی ہے۔
متذکرہ بالانعت نگاروں کے مجموعوں کے نام اور نعتوں کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت خود بخود منکشف ہوتی ہے کہ مجموعی طور پر ان کے یہاں تین مختلف رویے بروئے کار ہیں۔ ایک تو وہ نعت نگار ہیں جن کے مجموعے کے ناموں پر عربیت کا بلا واسطہ اور نعتوں پر بلا واسطہ گہری چھاپ محسوس کی جاسکتی ہے۔ دوسرے وہ جن کے مجموعوں کے نام فارسی سے براہ راست مستعار ہیں۔ اور نعتوں پر بھی فارسیت کی چھوٹ پڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔
تیسرے وہ نعت نگار ہیں جنہوں نے پشتو کے اصل مزاج اور پشتونوں کے گہرے نفسیاتی رنگ میں نعتیں کہی ہیں۔ مثال کے طور پر حمزہ شنواری کا ایک مناجاتی مزاج کا شعر ہے۔

ما حمزہ دیر ببادہ خاوندہ
پہ شغلے پیانہ کے دافغان را
ترجمہ حمزہ کو بادیثرب دے دے
گمراہان کے پیانے میں
(راقم الحروف)

جبکہ بعض حضرات کے ہاں یہ تینوں دھارے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض نعت نگاروں کے ہاں متعدد مقامات پر فنی حوالے سے تصادم کی صورت بھی پیدا ہوئی ہے۔ جسے انظیات و لسانیات کی سطح پر نشان زد بھی کیا جاسکتا ہے تاہم اکثر صورتوں میں تعاون و تعاوض کی فضا بھی قائم ہوئی ہے جسے بجا طور پر مقصود و محمود قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہی رنگوں کے امتزاج اور رویوں کے ایک فنی و فکری وحدت میں ڈالنے سے پشتو نعت کا لہجہ و لسانیات مزید ثروت مند ہو سکتے ہیں۔
بیسویں صدی کی پشتو نعت کا اگر گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ اکثر نعت نگاروں نے نعت کے مروجہ و مستقل موضوعات ہی کو نہ صرف برتا ہے بلکہ انہیں صحیح معنوں میں استحکام بھی بخشا ہے۔ یقیناً یہ ان کی بڑی عطا ہے۔ جسے کسی طور بھی چشم کم سے نہیں دیکھا جاسکتا تاہم کچھ ایسے شعراء بھی ہیں جنہوں نے اپنی فنی بلندی اور فکری گہرائی کی بدولت نعت کے آفاق و اعماق وسیع بھی کیے ہیں۔ اس سلسلے میں عبداللہ استاد حمزہ شنواری، حاجی محمد امین ترنگزئی اور پروفیسر ڈاکٹر عرفان خٹک کے اسمائے گرامی لیے جاسکتے ہیں حمزہ شنواری کی نعت میں عشق و تصوف کا گہرا رچاؤ اور نبی کریمؐ کے وسیلے سے حقیقت تک رسائی کا ایک گہرا تصور ملتا ہے۔

اشیا و ہمہ چل حقیقتو نہ کزل سرگند
اظہار حقیقت و وہ اظہار محمد
ترجمہ وا کر دیے اشیا نے بند حسن و حقائق
اظہار حقیقت کا وسیلہ بنے ہیں آپؐ

یہ وہ تصور ہے جس کا سلسلہ نور نبی کریمؐ کے نوری تصور حقیقت سے ملایا جاسکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپؐ کے بشری تصور کی جانب توجہ نہیں کی گئی۔ اچھی اور سچی بات یہ ہے کہ حمزہ شنواری اور کچھ دیگر نعت نگاروں کے ہاں مذکورہ یہ دونوں تصورات پہلو پہلو کار فرما ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ حقیقت محمدیؐ تک رسائی اسی راستے سے ممکن ہو سکتی ہے۔ ان حضرات کے علاوہ مختلف دیگر شعراء نے نبی کریمؐ سے محبت و موڈت کے اظہار کے لیے وقتاً فوقتاً

معجزات نامے، نونا مے، مولود نامے، معراج نامے، شامل نامے اور وفات نامے بھی تحریر کیے ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً ایک سو سے زیادہ بنتی ہے۔ اس سلسلے کے چند شعراء کے نام یہ ہیں: ملا احمد جان، غلام قادر، غلام محمد، جان محمد، غلام نبی، خان زمان لکھی، خیال میر خیالی، حبیب افغانی علی بہادر اور دیگر۔

گزشتہ صدی میں نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ساتھ دو نعتیہ تذکرے بھی منصف شہو در پر آچکے ہیں۔ جو نعتیہ ادب میں فن و فکر ہر دو حوالے سے اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ پہلا نعتیہ تذکرہ ”شعرا اور نعت“ کے عنوان سے فقیر محمد عباس نے 1980 میں مرتب کیا اس میں کم و بیش سو شعراء کی نعتیں یکجا کی گئی ہیں۔ جبکہ دوسرا تذکرہ جس میں تقریباً تیس شعراء کی نعتیں شامل ہیں کو عالمزب تبسم نے 1987 میں ترتیب دیا۔ حال ہی میں ایک تیسرا نعتیہ انتخاب بھی ”شناخوان محمد“ کے عنوان سے منظر عام پر آچکا ہے۔ جسے بنوں کے نوجوان شاعر ہدایت اللہ عامر نے 2013 میں مرتب کیا ہے۔ اس مجموعے میں تقریباً 145 شعراء کی نعتیں شامل کی گئی ہیں۔ اس مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خوشحال و رحمان سے لے کر جدید و رواں دور تک کے شعراء کے نعتیہ کلام کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ مجموعہ اس اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے مطالعے سے نعت کے حوالے سے جدید رویے، معاصر طرز احساس اور ناز و ہر امکانات کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔

درج بالا سطور سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نعت نبی کا قافلہ عشق و عقیدت کے مختلف مراحل اور فن و فکر کے متنوع منازل سر کرنا ہوا آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔ ہم جب بیسویں صدی کو عبور کر کے اکیسویں صدی میں قدم رکھتے ہیں تو یہاں بھی بزم نعت اپنے مخصوص رنگ و نکبت اور نور و سرور کے ساتھ جی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اب تک متعدد نعتیہ مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ جنہیں نہ صرف عوام و خواص کی طرف سے مناسب پذیرائی ملی ہے بلکہ متعلقہ نعت نگاروں کو سرکاری سطح پر مذہبی امور کی وزارت کی جانب سے مختلف ایوارڈز بھی دیے جا چکے ہیں۔ واضح رہے کہ ان میں شامل چند ایک نعت نگار ایسے بھی ہیں جن کا قلم گزشتہ صدی کی آخری دہائیوں سے نعت گوئی کے میدان میں مسلسل رواں دواں ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اگرچہ گزشتہ صدی کا ورق تمام ہوا ہے تاہم مدیح رسول ہنوز باقی ہے۔ چند نعت نگاروں اور ان کے مجموعوں کے نام حسب ذیل ہیں:

پروفیسر داور خان داور ”محمد عظیم انسان دے“ (محمد عظیم انسان) ”محمد چہرہ“ (چہرہ انور)

غازی سیال ”خکلا دکائنات“ (جمال کائنات)، ”نور حرا“۔

لائق زادہ لائق ”صلو علیہ وآلہ“ ”جلوئے“ ”اے گنبد خضراء“ ”راز و نیاز“ ”الصلوۃ والسلام“

قاری نیاز محمد ”دمدینے سردار“ (سردار مدینہ)

ابراہیم قاسمی ”دستور وہ لار“ (ستاروں کی رہ پے)

ممتاز علی ممتاز ”بے مثلہ بے مثالہ“ (بے مثل و بے مثال)

مولانا عبید اللہ مجبور سورانی ”عقیدت گلوئے“ (گلہائے عقیدت)

قیوم مروت ”محمد دے تمام جہان آبا“ (محمد وجہ تخلیق کائنات)

محمد زمان مجن ”عجمن نعتوئے“ (افسرانہ نعتیں)

پروفیسر ڈاکٹر عرفان خٹک ”شاد مصطفیٰ“ (شائے مصطفیٰ)، ”انوار محمد“ (انوار محمد)

ان مجموعوں کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ نعت نگاروں نے نعت کے مروجہ مضامین کو کسی حد تک وسعت بخشی ہے۔ یہاں اگر ایک طرف حضور پر نورؐ کے حسن و جمال اور مختلف حوالوں سے آپؐ کے امتیاز و انفرادیت کا تذکرہ کیا گیا ہے تو دوسری طرف نبی کریمؐ کی سیرۃ مطہرہ سے بھی اکتساب نور کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ محبوب خدا کی حیات طیبہ کی کچھ دیگر حیثیتیں اور حوالے بھی آئینہ کرنے کی کاوش کی گئی ہے۔ اور یوں نعت کو کسی حد تک عصری تناظر عطا کیا گیا ہے۔ جس میں جگہ جگہ امت کی اتھری اور زمانے کی زبوں حالی کے حوالے سے حضور کے دربار عالیہ میں فریاد بھی کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ان نعتوں میں جہاں حضوری اور مجبوری کی دلاویز و دردا نگیز کیفیت ملتی ہے وہاں روضہ رسول کی تابانیاں اور جذبہٴ محبت کی جولانیاں بھی دامن دیدہ و دل تھامے رکھتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ لائق تحسین و تقلید بات یہ ہے کہ غلوئے عقیدت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے شرکاء نہ خیالات سے کامل گریز کیا گیا ہے اور کامیاب کوشش کی گئی ہے کہ تو حید و رسالت کو آپس میں گڈمڈ نہ کر دیا جائے۔ یعنی یہاں ”احمد بے میم“ یا ”احد با میم“ والا معاملہ نہیں۔ دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس پر خطر پل صراط سے سلامتی و سلامت روی سے گزرنے میں سرخرو ہو چکے ہیں۔ مجبور سورانہ کی نعت میں تاج ختم نبوت کا منظر ملا حظ کیجیے:

اللہ ورت پہ سر کڑ و تاج ختم نبوت

”ا کملت لکم“ زیرے دکمال محمد

ترجمہ: اللہ نے پہنایا تاج ختم نبوت

”ا کملت لکم“ مژدہ دکمال محمد

(راقم الحروف)

اسی طرح ممتاز علی ممتاز نے نبی کریمؐ کے مقام انفرادیت کو ان لفظوں میں روشن کیا ہے:

کہ اللہ سرہ کلام کلیم اللہ کڑے دے

د لا مکان کڑے سفر دے رسول عربی

ترجمہ: اللہ سے کلیمؐ نے کیا ہے گر کلام

تو آپؐ نے کیا ہے لا مکان کا سفر

(راقم الحروف)

حقیقت یہ ہے کہ یہ نوری سلسلہ یہاں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ کچھ دیگر شعراء بھی ہیں جن کے باقاعدہ نعتیہ مجموعے تو شائع نہیں ہوئے تاہم اپنے شعری مجموعوں میں انہوں نے نعت کو شامل ضرور کیا ہے۔ اگرچہ بعض شعراء کا نا حال کوئی مجموعہ سامنے نہیں آیا۔ مگر کبھی کبھی اور کہیں کہیں ان کی نعت پڑھنے کو ملتی ہے تو دیدہ و دل کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ یہ اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ یہ شعراء بھی کاروان نعت کے خوش نصیب راہی ہیں۔ ان شعراء کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے عشق و عقیدت کے فؤر کے ساتھ ساتھ تخلیقی فؤر کو بھی نعت کا جز و جاں بنایا ہے اور یوں اسے احساسات کا صاف و شفاف آئینہ اور جذبات کا ابلتا ہوا چشمہ بنایا ہے۔ ان شعراء کے نام یہ ہیں۔ طاہر کلاچوی، پروفیسر رحمت اللہ درد، اکرام اللہ گران، مطیع اللہ قریشی، ڈاکٹر ہمایون ہما، درویش درانی، اباسین یوسفزے، ڈاکٹر محمد اعظم اعظم، ڈاکٹر راج ولی شاہ خٹک، پروفیسر اسیر منگل، سعید رہبر، اسرار دطورو، پروفیسر محمود لایز، نادر خان علیل، اقبال شاہ کراور ممتاز اور کزنے وغیرہ۔ نمونے کے طور پر دو نعتیہ شعرا پیش خدمت ہیں۔

پروفیسر رحمت اللہ درد دسر و نوبا دشاہان خوبرار ہادی

چہرہ زوونو کمران دے ہنہ سوک دے

ترجمہ: سروں پہ کمران ہوں گے ہزاروں

(راقم الحروف)

دلوں پہ کمران میرا نبی ہے

ڈاکٹر محمد اعظم اعظم عقل پہ نیلو سوارہ آسمان نہ ختہ نہ شی

لہ فرشتہ چہرے عرشہ زی دہ لار پہ مدینہ کے

ترجمہ: اہلب عقل فلک تک پہنچ نہیں سکتا

(راقم الحروف)

فرشتہ عرش مدینے کا راستہ جائے

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ شعراء کی جدید لب و لہجہ کی حامل نعتیں نہ صرف دیدہ و دل کی تظہیر کا سامان کرتی ہیں بلکہ دماغ و روح کو بھی بالیدگی بخشتی ہیں۔ کیونکہ ان کی نعتوں میں عشق و عقیدت کے تخلیقی اظہار کے ساتھ ساتھ زندگی کے بنیادی حقائق و مسائل کی جانب بھی اشارے پائے جاتے ہیں۔ خوشگوار منظر یہ ہے کہ ان نعتوں میں غزل کے تغزل اور نعت کے تحمل کو یکجا و یکجا کر دیا گیا ہے یہی سبب ہے کہ ان نعتوں میں نبی کریمؐ سے محبت محض ایک تصور نہیں بلکہ ایک زندہ تجربہ بن چکی ہے۔ ایسی نعتیں پڑھتے ہوئے کھلی طمانیت اور کامل اطمینان سے کہا جاسکتا ہے کہ پشتو نعت فی ارتقاء و فکری ارتفاع کی جانب ثابت قدمی سے گامزن ہے۔

خوش آئند منظر یہ ہے کہ سینئر شعراء کے ساتھ ساتھ نئی اور نوجوان نسل کے شعراء نے بھی اس جانب توجہ کی ہے اور گاہے گاہے ایسی نعتیں کہی ہیں۔ جن میں نعت کے حوالے سے ایک جدید تر طرز احساس پایا جاتا ہے۔ یہ جدید تر طرز احساس بیک وقت تاریخی و سماجی تناظر سے پھوٹا ہوا محسوس ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ انداز نظر کی جدت کے ساتھ ساتھ لفظیات کی سطح پر بھی ایک نازہ دی و نازہ کاری کا احساس ہوتا ہے۔ چند نمائندہ نام یہ ہیں۔ طارق محمود دانش، ڈاکٹر حنیف خلیل، عنایت اللہ عنایت، نور رحمن سحر، محمد اکبر ہوتی، عبدالسلام بیتاب، اقبال حسرت، سیف اللہ سیفیل، کلیم الحق کلیم اور حمید وصال۔

طارق محمود دانش جنہوں نے نعت گوئی کی جانب سنجیدہ توجہ دی ہے کی نعت کا ایک شعر بطور نمونہ ملاحظہ کیجیے:

زما د علم تسلسل غار حرا نہ ری

زکہ خو غریبہ و غرہ نہ پہ طاقت کے یہ

ہے نور حراء ہی سے میری فکر منور

ترجمہ:

(راقم الحروف)

باطل کی رہ میں صورت کہسار کھڑا ہوں

یہاں اگر ان نعت نگاروں کا ذکر نہ کیا جائے جو نعت نگاری کے ساتھ ساتھ نعت خوانی کا وظیفہ بھی سرانجام دے رہے ہیں تو میرے خیال میں نا انصافی ہوگی کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے نعت کو پشتو نوں کی مجلسی و تہذیبی زندگی کا ایک قابل قدر حصہ بنایا ہے۔ اور اسی طرح عوامی سطح پر ایک بڑے حلقے کی توجہ نعت رسول مقبول کی جانب منعطف کرائی ہے۔ اس صف میں شیر عمل در داڑیز، گل خوبان لکی، حافظ گل سعادت، حافظ گل ریحان، راہی جان داوڑ اور کچھ دیگر اصحاب نمائندہ عوامی نعت نگاروں کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ ان کی اصل اہمیت اس بات میں ہے کہ انہوں نے پشتو نعت کو نظم یا گیت کی شکلوں میں نو بہ نو بہتئیں ودیعت کی ہیں۔ جس کے باعث نعت کے مروجہ

موضوعات بھی کسی حد تک نئے ذائقے سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔ تسلیم کہ کبھی کبھی ان کے ہاں بے مقصد موضوعات بھی دراندازی کر چکے ہیں۔ یا نعت کے پردے میں مخصوص تبلیغی تاثرات اور جہادی جذبات بھی کہیں کہیں راہ پا گئے ہیں۔ تاہم یہ ایک رائج رویہ یا غالب رجحان ہرگز نہیں۔ جس کے لیے سرحد بندی نہ کی جاسکے۔ سو صورت حال یہاں بھی یقینی طور پر امید افزا ہے۔

پشتو نعت کے اس جائزے سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ پشتو نعت میں کچھ تو وہ نعت نگار ہیں جنہوں نے اپنی جملہ تخلیقی صلاحیتیں نعت گوئی کے لیے وقف کر دی ہیں وہ شروع ہی سے نعت رسول مقبول کہہ رہے ہیں۔ جبکہ کچھ شعراء نے غزل کے راستے سے ہو کر دربار نعت میں باریابی حاصل کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پشتو نعت میں فنی و فکری ہر دو سطح پر مختلف رویے ساتھ ساتھ چلتے ہیں کبھی یہ کناروں کی صورت میں متوازی طور پر چلتے ہیں تو کبھی دھاروں کی صورت میں ایک دوسرے سے آمیزش و آویزش کا سلسلہ اپنائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ پشتو میں کچھ نعت نگاروں کے ہاں جذب و کیف اور سرشاری و کیفیت کا ماحول پایا جاتا ہے۔ بعض کے ہاں عقیدت و تخلیقیت یکجا و یکجا ہوئے ہیں۔ کچھ دیگر نے اپنی نعت میں ادب و زندگی کے وسیع تر تناظر کو پیش نظر رکھا ہے اور یوں نو بہ نوا مکانات کا دائرہ وسیع و وسیع کر رہے ہیں۔ جبکہ کچھ رجال نعت کے ہاں ان جملہ رویوں کا ایک فنی و فکری امتزاج بروئے کار ہے۔ میری نظر میں پشتو نعت کا یہی ”مقام محمود“ ہے جس تک پہنچنے کے لیے زاوہ عقیدت کے ساتھ ساتھ زور قلم اور خدائے بخشندہ کی سعادت چاہیے۔

☆☆☆☆

سلطان فریدی

پشتو میں نعت گوئی

نہیں ہونا کسی سے حق ادا سیرت نگاری کا
کرے کوئی رقم کچھ بھی، اُسے حاصل سعادت ہے
ماہنامہ القاسم نوشہرہ کے مدیر شہید مولانا عبدالقیوم حقانی لکھتے ہیں:-

”میرے نزدیک نعت شریف محض ایک صنف شعر نہیں بلکہ ذاتِ مصطفیٰ کے جہالیاتی تسلسل کا نام ہے۔ قرونِ اول سے آج تک نہ جانے کتنے لاکھ نعتیہ اشعار کہے لکھے گئے اور کتنے ہزار نعتیہ مجموعے طبع ہو چکے مگر نعت کا مضمون پہلے دن کی طرح آج بھی تر و تازہ ہے۔“

حضرت حسان کی کیفیتِ حضوری، امام بومیری کی وارفتگی، رومی کی حلاوت، جامی کی نفاست، خسرو کی نغمگی، قدسی کی انفرادیت، غالب کی معنویت، اقبال کی آفاقیت اور قاسم نانوتوی کی خود سپردگی نے نعت میں نیا اسلوب، دلکش پیرایہ، خوبصورت اظہار، پاکیزہ رنگ اور مقدس آہنگ تو شامل کر لیا لیکن اس مضمون کی تکمیل پھر بھی نہ ہو سکی۔ حتیٰ کہ دلو رام کوثری بھی اس سفر سعادت میں پیچھے نہ رہا گیا اور بول اٹھا۔

کچھ عشق پیغمبر میں نہیں شرط مسلمان
ہے کوثری ہندو بھی ثنا خوانِ محمدؐ

مدحتِ نبویؐ کی اس خوش نوائی میں خیبر پختونخواہ کے غیور پشتون بھی دوسرے مسلمانوں سے پیچھے نہیں۔

کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کے ہر دو حصوں تو حید اور رسالت کا اقرار مسلمان کے ایمان و ایقان کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہی عقیدہ کوئی پشتون نوک زبان پر نہیں رکھتا بلکہ دل کی گہرائیوں سے وہ اس کا مدعی ہے۔

پشتو میں دو براہِ اول کے نامور شاعر مرزا خان انصاری سے آج کے مقبول شعرا ڈاکٹر اسرار تک کے تمام بڑے اور چھوٹے شاعر غزل اور نظم کے ساتھ حمد و نعت پر طبع آزمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ گزشتہ شعراء کے دو اولین کی ابتدا حمد و نعت سے ہوتی ہے۔ آج بھی عبدالوہاب شیدا اور علی حیدر جوشی جیسے عوامی شاعروں کے کتابچے جو زیادہ تر عوامی گیتوں کی نمائندے ہیں اپنے اندر ابتدائیہ کے طور پر حمد و نعت رکھتے ہیں۔ گویا سروِ کائنات و فخرِ موجودات سے اپنی عقیدت کا اظہار دلکش اور مبارک الفاظ میں کرنا ہر پشتون شاعر کا وظیفہ رہا ہے۔

رحمان بابا کے دیوان میں حمدیہ نظم کے بعد جو نعت شامل کلام ہے، وہ سیدھے سادھے پر اثر الفاظ کا مرقع ہے۔ دیکھئے اس کے پہلے اور آخری شعر کا ترجمہ:-

”اگر محمدؐ کی صورت ازل میں نہ بنائی جاتی تو اللہ تعالیٰ اس دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ تمام دنیا و مافیہا کو محمدؐ

کے طفیل پیدا کیا گیا ہے اس لیے محمد تمام جہانوں کے آبا ہیں۔“
 ”محمدؐ ہر لا علاج کے چارہ گر اور ہر درمند کے لیے درمان ہیں۔ میں رحمان محمدؐ کے در کا خاکروب ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے در بدر نہ کرے۔“

خوشحال خان خٹک تنگ پت اور غیرت و حمیت کا ترجمان قومی شاعر ہے۔ اسے پشتون ملت پر بے حد ماز ہے۔ وہ حمدیہ و نعتیہ شاعری میں بھی سرفہرست نظر آتا ہے۔ اس کی ایک نعتیہ نظم کے دو اشعار (ترجمہ):

کھلا ہم پر ثنا خوان محمدؐ سے
 خدا ظاہر ہے عرفان محمدؐ سے
 فراخی دو جہانوں کی بتا دوں میں
 بہت چھوٹے ہیں ایوان محمدؐ سے

موجودہ دور کے نعت کو شعراء میں حاجی محمد امین اور عبداللہ استاد کے نام مای سرفہرست ہیں۔ خانقاہوں اور مذہبی اجتماعات میں تلاوت کلام کے بعد نعت خوان حضرات اسٹیج پر آتے ہیں۔ ان میں اکثر انہیں دو شاعروں کی نعتیں خوش الحانی کے ساتھ پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ عوام میں انہی دو شعراء کے نعتیہ مصرعے قبول عام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ مثال کے طور پر حاجی محمد امین کا یہ مصرع زبان زد عام ہے:

زرگیہ ستر گے لگا وہ ذ قدم لارہ نہ وہ

ترجمہ: اے میرے دل! آنکھوں کے بل پر چلو یہ راستہ قدم (پاؤں) رکھنے کا نہیں۔ یہ بہت مبارک راستہ ہے۔ کہتے ہیں، حاجی محمد امین سات بار حج و زیارات کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ ہر بار وہ جوتے اتار کر مدینہ منورہ کی سرزمین پر چلتے پھرتے، درود پڑھتے نظر آتے۔ وہ سچے عاشق رسولؐ تھے۔ ان کے اہل و عیال، دوست احباب اس بات کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ روحتہ الحیب اور گلزار مدینہ حاجی صاحب مرحوم کے مبارک نعتیہ مجموعے ہیں۔ متعدد باشاعت کے مراحل سے گزر چکے ہیں اور عوام و خواص سے مقبولیت کا علم اٹھوا چکے ہیں۔ حاجی محمد امین اپنے آبائی گاؤں عمر زئی ضلع چارسدہ میں آسودۂ خاک ہیں۔ ہر سال ان کا عرس منایا جاتا ہے۔ ان کے عقیدت مند اور مریدان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

حمزہ شنواری پشتو کے بابائے غزل ہیں۔ ان کی غزلیہ شاعری کلاسیک کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ انہوں نے تقسیم ہندوپاک سے قبل قافلے کے ساتھ ایران و عراق کے راستے چل کر حج کی سعادت حاصل کی۔ واپسی پر اسی مبارک سفر کو ”ذجاز پہ لور“ (تجاز کی طرف) کے نام سے منظوم کر کے شائع کیا۔ ان کے دوسرے شعری مجموعوں میں بھی نعتیہ اشعار بکثرت ملتے ہیں۔

حمزہ شنواری کے ہم عصر، مقبول نظم کو شاعر سمندر بدرشی نے کلمہ طیبہ کی منظوم تفسیر بنام توحید ترنگ لکھ کر حمدیہ و نعتیہ شاعری کا حق ادا کر دیا۔ یہ طویل نظم چونٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور گیارہ جلدوں میں پشتو اکادمی پشاور یونیورسٹی نے شائع کی۔ ان کی ایک اور کتاب ”اذانِ بلالؓ“ بھی حمدیہ و نعتیہ اشعار کا مجموعہ ہے۔

کیا بھلی تھیں مجلسیں جو آپؐ کے دم سے رہیں
 آپؐ کا ہر اک صحابی پاسبانِ حق ہوا

اکوڑہ خٹک کے استاذ الاساتذہ سراج الاسلام سراج صاحب نے امام بو میری کے شاہکار عربی قصیدہ بردہ کا منظوم پشتو ترجمہ کیا۔ یہ منظوم ترجمہ اپنی مثال آپ ہے۔ سراج صاحب نے قصیدہ بردہ کے ہر شعر کو پشتو کے تین مصرعوں میں منظوم کیا۔ اس ترجمہ نے ادبی حلقوں میں مقبولیت حاصل کی۔ یہ کئی بار شائع ہوا۔ آخری بار القاسم اکادمی خالق آباد، نوشہرہ نے شائع کیا۔

قصیدہ بردہ کے منظوم ترجمے پر دارالعلوم حقانیہ کے استاذ اور مقبول شاعر حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب نے ایک منبوط مقدمہ لکھا۔ اس کے آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ:-

”نظم کا ترجمہ نظم میں کرنا بہت مشکل کام ہے۔ جس نظم کا منظوم ترجمہ کیا جاتا ہے اس نظم کے مرکزی خیال اور لفظ و معنی کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اصل شعر میں جو مٹھاس اور دلکشی ہوتی ہے وہ اس کا عکس ضرور ہونا چاہیے۔ سراج صاحب اس سے قبل مرزا غالب کی ستائیں غزلوں کا منظوم ترجمہ کر چکے ہیں۔ انہیں ترجمے کی مشکلات کا علم ہے۔ وہ ترجمہ میں دوسری باتوں کے ساتھ ساتھ بحر کا بھی خاص خیال رکھتے ہیں۔ اس کام پر سراج صاحب کو قدرت کا ملکہ حاصل ہے۔ میرا بھی ارادہ تھا کہ میں اس قصیدہ بردہ کا منظوم ترجمہ کر لوں لیکن سراج صاحب کے اس منظوم ترجمے کو دیکھ کر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔“

سراج الاسلام سراج صاحب نے اس کے علاوہ ایک اور قابل ذکر کام کیا۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی سراج صاحب کے پسندیدہ نعت گو شاعر ہیں۔ حضرت بریلوی نے کہا:-

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سراج صاحب اس بات کو مزید وسعت دیتے ہیں اور کہتے ہیں:-

پہ شاذ مرسلا نوے ارکونہ سلامونہ

ترجمہ:- شاہ مرسلان پر میرا ربوں سلام۔ اسی عنوان پر سراج صاحب نے پشتو میں ایک طویل نظم لکھ دی۔ دو سو نو بندوں پر مشتمل خمس کی شکل میں۔ یعنی ہر بند میں پانچ مصرعے ہیں۔ یہ نظم منظوم سیرت النبیؐ ہے۔ بہت دلکش اور متاثر کن نظم ہے۔ یہ ظہور قدسی سے وصال النبیؐ تک اہم واقعات سیرت پر مشتمل ہے۔ اس نظم کے پہلے بند کا ترجمہ ملاحظہ ہو:-

آج میرے سینے میں محبت کا سمندر موجزن ہے۔

آج پھر میری نظروں کے سامنے سے تباہات اٹھ رہے ہیں۔

آج پھر میری طبع موزوں ہو رہی ہے۔

آج پھر میرے لب پر نعتیہ اشعار ترتیب پا رہے ہیں۔

شاہ مرسلان پر ربوں سلام۔

دو تین سال قبل پرو فیسر داود خان داؤد کا نعتیہ مجموعہ ”عظیم الشان“ کے نام سے زیور طبع سے آراستہ

ہوا۔ وزارت مذہبی امور اسلام آباد سے انہیں پہلا انعام ملا۔

راقم الحروف (سلطان فریدی) کے بھی دو نعتیہ شعری کتب شائع ہو چکی ہیں۔ پشتو میں ”بہار محمدؐ“ اور

اردو میں ”بہار مصطفیٰؐ“۔

ہمارے مہربان دوست حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں دینی علوم کے استاد ہیں*۔ چار زبانوں میں شاعری کرتے ہیں۔ عربی، اردو، فارسی اور مادری زبان پشتو میں۔ پشتو شاعری کے چار مجموعے ان کے طبع ہو چکے ہیں۔ ان کی ایک ویڈیو تصورات یعنی ماتم کنناں تصورات (خیالات و تفکرات) سے ایک پشتو نعت کا منظوم ترجمہ پیش خدمت ہے۔ صرف دو اشعار پر اکتفاء کرتا ہوں:-

دی صدا فاران کی چوٹی سے جس دم آپؐ نے
ہر طرف چھانے لگی غارِ حرا کی روشنی

آپؐ کی الفت سے قائم ہے مرا ایمان، تو
ساتھ لے جاؤں گا فانی میں وفا کی روشنی

☆☆☆☆

* حافظ محمد ابراہیم فانی حالی میں مدبر فانی سے رخصت ہو گئے۔ (ایڈیٹر)

پنجابی شاعری میں نعت گوئی

لغوی اعتبار سے نعت، بن، ع. ت کے مادہ سے مشتق عربی زبان کا لفظ ہے۔ نَعَتٌ يَنْعَتُ نَعْتًا کے معنی ہیں اوصاف بیان کرنا، سراہنا، تعریف کرنا۔ اس کا زیادہ استعمال صفاتِ حسنہ کے لیے ہوتا ہے۔ نَعَتُ الْكَلِمَةِ کا مطلب ہوگا ”بہ تکلف عمدہ صفات دکھانا“۔ نَعَتَ کے معنی ہیں عمدہ اوصاف والا ہونا (نَعَاتَةُ الرَّجُلِ خُلُقُهُ)۔ اسی طرح نَعَاتَةُ الْفَرَسِ سبک رفتار گھوڑے کو کہتے ہیں۔ اَنْعَتَ کے معنی تعریف کرنے کے ہیں۔ اِنْشَعَبَتِ السَّوَادَةُ بِالْجَمَالِ کا مطلب ہے ”عورت کا خوبصورتی سے متصف ہونا“۔ تَنَعَّتِ الشَّيْءُ کا مطلب ہے ”کسی چیز کا قابل تعریف ہونا“۔ اسی طرح اِسْتَنْعَتَ الشَّيْءُ کا مفہوم ہے ”کسی چیز کے اوصاف بیان کرنے کو کہنا“۔

یوں غور کریں تو نعت کے معنی ہوں گے ”تعریف، وصف، سیرت یا وصف نگاری، قابلیت، اہلیت، جوہر، عکس، وغیرہ۔ ایسی ہر تعریف و توصیف پر نعت کا اطلاق ہوتا ہے، جس میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہو۔ نعت کی جمع نعوت ہے۔ نعت کہنے والے کو ناعت (جمع نعات) اور اوصاف حمیدہ اور محاسنِ عالیہ کے حامل کو مَنَعُوت کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں جن الفاظ کے ذریعے کسی کے اوصاف و محاسن رقم کیے جائیں، وہ بھی مَنَعُوت کہلاتے ہیں۔ لفظ نعت کا مصدر اِنْتَعَات (بروزن اِنْتَعَال) ہے۔

نعت کا لفظ عموماً وصف کا مترادف باور کیا جاتا ہے، لیکن اہل لغت نے ان دونوں الفاظ کے معنوی اختلاف پر بھرپور گفتگو کی ہے۔ ابن اثیر کے مطابق نعت کسی شے کے محاسن بیان کرنے کا نام ہے، قبائح میں اس کا استعمال نہیں ہوتا جبکہ وصف کا لفظ محاسن اور معائب دونوں کو محیط ہے۔

عربی لغت کے مطالعہ سے لفظ ”نعت“ کے مفہوم کے بارے میں جو تاثرات ابھرتے ہیں، وہ اسے دوسرے ہم معنی الفاظ از قسم وصف، صفت، منقبت، وغیرہ سے ممتاز و ممیز ٹھہراتے ہیں۔ فارسی میں یہ لفظ مطلق وصف اور نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف دونوں معانی میں مستعمل ہے۔ فارسی میں اس کے لغوی معنی ستائش، صفت، وصف اور تعریف و توصیف کے ہیں۔ اس حوالے سے فارسی میں نعت کا لفظ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، نبی کریمؐ کی ستائش اور حضرت علیؑ کی منقبت کے لیے بغیر کسی صنفی اور اصطلاحی تشخص کے بلا تخصیص رائج ہے۔

اردو، پنجابی اور پاکستان کی دیگر علاقائی زبانوں اور لہجوں میں نعت کا لفظ اب ایک اصطلاح بن چکا ہے اور صرف آنحضرتؐ کی مدح و ستائش کے لیے مخصوص ہے۔ یہاں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ عربی زبان میں نعت کا اطلاق، نظم و نثر کی تخصیص کے بغیر، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف کی حامل ہر تحریر پر ہوتا ہے، البتہ فارسی اور اردو نیز پنجابی اور پاکستان کی جملہ علاقائی زبانوں میں نعت سے مراد نبیؐ کی صرف منظوم مدح ہی ہے۔

احادیث میں نعت کا لفظ حضرت حمی مرتبتؑ کی تعریف و توصیف کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ امام بیہقیؒ

”نے حضرت انس بن مالکؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریمؐ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑ گیا تو آپؐ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کا باپ اس کے سر ہانے بیٹھا تو رات پڑھ رہا تھا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا، ”هل تجد في التوراة نعتي“ (کیا تم تو رات میں میری نعت..... تعریف و ستائش..... پاتے ہو؟) اس نے (جھوٹ بولتے ہوئے) جواب دیا، ”لا“ (نہیں)۔ اس کے بیٹے نے اپنے باپ کی تردید کی اور سچ بتاتے ہوئے عرض کیا، ”بلى! والله! يا رسول الله! ان نجد لك في التوراة نعتك“ (ہاں! اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! ہم تو رات میں آپؐ کی نعت پاتے ہیں)۔ اسی طرح سنن داری میں ایک روایت بایں الفاظ ملتی ہے: ”كيف تجد نعت رسول الله في التوراة“ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے خود پیغمبر اسلامؐ نے اپنی تعریف کے لیے نعت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

احادیث اور سیرت کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریمؐ کے بعد آپؐ کی تعریف و توصیف کے لیے سب سے پہلے یہ لفظ حضرت علیؓ نے استعمال کیا تھا۔ اس کا مرجع شانل ترمذی کی وہ حدیث ہے، جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے: ”من رآه بلبهة هابه، و من خالطه معرفة احبة، يقول ناعته: لم أر قبله و لا بعده مثله“ (جو آپؐ کو پہلی دفعہ دیکھتا ہے، اس پر آپؐ کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور آپؐ سے جس کو تعلق خاطر ہو جائے، وہ آپؐ سے محبت کرنے لگتا ہے اور آپؐ کی توصیف کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپؐ سے پہلے کسی کو آپؐ جیسا دیکھا ہے اور نہ آپؐ کے بعد)۔

عربی زبان میں نعت نگاری کا آغاز یوں ہوا کہ کفار مکہ پیغمبر اسلامؐ کو ”محمدؐ“ کے بجائے (خاکم بدہن) ”مدم“ کہہ کر آپؐ کی بھوکیا کرتے تھے۔ چنانچہ گستاخی رسولؐ کے جواب میں مسلمان شعراء نے مؤثر طور پر نبی کریمؐ کا دفاع کیا اور آپؐ کے محاسن اور اوصاف حمیدہ کو قصائد کی صورت نظم کرنا شروع کیا۔ نعت نگاری اسی لسانی جہاد کی یادگار ہے۔

آج تک کی اسلامی تاریخ میں محمد رسول اللہؐ کی ذات اقدس سے مسلمانوں کو جو محبت رہی ہے اور جس طرح انہوں نے آپؐ کی سیرت، سوانح، فرمودات، شائل اور خلق عظیم کی امثال کو محفوظ کیا ہے، یقیناً تاریخ عالم کا ایک منفرد واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد نبی کریمؐ کا ذکر ایک بڑی سعادت کی بات ہے۔ ”و رفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ فرما کر خود باری تعالیٰ نے آپؐ کے ذکر کو حیات ابدی سے ہمکنار کرنے اور اسے بلند ترین مقام بخشنے کی ضمانت فراہم کر دی ہے۔ آپؐ کی سیرت، تاریخ، آپؐ کے اوصاف و محاسن، کمالات و خصوصیات سب ”ذکر“ کے مفہوم میں شامل ہیں۔ رب العالمین نے آپؐ کے لیے بشیر، مذہب، سراج المہیر، خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین جیسی صفات بیان کی ہیں اور آپؐ کی عزت و توقیر کرنے کا حکم دیا ہے، اور ہدایت فرمائی ہے کہ ”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریمؐ (پر درود بھیجتے ہیں، ایمان والو! تم بھی آپؐ) پر درود و سلام بھیجا کرو (الاحزاب: ۵۶)۔ یہ اور اس جیسے دوسرے فرمودات باری تعالیٰ کے نتیجے میں آج تک آئمہ حدیث اور محققین اسلام نبی کریمؐ کی حیات مبارکہ کے حوالے سے آپؐ کے فرمودات کی تشریح اور توضیح میں مصروف کار ہیں اور ادباء و شعراء مدح و توصیف میں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کا کوئی بھی مسلم ملک کسی بھی دور میں ایسے شعراء سے قہی نہیں رہا کہ جنہوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں مدوح رب العالمینؐ کے محامد و محاسن کے بیان میں صرف نہ کی ہوں۔

مسلم شعراء نے ہر دور میں نبی کریمؐ کے حسب و نسب، اخلاق و کردار، توفیق و ستائش، شجاعت و سخاوت، دیانت و امانت، صداقت و عدالت، جود و سخا، فضل و عطا، علم و حلم، نجابت و شرافت، اخوت و محبت، بخشش و عنایت، رحمت و شفاعت، محبت و شفقت، انسانی ہمدردی اور غم خواری، دشمنوں سے حسن سلوک، غصہ و درگزر، حسن معاملات، وسعت قلبی اور عالی ظرفی، ایثار و احسان، رفتار و گفتار، مجلسی آداب، ظاہری جمال، باطنی حسن اور آپؐ کی فضیلت مآب شخصیت اور آپؐ کے سراپا کو اپنی شعری نگارشات کا موضوع بنایا ہے اور جزئیات کے ساتھ انتہائی احترام اور شہنشاہی سے نعتوں میں موزوں کیا ہے۔

حضرت ختمی مرتبتؒ کی مدح سرائی میں اذہیت کا شرف آپؐ کے مربی اور چچا جناب ابو طالب کو حاصل ہے۔ آپؐ کی مخالفت و عناد میں جب مشرکین قریش کی آتش غیظ و غضب میں بد بچہ اتم اضافہ ہوا تو جناب ابو طالب نے ایک شاہکار قصیدہ کہا، جو تاریخ ادب میں ”قصیدہ کلامیہ“ کے نام سے معروف ہے۔ امام ابن کثیرؒ کے بقول یہ قصیدہ سب سے معلقات سے بھی کہیں بڑھ کر فصیح، بلیغ اور معنی آفرین ہے۔ سیرت ابن ہشام میں اس قصیدے کے کوئی ایک سو کے قریب اشعار نقل کیے گئے ہیں، جن سے قصیدہ نگار کے دلی جذبات و احساسات کی سچی عکاسی ہوتی ہے۔

نبی کریمؐ کا دوسرا مداح دور جاہلیت کا نامور شاعر عثمٰی بن قیس ہے، جو اسلام کی نعمت سے تو محروم رہا، تاہم اس نے آپؐ کی مدح و ستائش میں بڑے معرکے کے اشعار کہے ہیں۔

ہجرت مدینہ کے بعد شعراء قریش اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی بھوکھائی پر اتر آئے اور آپؐ کے خلاف مانگتنی پروپیگنڈا شروع کر دیا، جس کا جواب دینے کے لیے حضرت حسان بن ثابتؓ نے اپنی زندگی نبی کریمؐ کی مدح و حمایت کے لیے وقف کر دی۔ نبی کریمؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی: ”اے اللہ! روح القدس کے ذریعے اس کی مدد فرما“۔ چنانچہ حضرت حسانؓ نے ابوسفیان بن الحارث کی دریدہ دہنی اور ہرزہ ہرائیوں کا جواب ایسے مؤثر اور مسقط پیرایہ شعر میں دیا کہ ابوسفیان اور اس جیسے دوسرے نابکاروں کو دانتوں پینہ آگیا۔

مشہور عرب شاعر نابغۃ الجعدیؓ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی ایک پاکباز انسان کی ہی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ ہجری میں مسلمان ہوئے اور نبی کریمؐ کی خدمت میں اپنا قصیدہ پیش کیا۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے کہ ”ہماری عظمت اور خوش نصیبی آسمان تک جا پہنچی اور بے شک ہم اس سے بھی اوپر مقام و مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں“ تو آپؐ نے استفسار فرمایا: ”ابو لیلیٰ! آسمان سے آگے کہاں پہنچنے کے آرزو مند ہو؟“ انہوں نے عرض کیا: ”جنت میں“۔ آپؐ نے فرمایا ”ان شاء اللہ“، اور ساتھ ہی دعا دی ”تمہارے دانت کبھی شکستہ نہ ہوں“۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ نابغہؓ ایک سو بیس سال کی عمر پا کر فوت ہوئے اور تادم وائیں ان کے تمام دانت صحیح و سالم تھے۔

عہد رسالت مآبؐ کے دیگر نامور مداحین میں سیدہ فاطمہؓ الزہراءؓ، عاتکہ بنت عبدالمطلبؓ، ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علی المرتضیٰؓ، حمزہ بن عبدالمطلبؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، مالک بن نمطہؓ، کعب بن مالکؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زہیرؓ، اور عباس بن مرداسؓ کے نام سرفہرست ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار دیگر صحابہؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ نے نعتیہ قصائد کے گلابائے رنگا رنگ جناب رسالت پناہ علیہ التحیۃ والتسلیم کے حضور میں پیش کیے ہیں۔

عہد بنو عباس کے شعراء میں سے قطرب (متوفی ۲۰۶ھ) اور ابو العتاہیہ (متوفی ۲۱۱ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قطرب کے ایک شعر کا ترجمہ ہے: ”رسول اللہؐ (ہماری تعریف و توفیق سے بہت بلند مرتبت تھے۔ ہزار

کوشش کے بعد بھی آپ کی تعریف کرنے والا آپ کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکا۔

نعتیہ قصیدہ نگاری میں ایک بڑا نام محمد بن سعید البومیری (متوفی ۶۹۷ھ) کا ہے، جن کا کہا ہوا ”قصیدہ ہمزیہ“ ساڑھے چار سو اشعار پر پھیلا ہوا ہے، تاہم ان کی شہرت کا باعث دراصل ”قصیدہ ہمدہ“ ہے۔ شعرائے عرب کے تتبع میں دیگر زبانوں، خصوصاً فارسی میں، بہت زیادہ نعتیں اور نعتیہ قصائد کہے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں عطار، رومی، نظامی، نصیری، جامی، خسرو، فیضی، سعدی، عراقی، قدسی، قاضی اور دیگر بے شمار شعرا نظر آتے ہیں، جن کے نعتیہ کلام میں رسول اللہ کی محبت کے سمندر موجزن ہیں۔ انہی سمندروں سے نعت رسول کے سحاب اٹھے اور اردو شاعری کی دھرتی کو سیراب کرتے چلے گئے۔ چنانچہ ولی دکنی سے امیر مینائی تک شعراء کی ایک بڑی تعداد میں نعت سرائی کرتی نظر آتی ہے۔ بعد ازاں الطاف حسین حالی سے ہوتی ہوئی نعت گوئی کی یہ روایت ظفر علی خان تک پہنچتے پہنچتے توانائی کی بلند یوں پر پہنچ گئی۔ اقبال کے ہاں نعت نے آفاقی منازل تک صعود کیا اور پھر اس کی روشنی کچھ یوں پھیلی کہ قیام پاکستان کے بعد نعت نگاری گویا ہر مسلمان شاعر کا جزو ایمان بن گئی اور اب بہت کم شعراء ہوں گے، جنہوں نے نعت نہ کہی ہو۔

پنجابی شاعری میں، اب تک کی تحقیق کے مطابق، سب سے پہلا نعتیہ بول..... روپا محمد سونا خدائی دھوں
وہ دنیا غوطہ کھائی..... حاجی بابا رتن (متوفی ۱۱۲۰ء) کا ہے۔ اُن کا کوئی اور کلام دستیاب نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پنجابی ادب کی تاریخ کا آغاز شیخ فرید الدین مسعود المعروف بہ گنج شکر (متوفی ۱۲۶۵ء) سے مانا گیا ہے۔ وہ پنجابی کے پہلے شاعر ہیں، جن کا کلام آج تک محفوظ ہے۔ ان سے قبل پنجابی میں کچھ اشلوک ضرور ملتے ہیں، لیکن ان کی زبان پنجابی سے زیادہ ”برج بھاشا“ اور سنسکرت کے قریب ہے۔ فرید الدین مسعود نے اپنے اشلوکوں کے توسط سے سیدھے سادے لوگوں کو سیدھے سادے لفظوں میں نماز روزے کی پابندی، ان سے اغماض کے دینی نقصانات، ریا کاری سے اجتناب، شرک سے بچنے کی تلقین و ترغیب، دنیوی آلائشوں سے بچنے اور اخروی زندگی کی تیاری اور اہمیت جیسے امور کی طرف توجہ دلائی ہے، لیکن کوئی نعتیہ اشلوک نہیں لکھا۔

پنجابی میں پہلا نعتیہ اشلوک (پنجابی میں شلوک) کہنے کا شرف سکھ مت کے بانی گورو نانک دیو جی (وفات ۱۵۳۹ء) کو حاصل ہے۔ وہ کہتے ہیں:

محمدؐ من توں من کتاباں چار من خدائے رسولؐ نوں سچا ای دربار
عبدی کو دھن (متوفی ۱۵۸۸ء) کا نعتیہ اشلوک ہے:

جاں دنیا تے حضرتؐ آیا اول ایہہ نشانی
جو بت دنیا اتے آہے ہوئے کلی فانی

ایک اور اشلوک میں وہ کہتے ہیں:

کہاں دُرود بھی آں تے جیس پر اوہ خوشنود
ہووے یاراں دوستاں بھی لکھ ہزار دُرود

سولہویں صدی عیسوی کے اس دور کی تمام تر پنجابی شاعری پر صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ چنانچہ فرید الدین مسعود سے لے کر وارث شاہ تک کے درمیانی زمانے میں فرید الدین ثانی، شاہ حسین، بہار شاہ، عبید اللہ، ہاشم شاہ،

اکبر علی شاہ، مولوی بخشا، حاجی محمد المعروف بہ نوشہرہ بخش، حافظ برخوردار راہنما، سلطان باہو، علی حیدر، شیخ شرف، غلام جیلانی، ولایت شاہ، ہدایت اللہ، مولوی غلام رسول، غلام فرید، مولوی عبداللہ، عبدالوہاب، مولوی غلام محی الدین، مولوی روشن دین، مولوی خدا بخش، مولوی نور محمد، مولوی محمد نبی، مولوی محمد مسلم، میاں محمد، مولوی محمد اسماعیل، مولوی محمد شاہ دین، محمد دین، خیر الدین، غرض پنجابی شعراء کی ایک طویل فہرست ہے، جنہوں نے تصوف اور اس کے مختلف موضوعات پر مختلف اصنافِ سخن میں خامہ فرسائی کی۔ اسی دور کے آخر میں شعراء دیگر دینی امور کی طرف متوجہ ہوئے اور متصوفانہ وارداتوں کے علاوہ مختلف فقہی مسائل، قرآن پاک کی تفاسیر، احادیث کے احکام، نماز، روزہ، احوالِ الآخرت اور قیامت کے بیان، حج کی اہمیت اور مسائل حج، جنگِ نامہ، شہادتِ حسین ابن علیؑ، قصص النبیین، حمد، نعت، نعتیہ قصائد اور سیرتِ رسولؐ، مدحِ رسولؐ اور آپ کے حضور سلام، وفاتِ نامہ، نورِ نامہ، معراجِ نامہ، شانِ رسولؐ، حلیہ شریف، گلزاریں، سی حرفیاں، بیت اور آپ کی زندگی کے مختلف واقعات، جیسے متنوع موضوعات کو شعری قالب میں ڈھالنا شروع کیا۔

وارث شاہ کا دور اٹھارویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ اس زمانے میں پنجابی میں لکھنے کا رواج زور پکڑنا گیا۔ سرکاری زبان فارسی تھی، جس کے باعث پنجابی زبان بہت متاثر ہوئی اور اس میں فارسی اغظیات در آئیں۔ پنجابی شعراء کو خاص طور پر فارسی مثنوی نے بہت متاثر کیا۔ شاہ نامہ فردوسی اور نظامی گنجوی کے نمبر کے زیر اثر پنجابی شعراء نے رومانی داستانوں اور قصوں کو مثنوی کی صنف میں نظم کرنا شروع کیا۔

پنجابی ادب میں بیانیہ اور موضوعاتی شاعری کا آغاز اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ہوا۔ اسی زمانے میں نجات نے ”وار“ لکھی اور حافظ شاہجہان مقل نے ہیر رانجھ کی عشقیہ داستان صنعتِ بیت میں نظم کی۔ مقل کا ایک نعتیہ بیت یوں ہے:

روشن جس دے نور تھیں دائم لیل نہار
کہاں دُرود سلام میں باجھ حساب شمار

اٹھارویں صدی عیسوی کے اس زمانے میں پیلو اور حافظ برخوردار ہردو کی مثنویاں ”مرزا صاحبان“ اس درجہ مقبول ہوئیں کہ ان کے مصرع کے مصرع ضرب الامثال کی طرح عوام و خواص میں شہرت پا گئے۔ اسی زمانے میں وارث شاہ نے اپنی مقبول عام مثنوی ”ہیر رانجھ“ لکھی۔ انہوں نے ”ہیر“ کے دوسرے بند میں نعتِ رسول اللہؐ کا مضمون یوں نظم کیا ہے:

دوئی نعت رسول مقبولؐ والی، بھیندے حق نزول لولاک کیتا
خاک کی آکھ کے مرتبہ بدادنا، سبھ خلق دے عیب تھیں پاک کیتا
سرور ہوئیے اولیاں انبیاں دا، اگے حق دے آپ نوں خاک کیتا
کرے امتی امتی روز محشر، خوشی چھڈ کے جیو غمناک کیتا

مثنوی یا شاعری کے کسی مجموعے کے آغاز میں حمد اور نعت لکھنا آج تک رائج ہے۔ ایسے شعراء، جو عام طور پر نعت نہیں کہتے، محض برکت کے لیے اپنی کتابوں کا آغاز حمد اور نعت سے کرتے ہیں۔ چنانچہ رومانی داستانوں کی مثنویاں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی کتابوں کے لیے اکثر شعراء نے اصل قصہ یا داستان نظم کرنے سے پہلے حمد و نعت

کا اہتمام کیا ہے۔ یہ ایک طرح کی رسمی نعت گوئی ہے۔ البتہ وہ شعراء، جو بڑے اہتمام سے نعت کہتے ہوں اور جنہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کے مجموعے بھی مرتب کیے ہوں، پنجابی ادب میں خال خال ہی نظر آئیں گے۔

پنجابی زبان میں، دنیا کی کسی بھی دوسری زبان کے مقابلے میں، اصنافِ سخن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ شعراء کرام اپنا ہر قسم کا کلام انہی اصناف میں رقم کرتے رہے ہیں، البتہ کچھ منظومات ایسی بھی ہیں، جو صرف اور صرف جناب نبی کریمؐ ہی سے خاص ہیں۔ ایسی منظومات کا فردا فردا بیان حسب ذیل ہے:

حلیہ شریف: یہ ایک ایسی نظم ہے، جس میں نبی کریمؐ کا حلیہ مبارک اور آپ کا سراپا بیان کیا جاتا ہے۔ مولوی محمد علی فائق اور احمد حسن قلعہ داری کے نظم کیے ہوئے حلیہ شریف اس صنعت کی بہترین مثال ہیں، جو ایک زمانے تک پنجابی معاشرت میں مقبول رہے ہیں۔

معراج نامہ: یہ ایسی نظم ہے، جس میں شاعر نبی کریمؐ کے سفرِ معراج کی روئیداد نظم کرتا ہے۔ پنجابی شاعری میں قادریا رکا لکھا ہوا معراج نامہ بہت مقبول رہا ہے۔ یہ بڑی تقطیع کے تقریباً چوالیس صفحات کو محیط ہے۔ شاعر نے سفرِ معراج کے مختلف مراحل کو عنوانات کے تحت نظم کیا ہے۔ معراج نامہ کی ابتداء حمد و ثنائے ربِ جلیل سے کچھ یوں ہوتی ہے:

اللہ خالق، رازق، مالک، قدرت سندا والی
آدم، جن، ملائک، ہر شے در تے نت سوالی
رحمت دا دریا الہی بے پروا کہاوے
ظاہر باطن قدرت اس دی کجھ حساب نہ آوے
میں کجھ خبراں علموں پائیاں قدرت مال سنائیں
جاں جاں الف اکلا آہا نہ سی شام صبا میں

ان اشعار کے بعد وہ اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے یوں سخن سنچ ہیں:

ایڈا فضل نبی تے کیتا آپ اللہ حق تعالیٰ
وچ قرآن لکھی خوشخبری ذکرِ معراج والا
پاک محمدؐ بندے اتے فضل خداوند چاہیا
مسجد اقصیٰ، مکے تائیں راتیں سیر کرایا

معراج کب ہوا؟ قادریا لکھتے ہیں:

سال بونچہ عمر نبی دی آہی اوس دیہاڑے
ہویا جدوں معراج نبی نوں ڈٹھے عرش منارے
اوہ رجب دا آہا مہینہ ہویا جدوں فضل سی
اک بزرگ روایت کیتی ماہ ربیع الاول سی

آگے چل کر سفر معراج کے آغاز کو انہوں نے یوں نظم کیا ہے:

جس دم حرم بیت اللہ اتے کینا کرم ستاری
بھیجیسا ہتھ براق وحی دے کیتی نبی اسواری
میکائیل لگاموں پھڑپھڑا، جبرائیل رکابوں
کہن محمدؐ کر اسواری ہويا حکم جنابوں
بھیجیسا ایہہ براق الہی حضرت میں لے آیا
جیہڑا اڈ چڑھے اسمانے باجھوں پچھ پچھایا
چل محمدؐ درگاہ باری یاداں ہون اج اوتھے
کل مقرب رب دے دیکھن تیرا راہ کھلوتے

اس کے بعد بیت المقدس اور اس سے آگے مختلف آسمانوں پر نبی کریمؐ کی سواری (براق) کے صعود و ورود اور آپؐ نے وہاں کیا کیا مشاہدہ فرمایا، سب کچھ بالتفصیل بیان کیا ہے اور اس سفر کے اختتامی مراحل بیان کرنے کے بعد معراج نامے کے اخیر میں قادریا ربیوں عرض پرداز ہیں:

کر کے ختم معراج نبی نوں بعد درود پہچانا
جیکو حرف اسمانوں بخشے ہووس فضل ربانا
باراں سو سنتانی سالاں پاک نبی دے پچھوں
ایہہ مذکور بنایا یارو ویکھ معارج وچوں
قادر عاجز عاصی بندہ صفت بناون والا
برکت کلمے پاک نبی دی اجر دیوے حق تعالیٰ

نبی کریمؐ کا سفر معراج پنجابی لوک گیتوں کا موضوع بھی رہا ہے۔ ایک لوک گیت، جس میں حج کو جانے کے لیے میلے کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے، بڑے خاصے کی چیز ہے۔ دعوت تو میلے (حج) کی ہے، لیکن میلے کا لفظ اپنے لغوی معنی (میل ملاقات) میں بھی واضح طور پر مفہوم ہوتا ہے۔ گیت کچھ اس طرح ہے:

جناں اوڑک جانا مر وے چل میلے نوں چلیئے

پہلا میلا آدم کینا مکاں ویکھ کے سجدہ کینا
اک ویکھ کے گیا ای سڑ وے چل میلے نوں چلیئے

اس ابتدائی کے بعد دو بند بالترتیب حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور حضرت یوسفؑ علیہما السلام کے بارے میں ہیں۔ چوتھا بند نبی کریمؐ کے سفر معراج کی بابت ہے:

چوتھا میلا راتیں ہويا آن بوہے جبریل کھلویا
سوہنا گیا براق اتے چڑھ وے چل میلے نوں چلیئے

نورنامہ: نبی کریمؐ کی پیدائش مبارک کے متعلق کہی ہوئی نظمیں ”نورنامہ“ کہلاتی ہیں۔ ملا رحیم بخش، حافظ مراد اور دولت علی کے ”نورنامے“ مثال کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں، جو آج بھی دیہاتی معاشرت میں بڑے شوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق (جس کا ثقفہ ہونا محل نظر ہے)، سب سے پہلا نورنامہ امام غزالیؒ نے عربی میں رقم کیا تھا، جسے نصیب الدین غازی نے فارسی کے قالب میں ڈھالا اور ازاں بعد شیخ نورالدین علمدار (۱۳۷۷ء تا ۱۴۳۰ء) نے پنجابی میں ترجمہ کیا۔ یہ نورنامہ رب جلیل کی حمد و ثناء سے شروع ہو کر دعائیہ اشعار پر ختم ہوتا ہے، جن کے مابین کہے گئے اشعار کا مضمون ٹھیکھا اور سکھ بند قرآنی تعلیمات اور دینی قواعد سے متعارض اور متضاد ہے۔ مثلاً شاعر نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی محبت میں علم، عمل، حلم، عشق، عقل، نعمت، نور، صبر، شکر اور فقر کے دس دریا پیدا فرمائے اور پھر نبی کریمؐ کا نور سبز توتے کی شکل میں ظاہر ہوا، جس نے دریائے رحمت میں ایک لاکھ غوطے لگائے اور ہر غوطے کی حالت میں ہزاروں برس بتائے۔ جب غوطوں کی تعداد پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے نور کو دریائے رحمت سے باہر آنے کو کہا۔ چنانچہ نبی کریمؐ کے مختلف نوری اعشاء سے گرنے والے قطرات سے دیگر انبیاء و رسل علیہم السلام، ملائکہ، عرش، کرسی، لوح محفوظ، قلم، بہشت، دوزخ، ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں، سورج، چاند، ستارے، ہوا، طوفان باد، کڑک، برق، حوریں، سدرۃ المنتہی، درخت، شراب طہور، دودھ، حوض کوثر، پل صراط، مروارید، سونا، چاندی، تکیے، اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہونے والا ذنبہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، گھوڑے، پرندے، غرض ایسے ہی دیگر موجودات عالم پیدا ہوئے۔ اس کے بعد شاعران مختلف وعدوں کا ذکر کرتا ہے، جو حضرت باری نے جناب نبی کریمؐ سے فرمائے۔

نبی کریمؐ کی پیدائش کے بارے میں جو کچھ اور جیسا کچھ مجولہ نورنامے میں نظم کیا گیا ہے، ایک سرسری سی نظر ہی اس گھڑنت کو دیومالائی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے شاعر یونانی اور ہندو دیومالا سے متاثر ہو کے نبی کریمؐ کے بارے میں یہ سب کچھ نظم کرنا گیا ہے اور یوں اس نے ایک حقیقی وجود مقدس کو دیومالائی کر دیا ہے۔ اکثر نور نامے، جو بازار میں دستیاب ہیں، اسی مضمون کے حامل ہیں، جن کے مضامین کا ٹھوس حقائق سے کوئی علاقہ نہیں۔

گلزار: ایسی نظم کو ”گلزار“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کے حالات بیان کیے جائیں، یوں یہ صنعت نبی کریمؐ کے ساتھ مخصوص تو نہیں تاہم بہت سے شعراء نے آپؐ کی حیات طیبہ کے مختلف حالات و واقعات کے بیان میں ”گلزار“ نظم کیے ہیں۔ اس ضمن میں مولوی محمد مسلم اور محمد دین فاضل شاہ پوری کے نام مثال کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

سلام: ”سلام“ ایک منفرد نظم ہے، جس میں نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ اب یہ صنعت زیادہ تر حضرت حسین بن علیؑ کو سلام عقیدت پیش کرنے کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئی ہے، تاہم اب بھی کچھ شعراء نبی کریمؐ کے حضور سلام لکھتے رہتے ہیں۔ سید تنویر بخاری کے کہے ہوئے ایک سلام کا مطلع کچھ یوں ہے:

محبت، ادب، شوق، الفت، عقیدت تھیں سرنوں جھکا کے، سلام آکھنا واں
تصور چ ڈب کے، تیرے پیار دی دل تے رنگن چڑھا کے، سلام آکھنا واں
چونکہ نعت کے لیے کوئی خاص صنفِ سخن مقرر نہیں ہے، لہذا پنجابی شعراء نے مثنوی، نظم، مثنوی، نظم معری،

غزل، مثلث، خمیس، مسدس، کافی، دوبہ، بولی، نپاہی، حرفی، اکھر کھڑا، وغیرہ تمام اصنافِ سخن میں نعتیہ مضامین نظم کیے ہیں، جنہیں فردا فردا مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا جا رہا ہے:

مثنوی مثنوی کا لفظ شاعری سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں دو یا دوہرا۔ شاعری کی اس صنف میں ہر شعر اپنی جگہ ایک مطلع ہوتا ہے۔ نمونے کے طور پر وارث شاہ کے دو اشعار پہلے پیش کیے جا چکے ہیں۔ میاں محمد بخش (متوفی ۱۹۰۳ء) نے اپنی مثنوی ”سفر العشق“ (المعروف بہ سیف الملوک) کے آغاز میں دُعا اور حمدِ باری تعالیٰ کے بعد حضرت ختم المرسلینؐ کے حضور نعتِ رقم کی ہے، جس کے چند اشعار حسبِ ذیل ہیں:

واہ کریم اُمتِ دا والی مہر شفاعت کر دا
جبرائیل جیہے جس چاکر نبیاں دا سر کر دا
اوہ محبوب حبیبِ رباناں حامی روزِ حشر دا
آپ یتیم یتیمان تائیں ہتھ سرے تے دھرا
جے لکھ واری عطر گلابوں دھوپے نت زباناں
نام اوہناں دے لائق تائیں کیہ قلمے دا کاناں
دنیا تے جد ظاہر ہويا کھریا دین دماناں
کوہ قافاں نے سیس نوايا کوٹ کفار تماناں
تخت چہارے شاہی کنبے ڈھٹھے کفر منارے
چھیک دتے قرآن اوہدے نیں اگلے دفتر سارے

میاں محمد بوٹا کجراتی (متوفی ۱۹۳۰ء) نے اپنی مثنوی ”مرزا صاحبان“ کے آغاز میں حمدِ باری تعالیٰ کے بعد رسولِ مقبولؐ کے حضور یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے:

آکھاں صفت سدا سلطانِ امت، جیندے شانِ قرآن گواہ ہويا
سچا یار حبیبِ نصیب والا مشتاق جس دا پاک الہ ہويا
سرتاجِ لولاک لَمَّا والا ساری خلقِ سندباد شاہ ہويا
شرق، غرب، جنوب، شمال تیکر روشن دین جیندا مثل ماہ ہويا
رہی آکھ تعریفِ مخلوق ساری، اوڑک سبھ دا عقل فنا ہويا
اندر صفت رسولِ شرمندگی تھیں میری قلم دا مونہہ سیاہ ہويا
کرسیِ حشر شفاعتِ پاسِ مولا، اساں عاصیاں دا خیر خواہ ہويا
محمد بوٹیا فکر کی اُمتاں نوں نبی جہاں دا پشت پناہ ہويا

سید جلال عاشق (۱۹۳۵ء کے بعد موضع بھکھڑالی، سیالکوٹ میں فوت ہوئے) اپنی مثنوی ”ذہول وشمسِ رانی“ کے آغاز میں یوں نعتِ سرا ہیں:

سید سوہنا سینہ اطہر معدنِ فیضِ حقانی
کوئی ہويا نہ ہوئی اگوں پاک نبیؐ دا ثانی

آشکدہ بجھایا پل وچ کئی صدیاں ہا بلدا
 کسری دے ڈگ پے کنگورے محل تمامی بلدا
 جنتی نافہ کھلا آ کے عبداللہ دے خانے
 لہندے چڑھدے خوشبو اس دی کھنڈی وچ جہانے
 آدم، نوح، خلیل الہی، عیسیٰ، موسیٰ سارے
 پاک نبیؑ دیاں خبراں دتیاں سکھناں مال پیارے
 سورج چڑھیا رحمت والا مات ہوئے سبھ تارے
 سبھ منسوخ کتاباں ہوئیاں اتے صحیفے سارے

قصیدہ: قصیدہ بقصد (ق ص د) سے مشتق عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ارادہ، نیت اور منشاء کے ہیں۔
 قصیدہ نظم کی وہ قسم ہے، جس میں شاعر کسی کی مدح یا مذمت رقم کرتا ہے تاہم اردو اور پنجابی میں یہ لفظ صرف کسی کی
 تعریف و توصیف اور مدح و ستائش کے لیے ہی بولا جاتا ہے۔ اصطلاحاً بادشاہوں، جنگجو اور دلیر لوگوں یا معززین کی
 مدح پر مشتمل کلام موزوں کو قصیدہ کہا جاتا ہے۔ پنجابی شاعری میں قصیدہ گوئی مقتدر یا معززین کے علی الرغم رسول اللہؐ
 کی مدح و توصیف کے لیے ہی خاص رہی ہے، کیونکہ پنجابی میں شاعری کرنے والا کوئی شاعر کسی سرکار دربار سے کبھی
 منسلک نہیں رہا۔ پنجابیوں نے اپنے جنگجو سوراؤں کے گیت ضرور گائے ہیں، لیکن ان کے لیے ”واریں“ نظم کی ہیں،
 قصیدے نہیں کہے۔

عربی نعت نگاری کا محرک اول یہی قصیدہ ہے۔ امام الانبیاءؑ کے معجزات، غزوات، آپؐ کا اسوہ، سیرت و
 کردار، خلق عظیم، حلم و بردباری، غنودرگزر اور ان جیسے دیگر محامد و محاسن ہمیشہ سے قصائد کا موضوع رہے ہیں (اور تا
 قیامت رہیں گے)۔ جب سے نعتیہ شاعری عربی سے فارسی، فارسی سے اردو اور پنجابی میں لکھی جانے لگی ہے، وقت
 کے ساتھ ساتھ نعتوں اور نعتیہ قصائد میں نظم کیے جانے والے موضوعات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا ہے۔ یوں نبی کریمؐ
 کی مدحت ذاتی اور آفاقی دکھوں کا اظہار تک اپنے اثرات مرتب کر رہی ہے۔

نعتیہ قصائد چار اجزاء پر مشتمل ہوتے ہیں، یعنی (۱) مطلع اور تشبیب (۲) گریز (۳) مدح، اور (۴) مقطع
 اور دعاء۔ قصیدے کا آغاز جن تمہید یہ اشعار سے ہوتا ہے، تشبیب کہلاتے ہیں (غزل یہیں سے پھوٹی ہے)۔ اس کے
 بعد شاعر اپنے اصل مقصد کی طرف گریز کرتا ہے اور پھر مدح رقم کرتا ہے اور قصیدے کے آخر میں دعائیہ اشعار کہہ کر
 قصیدہ بند کر دیتا ہے۔

پنجابی شاعری میں (آج تک کی معلومات کے مطابق)، عربی قصائد کے تراجم کو چھوڑ کر، صرف تین نعتیہ
 قصائد منصفہ شہود پر آئے ہیں، جو یہ ہیں:

- ۱۔ حضورؐ دے حضور (سید فقیر محمد تنویر بخاری)، سن اشاعت ۱۹۸۶ء
 - ۲۔ طلوع البدر علینا (سید منصور احمد خالد)، سن اشاعت ۲۰۰۶ء
 - ۳۔ نوری رشاں (محمد اقبال مجیبی)، سن اشاعت ۱۴۲۸ھ (۲۰۰۶ء)
- مؤخر الذکر قصیدہ (نوری رشاں) میں شاعر نے ان تین عنوانات قائم کیے ہیں اور حسب عنوان نعتیہ اشعار

کہے ہیں۔ قصیدے کا آغاز یوں ہوتا ہے:

پہلاں سبھ توں مال ادب دے رب دی حمد چناراں
فر میں نعت نبی دی لکھل اپنا آپ لکھاراں
محولہ بالا قصیدے میں مختلف عنوانات کے ماتحت موزوں کیے ہوئے اشعار کے دو نمونے حسب ذیل ہیں:

(۱)

نوری حرف حکایت لکھنا میرے وس وچ کھتے
من وچ پیار دا دیپ جگا کے نعت لکھل سرکاراں
شان معراج عطا انج کیتی حیرت وچ خدائی
آپؐ نوں محرم راز بنا کے کیتیاں رب گفتاراں
آپؐ مبلغ، مومن کامل، واعظ، صادق، سید
آپؐ مکرم، آپؐ مبشر، صاحب وچ سرداراں

(۲)

جان توں ودھ کے پیارا پیارا آپؐ دا ناں سرکاراں
ناج شفاعت سوہنا سوہنا آپؐ دا ناں سرکاراں
آپؐ آئے تے پائی رحمت وسیاں دل دیاں باراں
آپؐ نے آ کے وڈی وحدت وسیاں دل دیاں باراں
میں کو جھی ساں روپ چڑھایا مدنی چن سرکاراں
وحدت والا جام پیلا مدنی چن سرکاراں

”نوری رشاں“ میں قصیدہ نگار نے شروع سے اخیر تک نبی رحمتؐ کے لیے احترام اور حفظ مراتب کا پورا پورا خیال رکھا ہے اور آپؐ کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔

غزل: غزل عربی زبان کا لفظ ہے۔ ایک صنفِ سخن کے طور پر اس کا جنم فارسی زبان میں ہوا۔ اس کے بعد یہ اردو میں آئی اور پھر پنجابی میں۔ ایک طویل عرصے تک غزل اپنی لغوی معنویت (عورتوں سے باتیں کرنا، محبت کی باتیں کرنا، عورتوں کے حسن و جمال کا بیان) کے عین مطابق حسن و عشق کی گھاتوں، محبوب کے روادا اور ہجر و فراق جیسے مضامین کی ہی خوگر رہی۔ وقت کے ساتھ ساتھ غزل کا موضوعاتی دائرہ وسیع ہوتا گیا اور اس میں ذاتی، اجتماعی، معاشرتی، معاشی، سیاسی الغرض جملہ انسانی مسائل سے متعلق مضامین باندھے جانے لگے۔

مغزلین جب نعت گوئی کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے اس کے لیے بھی غزل کا پیرایہ ہی اختیار کیا۔ اگرچہ غزل کے انداز میں شعراء نے بڑی خوبصورت اور مضبوط نعتیں کہی ہیں، تاہم غزل گوئی کی عادت کے زیر اثر اکثر شعراء اسی ڈگر پر چلتے رہے، جو انہوں نے ایک خیالی محبوب کے حوالے سے اپنا رکھی تھی۔ حتیٰ کہ محسن کا کوروی جیسا بڑا شاعر بھی ایسی تشبیہات اور استعارات استعمال کر گزرا، جو نعت کے تقدس اور شانستگی کو پاہمال کر دیتے ہیں:

دیکھئے ہوگا ”سری کرشن“ کا کیوں کر درشن
 سینہ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بے کل
 اطہر ہاپوڑی کہتے ہیں:

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
 مچنوں کھڑے ہیں خیمہ لیلیٰ کے سامنے
 پنجابی کے معروف شاعر بابا فحی کی نعت کا مطلع ہے:

مینوں وی اک وار کرا دے توں دیدار مدینے دا
 میرے آیاں ہو نہیں جاندا تنگ بزار مدینے دا
 نعت اس قسم کے سطحی اور عامیانه مضامین کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ نعت کے لیے غیر مانوس تشبیہات،
 استعارات اور گلے شکوے کا انداز سوء ادب کے زمرے میں آتا ہے۔
 غزلیہ پیرائے میں کہی ہوئی نعت کی ایک عمدہ مثال پیر فضل حسین فضل کجراتی مرحوم (متوفی ۱۹۷۲ء) کی یہ
 نعت ہے:

اُمت عاصی دا رکھوالا نبی سہارا کملی والا
 لجا، ماویٰ، مکہ، پرند، شاہر، سہارا کملی والا
 رستہ ملیا، ظلمت نسی، فلک ہدایت اتے چڑھیا
 مہر منور، بدر درخشاں، روشن تارا، کملی والا
 عربی، مکی، مدنی، جس دا بنیاں دے وچ کوئی نہ ٹانی
 نام محمد ابن عبداللہ عرف نیارا کملی والا
 ظاہر دے اسباب میسر، باطن دے وی کول خزانے
 لپہر کملی اندر کردا رہیا گزارا کملی والا
 ہین اُمیداں حشر دیہاڑے فضل اساڈی سار لوے گا
 لڑ لگیاں دیاں شرماں لجاں پالٹھارا کملی والا

نظم: علم الشعر میں نظم ان اشعار کو کہا جاتا ہے، جو کسی ایک ہی موضوع پر کہے گئے ہوں۔ نظم کسی بھی موضوع پر کہی
 جاسکتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں یعنی (۱) نظم مقفی..... جس میں بحر اور قافیہ کی پابندی ضروری ہوتی ہے، اور (۲) نظم
 معری..... اس میں قافیہ کی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ نعت کے لیے نظم کا پیرایہ استعمال کرنے والے شعراء کی کوئی کمی نہیں
 ہے اور اس صنف میں بڑی خوبصورت اور عمدہ نعتیں کہی گئی ہیں۔ نظم مقفی کی ایک مثال یہ ہے:

جنہوں رب دے اکھریا دسن، جیہدا آکھیا سی قرآن
 اوہ دل سی اکھ بھریاں، اوہدی سب توں اچی شان
 اس اکھ کھولی تے فجر دا اعلان ہویا وچ شہر
 فیر سورج رشاں روہڑیاں جیوں لہر دے اُتے لہر

اس وڈی خیر دی پوٹلی مرے ہتھ آئی خیرات
 میں سچ نوں سینے لا لیا، اک جان مہا سوغات
 اس پوری نیچی لاٹ دی صحرا وچ کینا نور
 فیر دنیا چچا ویکھیا جد ریت نوں لگا بور
 اس دنیا کیتی حیرتی، اس دتا اوہ دستور
 اس وتی سانویں جاپدے کیہ شاہ تے کیہ مزدور

(آخر شیخ مرحوم)

اس ضمن میں منیر نیازی مرحوم کی ایک نظم بہ عنوان ”رسول کریم دی یاد وچ شاعری“ بھی خاصے کی چیز ہے:

کیسے ہوں کے گلی محلے، کبڑی طراں دیاں راہواں
 اندروں گھر کیسے ہوون گے، کیسیاں باہر لیاں تھانواں
 رونق اوہناں بزاراں دی تے لوکاں دیاں صداواں
 دور دراز دیاں سفران اندر ٹھہرن لئی سراواں
 رات دناں وچ قافلے چلدے، رتاں دیاں ہواواں
 کوں میں ایڈا پینڈا کٹ کے اوس سے وچ جاواں
 کوں میں اوہ تصویراں کھچ کے دنیا کول لیاواں
 کوں میں آج دے شہراں نوں اوہ حسن دی جھلک وکھاواں
 شہر مبارک اوہناں دناں دے، سوہنیاں دھپاں چھانواں
 جہاں وچ پھریا شام سویرے احمد دا پرچھانواں

نعتیہ نظم معرکی کا ایک نمونہ کچھ یوں ہے:

پاک پیغمبرؐ

پاک پیغمبرؐ

جدوی سوچاں

تیرے بارے

ہر پاسے مینوں چائن دے

دے نور منارا

صدیاں تائیں

تیرے نور حیاتی کولوں

میرے جیسے ڈگے ڈھٹھے.....

پیراں پیٹھ مدھولے بندے
لبھن سدھیاں راہواں

انج میں ویکھاں
سجے کبھے
عاقی بندے
ظلم کماون
گند گھلاون

پاک پیغمبر!
مینوں دسیں
ایہناں نال میں آڈالاواں
سیس کٹاواں
یا فیر سیس نواواں
اپنا آپ بچاواں

(امجد علی شاکر)

مثلث: تین تین مصرعوں پر مشتمل کئی ایک بند کی نظم کو مثلث کہا جاتا ہے۔ مثلث کے پہلے بند کے تینوں مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں، جبکہ دوسرے بندوں کے پہلے دو مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں اور تیسرا مصرعہ پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتا ہے۔
کچھ شعراء تیسرے مصرعہ کو ہر بند میں دہراتے ہیں۔ یعنی پہلے بند کے تینوں مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) (پھر دو دو مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) اور پھر پہلے بند کا تیسرا مصرعہ۔ بعض شاعر نظم کے آغاز میں دو ہم قافیہ (اور ہم ردیف) مصرعے، ہر بند کے پہلے دو مصرعے ہم قافیہ (اور ہم ردیف) اور پھر تیسرے مصرعے کے طور پر ابتدائی دو مصرعوں میں کا پہلا مصرعہ دہراتے ہیں: مؤخر الذکر صنعت کی بہترین مثال معروف نعت گو شاعر محمد علی جتوئی کی کہی ہوئی یہ نعتیہ مثلث ہے، جس کے دو عدد بند یہاں نمونے کے طور پر رقم کیے جا رہے ہیں:

ساڈے ول سوہیا نگاہواں کدوں ہونیاں
دسو منظور ایہہ دُعاواں کدوں ہونیاں

اک اک ذرے وچ رکھیاں شفاواں نہیں
بوسے تیرے قدماں نوں دتے جہاں راہواں نہیں
ساڈیاں نصیباں سچ اوہ راہواں کدوں ہونیاں
ساڈے ول سوہیا نگاہواں کدوں ہونیاں

تکھیاں جدائیاں دیاں دھپاں دل ساٹیا
 اپنی گل دس دے خدائی دیا لاٹیا
 دھپاں کدوں مکدیاں، چھانواں کدوں ہونیاں
 ساڈے ول سوہنیا نگاہواں کدوں ہونیاں

مربع: نظم کی اس صنف میں ہر بند کے چار مصرع ہوتے ہیں، جو باہم ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ہر بند کے پہلے تین مصرع مقفی اور چوتھا مصرع پہلے بند کے قافیہ (اور ردیف) کے مطابق ہوتا ہے، تاہم یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ بعض شعراء ہر بند کے پہلے تین مصرع ایک قافیہ (اور ردیف) کے مطابق نظم کرتے ہیں اور چوتھا مصرع نئے قافیہ (اور ردیف) کے ساتھ، جس میں بحر کا التزام بہر حال ہوتا ہے۔ پھر مہر علی شاہ (متوفی ۱۹۳۷ء) کی معروف نعت اسی موخر الذکر صنعت میں ہے۔ مثال کے طور پر اس کے دو بند یہاں نقل کیے جا رہے ہیں:

اج سک متراں دی ودھیری اے
 کیوں دلری اداس گھنیری اے
 لوں لوں وچ شوق چٹیری اے
 اج نیاں لائیاں کیوں جھڑیاں

دو ابرو قول مثال دین
 بجیں توں نوک مڑہ دے تیر چٹھن
 لبوں سرخ اکھاں کہ لعل یمن
 چٹے ذند موتی دیاں ہن لڑیاں

مخمس: جس نظم کے ہر بند میں پانچ مصرع ہوں، مخمس کہلاتی ہے۔ مخمس کے ہر بند کے پانچوں مصرع مقفی (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں، لیکن جو شاعر یہ پابندی نہیں کرتے وہ ہر بند کے پہلے چار مصرع ہم قافیہ (اور ہم ردیف) رکھتے ہیں اور پانچواں مصرع مختلف قافیہ (اور ردیف) کے ساتھ لاتے ہیں، خاص طور پر جب ”جوڑ بند“ نظم کیا جائے تو یہی اہتمام کیا جاتا ہے۔ پھر فضل حسین فضل کجراتی نے سائیں احمد علی کے ابیات پر ”جوڑ بند“ لگایا ہے، جن میں سے اک بند مثال کے طور پر یہاں دیا جا رہا ہے۔ یہ بند نبی کریمؐ کے سفر معراج کے حوالے سے ہے:

ہے معراج بالجسد جناب والا
 ایہہ معراج نہیں خواب والا
 فضل سدائے پاک کتاب والا
 ہویا پردہ نورانی جناب والا
 شاہ دین دا سائیاں دیدار کر کے

اس صنف کی ایک اور عمدہ مثال ثاقب علوی کی کہی ہوئی نظم ”محمدؐ دی بعثت“ کے یہ دو بند ہیں:

پریشان سن سب دلاں دیاں تاراں
 زمانے دے گلشن پئے لبھیں بہاراں
 سُنے آسماں وی زمیں دیاں ٹاہراں
 فضاواں بچ ہر پاسے گوئجن پکاراں
 ایہ ہستی سی کیہ؟ صرف سوچاں وچاراں

خدا نوں ترس ایس خلقت تے آیا
 خزاواں دے موسم بچ ساون وسایا
 اوہ بنجر زمیناں تے گلشن اگایا
 محمدؐ نوں رحمت بنا کے گھلایا
 کھدائے محبت دے پھل ریگزاراں

مسدس: مسدس نظم کی وہ قسم ہے، جس کا ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے چار مصرعے ایک قافیہ (اور ردیف) کے ساتھ آتے ہیں اور باقی کے دو مصرعے مختلف قافیہ (اور ردیف) کے ساتھ لائے جاتے ہیں۔ پھر فضل کجراتی مرحوم کی نظم ”رتب الاول“ مسدس میں ہے، جس کا آخری بند مندرجہ ذیل ہے:

بلی شمع تو حیددی وچ کے لوواں جاگ پیاں قلیں دیاں
 مولا اوس نوں سد کے عرش اُتے عزتاں دتیاں قباب قوسین دیاں
 اوس رہبر کامل دے اُون اُتے ہویاں مشکلاں حل کونیں دیاں
 سُنے ہوئے مخلوق دے بھاگ جاگے، لیاں رب نے سن ثقلین دیاں
 بے نصیب دیدے ابو جہل والے لائق کدوں اس نورِ مبین دے سن
 فضل اوہناں نے دیکھیا، پائے اکھیں سُرمے جہاں نے عین یقین دے سن

ترجیع بند: شاعر کا چند ایسے بند اس طرح نظم کرنا کہ ایک ہی مصرعے ہر بند کے اخیر میں آئے، جو بحر میں موافق اور قافیہ میں مختلف ہو اور ہر بند کے آخری مصرعے سے موافقت کرے، ”ترجیع بند“ کہلاتا ہے۔ پنجابی شعراء نے ترجیع بند میں بھی نعتیہ مضامین موزوں کیے ہیں۔ پھر فضل کجراتی کہتے ہیں:

محمدؐ خدا کا پیارا محمدؐ غریباں کا حامی سہارا محمدؐ
 ہے ذرداں تے دکھاں کا چارا محمدؐ ہے بے چاریاں کا سہارا محمدؐ

اوہدے سرتے لولاک دا تاج سو ہے زمانے تے اک اوسے دا راج سو ہے
 اوہدا نام لیئے تے ہر کاج سو ہے بے چاریاں کا سہارا محمدؐ
دوبا (دوہڑا): دوبا دوہڑا چار مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے، اگرچہ لغوی طور پر دوبا دوہڑی مصرعوں کا نام ہے۔ اس صنف میں پہلے مصرعے کا خیال دوسرے مصرعے میں سمو کر مضمون کو خوب صیقل کیا جاتا ہے۔ یہی اس کے نام کی وجہ تسمیہ

ہے۔ دوہے یا دوہڑے میں عام طور پر بڑے کھرے اور علم و دانش سے بھرپور خیال نظم کیے جاتے ہیں۔ پنجابی کی بیانیہ شاعری بے شمار دوہڑوں میں پڑھنے کو ملتی ہے۔ اس کی بحریں بہت زیادہ ہیں، جن میں سے تیس (۲۳) بہت مشہور ہیں۔ کچھ شعراء کے کہے ہوئے دوہڑے قطعہ کے بہت قریب ہیں۔ فرید الدین مسعود گنج شکر اور گورو نانک دیو جی کے اشلوک دوہے (یا دوہڑے) کی ہی صنف میں ہیں۔

پنجابی شاعری میں چار مصرعوں پر مشتمل دوہے یا دوہڑے کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ اس کا آغاز سانجھ کر بلا اور اس کے نتیجے میں حضرت حسین بن علیؑ، ان کے اہل خانہ اور ان کے ساتھیوں کو پیش آمدہ مصائب جیسے موضوعات نظم کرنے کے لیے ہوا تھا، اور اس موضوع کو آج بھی حسب سابق نظم کیا جا رہا ہے، البتہ وقت کے ساتھ ساتھ اس صنفِ سخن میں شعراء نے ہجر و فراق، ذاتی اور اجتماعی سماجی مسائل اور اسی قبیل کے اور کئی موضوعات نظم کرنے شروع کر دیے ہیں اور ایسے شعراء کی تعداد کم نہیں ہے، جو دوہے میں نعتیہ مضامین بھی نظم کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں پھر فضل کجراتی کا نام سرفہرست ہے۔ معراج شریف کے حوالے سے ان کا ایک دوہڑا ہے:

بن سنور کے جدوں حبیب اوہدے، اُپر عرش معلیٰ دے جان لگے
اپنے باغ وچوں ابراہیم ہوری بھر بھر جھولیاں پھل برسان لگے
موسیٰ پد بیضا تائیں کھول کے تے دُور دُور توڑی چائن لان لگے
ہے سی فضل زبور وچ درج جیہڑی، نعت اوہ داؤد سنان لگے
پھر صاحب کا ایک اور نعتیہ دوہڑا یوں ہے:

اوہ سلطان مدینے دا شاہ بطحا، لین سارے جہان دی سار آیا
دُبی ہوئی جہالت دے بحر اندر، بیڑی عاصیاں دی کرن پار آیا
او غلاماں نوں کرن آزاد آیا، دختر کشاں دی کھوہن تلوار آیا
فضل تاج چہواہیاں دے سراں اُتے رکھن اوہ آقا نامدار آیا
دو مصرعوں کے دوہے کی مثال محمد الیاس کے مندرجہ ذیل نعتیہ دوہے ہیں:

چن آکھاں کہ سورج آکھاں، آکھاں کیہ تہانوں روپ تہاڈا کملی والے سوہنا کل جہانوں
اور

ذکر تہاڈا اُچا کیتا، آپ نبی جی اُچے جد وی سینے ٹھنڈے جاندی بول تہاڈے سچے
سوہلے: پنجابی زبان میں ”سوہلے“ خوشی کے گیتوں کو کہا جاتا ہے۔ معنی یہ لفظ ”بین“ (جسے پنجابی میں دین کہتے ہیں) کا متضاد ہے۔ عام طور پر شادی بیاہ کے موقع پر لڑکیاں بالیاں جو گیت گاتی ہیں، سوہلے کہلاتے ہیں۔ پنجابی شعراء میں سے (اب تک کی معلومات کے مطابق) یہ شرف صرف پھر فضل کجراتی کو ہی حاصل ہے کہ جنہوں نے نعتیہ سوہلے بھی کہے ہیں، جن میں سے نمونے کے طور پر دو بند حسب ذیل ہیں، جو انہوں نے ہجرت کے ہنگام نبی کریمؐ کے مدینہ منورہ میں رُوِ مسعود کو سامنے رکھ کر کہے ہیں:

چڑھ چڑھ پتاں وے توں کر رشناں
کالیاں راتاں ساڈے رب مکالیاں

پرتے نہیں دن رات سوہنیاں آنیاں
وگیاں نیک ہوئیں
وگیاں نیک ہوئیں، وے ہادیا تیریاں دور بلائیں

وکیھو فی ڈاچی گوڈا کھتے لایا
ابو ایوب تائیں رب وڈایا
میوے نہ کدھرے اج چاٹ چایا
وس پیاں اُجڑیاں جائیں

وس پیاں اُجڑیاں جائیں، وے ہادیا تیریاں دور بلائیں

سی حرفی: پنجابی شاعری میں، چار مصرعوں پر مشتمل، ”سی حرفی“ ایک منفرد صنفِ سخن ہے۔ پنجابی شعراء میں حروفِ ابجد کی بنیاد پر شعر کہنے کا رواج بہت پرانا ہے۔ فارسی زبان میں حروفِ ابجد کی تعداد تیس ہے اور ایک مدتِ مدید تک برصغیر کے مسلمان اس سے بہت مانوس رہے ہیں، اس لیے پنجابی شاعری میں اس صنف کا نام ”سی حرفی“ پڑ گیا۔ اس صنف میں عام طور پر طویل بحر استعمال ہوتی ہے۔ حروفِ ابجد اپنے پورے صوتی وزن کے ساتھ بند میں شامل ہوتا ہے اور بند کے چاروں مصرع ہم قافیہ (اور ہم ردیف) ہوتے ہیں۔ پنجابی شاعری میں سی حرفی کی روایت کا آغاز شاہ میراں (متوفی ۱۳۹۶ء) سے ہوا اور سلطان باہو (متوفی ۱۶۹۱ء) اس کو فن کی بلند یوں پر لے گئے۔ اس صنف میں عام طور پر صوفیانہ اور لوک دانش کے مضامین نظم کیے جاتے رہے ہیں۔ قادریار (متوفی ۱۸۹۲ء) نے سی حرفی میں رومانی مضامین باندھنے کی طرح ڈالی اور ”پورن بھگت“ کا قصہ اسی مقبول عام صنف میں نظم کیا۔ نعتیہ سی حرفی کا آغاز سلطان باہو سے ہوتا ہے، جس کا ایک نمونہ حسب ذیل ہے:

ب بسم اللہ اسم اللہ دا ایہہ بھی گہنا بھارا ہو مال شفاعت سرورِ عالم چھٹسی عالم سارا ہو
حدوں وودھ درود نبی نوں جس دا ایڈ پھارا ہو میں قرباں تہاں توں باہو جیہناں ملیا نبی سہارا ہو
کافی: کافی اصل میں عربی قوافی کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ عربی زبان میں کفایت کرنے والی منظوم بندش کو کافی کہا جاتا ہے، لیکن عربی شاعری میں کافی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پنجابی شاعری میں کافی اک بے مثل اور مقبول صنفِ سخن ہے۔ اس میں دودو، تین تین یا چار چار مصرعوں کے بند ہوتے ہیں اور آخری مصرع بار بار بند کے بعد دہرایا جاتا ہے۔ اکثر ایک مطلع، ایک مصرع یا پورا ایک شعر اپنی جگہ کافی ہوتا ہے۔ پنجابی زبان کے سرائیکی لہجے میں خواجہ غلام فرید (متوفی ۱۹۰۱ء) کافی اور خاص طور پر نعتیہ کافی کے ایک بڑے شاعر ہوئے ہیں، جن کے کلام میں سے ایک کافی یہ طور مثال یہاں نقل کی جا رہی ہے:

تھیواں صدقے صدقے آیا شہر مدینہ سکھ دی سچ سہاؤم گیا ڈکھڑا دیرینہ
ناں رو، دلڑی لڑی نہ ڈکھ سبزا سینہ بچھ سونے دا ابھریا ڈھڑا نیک مہینہ
حرم معلیٰ روشن ہے نوری آئینہ عرب دی ساری دھرتی سوئی صاف گھینہ
ملی جیہڑا رکھی صدق ثبوت یھینہ تھیا شیطان پسلیہ مر گیا نفس کمینہ
خبر فرید سُنھو سے ملسوں شب آدینہ

خواجہ فرید مزید کہتے ہیں:

اَنج ڈوری سِک دیدار دی اے متاں آئی نگری دلدار دی اے
ارض مہدس ملک عرب دی ہر ہر واری فرح طرب دی
فرد: شاعری میں ”فرد“ ایک شعر کو کہتے ہیں۔ مطلع کے علاوہ غزل کا ہر شعر اپنی جگہ ایک فرد ہوتا ہے۔ اردو اور
پنجابی شعراء کے مجموعہ ہائے کلام کے آخری صفحات یا کہیں کہیں غزلوں یا نظموں کے بعد خالی جگہ پر فردیات عام پڑھنے
کو مل جاتے ہیں۔ چل سرمست (متوفی ۱۸۲۶ء) نے نعتیہ فردیات بھی کہے ہیں، جن میں سے ایک نمونہ یہ فرد ہے:
چل کوں غم کوئی ناہیں کیلا بلا حجاج محمد

وارث شاہ کے بعد لیکن پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے، پنجابی شاعری نے ارتقاء کے کتنے ہی
مراحل طے کیے، تاہم نعت نگاری کے فن میں کوئی خاص تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ شعراء کرام محولہ بالا اصناف میں وہی نعتیہ
مضامین باندھتے رہے، جو ایک طویل مدت سے مروج تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں آزادی کی تحریک نے جہاں لوگوں
کے عمومی مزاج کو بدلنے میں اہم کردار ادا کیا، شعراء کی سوچ کے زاویے بھی بدل کے رکھ دیئے۔ ان کی شاعری کا
آہنگ یکسر تبدیل ہو گیا۔ اشعار میں مقامی معاشرتی مفادات اور وطنیت کے حوالے مضبوط ہوتے گئے اور ساتھ ہی
ساتھ شاعری میں مذہبی رنگ بھی ڈر آیا۔

پاکستان بننے کے بعد ترقی پسند شعراء کی تنظیمیں وجود میں آنے کے بعد شاعری کا دھارا یکسر تبدیل ہو گیا۔
یوں نعتیہ شاعری بھی بتدریج اپنی پرانی ڈگر سے ہٹتی گئی۔ نعتوں میں روایتی مضامین کی بجائے اب ذاتی اور سماجی مسائل،
بے انصافی اور جبر کے خلاف مضامین نظم کیے جانے لگے۔ نبی کریم کی انقلاب آفرین شخصیت اور صبر و رضا کے حوالے
سے نعتیں کہی جانے لگیں۔ لیکن نعت نگاری کی طرف شعراء کا عمومی رجحان بڑی حد تک کم رہا۔ شعراء کے مجموعہ ہائے
کلام میں اگرچہ حمدیں اور نعتیں شامل رہیں (اور آج بھی چھاپی جا رہی ہیں)، لیکن ایسا صرف تیرکھا کیا جاتا رہا۔ حمد اور
نعت کی بجائے نظموں اور غزلوں کی طرف توجہ بہت زیادہ رہی۔

امیر خسرو کے مطابق پنجابی شاعری میں غزل کا آغاز مسعود سعد سلمان لاہوری (متوفی ۱۰۲۱ء یا
۱۰۳۱ء..... سن وفات میں اختلاف ہے) سے ہوا، جو برصغیر پر محمود غزنوی کی تاخت کے ہنگام لاہور میں رہتے تھے۔
یہ گیارہویں صدی عیسوی کا زمانہ تھا۔ وہ عربی، فارسی اور پنجابی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ ان کا فارسی دیوان تو
طہران (ایران) میں محفوظ ہے، البتہ عربی اور پنجابی دیوان مروزرمانہ کے ہاتھوں ناپید ہو چکے ہیں۔ ان کا پنجابی کلام
 دستیاب نہ ہونے کے باعث ہی بابا فرید الدین مسعود کو پنجابی کا پہلا شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔

مسعود سعد سلمان کے کوئی سات سو سال بعد پنجابی شاعری کو دوسرا غزل گو شاعر شاہ مراد (متوفی ۱۷۰۲ء)
کی شکل میں نصیب ہوا۔ انہوں نے محض چند ہی غزلیں کہیں۔ مزید ایک سواٹھائیس کے وقفے کے بعد میاں محمد بخش نے
پنجابی میں غزل کہی اور پھر استاد غاموں خان بہاولپوری (متوفی ۱۹۱۶ء) ایک غزل گو شاعر کے طور پر سامنے آئے تاہم
مولا بخش کشیہ (متوفی ۱۹۵۵ء) کو پنجابی کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہونے کا شرف حاصل ہے۔

پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) کے بعد برصغیر پاک و ہند میں سیاسی بیداری کی لہریں اٹھنے لگیں، جس
کے نتیجے میں مسلم اور غیر مسلم آبادی کے مابین مذہبی منافشات نے جنم لیا۔ یہ منافشات روز افزوں بڑھتے گئے اور دن

بدن ہر دو کے باہم اکٹھا رہنے کے امکانات کم سے کم تر ہوتے چلے گئے۔ راجپال اور سوامی شردھانند جیسے شریہ پرست عناصر نے ایسی کتابیں شائع کرنی شروع کر دیں، جن کے مندرجات نبی آخر الزماں کی حرمت و تقدیس کے صریحاً خلاف تھے۔ چنانچہ مسلم آبادی کے جذبات کا بھڑک اٹھنا عین فطری تھا، کیونکہ نبی کریم کا اپنا ارشاد مبارک ہے کہ ”تم میں سے کوئی اُس وقت تک صاحب ایمان نہیں سکتا، جب تک وہ اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور خود اپنی ذات سے مجھے زیادہ محبوب نہ رکھے۔“ ہندوؤں کی اس قسم کی ماصواب کارروائیوں اور دریدہ دنیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم الدین اور عبد القیوم جیسے دینی غیرت کے حاملین نے ان گستاخانہ پیغمبر اسلام کو جہنم واصل کر دیا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین اب مذہبی بنیادوں پر باقاعدہ لڑائی چھڑ چکی تھی۔ کچھ ہی عرصہ بعد یعنی ۱۹۳۱ء میں کشمیر میں آزادی کی تحریک شروع ہو گئی۔ ان واقعات کے تناظر میں پنجابی شعراء کا روخنہ پیش آمدہ مسائل کی طرف ہو گیا اور قومی شاعری زور شور سے ہونے لگی، جس کے اثرات نعتیہ شاعری میں بھی مرتب ہوئے۔ چنانچہ اکبر چمدروی نے کہا:

علم دین عاشق رسول اللہؐ، وچ خواب دے کیتی زیارت
اوتھوں حکم ہویا سی توں من گھن ایہہ شہادت
پلیت نوں مارنا جائز ہے، چھڈ دے دنیا دا جہان
راج پال نوں کیتا ہس قتل، ہندو بالیا بے فرمان
استاد کرم امرتسری (متوفی لاہور ۱۹۵۹ء) نے اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا:

یارو کافراں نے بڑا ٹھگ کیتا تے مسلماناں دے گوش گزار دیو
ہویا کیہ جے خالد جزار ناہیں، تسی کاس نوں حوصلہ ہار دے او
فضل رب دا ہے یارو آس رکھو، خادم تسی اک بڑی سرکار دے او
اوہدیاں بے نیازیاں جاندے او، محرم تسی اک بڑے اسرار دے او
چلو خنجر ہلال نوں باہر کڈھو، مڑ کے باڑھ اس نوں دوجی وار دیو
پیارے نام محمدؐ توں چلو یارو تسی اپنی جان نوں وار دیو

اس زمانے میں جن شعراء کرام کے نعتیہ کلام نے مسلم آبادی کے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑا، ان میں استاد عشق لہر، فیروز دین شرف، منشی محمد اسماعیل اور احمد اللہ بیگ نے بڑی شہرت پائی۔

تحریک پاکستان میں گرما گرمی پیدا ہوئی تو شاعروں نے بھی جلسوں اور جلوسوں میں قومی نظمیں پڑھنا شروع کر دیں، جن میں قرآن حکیم اور نبی کریمؐ کے حوالے سے آزادی کی اہمیت سے متعلق اشعار موزوں ہونے لگے۔ چنانچہ استاد عشق لہر (متوفی ۱۳۶۸ھ) نے کہا:

مولا کرم کر بند دے حال اُتے، مسلمان ایہدا مسلمان ہو وے
سارے فیصلے ہون قرآن اُتے، اگے وانگ اسلام دی شان ہو وے
دلوں کڈھ کدورتاں ساریاں نوں، اک دوسرے توں قربان ہو وے
عشق لہر کہہ نبیؐ دا واسطہ ای، ایس بند اندر پاکستان ہو وے

مجموعی طور پر بیسویں صدی عیسوی میں شعراء کی غالب اکثریت کا رجحان غزل کی طرف رہا اور نعتیہ مضامین

بھی غزلیہ پیرایے ہی میں باندھے جاتے رہے۔ انہی غزل گو شعراء میں سے چند ایک جیسے پیر فضل حسین فضل کجراتی، پیر ظہور شاہ، محمد اعظم چشتی، محمد علی ظہوری، صاحب چشتی، عبدالحفیظ تائب، عبدالکریم تھراور، بشیر حسین، مہتمم، محمد اقبال، نجمی، ایم اے آزاد کھوکھر، راقب قصوری، مسلم اویسی اور راقب علوی نعت گوئی کے حوالے سے اپنی پہچان بنانے میں کامیاب ہوئے۔ دائم اقبال دائم قادری بنیادی طور پر مثنوی کے شاعر تھے اور ان کا نعتیہ مجموعہ (کمل پوش) بھی اسی صنف میں ہے۔

اعظم چشتی اردو اور پنجابی، دونوں زبانوں میں، صاحب کتاب نعت گو ہیں۔ ان کی نعت کے دو شعر حسب ذیل ہیں:

اے موت ٹھہر جا میں مدینے تے جا لواں
ستا ہويا نصیب تے اپنا جگا لواں
محبوب دا اوہ گنبد خضراء تے ویکھ لاں
سرکار دی گلی دے نظارے تے پا لواں

آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع یعنی مدح رسول اللہؐ سے پھیل کر کائنات بھر کے جملہ مسائل کو محیط نظر آتی ہے۔ جوں جوں زمانہ ارتقاء کی منازل طے کر رہا ہے اور نئے نئے سائنسی انکشافات اور انکشافات ہو رہے ہیں، توں توں رسول کریمؐ کی سیرت طیبہ اور آپؐ کی تعلیمات کے اثرات انسانی تہذیب و معاشرت اور تاریخ و سیاست کے افق پر پوری آب و تاب کے ساتھ دیکھنے لگے ہیں۔ عصر حاضر میں انسانی مساوات، مواخات اور ان کے آفاقی تصورات کے جوچے چھوڑے ہیں، اس کے پس منظر میں آپؐ کی فضیلت مآب شخصیت، اسوۂ حسنہ اور درخشاں تعلیمات کا رفرما ہیں۔ آپؐ کے آفاقی پیغام نے انسانی زندگی کی ثقافت و مدنیت، معاشرت و سیاست، تاریخ و تہذیب وغیرہ پر جو روح پرور اور صحت منداثرات مرتب کیے ہیں، وہ سب ہمارے اس زمانے میں نعت کا موضوع بن رہے ہیں۔

زمانے کے اتار چڑھاؤ اور مقامات بدلنے کے ساتھ ساتھ نبی کریمؐ کی سیرت مطہرہ کے گونا گوں پہلو اور امکانات اجاگر ہوئے تو آپؐ کے حوالے سے نعتیہ شاعری میں تہذیبی، تمدنی، سماجی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تاریخی احساس ذاتی اور بین الاقوامی سطح پر پروان چڑھنے لگا۔ اب شعراء اپنے ذاتی اور اجتماعی معاشرتی مسائل جیسے موضوعات بھی نعت میں بیان کرنے لگے ہیں۔ نعتیہ موضوعات اور مضامین میں تنوع اور رنگارنگی روز افزوں ہے۔ ایک زمانے تک نعت نبی کریمؐ کی ذات مبارک، حیات، غزوات، معجزات، تعلیمات، عادات و معمولات کے ذکر تک ہی محدود تھی۔ اب انہی حوالوں سے شاعر اپنے شخصی مسائل اور قومی مشکلات، مصائب اور آلام کے ساتھ ساتھ آفاقی تصورات و نظریات اور ان کے انگنت پہلو بڑے سلیقے اور ذہینے سے نظم کر رہے ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے پنجابی شاعری میں نئے نئے تجربات کا رجحان روز افزوں ہے۔ شعراء ایک طویل مدت سے ”سی حرفی“ کی صنعت میں شاعری کرتے آئے ہیں۔ اب اسی صنعت میں (راقم الحروف کی ذاتی معلومات کی حد تک) میر تقی میرؒ نے ”اکھر کھڑے“ کہنے کی طرح ڈالی ہے۔ جیسا کہ اس صنف کے نام ہی سے ظاہر ہے، حرف ابجد کی بنیاد پر کہے ہوئے مطلع کو ”اکھر کھڑا“ کہتے ہیں، جس کا ایک نمونہ یہ ہے:

ب بندہ تے پاک پیغمبرؐ، نبیاں دا سردار
جھٹھے کفر تے شرک دی کالی رات چوں کڈھیا پار

پنجاب کی لوک شاعری میں ماہیا، بولی اور ٹپا بڑی قدیم اور مقبول اصنافِ سخن ہیں، جو اپنے اندر رومانویت کے کئی پہلو رکھتی ہیں اور عام طور پر ان اصناف میں ہجر و فراق اور محبوب کے حسن و جمال کی تعریف جیسے مضمون نظم ہوتے رہے ہیں۔ ان کا میٹر یا سانچا پنجاب کی معاشرت میں کسی سے بھی ڈھکا چھپا نہیں، جس کی وجہ سے لوگ حسبِ خواہش اور حسبِ ضرورت تبدیلیاں کر کے شبیہ محفلوں اور دوستوں کی منڈلیوں میں عموماً گاتے رہتے ہیں۔

موجودہ دور کے کچھ شعراء نے ان اصناف میں باقاعدہ شاعری شروع کر دی ہے، جو ظاہر ہے کہ اپنے آہنگ اور صوتی حسن کے باعث بڑی دلکش ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ماہیا، بولی اور ٹپا اب صرف رومانی واردات کے لیے مخصوص نہیں رہ گئے، بلکہ ان میں دیگر معاشرتی احوال بھی راہِ پانے لگے ہیں۔ کچھ شعراء نے نبی کریمؐ کی توصیف و ستائش اور ان سے اظہارِ عقیدت کے لیے ان مقبول اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ چند مثالیں یہ ہیں:

ماہیا: (۱) ٹیش تے مل تینے

(۲) عربی دالڑ پھڑ پیئے کچھے روندے نہوتینے
نھیر اٹھیا اے

آپ دے آون تے جد چائن پھٹھیا اے
نھیر اٹھیا اے

بولی: (۱) میرے دل وچ پیار نبی دا

(۲) سمندراں دے پانی جتنا
میرے دل دے مدینے ٹر گئے

(۳) میں بختاں نوں کیا کھدا
ایہ رب دی اے خاص کریبی

(۴) اوہاناں میں بلاں دے پٹھ لکھا
تے پھلاں میرے ہوٹھ چم لے

(۵) سوہنے پیر مبارک پایا
مدینے وچ پھل کھڑے

ٹپا: (۱) رجنا، رجنا، رجنا
دنیا توں دل اکیا، مینوں لے جا مدینے ول بھنا

(۲) ساونا، ساونا، ساونا!
ساڈے لئی نجات بنیا سوہنے عربی دا دنیا تے آونا

(نصیر بلوچ)

پچھلے کچھ عرصہ سے شعراء میں نعت گوئی کا رجحان بڑھ رہا ہے اور نعت خوانی کی محافل کے انعقاد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ زیادہ تر شعراء فلمی گانوں کی طرز پر مختلف اصناف میں نعتیں موزوں کرنے لگے ہیں، جس سے نعت جیسی تقدس مآب شاعری بھی عامیہ پن کا شکار ہو رہی ہے۔ نعت خواں جس انداز میں گلا پھاڑ پھاڑ کر نعتیں پڑھتے ہیں، اس

سے مزید بے حرمتی کی راہیں کھل رہی ہیں۔

گیتوں کی طرز پر نعتیں کہنے میں مطلق حرج نہیں۔ اگر ماہیا، بولی، ٹپا، ہی حرفی، غزل اور دیگر اصنافِ سخن میں نعتیہ مضمون باندھے جاسکتے ہیں تو گیتوں میں کیوں نہیں، لیکن سوال نعت کے تقدس کا ہے، نعتوں کی لفظیات کا ہے اور اشعار میں نبی کریمؐ کے مخاطب کا ہے۔ شعراء اور نعت خواں حضرات کو خصوصیت سے اس بات کا دھیان رکھنا چاہئے کہ پایہ ثقافت سے گرا ہوا کوئی لفظ، لقب، تشبیہ، استعارہ یا علامت حضرت ختمی مرتبت علیہ التحیۃ والتسلیم کے لیے استعمال نہ ہونے پائے اور نعت میں اندازِ مخاطب مودبانہ نہ ہونہ کہ گستاخانہ۔ ایسے تمام مخاطبانہ القابات سے دست کش ہونا لازمی ہے، جو بے تکلف دوست باہم استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہئے کہ نعت ایک حقیقی شخصیت کے حضور مذراۃ عقیدت ہے، کسی خیالی محبوب کی مدح سرائی نہیں۔

نوٹ: یہ امر راقم الحروف کے علم میں ہے کہ دورِ جدید میں بہت سے شعراء کرام نے نبی آخر الزماںؐ کے حضور نعت کے رنگارنگ پھول پیش کیے ہیں، جن کی نمائندگی اس مضمون میں نہیں ہو سکی۔ یقیناً یہ اس فقیر کی کوتاہی ہے، لیکن ایسا صرف کلام کی عدم دستیابی کے سبب ہوا ہے، جس کے لیے میں دلی معذرت پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے معذور سمجھتے ہوئے محسوس نہیں فرمائیں گے

☆☆☆☆

سرائیکی نعت گوئی کی تاریخ

جب جب سرائیکی شعروادب کا تذکرہ ہوگا تو دیگر ساطیری اصناف شعری طرح سرائیکی کی ہر صنف شعر، حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول ذکر اہل بیت رسالت مآب اور اقوال و اعمال حسنہ سے شروع ہو کر اپنے اصل موضوع کی طرف آتی ہے۔ اس حوالے سے تحقیق نے یہ بات واضح کی ہے کہ سرائیکی شاعری کے آثار تیسری صدی ہجری سے ملتے ہیں جن میں سرائیکی کے اشعار، کوٹ مروت کی کہاوٹیں، ہارون بن موسیٰ ملتانی کے اشعار شامل ہیں پھر آگے آ کر پانچویں صدی ہجری میں سرائیکی کے سرخیل شاعر اور چشتیہ سلسلہ کے کال فقیر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کا دور زریں آتا ہے جسے کہ محققین حضرات دورا دور گردانتے ہیں۔ تذکرہ ذکر کرنا چلوں کہ بابا صاحب غریب نواز کے گرنٹھ صاحب میں شامل شلوکوں کے حوالے سے ڈاکٹر جیت سنگھ ستیل کی کتاب ”کلام حقانی“ کے مقدمے میں نامور محقق، ادیب، لکھاری پروفیسر گورچن سنگھ طالب اپنی تحقیق کے پیش نظر لکھتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب کا ”کلام ملتانی زبان وادب کا پہلا مصدقہ و مستند نمونہ ہے۔“ بابا صاحب غریب نواز فرماتے ہیں:

فریدا! گلیں چکڑ، دُور گھر، نال پیارے یہہ
چلاں تے بچے کنہلی، رہاں تاں بٹے یہہ

ترجمہ و تشریح: اے فرید الدین! اللہ اور رسول تک پہنچنے کے لیے اگرچہ طلب اور تلاش کے گلی کوچوں میں دنیا داری کا کچھڑ اور اوپر نفس اور شیطان کے وساوس کی تیز بارش بھی ہے مگر میں کیا کروں کہ میں نے روز ازل رو بروئے رسول اپنے رب سے عہد کیا تھا کہ چاہے میرا لباس ماسوت بھیگ بھیگ کرنا کارہ ہو جائے تب بھی میں اپنے پروردگار سے کیے ہوئے عہد یعنی ”بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست“ کے بموجب آپ کی بارگاہ یکس پناہ تک پہنچنے کے لیے اپنے جیتے جی سر دھڑ دی بازی لگائے رکھوں گا، اس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی قربانی دینی پڑے پرواہ نہیں لیکن اپنی پریت اپنا ”یہہہ“ نہیں ٹوٹے دوں گا۔

فریدا من میدان کر، ٹوئے بے لاہ
آگے مول نہ آوسی، دو جک سندی بھاہ

ترجمہ: اے فرید الدین! اپنے من کو، ٹیلوں گڑھوں، سے پاک کر کے ہموار بنا۔ پھر یہ ہوگا کہ وہ (قہر ناک) دوزخ کہ جس کا ذکر سنتے ہیں تجھے درپیش نہیں آئے گی۔

نعت مبارک کا سفر تو ازل سے جاری ہے ابداً لا بادیک غیر مختتم جاری رہے گا کہ حکم ربانی کے بموجب ”اے حبیب ہم نے تمہارا ذکر (تمہاری خاطر) بلند کر دیا ہے“ سو اس حکم مالک کے تحت پچھلے تمام گزشتہ زمانوں کی طرح پانچویں صدی ہجری سے سترہویں صدی ہجری تک بھی، بلا فصل، جاری رہا لیکن یہ امتداد زمانہ کی وجہ سے تاریخ کے

گمنام گوشوں میں موجود ہے لیکن صاحبان تحقیق کا منتظر ہے۔ سترہویں صدی ہجری میں قادریہ سلسلہ کے صوفی شاعر حضرت چل سر مست (درازا شریف سندھ) نے سرائیکی سندھی میں بے تحاشا کلام کہا۔ سرائیکی سندھی نعت بطور خاص کہی کیونکہ وہ دل سے چاہتے تھے کہ عامۃ المسلمین، جو کہ عموماً شعرا اسلام سے گہری واقفیت نہیں رکھتے، کو نعت حمد اور عشق حقیقی کے اسرار و رموز سے بذریعہ شعر آگاہ کیا جائے تاکہ خالق کائنات کا یہ پیغام کہ ”اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو میری (رسول مقبول) اتباع کرو۔ خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے“ (سورۃ آل عمران: آیت ۳۱)۔ کیونکہ چل سر مست دیگر جملہ اولیائے کرام کی طرح جانتے تھے کہ محبت سرکارِ دو عالم کے بغیر ایمان، اسلام، دین ناقص و نامکمل ہیں اس لیے انہوں نے اپنے کم علم قرب و جوار کو بالخصوص اور دور دراز کے جہانوں کو بالعموم اپنی نعتیہ حمدیہ صوفیانہ شاعری کے ذریعے اتباع و عشق رسول کی تبلیغ حق فرمائی۔ ان کی ایک نعت مبارک کے کچھ اشعار پیش و نذر کر رہا ہوں۔

کل نیان دا سر دار محمدؐ
”محر عرف“ امواج محمدؐ

ترجمہ: جملہ انبیائے کرام اور مرسلین عظام کے سر دار اور جملہ علوم حق کے سمندر اور اس کی امواج صرف اور صرف سرکارِ دو عالم ہیں۔

قاب قوسین او ادنیٰ
شرف شب معراج محمدؐ

ترجمہ: قرآن کریم نے معراج رسول کریم کے لمحہ عین پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ اس رات اپنے رب سے کھینچی ہوئی کمافی کی قوسوں سے بھی کم، بہت ہی کم، فاصلے پر تھے یہ شرف آپ کو شب معراج عطا فرمایا گیا۔
یہی وہ نازک مقام شان رسالت مآبؐ ہے کہ جسے حضرت چل سر مست عامۃ الناس کو بتانا چاہتے ہیں کہ تن من دھن سے سرکارِ دو عالم کی محبت میں مبتلا ہونا ہی دراصل روح اسلام ہے۔

امت تیزی کیوں غم کھاوے
جیس دی تیکوں لاج محمدؐ

ترجمہ: اے رسول کریم! آپ کی امت کیوں غم زدہ ہو کہ جس کی لاج آپ کی ذات پاک کو ہے۔
تشریح: چونکہ قرآن کریم نے سرکارِ دو عالم کو شفع محشر، شفع الامم، شفع المذنبین، تمام جہانوں کے لیے اللہ کی رحمت کمال کہہ کر یاد کیا ہے نیز آپ کی سیرت کریمانہ کے پیش نظر حضرت چل سر مست نے انہی شافی کافی حوالوں کا عکس حسین ذہن میں رکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ امت رسالت مآبؐ کہ جسے خیر الامم کے خطاب مفتخر سے، کلام ربانی نے یاد کیا ہے، اسے بھلا کس بات کا غم ہو سکتا ہے جبکہ اس کی شفاعت کی گرانبارِ ذمہ آپؐ نے لے رکھی ہو۔

چل کوں غم کوئی ناہیں
کیا لایحتاج محمدؐ

ترجمہ: اے صاحب اعزاز ”لولاک لما خلقت الافلاک“ چل تیرے وسیلہ پاک سے ہر غم سے بے نیاز ہے کیونکہ آپؐ نے اپنے پھل کمال سے ہر قسم کی محتاجی غیر سے آزاد فرما دیا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش، حضرت شاہ حسینؒ زنجانی جیسے بزرگان دین کی آمد برصغیر میں محمد بن قاسم سے قبل کی ہے ان جملہ حضرات کی مساعی، جیلہ کی بدولت برصغیر میں دوروز دیک نور اسلام کی ہویدگی کے ساتھ مذہبی شاعری نے بھی وجود پکڑا کیونکہ ان اولیا اللہ کی پاک جماعت میں سے اکثر، چونکہ روحانی کمالات، علمی تبحر کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا ملکہ بھی رکھتے تھے، اس لیے انہوں نے شعر ہی کو وسیلہ تبلیغ و رشد و ہدایت بنایا۔ قدیم سرائیکی اساطیری ادب چونکہ نیا دہتر بزرگان دین کی تبلیغی مساعی کی وجہ سے منصفہ شہود پر آیا اس لیے اس میں دیگر قدیم زبانوں کے شعری اداثوں کی طرح ہر صنف شعر کی ابتداء میں حمد، نعت، دینی، فقہی، ارکان اسلام اور اخلاقیاتی مضامین پر مبنی اشعار کی مضمون بندی کے بعد اصل ہیئت کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اس لیے سرائیکی کی جملہ اصناف سخن، حمد، نعت، مولود، شریف، مرثیہ، بند، بحر، کافی، ڈوہڑہ، نورنامہ، جنگ نامہ، مثنوی، منظوم داستانیں، سی حرفی، ڈھولا، ماہیا، گانمن، گاون، جوگی نامہ، طوطا نامہ، چرخ نامہ، تورے، بارہ نامہ، لوری، گھڑولی، بارہا سے اور دیگر اصناف ہمیشہ حمد یہ نعتیہ مضامین سے ہی شروع ہوتے ہیں۔ سرائیکی زبان میں معنوی لحاظ سے نعت گوئی کئی اقسام پر مشتمل ہے۔ مثلاً:-

- ۱۔ نورنامہ: اس صنف کے وسیلے سے تخلیق کائنات اور سرکارِ دو عالم کی نعت کہی جاتی ہے۔
 - ۲۔ معراج نامہ: اس میں سرکارِ دو عالم کے معراج مبارک کے حوالے سے مضامین نظم بند کیے جاتے ہیں۔
 - ۳۔ تولد نامہ: یہ صنف سخن نبی کریمؐ کی ولادت پاک کے احوال خوش آفاک کا احاطہ کرتی ہے۔
 - ۴۔ درود نامہ: یہ صنف سخن، درود پاک کے جملوں کو ملا کر نعت کے مضامین کا تشریحی عمل سرانجام دیتی ہے۔
 - ۵۔ تاج نامہ: اس صنف سخن کے ذریعے درود تاج کے مضامین و مغایم کی تشریح و تفصیل کی شکل میں نعت کہی جاتی ہے۔
 - ۶۔ حلیہ مبارک: اس صنف سخن کے وسیلے سے سرکارِ دو عالم کی سیرت اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں آپؐ کا حلیہ مبارک نظم کیا جاتا ہے۔
 - ۷۔ بارات نامہ: اس صنف سخن کے حوالے سے سرکارِ دو عالم کی شادی مبارک کے احوال بیان کیے جاتے ہیں۔
 - ۸۔ وصال نامہ: یہ صنف سخن آپؐ کے وصال کے تذکرے پر مبنی ہوتی ہے۔
 - ۹۔ مولود: اس صنف سخن کے ذریعے آپؐ کی ولادت مبارک کے ساتھ ساتھ معراج کے احوال بھی نعت کیے جاتے ہیں۔
 - ۱۰۔ نعت: اس صنف سخن میں ہر طرح کے نعتیہ مضامین باندھے جاتے ہیں۔
- ان دس مندرجہ بالا خالص نعتیہ اقسام کے علاوہ بھی جتنی دیگر سرائیکی اصناف شعر ہیں ان تمام میں بھی خالص نعت، سیرت، اسوۂ مبارک کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔
- پانچویں صدی ہجری میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے ساتھ ساتھ ایک قادر الکلام سرائیکی شاعر جناب حضرت ملاں کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپؒ نے 150 اشعار پر مبنی سرائیکی زبان کا اولین ”نورنامہ“ لکھا، اس کا سن تصنیف انہوں نے پانچویں صدی ہجری بیان کیا ہے۔

پنج سو سال جو گزریئے آہے، ہجرت باجھ رسولؐ
ملاں کہے غریب و چاراء، کم علماواں کولوں
ترجمہ: ”ملاں غریب پچارہ جو کہ صاحبانِ علم سے کم علم رکھتا ہے مگر اس کا کہنا یہ ہے کہ یہ زمانہ پانچویں صدی ہجری
یعنی ہجرت رسولؐ کے ٹھیک پانچ سو سال بعد کا ہے۔“

اس کے بعد شاعر نے کچھ حمد یہ خصوصاً ”نکت کڑاٹھیا“ کے حوالے سے اشعار کہے اور بعد ازاں نور محمدیؒ
کے اسرار و رموز اور ذات سرکارِ دو عالم کی شانِ محبوبانہ کا بیان کیا ہے۔ حضرت ملاں کے نورنامے سے کچھ اشعار تہکھا
درج ہیں۔

عرش، آفتاب تے چن کرسی تے جو کجھ کل ستارے
کے وال نبیؐ دے کولوں چارے ٹول سنوارے
ترجمہ: سورج چاند ستارے، عرش کرسی اور جملہ خلایق، نبی کریمؐ کے گیسو وان مبارک میں سے صرف ایک موئے
مبارک سے یہ چاروں اطراف سجائی گئی ہیں۔

جو کجھ چوڈاں طبقات دے وچ پیدا کل خلایق
نبی محمدؐ جیہاں رتبہ نہیں کہیں دے لائق
ترجمہ: کائنات کے چودہ طبق میں، ماسوائے ذاتِ احدیت کے، کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آئی جو نبی کریمؐ جیسے مرتبہ
عالی شان کی لائق ہو۔ (یعنی بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر)۔

سرا نیکی نعتیہ ادب میں میاں قادر یار (1247ھ) کا معراج نامہ جو کہ خمس کے انداز میں تحریر ہوا ہے اس
کے کل 26 بند ہیں اور ہر بند کا آخری مصرعہ یہی Repeat ہوتا ہے۔

”توں آگے فریاد میڈی یا محمدؐ مصطفیٰ“

اس معراج نامے میں فضائلِ سیرت، شمائلِ سوئے حسنہ، خصائلِ آقا و مولائے کائنات سید و سلطانِ ہر دو عالم
کے ساتھ ساتھ ذکرِ یارِ نبیؐ، بالخصوص تذکرہ سیدنا علیؑ، سانچہء کربلاء کو نہایت محبت، عقیدت اور شاعرانہ چٹنگی کے
ساتھ از حد تفصیل کے ساتھ نظم کیا گیا ہے۔

مولوی غلام قادر قریشی کا تولد نامہ جو کہ آج سے دو صدی قبل تخلیق ہوا مگر اپنی سماجی ادبی تاریخی اہمیت کی وجہ
سے کمال ممتاز مقام کا حامل ہے۔ یہ ”تولد نامہ“ 1072 اشعار پر مبنی ہے۔ مولوی صاحب ایک عالم دین اور تاریخ
شناس شخصیت تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے تولد نامے میں شعری محاسن کے علاوہ آپ کا راسخ دینی تہجرات اور گہرا تاریخی شعور
جگہ جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اس ”تولد نامے“ کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:-

شان	محمدؐ	عالی	شان
افضل	کل	نبیان	دی
باعث	خلقت	نور	ظہوری
اول	ما	خلق	اللہ
			نوری

نور	مجسم	دے	تھیں	جان
جن	انسان	زمین	آسمان	
نام	محمدؐ	نور	بخشم	
صل	اللہ	علیہ	وسلم	

یہ تولد نامہ آپؐ کے شجرہ مبارک، ولادت با سعادت، بچپن، جوانی، شادی، غارِ حرا کی عبادات، سفرِ شام، آپؐ کا مکمل اسوۂ حسنہ اور آپؐ کی مکمل حیاتِ طیبہ کا منظوم تذکرہ ہے۔ درج بالا اشعار اتنی آسان اور قابلِ فہم سرائیکی میں ہیں کہ ان کا ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

سرائیکی میں سرکارِ دو عالمؐ کے حلیہ مبارک کے حوالے سے بہت قدیم و جدید شعراء نے بقدرِ توفیق لکھا ہے مگر آٹھ سو سال قدیم محمد اعظمؐ کا ”حلیہ مبارک“ سرائیکی تاریخِ شعر بالخصوص اور عالمی تاریخِ ادب میں بالعموم بہت اہمیت رکھتا ہے۔ محمد اعظمؐ کا یہ منظوم حلیہ نامہ ۱۹۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ کچھ اشعار تمبر کا درج ہیں۔

نوری عالم سارا آکھے مہ کنعانی سوہنا
پر چن عرب دا بہت سلونا، سوہنا تے من موہنا
لعل یقوت لبان دی لالی ڈیکھن دی سدھرائی
رم جھم ڈنداں دی رتی توں موتی گھول گھمائی
رنگ کنک دا سرخی بھریا، پھل لولاکی پنڈا
رنگ بھرے کون ڈیکھے، تھیوے پھل نازہ شرمندہ
برہم، حمد الہی آکھاں، رب کون خالق جاناں
جیں رب اپنا دوست بنایا، سوہنا ڈوہاں جہاناں

ترجمہ: تمام عالمِ لاہوت و لامکاں آپؐ کو غیرتِ حسنِ یوسف کہہ کر یا دکرنا ہے ان کا کہنا ہے کہ ایسی بے مثال الوہی خوبصورتی نہ دیکھی نہ سنی جیسی کہ اس کامل ماہِ عرب کی خوبصورتی ہے۔

۲۔ آپؐ کے یا قوتی لبان مبارک کی سرخی وہ حسن رکھتی ہے کہ ہر برسدھرا سے دیکھنے کی تمنائی ہے۔ اور آپؐ کے دندان مبارک کی ذرہ بھر نورانی چمک دمک پر سچے موتی قربان ہو ہو جاتے ہیں۔

۳۔ گندی رنگت کی لامکانی سرخی اور پیکرِ مبارک، الوہی گلِ سرسبد ہے جسے دیکھ دیکھ کر بہشت برین اور عالمِ ماسوت کا ہر نازہ پھول شرمندہ ہے۔

۴۔ خالق کے اس احسانِ عظیم پر کہ اس نے ہم پر اپنا محبوب مبعوث فرمایا، میں دم ہمدہم اس کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں۔ میں اس خالق اور رب کا بیحد شکر گزار ہوں کہ اس نے ہمارے آقائے نور رخ کو نہ صرف یہ کہ محبوب بنایا بلکہ جملہ کائنات کی جان قرار دیا۔

سرائیکی میں، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ ہر صنفِ شعر حمد اور نعت سے شروع ہوتی ہے اور بعد میں اپنے اصل کی طرف آتی ہے لیکن At the same time وہی صنف کما حقہ، نعتیہ مضامین کی حامل بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً تورے، گھڑولی، جوگی نامے، طوطے نامے، ڈھولے نامے، سی حرفیاں اور محمدی بارہما سے سرائیکی تاریخِ شعر کا حصہ ہیں کہ جو

کلینٹا نعتیہ مضامین یا شروعات کے حوالے سے نعتیہ برگ و بار کے حامل ہیں۔ گھڑولی بنیادی طور پر نہیں اپنے حصے کے بھائی کی شادی پر لکھتی پڑھتی اور گاتی تھیں جس کا رواج اب بھی سرانیکی سماج میں کہیں کہیں موجود ہے۔ خاص طور پر بہاولپور کے اندر اور اس کے مضافات مثلاً ڈیرہ نواب صاحب، اونچ شریف، خان پور، خانقاہ شریف، سکھیل وغیرہ اور دیگر سرانیکی علاقے مثلاً احمد پور شرقیہ، ملتان، بہاول نگر، رحیم یار خان، راجن پور، مظفر گڑھ، لودھراں، ڈیرہ غازی ان، لیہ، بھکر، میانوالی، ڈیرہ اسماعیل خان، خوشاب، وہاڑی اور میلسی وغیرہ میں کہیں کہیں یہ صنف شعرا ایک کچھل اکائی کے طور پر زندہ ہے۔ اسے قبول عام اس وقت نصیب ہوا جب اس صنف شعروہ جس میں کہ ”سی حرفی“ کی طرح ”الف“ سے ”یے“ تک ہر حرف کے ساتھ ایک ایک بند نظم کیا جاتا ہے، ہر کار دو جہاں کی تعریف و ثناء کے لیے مخصوص کیا گیا۔ گھڑولی کے تین مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں جبکہ آخری مصرعہ لفظ ”گھڑولی لعل“ کی تکرار مسلسل لیے ہوتا ہے۔

نمونہ ہائے کلام پیش نذر ہیں:

حوراں پریاں سہرے گاؤں جی
شاہ نبیؐ توں گھول گھماؤں جی
بھلا مولا ملک وسایا
گھڑولی لعل

ترجمہ: (ولادت سرکار دو جہاں کے مسعود موقع پر) حوریں اور پریاں مل کر نبی کریم کی بخت مبارک کے سہرے گاتی ہیں کہ اے دو جہانوں کے لیے نبی رحمت ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں کہ مالک الملک نے آپ کو مبعوث کر کے ویرانہ دو جہاں آباد کر دیا۔ ہم اپنے لعل کریم کی گھڑولی بھرتی ہیں۔

خالق تہذیب کم سنوارے جی
کرن دعائیں ڈینہہ چن تارے جی
حوراں غلاماں ہوون وارے جی
شالا کل ملائک مال
گھڑولی لعل

ترجمہ: (اے نبی محترم) خالق کائنات نے ہی آپ کے جملہ معاملات نور سنوارے ہیں اور دنیا و عقبیٰ کی ہر ہر چیز، کیا سورج، چاند، ستارے کیا وقت، زمانے، ادوار سب آپ کے مدح خواں ہیں، جملہ زمینی اور آسمانی مخلوق حوران، غلام، ملائکہ، آپ پر فدا ہے اور یہ سب آپ کی گھڑولی بھرتی ہیں۔

نت وسے مینہ کرم دا جی
پانی کوڑ باغ ارم دا جی
ہادی صاحب کل شرم دا جی
ساری امت دا رکھوال
بھلا تیکوں شرم اساڈا جی
گھڑولی لعل

ترجمہ: مالک آپؐ کی ذاتِ کریم پر سدلبا رشِ کرم رکھے۔ ان بارشوں کا پانی بہشتی اور حوضِ کوثر کا ہو۔ آپؐ بیشک ہادیءِ برحق اور کل جہانوں کی لاج والے ہیں۔ آپؐ ہی ہیں پوری مخلوقات میں جنہیں اللہ نے پاسبانی کا اعزاز عطا فرمایا ہے۔ شکر مالک کہ آپؐ نے ہماری شرم بھرم رکھنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اے رسولِ تمام کائنات اور اہل کائنات آپؐ کی گھڑولی بھرتے ہیں۔

تو رانعتیہ مضامین اور لوک گیتوں کے لیے مخصوص آزاد صنفِ سخن ہے۔ اس صنفِ سخن میں جملہ اسالیبِ نعت میں طبع آزمائی کی گئی ہے۔ محمد شاہ نوبہار سیری حقانی سرانیکی نعت گوئی میں ایک مستند نام ہے۔ ان کا ایک نعتیہ تورائش خدمت ہے:

یا نبیؐ جی و
ذرا بند اُجڑی ڈو پھیرا پاءِ نبیؐ جی!
طہ ناز، لولاک دو شالہ
بنیا روح الامین سبالہ
سہریا نوالا، یا نبیؐ جی

ترجمہ: اے اللہ کریم کے محبوب نبیؐ کرم فرمائیے اور اُجڑے ہوئے خطہ بند پر قدم رنج فرمائیے (ناکہ یہ آباد ہو جائے)۔ اے رسولِ حق! آپؐ وہ ہیں کہ جن کے سراقندس پر مالک نے طہ کا ناز سجایا، آپؐ ہی کی خاطر اس نے تخلیق کائنات فرمائی۔ اے رسولِ مبین! آپؐ وہ ہیں کہ ہنگام سفر معراج جبریل امین نے آپؐ کا سر بالا بننے کو فخر جانا۔ بے شک! اے نبیؐ محترم آپؐ ہی تقریب تخلیق کائنات کے دولہا ہیں۔

جوگی نامہ بھی سرانیکی زبان کی قدیم صنفِ سخن ہے۔ اس میں متصوفانہ مضامین کے علاوہ نعتیہ مضامین بھی بکثرت سرانیکی شعراء نے باندھے ہیں۔ یہ صنفِ زمانہ قدیم میں بہت عرصے تک رائج رہی ہے۔ نعتیہ جوگی ناموں میں باغ شاہ کے جوگی نامے کو شہرتِ دوام ملی ہے۔ اس جوگی نامے میں شاعر نے سرکارِ دو عالم کی ولادتِ باسعادت، آپؐ کی سیرت، آپؐ کا اسوۂ حسنہ، آپؐ کی رحمت، شفاعت کا کمالِ محبت اور عقیدتِ مندی سے ذکر کیا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

ویساں جوگی دی طرف ضرورنی
باجھوں دل طاقتے
رہساں خاص حضور فی
میڈا دل مشتاقے

ترجمہ: مجھے اپنے محبوب و مقصود، اپنے رانجمن رسولؐ (بمعنی ہر دل عزیز) کی خدمت میں ضرور جانا ہے کیونکہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے بغیر دل نہیں مانتا کیونکہ میرے دل مشتاق کے لیے حضورِ خاص کی حاضری پیامِ زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔

تخت ہزاروں جوگی آیا
جھنگ سارے جس فیض کھنڈلایا

کیش لطف فور فی

دھماں ملک افلا کے

ترجمہ: لامکان کے تخت ہزارے سے رانجن رسول کی بعثت ہوئی تو عالم ہا سوت کا جھنگ فیض رسالت مآب سے معمور ہو گیا۔ اس کے لطف وافر کے چہ چوں سے آسمان زمین زمانوں کے خلاء انوار محمدی سے پر نور ہو گئے ہیں۔

شان جوگی دا ھ لولا کی

سجدہ کردے سب افلا کی

خادم، حور، قصور فی

دوڑن پیش براتے

ترجمہ: رانجن رسول کا مرتبہ، بعد از خدا، تمام کائنات میں سب سے عالی ہے۔ پردہ آدم میں سجدہ تعظیم، ملائکہ سے مالک الملک نے آپ ہی کے نور کو کروایا۔ جملہ خلایق جنت کو آپ کا خادم کیا گیا ہے اور آپ کی شان یہ ہے کہ آپ کی سواری کے لیے کئی کئی بہشتی براق موجود ہیں۔

باغ شاہ کے جوگی نامے کے علاوہ ایک اور قدیم جوگی نامہ مولوی نبی بخش بخشا کا ملتا ہے جس کی ہیئت باغ شاہ کے جوگی نامے سے مختلف ہے۔ اس جوگی نامے میں ہر بند پانچ مصرعوں کا ہے۔ اس کا نمونہ کلام پیش وند رہے۔

ویہاں جوگی دے مال رماں زورے زورے لایاں

جوگی لچ پال جھوکاں عرش تے لایاں

جوگی میڈا پاکوں پاک اے

خاطر جیندی کل لولاک اے

ادیوں حاضر کھڑا براتے

عاشق خود غفار اے

حوراں خدمت آئیاں

ترجمہ: مجھے اپنے رانجن رسول کی خدمت اقدس میں بہر حال باریاب ہونا ہے کہ مالک الملک نے میرے مقدر میں محبت سرکارِ دو عالم، اپنی قدرت کاملہ سے لکھ دی ہے۔ میرا رانجن رسول لچ پال عرش عظیم سے ماوراء شہر لامکان کا مکین (ہوتے ہوئے بھی فرش نشین) ہے۔

میرا رانجن ”نور من نور اللہ“ ہے۔ یہ کائنات مالک نے انہی کے لیے تخلیق فرمائی ہے اور سواری کے لیے نوری براق حاضر کر دیئے ہیں کیونکہ پروردگار عالم نے آپ کو اپنا حبیب قرار دیا ہے اور اپنی جملہ مخلوقات ارضی و سماوی کو آپ کی خدمت کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں کئی سوالیہ۔ جوابیہ جوگی نامے بھی تحریر ہوئے ہیں لیکن سید مبارک شاہ کے ”کافی“ کی ہیئت میں لکھے گئے ”جوگی نامے“ کی اثر پذیر مقبول عام کا درجہ رکھتی ہے۔ کافی کی صنف چونکہ عشق حقیقی، ہجر، فراق اور خالص درد و دروں کی کیفیات کو بیان کرتی صنفِ سخن ہے اس لیے سید مبارک شاہ کا اس صنف میں جوگی نامہ الہی الوہی صفات سے متصف ہے۔

طوطا نامہ بھی نعتیہ اصنافِ سخن میں سے ایک حد درجہ مقبول صنفِ سخن رہی ہے اور اس میں قدیم سرانیکی

شعراء نے بکثرت نعتیہ ”طوطا نامے“ تحریر کیے۔ ان شعراء میں نور الدین مسکین کا نعتیہ طوطا نامہ کافی مشہور ہوا۔

بولیں طوطا مال ادب دے
اگوں میڈے شاہ عرب دے
آکھیں طوطا یار میڈے کوں
دل دے بھیداں ڈیاں کیکوں
توں ہیں واقف راز نہانی

ترجمہ: اے طوطے! جب تمہارا گزرمہ سبز الرسولؐ سے ہو تو میرا یہ حال مجبور سرکارِ دو عالم سے نہایت ہی ادب کے ساتھ عرض کر دینا اور خیال رکھنا کہ وہ شاہ عربؐ و عجم، ختم المرسلینؐ اور محبوب رب ہیں۔

اے طوطے! سرکارِ دو جہاں سے دست بستہ عرض کرنا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ کی محبت میں مبتلا آپؐ کا مسکین امتی آپؐ کے علاوہ کس سے اپنی چٹا عرض کرے اس لیے کہ آپؐ ہی وہ ہیں کہ جنہیں ظاہر باطن حاضر غائب موجود ناموجود کی کما حقہ خبر ہے۔

ڈھولا سرائیکی شاعری کی ہمہ جہت اور حد درجہ مقبول خاص و عام صنفِ سخن ہے۔ یہ صنف جو نئی نعت مبارک کے لمس سے آشنا ہوئی اس کے وقار، گہرائی، گیرائی، اثر پذیری، مضمون آفرینی اور دردا نگیزی رس و نسا میں بے حدو حساب اضافے ہوئے ہیں نہ صرف یہ بلکہ اس صنفِ شعر کے اعتبارِ ذات میں ہمہ گیریت کے ساتھ ساتھ ثبات کے کئی کئی پہلو اجاگر ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ”ڈھولے“، ”مضموماً“، ”نعتیہ ڈھولے“، ”بہت کثرت سے لکھے گئے، لکھے جا رہے ہیں اور یقیناً آئندہ بھی اسی شد و مد سے لکھے جاتے رہیں گے۔ نعتیہ ڈھولے لکھنے والوں میں خادم مکھن بیلوی کا نعتیہ ڈھولا بہت رفیع مقام کا حامل ہے۔ خادم کے ڈھولے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ”الف سے لے کر“ کے ”ن“ تک کی تختی میں بہ کمال انداز میں تحریر ہوئے ہیں۔ مطلق کے نعتیہ ڈھولے بھی خاصا بلند مقام رکھتے ہیں۔ مطلق کا ڈھولا ”سی حرفی“ کی طرز میں تحریر ہوا ہے۔ نعتیہ ڈھولا کہنے والوں میں دور جہا نگیری اور اس سے بھی قبل کے لوگوں کا خاصا Contribution ہے۔ ان میں خادم مکھن بیلوی اور مطلق کے علاوہ جان محمد گداز، مولوی نبی بخش بخشا اور مولانا شائق کے سرائیکی نعتیہ ڈھولے بھی نہایت قابل ذکر اور دلگداز کیفیات کے حامل ہیں۔ مولانا شائق کا شمار سرائیکی زبان کے قد آور شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ کا دیوان ”گلستہ عشق“ کنام سے 1919ء میں آگرے سے چھپ چکا ہے۔

خادم مکھن بیلوی کا نعتیہ ڈھولا ملاحظہ ہو:

الف: آ بسم اللہ میڈا ڈھول پیارا
موڑو منہ نہ میں توں مدنی ماہ ستارا
چھوڑیم تہڈے سانگے گھر زر مال پیارا
ہوئیاں خادم، کن دی، رولیں نہ دلدارا

ترجمہ: الف۔ آئیے اے میرے مدنی محبوبؐ ڈھول، آپؐ کا استقبال اللہ کے پاک نام سے ہے۔ اے جان مہر و ماہ و نجوم، اے محبوب کردگار! ہم خطا کاروں کو اپنی کریم نگاہوں کے احاطہ نور میں رکھیے گا کیونکہ ہم آپؐ کی (شفاعت کے امیدوار) آپؐ کی خاطر تمام دنیا چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اے رسولؐ کریم! ہم تو آپؐ کے وہ ادنیٰ اہل ہجر و فراق ہیں کہ

جن کی غلامی آپ کے دربار و ربار کے لیے آپ کی نظر عنایت کے صدقے مالک نے یوم ”گن“ سے ہی ”ٹیکون“ قرار دے دی ہوئی ہے۔
ناطق جو کہ سرائیکی کے مشاہیر شعراء میں شمار ہوتے ہیں کا نعتیہ ڈھولا جو کہ ”سی حرفی“ کی ہیئت میں قلم بند ہوا ہے، ملاحظہ ہو۔

لاچ امت دی احمد پاک پللیسی
کھوٹی کھری امت کوں اپنے دامن لیلیسی
ہر ہر اکھ وچالے سئے سئے ڈاٹاں ڈیلیسی
ناطق عاجز امت کوں ایہو یار نکجیسی

ترجمہ: لاچ امت کی نبی مختار کے ذمہ ہے اور وہ یقیناً لچا لیا فرمائیں گے اور اپنی کھوٹی کھری امت کو وہ ضرور اپنے لڑ لگائیں گے۔ ہر آنکھ کو دیدار کی کئی کئی نعمتوں سے نوازیں گے۔ سو، اے ناطق! ایمان کے ساتھ یقین رکھ کہ سرکارِ دو عالم کے سوا کوئی کائنات بھر میں ایسا نہیں کہ جو اپنی عاجز امت کو محشر کی تختیوں سے بچا کر پار لے جائے اور سرکارِ یقیناً اپنی امت کی دست گیری فرمائیں گے۔

مولانا شائق سرائیکی شعر و ادب میں یقیناً ایک مقام بلند کے حامل ہیں۔ انہوں نے تقریباً تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ تاہم صنفِ سخن ”ڈھولا“ میں بالعموم اور ”نعتیہ ڈھولا“ میں بالخصوص ایک خاص کمال کے حامل ہیں۔ ملاحظہ ہو ان کے ”نعتیہ ڈھولے“ کا ایک بند کہ جس کی شیرینی اور برجستگی شاعر کی محبت رسول کی گواہ برحق ہے۔

ل: لک چھپ ڈھولا، برقعہ میم دا پاپو
آپوں ملک عرب وچ، احمد نام دھراپو
کیو حسن دا جلوہ، ملاں دھوم مچاپو
شائق یار دے دل وچ، ڈھولا جھوک بناپو

ترجمہ: اے محبوب حقیقی آپ نے میم محمد جہان میں ظہور فرمایا۔ ملک عرب میں قدم رنج فرمایا اور اپنا نام احمد قرار دیا۔ اے محبوب حقیقی یہ آپ ہی ہیں کہ جس کے جلوہ حسن سے ملائکہ میں دھوم مچی ہے۔ آپ کا احسانِ عظیم ہے کہ آپ محبت رسول کی شکل میں دل شائق میں فروکش ہیں۔

نعتیہ سی حرفی سرائیکی زبان و ادب کی ایک ایسی مقبول ترین اور بار آور صنفِ سخن ہے جس نے تقریباً تمام قدیم و جدید شعرا کو اپنے حصار میں لیے رکھا ہے۔ شاعری کے اس Format میں نعتیہ، صوفیانہ، عارفانہ، اساطیر، کلاسیک اور طویل نظمیوں نہ صرف کہی گئی بلکہ اس کے Live کرنے کے امکانات کے لیے شعوری اور لاشعوری کوششیں شامل رہی ہیں۔ عہدِ جہانگیری میں نعتیہ سی حرفیاں کہنے والے شعراء میں سید امیر حیدر میرن، علی حیدر ملتانی، حضرت حافظ جلال، حمل خان لغاری، حضرت چل سرمست، فائق، شائق، سید مبارک شاہ، محمد بخش بخشا، سید شیر محمد گیلانی اور میاں رحیم بخش کے نام قابل ذکر ہیں۔ سید امیر حیدر میرن کی ایک ”نعتیہ سی حرفی“ کا بند ملاحظہ ہو:

م: محمدؐ دے ناں توں گھول گھٹاں جگ سارا ما
عاجز جٹی، کان کینٹی، چھوڑیوں تخت ہزارہ ما
میں ماندی درماندی کول ڈکھلا یوں روپ نظارہ ما
میرن شاہ میڈے من بھلایا، تہر مائی ماہ متارا ما

ترجمہ: میں سرکارؐ دو جہاں پر دونوں جہاں وار دونوں جنہوں نے اپنی ”ہیرامت“ کی خاطر لامکان کے تخت ہزارہ کو خیر باد کہا۔ آپؐ نے تشریف لا کر اپنی امت بیمار کو اپنے دیدار شفا آفرین سے سرفراز فرمایا۔ سو اے میرن شاہ مجھے تو میرے آقاؐ مولانا نے اپنے حسین ماہِ کامل سے لہلہایا ہے۔ اب میرا کسی اور در سے کوئی آسرا نہیں ہے۔
علاوہ ازیں علی حیدر ملتانی کی ”سی حرفیوں“ کو بھی مالک نے بہت قبول عام سے نوازا۔ علی حیدر ملتانی کو سرکارؐ دو عالم سے بے پناہ عشق تھا جس کا اظہار جابجا ان کی نعتیہ ”سی حرفیوں“ میں نوربا روکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے جس جس انداز میں بارگہ رسالتؐ پناہ میں اپنے نذرانہ ہائے عقیدت پیش کیے انہیں ان کی درج ذیل ”سی حرفی“ میں واضح محسوس کیا جاسکتا ہے۔

م: محمدؐ صل علیؑ تا ہر دم ساکوں آسرا اے
اے دی امید اسباباں، عملاں ناں بھروا سزا اے
اوسے دے دربار دے ساکں ہتھ اسا ڈے کاسرا اے
اوسے دے دلا سے تے حیدر، پنجوں والا ہاسرا اے

ترجمہ: ہمیں دم ہمہ دم رسولؐ کریم کا آسرا ہے۔ ہمیں اعمال کی بجائے صرف آپؐ کی شفاعت و دستگیری کا بھروسہ ہے اور ہم بھلا اللہ سرکارؐ قہمتی مرتبت کے دربارِ دربار کے کاسہ لیس فقیر ہیں اور اے علی حیدر یہ بھی انہی کے نور سامان دلا سے کافیض بے انداز ہی ہے کہ جس سے روتے ہوئے ہنس پڑے۔

محمدی بارہ ماہ سے ایک ایسی وسیع المشرّب اور کشادہ دامن صنفِ سخن ہے جس نے سرائیکی شعروادب کے ذخیرہٴ نظم میں بیش بہا اضافے کیے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ شعر گوئی کی مملکت الوہی میں زبان و بیان کے ذخار دریا، حسن و جمال کے پیکران دلاویز، سلاست و روانی کی سخن در سخن معجز نمایاں اور معانی و مفاہیم کے شہر اندر شہر آباد کر دیئے ہیں۔ محمدی ”بارہ ماہ“ متعدد سرائیکی شعراء نے لکھے ہیں لیکن میاں رحیم بخش کے ”بارہ ماسوں“ نے الگ شہرت پائی۔ کچھ نمونہء کلام تمکّات پیش و نذر ہے۔

چہر چہٹ ہمیشہ کرے وقیع مدینے جاواں میں
روضے پاک نبیؐ دے آتوں جنڈری گھول گھماواں میں
بچے کر ہووئے حضوری پوری سارے مطلب پاواں میں
رب رحیم کریم قادر توں لبہو ہر دم چاہواں میں

ترجمہ: اے چہیت کے مہینے! کچھ ایسی زود اور بار آور منت، بارگہ رسالتؐ مآب میں پیش کر کہ میں جلد سے جلد

مدینے پہنچ جاؤں اور اپنی جان سرکارِ دو عالم کے روضہ اطہر پہ واردوں۔ خدا کرے کہ میری حاضری روضہ رسولؐ، حضوری میں بدل جائے اور میں اپنے من کی تمام مرادوں کو پا جاؤں۔ بس آج کل میں اپنے رحیم کریم پروردگار سے دم ہمہ دم یہی دعائیں مانگتا رہتا ہوں۔

محمدی سہرے ایک ایسی ہر لحیزہ صنفِ سخن ہے کہ جو سرائیکی ”وس وسیب“ کے روزمرہ میں یک جان دو قالب کی صورت مجتمع ہو گئی ہے۔ محمدی سہرے اپنے اندر اس قدر فراق انگیز تاثیر رکھتے ہیں کہ سننے پڑھنے والوں پر ایک کیفیتِ الست طاری ہو جاتی ہے۔ مولانا شوق نے 109 صفحات میں معراج سرکارِ دو عالم کے واقعے کو ایک خوبصورت سہرے کی شکل دی ہے۔ اس کی تخلیق کی ہوئی نظم اور نثر دونوں کمال ہیں علاوہ ازیں محمد شاہ حقانی نو بہار سہری سرائیکی زبان و ادب کے ایک قد آور اور یگانہ روزگار نعت گو شاعر تھے۔ آپ کا ایک سرائیکی نعتیہ مجموعہ 1353ھ میں شائع ہوا جس میں آپ کے نعتیہ سہرے، واقعہ معراج اور مہندی کے سہرے بڑی عاشقانہ دل فگاری کے ساتھ فنکارانہ بہار دے رہے ہیں۔

معراج مانے بناں معراج مانے وے
سرتاج مانے بناں جگ راج مانے وے
آکھن محمد شاہ سائیں تہڈی صفت ماں مکدی ناہیں
تھیا خشک ختم مس پناں معراج مانے وے

ترجمہ: اے ختم المرسلین سہرے والے بندے، آپ کو معراج مبارک ہو۔ اے صاحبِ تاج ”لولاک لما“ دو جہانوں پر آپ کی حکومت مالک نے حق کر دی ہے۔ محمد شاہ پچارہ آپ کی نعت کیا کہے کہ آپ کی صفات تو نامختم ہیں، کائنات بھر کی روشنائیاں اور کاغذ ختم ہو جائیں مگر صرف آپ کی معراج مبارک کے محاسن لا محدود کا حقہ سپرد قلم نہیں ہو سکتے۔
مولود پاک، نعت مبارک سے کافی مشابہتیں رکھتی سرائیکی نعتیہ صنفِ سخن ہے۔ اس میں زیادہ تر آپ کے مولود مبارک، درود پاک اور بعثت کمال کے موضوعات سے گفتگوئے بالخصوص کے علاوہ دیگر نعتیہ مضامین بھی بیان ہوتے ہیں۔ ڈیرہ نواب صاحب ضلع بہاولپور کے نامور شاعر جناب غلام محمد مولائی جو کہ اردو، سرائیکی، سندھی، سنسکرت، عربی میں بے بدل شعر کہتے تھے ان کے زبانِ زدِ خاص و عام ”مولود مبارک“ کے کچھ اشعار نمونہ کے طور پر درج ہیں:

اساں بردے نبی دے آتے آہل اطہر دے
جہڑے یار نبی دے اساں نوکر ہر دے
سین بتول دا سہرا
لیندے خاک تے دیا
ڈلڈل مال ادب دے
خالی زین پیا کر دے

ترجمہ: ہم سرکارِ دو عالم کے ادنیٰ غلام، ان کی آلِ پاک کے مودت گزار ہیں۔ جو نبی کریم کے صحابہ کرام ہیں ہم ان کے حدودِ چہ عقیدت مند ہیں۔

حضرت سیدہ کائنات کا لخت جگر حسینؑ جو (کربلا میں وفات پائی) اپنی سواری سے گرنے کے بعد خاک پر فروس ہو چکا۔ ان کا گھوڑا ڈنڈل خود شدید زخمی ہونے کے باوجود ادب کے ساتھ آپ کو زمین پر آنے میں مدد دے رہا ہے۔

علاوہ ازیں سرائیکی شعراء ادب میں ”نعتیہ نعت روز“ اور ”ہشت یاس“ کے علاوہ ”قصیدہ“ بھی کثرت سے لکھا گیا ہے۔ زمانہ قدیم و جدید کے نعت گو شعراء میں حضرت خواجہ خدا بخشؒ 1300ھ، حضرت خواجہ فریدؒ، محمد یار بلبل، شاطر نماں، مجروح شاہ، سید جلال کلیم، خرم بہاولپوری، گلشن کمر، کہتر، نورن گدائی، صابر مبارک پوری، سید ولایت، حاجی شیر محمد شیر گڑھی بہاولپوری 1140ھ، محمد الیاس مسافر، حافظ سراج الدین 1305ھ، فقیر محمد دلہندیر 1310ھ، قاضی فخر الدین، مولوی محمد رمضان پنہاری، مولوی شجاع الدین، مولانا عبداللہ ملتانی، حکیم امیر علی گانگی، میاں مسکین، محمد امین علوی 755ھ، غلام نبی سومرو 874ھ، مولوی سلطان محمد انصاری 1100ھ، مولوی محمد رمضان 1229ھ، سرائیکی بزرگان دین میں حضرت خلی سروز، حضرت شاہ شمس سبزواری، حضرت خواجہ محمد عاقل، حضرت خواجہ فخر جہاں، حضرت موسیٰ نواب، حضرت مخدوم حاکم الدین، حضرت خواجہ خدا بخش ملتانی، خواجہ غلام فرید، حضرت شاہ حبیب، میاں علی حیدر ملتانی، شیخ عبداللہ ملتانی، صدیق لائی، حضرت حافظ جمال اللہ، حضرت کچل سرمست، رحیل فقیر، حمل خان فقیر، بیدل سندھی، مخدوم الملک شمس الدین، حضرت محکم الدین سیرانی، امیر حیدر میرن، خواجہ عاقل جوگی، احمد یار، حضرت خیر شاہ اور محمد حسن بیکس شامل ہیں۔

جدید نعت گو سرائیکی شعراء میں نور محمد سائل، چانہاز جتوئی، سفر لاشاری، انجم لاشاری، مذہب لغاری، ڈاکٹر فیض محمد شاہد، محمد افتخار طاہر، طاہر چشتی، الطاف پرواز، فیض محمد دلچسپ، محسن نقوی، سلیم شہزاد (میانوالی)، طارق نعیم، سلیم احسن، کشفی ملتانی، عبدالکریم دانش، نقوی احمد پوری، مہر عبدالحق، فقیر نور جعفری، صالح محمد صالح، اقبال سوکڑی، ریاض رحمانی، واحد بخش واحد، عزیز شاہد، فیاض حسین بخاری، ممنون، منیر حسین شاہ بخاری، سراج سانول، رشید عثمانی، امید ملتانی، مظہر مسعود، رفیق احمد پوری، ممتاز عاصم، اختر چغتائی، ملک غلام محمد واصف، جام بخت علی مسرور، اشوال فقیر، نصیر سرمد، احسان سحر، جمیل پروانہ، نصیر مستانہ، جاذب انصاری، سعید صابر، دین محمد علیل، شاکر احمد پوری، انگر احمد پوری، منشی ظہور حسین، اسلم رسولپوری، منور سراج، عاصم اوچوی، عبدالحجید ماسح، شوخ ریاستی، قیس فریدی، قاضی اسلم، فانی اللہ آبادی، شاکر شجاع آبادی، ممتاز حیدر ڈاہر، عبدالعلی خاک، اختر تاناری، مجاہد جتوئی، احمد دین فیض، حضور بخاری، شبیر رحمانی، شاعری صدیقی، ظفر بھٹی، سید قاسم جلال بخاری، اسلم قریشی، اصغر عابد، بطنین مسرور، ابن کلیم احسن، تنویر سحر، صفدر ترابی، مختار ثقفی، عبدالحق قاصر، کاشف عرفان، اجمل نیازی، قائم نقوی، عارف نقوی، خاور نقوی، سید ضیاء الدین نعیم، اقبال تحسین، شہناز فریاد، راشدہ ماہین ملک، رمضان راہی، سرور قریشی، اسلام آزاد، الیاس قیصر، نقیب جعفری، کوثر شرین، فضل حسن ذوق، ابرار عقیل، شہاب صفدر، کاشف رحمان، سعید اختر سیال، مزار خان، خورشید ربانی، دانش کلاںچوی، ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز، رحیم طلب، شبیر رحمانی، خادم ملک، محمد بخش سوانی، صالح محمد جہانی، خانی امرتسری، محمد بخش اخلاق، اسلم کورائی، رفیق ساحل، منشا عظیم، امیر عباس امیر، ممتاز احمد عباسی، احسان چنگوانی، فناظفری، جمشید اقبال، فدائے اطہر، سعیدہ افضل، نواز جاوید، عباس غزالی، مہر کاچیلوی، شوکت مغل، ڈاکٹر سلیم ملک،

کاشف بزدار، منشی منظور، جسارت خیالی، نذیر فریدی، شفیق الماس، امتیاز فریدی، میراں سید عاصم اُچوی، نوید اقبال، محبوب تابش، احمد علی شاہ مخمور، علامہ زائر دیروی، ذی احترام صدر، مولانا محمد صدیق، قد رت اللہ، ماسٹر بری چند گوٹھی، شہاب الدین، شیر محمد ڈیروی، اختر علی خان، ریاض انور، خلیق ملتانی، یتیم جتوئی، دلدار بلوچ، صادق بشیر، بشیر ظاہی بہاولپوری، شاد گیلانی، محی الدین شان، عمر کمال، ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر، سعید احمد راشد، محمد حسن شاد، صادق کھیم، حسن رضا گردیزی، احمد خان طارق، جام عبد المجید شاد، قاصر احمد پوری، نواز جاوید، فیض بلوچ، محمد علی خالد بھٹی، ساقی سمیوی، حسین گوہر، محمد رمضان طالب، ارشاد ڈیروی، اعجاز ڈیروی، اے بی عاصم، اقبال جوہر، جہانگیر مخلص، جمشید احمد کٹر، سردار احمد سعید، اقبال نصرت تونسوی، خالد اقبال (جوگی فقیر)، کرم ہاپوری، مصطفیٰ خادم، مبینوال منگروٹھی، عاشق رسول اشک، مشتاق سبقت، باسط بھٹی، نجف علی شاہ، عبد الرحمن اختر، جند وڈہ مغنوم، عاشق حسین عاشق، شفقت بزدار، علی تنہا، بخت آور کریم، بہار النساء بہار، کیفی چامپوری، حسین سحر، نگہت فردوس، شاپن ڈیروی، فرحت نواز، اقبال بانو، مظہر قلندرانی، یاسر بزدار، چندر گردیزی، اسلم جاوید، رفعت عباس، شاہد قرنی، خالد اقبال، اظہر ادیب، اسلم میلا، اقبال قریشی، ریاض سیال، الطاف حسین جابر، اقبال وارث، احمد خاں آسی، عبدلہ حداد حسن گورمانی، محمد بخش آسی عرف حاجی بلوچ، سید ساجد راہی، زید جعفری، اکبر ہاشمی، زبیر احمد، سلطان احمد سوز بلوچ، فدا حسین شہباز، عبدالحق شہباز، عمران لاڑ، عبداللہ یزدانی، ہمزاسیال اُچوی، سید مالک اشتر، خلیل احمد شودا، شوکت بھٹی، دنور نور پوری، ساحل بزدار، سید عین شاہ ساجد ملتانی، دمساز قیصرانی، رشید قیصرانی، علی محمد خان فخر، مظہر علی تابش، افضل ندیم افضل، صوفی محمد یار بے رنگ، سیف بلوچ، منیر بلوچ، راشد جلیل، امیر بخش دانش، سرور کر بلائی، اللہ بخش یاد، امان اللہ ارشد، ایاز سہروردی، شاکر مہروی، حماد خان، فیروز شاہ، مظہر نیازی، حنیف خاکی، ریاض اکرم، فرہاد ہیریوی، غلام جعفر نا دار، عارف فریدی، گلزار احمد، سلیم شہزاد (بہاول نگر)، نواز بزدار، خیر شاہ تونسوی، فیض مشہدی، امام الدین ہزاروی، فقیر محمد عارف، خلیفہ یا محمد ملتانی، غلام قادر ملتانی، فائق ملتانی، بہار ملتانی، جیون خاتون نکمی، مولانا نور احمد فریدی، مولوی مسکین، مولوی خادم، غافل، فقیر مسافر، منشی محمود کوٹی، غلام سید پوری، نور جعفری، عبرت، فقیر بخت علی بخت، مرزا عبد السبحان بہاولپوری، مولوی میر با زنگوم، اللہ ڈیویا پر جوش، اکبر قادری، محمد نواز شاہ اختر، امیر بخش شاہ، سائیں داد کلہوڑہ، ممتاز احمد زاہد، ارشد جھنڈیر، اسد ملتانی، اقبال حسن بھٹلا، ایم اے راہی، ایم بی اشرف، ایم ڈی گانگا، بخت فقیر، بشیر احمد دیوانہ، بیگم نصرت عبدالرشید، جعفر حسین نا قب، حافظ رسول بخش ماندا احمدانی، حافظ نذیر احمد، حمید الفت ملغانی، حیات شاہ شہباز سید، حبیب اللہ عظیمی، خلیل احمد خلیل، شہاب ڈیروی، ظفر فریدی، عارف عزیز، غلام حسین قمر، فیض محمد سندھڑ، مصطفیٰ عزیز، گلشاد قادری، محمد شہزاد اثر، صدیق نازک، نواز نیازی، مصیم قادری، نیاز جونیہ، غلام جیلانی چاچہ، اشرف بکھروی، بخش ملتانی، عاشق حسین عاشق ملتانی، وفا ملتانی، فائز ملتانی، ناز ڈیروی، اقبال کندانی، ناصر تونسوی، خالی فقیر، مشکور جھنڈیر، مانگ شاہ پوری، محمد خان زائر، خلش پیر اصحابی، فتح محمد ناز، توقیر کر بلائی، شیدا چشتی اور راقم الحروف وفا چشتی کے اسماء شامل ہیں۔ اختصار کے پیش نظر دستیاب شعری مثالوں سے صرف نظر کیا گیا ہے۔ یہاں اس بات کا اعتراف کرنا از حد ضروری ہے کہ اس فہرست میں صرف 15 سے 20 فیصد شعراء کے اسماء گرامی دستیاب ہو سکے ہیں جو سہر قلم کر دیئے ہیں۔ تاہم اگر زندگی نے وفا کی تو سرائیکی نعت گوئی کی مکمل تاریخ اور جملہ سرائیکی نعت گو شعرا کا تذکرہ قلمبند کرنے کی کوشش کروں گا۔

خورشید ربانی

سرائیکی نعت کا ارتقا: اجمالی تاثر

سرائیکی شعروادب میں نعت رنگ کاظہور بھی اتنا ہی پرانا ہے جتنا خود سرائیکی ادب۔ سرائیکی زبان کی پہلی دستیاب کتاب ”نورنامہ“ ہے۔ اس طویل نعتیہ نظم کے مصنف کے حالات زندگی کے بارے میں اگرچہ تاریخ نا حال خاموش ہے تاہم محققین اس کا سبب تصنیف 500ھ بتاتے ہیں جبکہ معروف محقق حافظ محمود شیرانی کا کہنا ہے کہ یہ ”نورنامہ“ 752ھ میں سامنے آیا۔ اس کے مصنف ملاں تخلص کرتے تھے جس کی تصدیق درج ذیل شعر سے ہوتی ہے

بچ سو سال جو گزریئے آ ہے ہجرت باجھ رسولوں

ملاں کہے غریب و چاراکم علماواں کولوں

ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر نے اسی شعر کو اس نورنامے کے سن تصنیف 500ھ کے جواز کے طور پر بھی درج

کیا ہے۔ اس نورنامہ کا رنگ سخن ملاحظہ ہو

ہو یا سوار براق دے اُتے ونج چڑھیا آسمانے

حضرت تائیں ظاہر کیتس کل اسرار خزانے

نواسمان کیتے رب پیدا ہر آسمانے چڑھیا

گنبد عرش نکائیں ہو یا قدم نبیؐ جاں دھریا

ساز وضوں ڈول نفل رکعتاں ترت گذار سدھالیا

گنڈی پاٹری ہلدے آ ہے جاں پھر سجدے آیا

حضرت ملاں کے قدیم نورنامے کے علاوہ حافظ مرادنا بیبا، امام الدین بھگوی کے نورنامے بھی آسمان تاریخ پردرختاں ستاروں کی صورت موجود ہیں۔ چنانچہ قوم کے ایک بزرگ حضرت میاں قبولؒ اور دودے شاہ کے معراج نامے، جو چھٹی صدی ہجری میں تخلیق ہوئے، بھی قدیم سرائیکی نعت کے لازوال نمونے ہیں۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق کے مطابق سرائیکی ادب کی جو دو قدیم تحریریں دریافت ہوئی ہیں ان میں ایک قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ ہے جبکہ دوسری تحریر غلام حسین کی تخلیق ”حلیہ مبارک“ ہے جو ۵۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ حضرت ملاں کے ”نورنامے“، اعظم چانڈیہ کے ”حلیہ مبارک“ اور پیارا شہید کے ”معراج نامہ“ جیسی نعتیہ روایت کے ساتھ ساتھ قدیم مذہبی کتب اور رسائل میں بھی نعتیہ کلام موجود ہے۔ اعظم چانڈیہ کا نمونہ کلام دیکھیے:

دیکھ جمال نبیؐ سرورؐ تا سمجھتے چن شرماؤں

حور ملائک صدقے جاؤں پریاں گھول گھماؤں

بدن مبارک حضرت سرور آہا عیوں خالی

خالق خلقتی سبھو سوہنری صورت سوہنرے والی

سرائیکی شاعری کے اولین دور سے متعلق پروفیسر عامر نعیم رقم طراز ہیں ”سرائیکی شاعری کا ارتقا تو ہوتا ہی حمد باری تعالیٰ اور نعت رسولؐ سے ہے، جتنی پرانی کہانیاں ہیں، مثنویاں ہیں، لوک قصے ہیں، سب کے آغاز میں دعا ہے کہ بارگاہ رسالت میں اسے قبولیت کا درجہ ملے۔“

سرائیکی شاعری اس حوالے سے تو خوش بخت رہی ہے کی اسے معروف صوفی شعراء حضرت بابا فرید شکر سمج، شاہ حسین، شاہ شمس سبزواری، چل سر مست، سلطان باہو، بابا بلھے شاہ اور خواجہ غلام فرید جیسے نابغہ روزگار شخصیات کی توجہ حاصل ہوئی، ان شعراء نے سرائیکی شعر کو جس با کمال تک پہنچایا اُس کی بلندی کو حدودِ نظر میں تلاش کرنا مشکل ہے۔

سرکارِ دو عالم کی ذاتِ بابرکات کی سیرت اور شان کا بیان بڑی سعادت ہے، حضورؐ سے محبت و عقیدت اور آپؐ کے جمال بے نظیر کا والہانہ اظہار اسلامی دنیا کے شعر و ادب کا طرہء امتیاز رہا ہے۔ پاکستان میں بولی جانے والی قریباً ہر زبان کے ادب میں نعت کی روایت موجود ہے مگر سرائیکی نعت میں آقائے مآدرا سے جتنی محبت، عقیدت اور شفقت کا اظہار کیا جاتا ہے، عشق کی جو وارفتگی بیان کی جاتی ہے وہ کسی اور زبان کی نعت میں کم کم ہی نظر آتی ہے۔ حضورؐ کی ولادت بہ سعادت، مکمل شجرہ نسب، سرکارِ دو عالم کے والد گرامی کی شادی، حضرت عبدالمطلب کو خواب میں دی جانے والی خوشخبری، حضرت بی بی حلیمہؓ کا آپؐ کو گود لینا، سیرِ شام، حضرت خدیجہؓ سے شادی مبارک، غارِ حرا کی عبادات، واقعہ معراج، وحی کا نزول، حلیمہ مبارک کا تفصیلی تذکرہ، حضورؐ کی عادات، معمولات، اقوال، فضائل، خصائل الغرض نبی کریمؐ کے بچپن، لڑکپن سمیت پوری زندگی کے ہر لمحے کا احوال سرائیکی نعت کا موضوع بنایا گیا ہے۔ زمانہ قدیم سے سرائیکی شاعری میں نعت نگاری کی مختلف اصناف مروج چلی آتی ہیں جن میں زیادہ تر دل بہ دل سفر کرتی رہی ہیں یا قلمی نسخوں کی صورت محفوظ ہیں تاہم ایک معقول ذخیرہ کتابی صورت میں بھی دستیاب ہے۔ سرائیکی شعر و ادب میں نعت کے لیے مولود شریف کی ترکیب رائج ہے، اگرچہ پرانے زمانے سے یہ ایک الگ صنف کے طور پر بھی اپنا وجود منواتی رہی لیکن مجموعی طور پر ہر نعت کو مولود کہا جاتا ہے اور یہ روایت آج تک قائم ہے۔ دوسری نعتیہ اصناف میں (جو غالباً سرائیکی شاعری ہی کا اختصاص ہیں) نورنامے، معراج نامے، حلیمہ مبارک یا حلیمہ نامہ، تولد نامہ، بارات نامہ، وصال نامہ، مولود شریف، تاج نامہ، درود نامہ، معجزہ معراج اور دیگر اصناف شامل ہیں، علاوہ ازیں کافی، رباعی، دوہڑہ، قصیدہ مثنوی اور غزل کی ہیئت میں بھی نعت لکھی جاتی رہی ہے۔ قدیم زمانے میں گھڑولی لعل، تورہ، جوگی نامہ، طوطا نامہ، ڈھولے نامہ، سی حرفی اور محمدی بارہ ما جیسی نعتیہ اصناف بھی موجود رہی ہیں تاہم اب یہ روایت قریباً ختم ہو چکی ہے۔

گھڑولی لعل پرانے زمانے میں سہرے کے لیے مخصوص تھی لیکن بعض شعراء نے نعتیہ گھڑولیاں بھی لکھیں۔ اس صنف میں بھی سہ حرفی کی طرح الف سے ی تک ایک ایک بند لکھا گیا۔ مثال کے طور پر ایک قدیم گھڑولی

ملاحظہ ہو:

ن۔ نت سے مینہ کرم دا جی
 پاؤڑی کوڑ باغ ارم دا جی
 ہادی صاحب کل شرم دا جی
 ساری امت دا رکھوال
 گھڑولی لعل

شاعرِ معلوم

تو رہ بھی ایک قدیم صنفِ شعر ہے، یہ صنف لوک گیتوں کے لیے خاص رہی ہے مگر شعراء نے اس میں بھی نعتیہ رنگ کشید کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور اکثر اوقات اس میں واقعہ معراج کو ہی قلم بند کیا۔ محمد شاہ نوبہار سیری حقانی جو سرائیکی شعروادب کا ایک بڑا نام ہے ان کا ایک نعتیہ تورہ مذہب رقا رنم ہے

وہی آئو کھڑوئا درتے، کھڑا پڑھے درود سرور تے، ہر پناہاں دھرتے۔ یا نبیؐ جی
 جلو عرش اتے یا حبیبیؐ تھیا فضل تے خوش ہے نصیبی، قرب قریبی۔ یا نبیؐ جی
 طہ تاج لولاک دو شالہ، بنزیا روح الدین سبالہ، بہر یا نوالہ۔ یا نبیؐ جی

ایک اور قدیم صنف جوگی نامہ ہے جس میں حضورؐ کی خدمت میں شاعر اپنے دکھ درد بیان کرتے رہے ہیں۔ مولوی نبی بخش کے جوگی نامہ کا رنگ دیکھیے

جوگی میڈا پاکوں پاک اے
 خاطر جیندی کل لولاک اے
 ادبوں حاضر تھی کھڑا براق اے
 عاشق خود غفار اے
 حوراں خدمت آیاں

اس کے علاوہ شاہ اور مبارک شاہ کے جوگی نامے بھی مشہور ہیں۔ طوطا نامہ بھی ایک نعتیہ صنفِ سخن رہی ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے دل کا حال بارگاہِ رسالتؐ میں بالکل اسی طرح پیش کرتے رہے جس طرح اردو اور دیگر زبانوں کے شعراء نے بادِ صبا کے ہاتھ پیغامِ رسانی کو شعر کا موضوع بنایا ہے۔

بولیں طوطا نال ادب دے
 اگوں میڈے شاہ عرب دے
 آکھیں طوطا یار میڈے کوں
 دل دے بھیداں ڈیاں کیکوں
 توں ہے واقف راز نہانی

نور الدین مسکین

طوطا نامہ سے ملتی جلتی ایک اور صنف ہد نامہ کا ذکر بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے، احمد یار خان کے ایک قلمی ہد نامہ سے اقتباس ملاحظہ کریں جو بقول ڈاکٹر طاہر تونسوی حبیبِ فائق کے پاس موجود ہے

جیویں ہد ہد مدینے دی طرف جا
 تمامی حال مجھوری دے سنووا
 کریں پہلے طواف اس یار دے توں
 میرے اس یار تے غم خار دے توں
 کریں بعد از شناس صد تحیات
 کروڑاں بار تسلیمات و صلوات
 باباں بدھ کے ادب دے مال اوں جا
 دو زانو بہہ کے سبھ احوال سنووا
 آکھیں رو رو کے سارا ہجر دا حال
 کدی حضرت اے سانول مہر توں بھال

نعتیہ ڈھولے ایک ایسی صنفِ سخن رہی ہے جس نے سرائیکی شاعری پر راج کیا ہے۔ درجنوں شعرا نے نعتیہ ڈھولے لکھے مگر خادم حسین مکھن، بیلوی، مطلق، مولانا شائق، جان محمد گداز اور مولوی نبی بخش کے ڈھولے بہت مشہور ہوئے۔

م مدنی ڈھول آ ڈے دیدار ضروری
 اصلوں مار مکلا ایں فرقت مجھوری
 نہ کر بے پروایاں دل نہ سہندی دوری
 خادم خاک نکاری، توں خلقت ہیں نوری

خادم حسین مکھن

سہ حرفی کو بھی ایک مقبول صنفِ شعر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ سید امیر حیدر میرن، علی حیدر ملتانی، حافظ جمال، جمل خان لغاری، پچل سرمست، فائق، شائق، سید مبارک شاہ، محمد بخش بخشا، سید شیر محمد گیلانی اور میاں رحیم بخش سی حرفی لکھنے والوں میں نمایاں رہے ہیں۔

م محمد صلی علی دا ہر دم ساکوں آسرا اے
 او سے دی امید ساہاں عملاں نہ بھروا سڑا اے
 او سے دے دربار دے ساکں جتھ اسا ڈڑے کاسڑا اے
 او سے دے دلا سے تے حیدر پنجوں والا ہاسڑا اے

علی حیدر ملتانی

سرائیکی شاعری میں نعتیہ سہرے کی روایت بھی قدیم ہے جن میں واقعہ معراج کو بیان کیا جاتا ہے، اس حوالے سے محمد شاہ حقانی نو بہاری سیری کے سہرے بے مثال ہیں۔ مولانا شوق جو عالمانہ نظم و نثر کے لیے مشہور تھے انہوں نے بھی 109 صفحات پر مشتمل سہرا یادگار چھوڑا ہے۔

معراج ماڑے بناں معراج وے
 سرتاج ماڑے بناں جگ راج ماڑے وے
 آکھے محمد شاہ کیا سائیں ہیڈی صفت ناں مکدی نہیں
 تھیا خشک ختم مس پناں معراج ماڑے وے

محمد شاہ حقانی سیری

سہرے کے علاوہ واقعہ معراج کے بیان کے لیے ایک اور صنفِ سخن ”معراج نامہ“ بھی معروف ہے،
 قدیم معراج ناموں میں میاں قادریا راوہ حافظ محمد یار کے معراج نامے بہت مقبول ہوئے ہیں، نمونہ کلام ملاحظہ کیجیے:

توں	عرش	فلک	دا	والی
تیرے	ملک	فلک	گھر	ینالی
ہیڈا	جبرائیل	مثالی		
معراج	ماڑیں	بناں		

مولوی احمد یار

سرائیکی شاعری میں ”مولود شریف“ کی روایت بھی پرانے زمانے سے چلی آتی ہے، خواجہ فرید، محمد یار
 بلبل، شاطر ناماں، مجروح شاہ، جلال کلیم، خرم بہاول پوری، گلشن، کھتر، کھتر، فدوی، مولوی اعظم، احمد یار، نور محمد
 گدائی، صابر مبارک پوری، ولایت شاہ، مولوی عبید اللہ، مولوی کریم بخش پر دہیسی، خادم اور مولوی محمد صدیق امر پوری
 سمیت کئی شعراء نے اس صنف میں اپنے کمال کے جوہر دکھائے ہیں۔

چیت چیت ہمیشہ کردی، وچ مدینے جاواں میں
 روئے پاک نبی دے اڈوں، لہڑی جان گواواں میں
 بیکر ہوواں حضور ول پوری سارے مطلب پاواں میں
 رب رحیم کریم قادر توں ہر دم ایہو چاہواں میں
 وساکھ وساکھی لوکی جاوےں میں ٹر پوواں مدینے نوں
 جس دی دولت دین دنی سبھ ڈیکھاں اوس خزانے نوں

نور محمد گدائی

حلیہ نامہ بھی ایک قدیم نعتیہ صنف ہے جس میں حضور کا حلیہ مبارک سیرت رسول کی روشنی میں لکھا جاتا رہا
 ہے، اس کا بھی ایک واقع ذخیرہ موجود ہے۔ سرائیکی شاعری میں محمد اعظم کے ”حلیہ مبارک“ کو ممتاز مقام حاصل
 ہے، یہ منظوم کلام چھٹی صدی ہجری کے آخر میں لکھا گیا

ہر دم حمد الہی آکھاں رب کون خالق جاناں
 جیس رب لہڑاں دوست بنزایا سونٹران ڈو جہاناں
 رنگ کنزک دا سرخی بھریا پھل لولاکی پنڈا
 رنگ بھرینے کون ڈیکھ کے تھیوے پھل تازہ شرمندہ

محمد اعظم

قصہ ہر فی بھی سرائیکی شاعری کی ایک منفرد صنف ہے اور اس میں بھی متعدد شعراء نے طبع آزمائی کی ہے۔ ڈٹن ملتان کے قصہ سے اقتباس ملاحظہ ہو

اول حمد ہو سب مومن آترو شکر بجا
مطلب رازق خالق ہر دا سچا پاک خدا
حضرت نبی محمدؐ صاحب نبیاں دا سردار
پڑھو درود صلوٰۃ ہمیشہ مومن بے شمار
معروف لوک داستانیں ہیرا، نچھا، سیف الملوک، سسی پنوں اور اسلامی داستان یوسف زلیخا کو بھی سرائیکی شعرا نے اپنا موضوع بنایا ہے اور ان داستانوں کا آغاز حمد و نعت کے ساتھ ساتھ مناقب سے کیا گیا ہے،

چلو عبدالحکیمیاں تاں چلائیں
صفت معراج دی ظاہر کرائیں
عجب ہک رات پُر برکات آہی
جو عالم تے خوشی دی ذات آہی
میں کیا اول رات دا احوال آکھاں
سراسر نور بلکہ فیض لاکھاں

قصہ یوسف زلیخا از عبدالحکیم اوچی

مولوی احمد یار تونسوی نے بھی قصہ یوسف زلیخا لکھا ہے جس میں وہ نعت سرکارِ رقم کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

گل گلزار نورانی حضرت شرف جیکوں تھیرے
ملکِ معظم خادم درتے جیا غوث قطب کل پیرے
مجلس خاص خدا دی مال جبرائیل وزیرے
دو کونین بہشت جو سارے سرور دی جاگیرے

مولوی لطف علی کی سیف الملوک ”سیٹھل نامہ“ اور چراغِ اعوان کا قصہ ہیرا، نچھا میں بھی اس حوالے سے اہمیت کی حامل تخلیقات ہیں۔ سرائیکی شاعری میں مولوی غلام قادر قریشی کا تولد نامہ بھی ایک قابلِ قدر تخلیق ہے، 1072 اشعار کا حامل یہ نعتیہ کلام قریباً دو صدی قبل منظر عام پر آیا۔ اس کے مطالعہ سے مصنف کے تبحر علمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور فی شعر پر کامل دسترس کا پتہ بھی چلتا ہے۔

شان محمدؐ عالی شان
افضل کل نبیاں دی جان
باصیٰ خلقت نور ظہوری
اول ما خلق اللہ نوری
نور مجسم دے تھیں جان

زمیں، آسمان تے جن، انسان
نام محمدؐ نور مجسم
صل اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے قاضی محمد عارف کے ایک سفرنامہ کے قلمی نسخہ کی موجودگی کا انکشاف بھی کیا جو بقول ان کے حبیب فائق کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق نے اس سفرنامہ کو سرانیکی کا پہلا منظوم سفرنامہ قرار دیا ہے۔ اس سفرنامہ میں بھی نعتیہ رنگ موجود ہے۔ قاضی عارف سفر پر روانہ ہوتے ہوئے یوں سخن سرا ہیں:

طرف مدینے تھینم روانہ ہویا لطف خدایا
نہیں کچھ خوف سفر دا ہرگز نام خدا سر چایا
تھیں فیض الہی شامل ہوی پندھ سجایا
طالب ہاں دیدار نبیؐ دا ہر دم شوق سولایا

ان اصناف کے علاوہ بارہ ماہ، مایہ، محمدی بارہ ماہ اور چرخے نامے بھی لکھے گئے ہیں، کافی، غزل اور دوہڑے کی اصناف میں بھی نعتیہ رنگ کی تابانی اپنی مثال نہیں رکھتی۔

نعت کی روایت کا یہ سلسلہ نورنامہ کے حضرت ملا، میاں قبول شاہ، اعظم چانڈیو، حضرت شاہ حسینؒ، سلطان باہو، بلھے شاہؒ، پچل سرمست، حافظ جمال ملتانؒ اور غلام فقیر سے آگے بڑھتا ہوا جب خواجہ غلام فریدؒ تک پہنچا تو اس میں جدت اور ندرت کے کئی دل کش رنگ نمایاں ہو چکے تھے۔ خواجہ فریدؒ 19 ویں صدی کے وہ واحد اہم ترین شاعر ہیں جنہیں عالمی شہرت نصیب ہوئی۔ ان کے کلام کا سوز و گداز، مٹھاس، اور نغمگی اپنی مثال آپ ہے، ڈاکٹر طاہر تونسوی لکھتے ہیں ”خواجہ فریدؒ نے لحن داؤدی میں سچے حسن اور سچے عشق کی تلاش کا جو نغمہ تخلیق کیا اور عقیدت و محبت رسولؐ کا جو مست کر دینے والا سر چھیڑا ہے اس کے باعث وہ سب کے دل کی دھڑکن بن گئے۔ علامتوں اور اسرار کے حوالے سے انہوں نے تصوف کے جو مسائل بیان کیے اور جس طرح علاقہ کی علامت کو اظہار کا ذریعہ بنایا اس میں ان کا ثانی کوئی نہیں۔“

خواجہ فریدؒ ایک صوفی شاعر تھے اس لیے ان کی شاعری میں نظریہ وحدت الوجود کے اثرات بھی نظر آتے ہیں اور ایک عاشق کامل کی صدائے دردمند بھی سنائی دیتی ہے۔ صوفیانہ شاعری کے ساتھ ساتھ ان کے کلام میں حمد اور نعت کے مضامین بھی اپنے منفرد انداز میں موجود ہیں

اتھاں میں مٹھڑی نت جان بلب
او تاں نکش وسدا وچ ملک عرب
ہر ویلے یار دی تا نگ گلی
سُنجے سینے سک دی سا نگ گلی
ڈکھی دڑی دے ہتھ تا نگ گلی
صُھے مل مل سول سولے سب

ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقہ ڈکھی کے رہائشی ایک صوفی شاعر غلام فقیرؒ کو اگرچہ ملکی سطح پر ان کے کام اور کلام

کی نسبت بہت کم تعارف حاصل ہے تاہم وہ بھی نعت گوئی اور صوفیانہ شاعری کے حوالے سے ایک اہم نام ہیں۔ غلام فقیر خواجہ غلام فرید اور علامہ اقبالؒ کے ہم عصر تھے اور ان سے ملاقات کا شرف بھی رکھتے تھے۔ وہ 15 ستمبر 1819 کو چوٹی بالا ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے بعد ازاں ان کے آبا و اجداد ہجرت کر کے ڈیرہ اسماعیل خان آ گئے۔ غلام فقیر نے 10 مئی 1938 کو جہان فانی سے کوچ کے لیے رختِ سفر باندھ لیا۔ غلام فقیر نے حمد و نعت کے علاوہ کافیاں، سہ حرفیاں اور ڈوہڑے بھی لکھے۔ ان کی نظم عاشق اور گھرے کا مکالمہ اپنا جواب نہیں رکھتی۔ غلام فقیر کا نام تو زیادہ سفر نہ کر سکا لیکن ان کا دل کش اور پراثر کلام دل سے دل تک سفر کرتا ہوا ایک عالم کو اپنا گرویدہ بناتا رہا۔

غلام فقیر کا نعتیہ کلام ملک بھر میں پڑھا اور سنا جاتا ہے لیکن ان کی شخصیت پر ابھی تک کوئی جامع کام نہیں ہوا۔ ان کے کلام دل پذیر کا ایک واقعہ ذخیرہ قلمی نسخوں کی صورت ان کے پوتے حاجی رشید احمد کے پاس موجود ہے اور وہ اس کی اشاعت کے لیے کوشاں ہیں، ان کا نعتیہ کلام ملاحظہ کیجیے:

واہ شان نبی سرورؐ دا اے
 جیہڑا شافی روز حشر دا اے
 یسین خدا فرمایا ہے
 تہڈا نام مبارک آیا ہے
 ایہو درجہ کنیں نہ پایا ہے
 او صاحب شان قدر دا اے
 ہک عرض کریندا اسیرا ے
 در ماندہ غلام فقیرا اے
 تہڈے باجھوں دست نگیرا اے
 میکیوں آسرا تہڈے در دا اے

نعت کے مضامین اور موضوعات میں جہاں عہد بہ عہد جدت پیدا ہوئی وہیں اس میں نازگی اور قلبی واردات کے خوبصورت نمونے سامنے آئے، نیا اسلوب، نئے تشبیہ و استعارات، ندرتِ فکر و خیال، قلبی عقیدت کا والہانہ ظہار، جذبہ و احساس کی رفعت، جہاں سرکار کا ذکر تکہمت آفریز، حسین سیرتِ رسولؐ کی ضو باریاں، فریاد و استغاثہ کی پرسوز لہ، تہذیبِ اسلامی کی رعنائی اور حرف و معنی کی تابندگی نے ایک نئے طرزِ احساس کو جنم دیا۔ بیسویں صدی کا نصفِ آخر اور اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں تخلیقی تسلسل اور فنی ارتقاء کے ساتھ جس طرح دیگر شعری اصناف میں نئے مضامین، موضوعات اور جدید تر لب و لہجہ کی چمک دمک نے فروغ پایا اسی طرح نعت میں بھی نئی دنیا میں دریافت کرنے کا عمل بتدریج آگے بڑھا اور تخلیقی تسلسل کی جاندار روایت بھی پروان چڑھتی چلی گئی۔ اس عرصہ کے دوران نعت میں فکر و خیال اور اظہار کے جواز دیے سامنے آئے اور جس طرح نعت کے کیوتوں میں وسعت پیدا ہوئی اسے اپنے الگ اور منفرد ذائقے کے ساتھ پہچاننا مشکل نہیں۔ بیسویں صدی میں لکھی گئی دوسری زبانوں کی نعت طرح سرائیکی نعت بھی اس بات کی غماز ہے کہ وہ بھی محبتِ رسولؐ اور عشقِ مصطفیٰ کے روشن چراغوں کی حامل ہے۔ نئی نعت میں جہاں مصطلحات کی نشا بھی ہے اور سیرتِ مصطفیٰؐ کی ضیا بھی، ہر کارِ دو عالم سے عقیدت کا اعتراف بھی ہے اور قلبی تعلق کا انکشاف بھی،

قومی و ملی مسائل کا بیان بھی ہے اور ذاتی الجھنوں کا اظہار بھی، عصری معاملات بھی ہیں اور کائناتی بھی، دامانِ رحمت پناہ کی وسعتوں کا تذکرہ بھی ہے اور غنوو درگزرِ رطلی بھی، الغرض جدید سرائیکی نعت ہر زاویے سے ارتقا کی نئی منزلیں بھی سر کر رہی ہے اور بٹا رتیں تحریر کرنے کا کیف اور کام بھی انجام دے رہی ہے۔ مولانا نور احمد فرید آبادی، محمد یار بلبل فریدی، فقیر بخت، محمد رمضان طالب، محمد بخش شاطر، فیض محمد دلچسپ، مولوی مسکین، میرن شاہ، مولوی صدیق، جانباز جتوئی، غلام سید پوری، ایم بی اشرف، امید ملتان، شائق بزدار، شباب ڈیروی، حافظ رسول بخش، حافظ منظور احمد ناظم صابری، نور محمد ساک، حاجی بشیر احمد، دل نور پوری، آغا اقبال حسین، خان محمد کتر، احمد حسن پرسوز، فیض عباسی، بناج محمد تاج، ماسٹر خادم حسین، خلیل احمد خلیل فریدی، دلکش اماموی، عبدالقدیر رئیس احمد پوری، فدا حسن، شہباز، عبدالرحمان آسی، شیخ امیر مجروح، شاہ نواز فخری، گل خان خطائی، عبداللہ بزدانی، نصیر سرمد، سرور خان سرور، عبدالرزاق بھٹی، محمد نواز عظیم قادری، عطا الرسول اویسی، غلام نبی اویسی، غلام حسین قمر، عزیز الرحمن گوہر، محمد رمضان بھٹی، محمد صدیق قدوسی، خادم حسین مخفی، غوث بخش منصف، محمد منشا در لاشاری، ممتاز احمد زاہد، نور الحسن لاشاری، محمد اقبال عاقل، منظور شاہ، دیوانہ بلوچ، شوق اچوی، خدا بخش اظہر، نقب دامانی، صفدر کر بلانی سمیت کئی شعرا اس چاند ادا و رشاند اور روایت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں جنہوں نے سرائیکی نعت کو جدت اور ندرت کی نئی منازل سے آشنا کیا ہے۔

بیسویں صدی میں نعتیہ مجموعوں کے ساتھ ساتھ دیگر شعری تصانیف میں بھی نعت کا رنگ شامل رہا ہے اور عہد بہ عہد مختلف نئی اصناف بھی سرائیکی شاعری کا حصہ بنتی رہی ہیں۔ اس صدی کے پہلے نصف دور میں صرف فقیر بخت کے ”ختم الرسل“ دی شان کے نام سے چودہ مولود شائع ہوئے، مدنی سیں سلطان (امید ملتان)، گلشن سرکار (اسلم میلا)، پھنوار، سوچاں سکھ دیاں (رمضان طالب)، رحمت دی ذات (فقیر بخت)، خوشبو (شائق بزدار)، کونین دا والی، نعت میڈی کائنات (شباب ڈیروی) سہرے حضور دے، محبوب رسالت، عرب دا چین، فیض مصطفیٰ، حسن کائنات، محمدی چین، مدینے دے موتی، نوری گلشن (فیض سندھڑ)، ثنائے مصطفیٰ، ہر کار دی رحمت، گلشن احسان، گلشن عقیدت، گلشن صابری، گلشن نعت (منظور احمد ناظم)، سرائیکی نعتاں، عظمت رسول، محبت رسول، نوری بارش، نوری سہرے (انتخاب حاجی بشیر احمد مغفور سعیدی)، مدینے ہواں، نوری نعتاں (مرتب: دل نور پوری)، نعت مصطفیٰ (آغا اقبال حسین)، دیوان کتر (خان محمد کتر)، خالق داماد محمد (احمد حسن پرسوز بخاری)، محمدی ڈوہڑے (فیض عباسی)، گلشن رسول (تاج محمد تاج)، مدنی دے سہرے (ماسٹر خادم حسین)، سقنڈرے دے سہرے (خلیل احمد خلیل فریدی)، محمدی گلشن (محمد منشا در لاشاری)، ڈھولا پاک محمد (غوث بخش منصف)، عقیدت دے پھل (ممتاز احمد زاہد) عقیدت دیاں ہنجوں (نور الحسن لاشاری) اور حافظ رسول بخش حافظ کے انیس کتابچوں سمیت متعدد نعتیہ کتب بیسویں صدی میں منظر عام پر آئیں۔ اس صدی کے آخری نصف میں ایم بی اشرف کی ایک طویل نعتیہ نظم ”کونین داسنوپ“ منظر عام پر آئی جو اہمیت کی حامل کتاب ہے، اس مجموعہ میں عقیدت و محبت اور شاعرانہ کمالات قابل داد ہیں، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کل کینات کوں ازلاں توں ہن جیندیاں واٹ نہاراں
او آیا تاں اجڑی دھرتی تھی گئی گل گلزاراں
پاک محمد دے جموے عرشاں تے دھوم مچائی

جنت دے ہر ون دے پتے پتے رم جھم لائی
 طوٹی جب تے سدرا لہڑی وکھری نور بڑائی
 کل حوراں دی پیشانی وچ چمک ایس نور ڈکھائی
 جنت دے ہر محل تے غرنے وچ تھی گئی روشنائی
 ہک بے کول پے ڈیون عرشی کج کج خیر ودھائی
 اسی طرح عبداللہ یزدانی کی ایک نعت بھی بہت مقبول ہوئی اور اپنی تخلیق کے بعد سے اب تک غالباً بیس سالوں سے ہر محفل نعت میں پڑھی جاتی رہی ہے۔

جڈاں یاد تہڈی دا چن چڑھداے پلکاں تے ستارے تل ویندن
 تہڈے ناں دا ورد کرینداں تاں میڈے سارے ڈکھڑے تل ویندن
 کتھہ عرش بریں کتھہ فرش زمیں کتھہ قاب قوسین او ادنی
 میڈا پاک نبی اتھ پہنچا ہے جتھاں پر جبریل دے جل ویندن
 سب جھولیاں بھر بھر لڑ ویندن اتھاں پتھر وی بڑا ڈر ویندن
 تہڑے آندن ایں دروازے تے کون آدھے خالی ول ویندن
 اکیسویں صدی میں بھی جدید تر نعت کا سفر تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور سرائیکی نعت کے حوالے سے بہت زرخیز ثابت ہو رہی ہے، اس کی پہلی دہائی میں ہی درجنوں نعتیہ کتب مارکیٹ میں آچکی ہیں اور یہ سلسلہ دوسری دہائی میں بھی جاری ہے۔ اس عرصہ میں شائع ہونے والی کتب میں ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈاکٹر سلطان احمد مستحیر کی کتاب ”مسافر غار ثور دا“ کو اس حوالے اہمیت حاصل ہے کہ اس میں سیرت رسول کو نظمیہ صورت میں قلم بند کیا گیا ہے، میری معلومات کے مطابق یہ پہلی سرائیکی منظوم سیرت رسول ہے، قریباً 800 صفحات پر مشتمل اس کتاب کو 2006 کا قومی سیرت ایوارڈ دیا بھی گیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہنر وصف چھیویں دا وارا ہے
 ہر بغض توں پاک او پیارا ہے
 سوہنرا روشن ڈینھہ وانگوں سارا ہے
 نبی بڑا ساڈا غم خار آیا

گذشتہ بارہ سالوں میں سامنے آنے والے نعتیہ کلام سے کچھ منتخب اشعار بھی ملاحظہ کیجیے تاکہ نئی نعت کے مجموعی مزاج سے آگاہی ہو سکے۔

محمد دے در دے بھکاری اسال
 ایندے ناں تو جند جان واری اسال
 ایندے درتوں پندوں ایندے درتوں گھندوں
 ایویں عمراں ساری گذاری اسال

فیاض حسین قاسم فریدی

جے بچھ ولاوے تاں اوندی مرضی
 جے چن لہاوے تاں اوندی مرضی
 پڑھا کے کلمہ جے سنگریاں کوں
 او سزاوے تاں اوندی مرضی
 اوہندی مرضی تے جانی دشمن
 اکٹھے چادر کوں نپ کھڑودن
 گلے جھگڑے دی بلدی بھا وچ
 جے ست مکاوے تاں اوندی مرضی

خاوندی

لہال کریم محمدؐ سیں ایہو کرم چا کر پچھے موت آوے
 میڈیاں اکھیاں رنج رنج ڈیکھ گھنن تیڈا اعلیٰ در پچھے موت آوے
 تیڈے فیض توں دل سیراب تھیوے رہے کئی نہ ڈر پچھے موت آوے
 دل نور زراع دے وقت ڈیکھے تیڈا رخ انور پچھے موت آوے

دل نور پوری

میں کجھی بیٹھاں ایں دنیا وچ ملسو
 دھوکا ڈتا ہوم ساہواں، متاں
 کتھاں عرش دا واسی کتھاں میڈا گھر
 اگلی دنیا چوں تھی آواں، متاں

اقبال حسین

اے بدرالدجاء، شاہ امّ، والی ثقلینؑ
 اے کوثر و تنیم تیڈے نیر دا مل نہیں
 مدنی! تیڈے صغدر کوں بس اتنا پتہ اے
 کائنات تیڈے چولے دی ہک لیر دا مل نہیں

صغدر کربلائی

رب دا ڈھول جو آیا ہے کائنات وں پئی اے
 نوری قدم نکایا ہے کائنات وں پئی اے
 جڈاں تئیں نور ہا پردے وچ کائنات اجڑی ہئی
 چہرہ والفتس ڈکھایا ہے کائنات وں پئی اے

توقیر مہروی

جہاں سارا تھیا منور جو اج سراج منیر آگئے
فلک تے حور و ملک پے گاؤں ہیپ رب قدیر آگئے
زمین منور زماں منور مکاں مکاں لامکاں منور
فلک توں انوار حق پے وسدن حضور روشن ضمیر آگئے

امان اللہ کاظم

میکوں آپڑے در تے سڈا میڈا مولاً
ایہا آس دل دی پچا میڈا مولاً

ہمرا عقل

ڈکھڑے ساڈے ہال محمد
وسدی راہوے تیڈی آل محمد

کاظم شامزک

میں ہاں سوائی تہاڈے در دا
تساں نمایاں دے بادشاہ ہو
خیال رکھدے ہو ہر بشر دا
تساں نمایاں دے بادشاہ ہو
ہے ذات سا نیاں دی لگدی پیاری
دروہ پڑھداں میں رات ساری
تے اکھ تے ہنج دا ہے تارا تر تا
تساں نمایاں دے بادشاہ ہو

محمود کندی

اے ڈکھ جڈاں وی میکوں ستیندن تاں وجد دے وچ درود پڑھداں
تے نعت سنیں دی کوں گنگننداں جڈاں زمانہ ملال ڈینداے
ایہا تڑپ ہے جو میں سزاواں ہا حال درداں دا درتے ونج کے
او خالی در آئے کوں نہیں مڑیندا تے درد عمراں دے ہال ڈینداے

عقب دانی

ہاں خادم کملی والے دا کنیں خان نواب دا نوکر ناں
میں سیرت دا پروانہ ہاں کنیں عام شباب دا نوکر ناں
کوئی غلط تعبیر منیندا ناں کنیں کوڑے خاب دا نوکر ناں
میں نوکر مفطر چیاں دا کنیں نیت خراب دا نوکر ناں

عابد علی مظهر

کملی والے داھے، اے کرم نعاں لکھ لکھ سزیندا وداں
ماں محمد دی شیع پکا پُماں اکھیاں تے لیندا وداں

یوسف محروب

اکیسویں صدی کی پہلی اور دوسری دہائی کی چند دیگر اہم کتابوں میں سک عربی دی (جام ایم ڈی گانگا)، نورگر (سفیر لاشاری)، نوردا سو جھلا (محمد صدیق نازک)، سو نٹرا ساوا روضہ (بشیر احمد دیوانہ)، سک مدینے دی (ماظم بخاری)، سو جھل سہرے (محمد رمضان طالب)، کلام کہتر (نور محمد کہتر)، م مقدس، جلوے حضور دے بتا نکاں ڈھول دیاں، میلا دمصلے (فیض محمد سندھڑ)، تھیواں نبی دے صدقے، سئیں دے سہرے (حافظ نذیر احمد)، کمال قدرت (شاکر شجاع آبادی)، دل نور پوری، نور دے نظارے، نور پوریاں، ڈو جگ دا سلطان (دل نور پوری)، کونین دا گوٹھ (محمد نواز نیازی)، شاتھی ونجے (مصطفیٰ عزیز)، سہرے پاک نبی دے (حافظ بشیر مغفور)، سلسلے سلوئی دے (عزیز شاہد)، مدنی دے سہرے (گل شاد قادری)، تن روشنی من روشنی (سرور قریشی)، حضور دا شان، رب خش تھیندا ہے (ظفر مسکین)، م دے اولے (حمید الفت ملغانی)، مٹھے مدنی دیاں نعاں، پاک نبی دیاں نعاں (حافظ رسول بخش)، کلام کہتر (نور محمد کہتر)، ماگھی توں مٹھا مدینہ، صفتاں لچھال دیاں (عارف شاہ عارف)، رحمت دی چھاں (جشید کلانچوی) اور میڈے آقا کملی والے (پروین اختر پروین) اور نت جان بلب، نت تا نگ طلب (فیاض حسین قاصر فریدی) شامل ہیں۔ سرائیکی شعراء جس طرح سرکار دو عالم سے اپنی محبت کے والہانہ اظہار اور حضور کے ذکر جیل سے سرائیکی نعت کو ثروت مند کرتے چلے جاتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ سرائیکی نعت کے ارتقا کا یہ مبارک سفر ابداً لبا دیک اسی آب و تاب کے ساتھ جاری رہے گا۔

کتابیات

- 1۔ سرائیکی ادب۔ رحمت تے روایت۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی
- 2۔ سرائیکی ادب دارالافتاء۔ ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر
- 3۔ سرائیکی زبان و ادب کی مختصر تاریخ۔ سجاد حیدر پرویز
- 4۔ نورنامہ حضرت ملاں۔ مرتب۔ دلشاد کلانچوی
- 5۔ ایاتِ نبویہ۔ مرتب سلطان الطاف علی
- 6۔ منتخب کلام کمال مرست۔ مرتب اسلم رسول پوری
- 7۔ معراج نامہ حافظ محمد یار۔ مرتب۔ دلشاد کلانچوی
- 8۔ مولود نبی مختار۔ نور بہار سیری
- 9۔ دیوان خواجہ غلام فرید۔ مترجم و شارح۔ مولانا نور احمد فریدی
- 10۔ مجموعہ کلام مولوی نور الدین مسکین
- 11۔ پنجاب میں اردو۔ حافظ محمود شیرانی
- 12۔ سرائیکی زبان کی مزید لسانی تحقیقات
- 13۔ فنِ نعت کی نئی جہات۔ محمد حیات چغتائی
- 14۔ آتشِ عشق۔ کلام امیر حیدر میرن، مرتب حاجی غلام الدین
- 15۔ خادم دے ڈھولے۔ شرمولوی فیض بخش
- 16۔ دیوان غلام فقیر۔ قلمی نسخہ ملکیت حاجی رشید احمد
- 17۔ وحدت افکار۔ علاقائی شاعری کا انتخاب۔ وفاقی وزارت اطلاعات

☆☆☆☆

سید گل محمد شاہ بخاری

سندھی میں نعتیہ شاعری

سندھ میں نعت گوئی کی ابتدا تو ایک طرح سے اُسی وقت ہو گئی تھی جب محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا اور پہلی بار کسی نے الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین پڑھا لیکن سندھی زبان میں ذکر رسولؐ کی تحریری طور پر ابتدا گیارہویں صدی ہجری میں ہوئی۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق سندھی زبان میں جو پہلی نعت دریافت ہوئی وہ 1067ھ میں لکھی گئی جو کاتب عزت بن سلیمان کی ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی نعت لکھی گئی ہو لیکن ابھی تک اس کا سراغ نہیں مل سکا۔

اس کے بعد کے زمانے میں جو بھی کتاب لکھی جاتی تھی چاہے وہ کسی بھی موضوع پر ہو، لیکن تہکاً اس میں ذکر رسول اللہ ضرور موجود ہوا کرتا تھا۔ ایسی کتابیں عموماً سندھی شاعری کی صنف الف ابثاء میں لکھی جاتی تھیں۔ سندھی زبان کے عظیم شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے ہاں بھی نعتیہ عناصر موجود ہیں۔

بعد ازاں جب 1852ء میں سندھی حروف تہجی باقاعدہ اور باضابطہ طور پر وجود میں آئے اور تو اتر سے سندھی مجموعے ترتیب پانے لگے تو نعتیہ شاعری کو بھی عروج حاصل ہوا۔ اس دور میں میلادنا مے، معراج نامے، معجزات اور وفات نامے معرض وجود میں آئے جن میں سہا کثر آج بھی سندھ کے کئی کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اسی دور میں سندھ میں مولود شریف کی بھی ابتدا ہوئی۔ مولود شریف بنیادی طور پر ایک ایسی صنفِ سخن ہے جس میں رسول اللہؐ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ کیا جاتا ہے لیکن بعد میں مولود شریف کی صورت میں رسول اللہؐ کے حوالے سے دیگر مضامین کو بھی شعری جامہ پہنایا جانے لگا۔ انیسویں صدی کا ہر شاعر عملاً اس بات کا پابند تھا کہ وہ اپنے کلام یا اپنی شاعری کی ابتدا اللہ اور رسول اللہؐ کے نام سے کرے۔ یوں اس دور میں ہر شاعر نے ایک آدھ نعت ضرور کہی۔ یہاں تک کہ غیر مسلم بالخصوص ہندو شعراء نے بھی نعتیں کہیں اور آج بھی جاری و ساری ہے۔

قیام پاکستان کے وقت مولانا عبدالرؤف، آخوند صاحب ڈنو، مولانا تاج محمود امری، مولانا عبدالکریم کپاڑا و صفی عبدالغفور رہا یونی کے نام بطور نعتیہ شاعر مسلم ہو چکے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد بے شمار شعراء نے نعت کہیں لیکن یہاں صرف چند ان شعرا کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے خصوصیت سے نعت کے حوالے سے کام کیا۔ سب سے پہلے صاحب دیوان شعرا کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں سندھی میں عربی ۲۸ حروف کے مطابق ”دیوان نعتیہ ثنائی“ پاکستان سے پہلے لیکن سندھی میں ۲۹ حروف کے مطابق اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دیوان مولانا ثناء اللہ ثنائی کا ہے۔

اس کے بعد اسی ۲۸ عربی حروف کی ترتیب کے مطابق مولانا عبداللہ اثر صاحب نے ”ذکر حبیب“ کے نام سے ایک اور دیوان ترتیب دیا جو شائع ہو کر عاشقانِ رسولؐ کے لیے مسرت کا ثابِت بنا۔ مولانا عبداللہ اثر ضلع لاڑکانہ کے رہنے والے تھے۔ قادر الکلام شاعر، عالم اور ماہر تعلیم تھے۔

اس کے بعد سندھی زبان کے ۵۲ حروف کے مطابق ردیف وار نعتیہ دیوان ”سرور عالم“ ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا۔ یہ سندھی حروف تہجی کے مطابق سندھی زبان اور سندھی نعتیہ شاعری کی تاریخ میں پہلا نعتیہ دیوان ہے۔ یہ مجھنا چیز (سید گل محمد شاہ بخاری) کا ہے۔ اس پر ۱۹۹۳ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے مجھے اول انعام بھی دیا گیا ہے۔

اس کے بعد ”شانِ رسول اللہؐ“ نامی سندھی دیوان ۵۲ حروف کے مطابق شائع ہوا جو مرحوم گل حسن گوپا نگ شاد کا ہے اور سندھی ادبی بورڈ کی طرف سے شائع ہوا۔ مرحوم گل حسن گوپا نگ بڑے عوامی شاعر تھے۔ ان کا کلام عوامی سطح پر بے حد مقبول ہے۔

اس دیوان کے بعد شکار پور سندھ کے بزرگ شاعر رحمت اللہ شوق شکار پوری مرحوم کا نعتیہ دیوان ”نائے رسول اللہؐ“ شائع ہوا وہ بھی سندھی ۵۲ حروف کے مطابق ہے۔ مرحوم کئی کتب کے مصنف تھے اور شاعری کی صنف کافی پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

اس کے بعد لاڑکانہ کے حاجی علی بخش جمالی مرحوم نے ایک کتاب لکھی جس میں پانچ قسم کے دیوان تھے۔ پہلے نعتیہ دیوان میں عربی حروف تہجی کے مطابق ۸۷ نعتیہ غزلیں اور ۱۶ مثلث دیئے گئے ہیں۔ دوسرے دیوان میں عربی حروف تہجی کے مطابق ۳۴ مسدس دیئے گئے ہیں۔ تیسرے دیوان میں سندھی ۵۲ حروف کے مطابق رباعیات پیش کی گئی ہیں۔ چوتھے دیوان میں عربی حروف تہجی کے مطابق مثنوی بصورت دیوان دی گئی ہے جو عربی کے ۱۳۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ جس کا خاص تعارف یہ ہے کہ ”یک حرف ابتدا وانہا“ کی صفت میں لکھی گئی ہے۔ جس میں ۷۴ اشعار دیئے گئے ہیں۔ یہ دیوان اپنی نوعیت میں سندھی ادب کی تاریخ میں ایک انوکھا دیوان ہے۔

اس کے مصنف بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ مسدس میں اتنا کمال تھا کہ ان کو سندھی کا حالی کہا جاتا تھا۔ مصنف کو اسی کتاب پر حکومت پاکستان کی طرف سے اول انعام بھی ملا تھا۔ اس کے بعد دیوان ”مدح رسول اللہؐ“ شائع ہوا۔ یہ شہدادکوٹ کے مشہور عالم مولانا محمد یوسف شہدادکوٹی کا ہے۔ جو عربی ۲۸ حروف کے مطابق ہے۔

اس کے بعد نعتیہ دیوان ”آبِ کوثر“ کی باری آتی ہے۔ یہ کتاب مجھنا چیز (سید گل محمد بخاری) کی ہے جو کتاب سندھی ۵۲ حروف کے مطابق لکھی گئی ہے۔ جس میں ۱۲۵ نعتیں موجود ہیں۔

اس کے بعد ”چوسروردو عالم“ نعتیہ دیوان شائع ہوا جو عابد لغاری صاحب کا ہے۔ وہ کئی کتب کے مصنف ہیں اس میں انھوں نے ۵۲ حروف سے زائد مروج آوازوں کو بھی ردیف کے طور پر استعمال کیا ہے۔

اس کے بعد حکیم دین محمد اکرم صاحب کے دیوان ”سندی سک پریں“ کا نمبر آتا ہے۔ یہ بھی سندھی ۵۲ حروف کے مطابق نعتیہ دیوان ہے۔ مرحوم ضلع دادو میں پیدا ہوئے تھے۔ بعد میں کوٹری میں مطب کھولا اور وہاں ہی

وفات پائی۔ مرحوم کی اور بھی کئی کتب ہیں جو شاعری پر مشتمل ہیں۔

اس کے بعد نو جوان شاعر حافظ بلال بروہی کا نمبر آتا ہے۔ جن کی کتاب ”کریم تھی با کمال آیا“ یہ بھی عربی حروف کے مطابق نعتیہ دیوان ہے۔ حافظ بلال بروہی لاڑکانہ کے رہنے والے ہیں۔

اس کے بعد ”نرہان شریف“ کی باری آتی ہے۔ یہ سندھی ۵۲ حروف کے مطابق مکمل اور سندھی زبان میں سب سے بڑا نعتیہ دیوان ہے۔ اس میں ۲۵۰ نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔ اور یہ مجھ ناچیز ”سید گل محمد شاہ بخاری“ کی تصنیف ہے۔

اس نعتیہ دیوان کے بعد ”بہشتی درشن“ کا نمبر آتا ہے۔ یہ سندھی ۵۲ حروف کے مطابق نعتیہ دیوان ہے اور ہالا کے شوکت اہڑ صاحب کی کاوش ہے۔ موصوف تعلیم سے وابستہ تھے اب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔

ان کے علاوہ کئی اور بھی نعتیہ دیوان ہیں جو ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ جن میں سید اظہر گیلانی اور مولوی محمد اسماعیل مہسر صاحب کے دواوین بھی شامل ہیں۔ نعتیہ دواوین کے علاوہ بھی کئی شعراء کے اہم نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں آخوند عبدالرؤف کے ”مولود شریف“، حاجی غلام نبی مہسر کی کتاب ”شائے سرور کائنات“، ناچیز (سید گل محمد شاہ بخاری) کی کتاب ”ذکر رسول اللہ“، ”شائے محمد“، ”تذکرۃ الرسول“، ”نور علی نور“، روضہ پاک رسول“، مصنف الحاج رحیم بخش قمر، ”پوکھ گلابن جی“، سید رفیق امروٹی، ”نظارۃ نقہن جو“، نوشاد جونیجو، ”مصطفیٰ جوں مھر بانیوں“، امداد جتوئی، ”اڑین جو آدھار“ شوق خانواہوٹی، ”عین جمال رسول“، محمد اسماعیل منصور، ”نسور وئی نور“ دین محمد اکرم، ”ہج ہر زبان تی ذکر مصطفیٰ جو“، مہب تبزیز تیز، وغیرہ۔ ان کے علاوہ کوئی پانچ سو سے زائد چھوٹی بڑی کتب اور کتابچے شائع ہو چکے ہیں۔

قصیدہ بردہ شریف کو نعتیہ شاعری میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اس کے دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمے اور تشریحات ہو چکی ہیں۔ ان میں سندھی زبان کو بھی سعادت حاصل ہے۔ کہ اس میں اس کے کئی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں مخدوم عبداللہ نرنی وارو، عبداللہ اثر، میر حسن علی خان حسن، ماز احمد علی لغاری، مخدوم شفیع محمد پانڈی، میاں علی محمد مہیسری، مولانا محمد ادریس ڈاھری، علامہ عبدالوحید جان سرہندی، مولانا جمال الدین اجمل کھڑو، غلام حسین سپاروی، مولانا عبدالکریم لغاری اور محمد اسماعیل منصور کے ترجمے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علاوہ ازیں قصیدہ بانٹ سعاد اور قصیدہ نعمانیہ کے بھی کئی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

☆☆☆☆

سندھی زبان میں نعت گوئی / نعتیہ شاعری

رب ذوالجلال نے اس کائنات کی تخلیق کا مقصد جس انداز میں اپنے کلام قرآن مجید و فرقان حمید میں بیان فرمایا ہے، تو ساتھ ساتھ اپنے بارے میں وہ کچھ بتایا ہے جو اور کوئی بیان نہیں کر سکتا اور جو ابھی تک صیغہ راز میں ہے۔ اپنی جتنی بھی تو صیغہ فرماتا ہے، وہ اسے خود ہی ”حمد“ سے تعبیر کرتا ہے۔ قرآن شریف کی ابتدائی سورۃ ”الفاتحہ“ کی ابتدا بھی ”الحمد“ کے خوبصورت لفظ سے ہوتی ہے۔ اور جتنے بھی انبیاء کرام مبعوث ہوئے اور ان میں سے جن کو کتاب اور صحیفوں سے نوازا گیا ہے، ان میں بھی ان زبانوں کے اعتبار سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی تو صیغہ خود ہی بیان فرمائی ہے اور اس سے دعائیں مانگنے کے طور طریقے بھی خود ہی بیان فرمائے ہیں جن میں خود ہی اپنی لاتعداد صفتیں بھی ظاہر کیں ہیں۔

رب کائنات نے اپنے کلام قرآن مجید، جو اپنے آخری رسول اور نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ پر تینیس سال میں احکامات اور بیانات کی صورت میں نازل فرمایا، اس میں اپنے محبوب پیغمبر کی ثنا اور تو صیغہ میں ہر وہ بات بیان فرمائی ہے جو عام آدمی یا آپ کا امتی کبھی بیان نہیں کر سکتا تھا۔ مگر جس طرح سے اپنی ثنا اور تو صیغہ کو ”حمد“ سے تعبیر کیا ہے، آپ کی جامع صفات کے لیے کوئی مخصوص لفظ بیان نہیں فرمایا ہے۔ مگر آپ کی امت مسلمہ نے آپ کے اقوال اور احکامات کو ”حدیث“، آپ کے اوصاف حمیدہ کو ”سوء حسنہ“ اور سیرت طیبہ اور آپ کے بارے میں کی ہوئی شاعری کے لیے ”نعت“ کا لفظ مخصوص کیا ہے۔

لفظ نعت بڑا ہی جامع لفظ ہے اور جتنے بھی لغات ہیں ان میں نعت کا مطلب کسی بھی چیز کے لیے بہت بڑی تعریف کے معنی میں آتا ہے۔ مگر اب یہ لفظ آقائے نامدار کی تعریف کے لیے مختص ہو گیا ہے۔ نعت کی شروعات حضرت محمد مصطفیٰ کی حیات مبارکہ میں ہی ہو چکی تھی۔ مگر اس دور میں جتنی بھی نعتیہ شاعری ملتی ہے۔ اسے نعت نہیں کہا گیا تھا۔ بعد کے ادوار میں جب نعتیہ شاعری نے عروج پایا اور دیگر زبانوں میں کثرت سے نعتیہ شعرا کہے جانے لگے تو یہ لفظ خصوصی طور پر استعمال ہونے لگا۔

دنیا کی لاتعداد زبانوں میں جس طرح قرآن پاک کے تراجم کثرت سے شائع ہو رہے ہیں اسی طرح سیرت پاک پر نظم و نثر میں لاکھوں کتب شائع ہو چکی ہیں۔ سندھی زبان میں بھی ان کی تعداد ان گنت ہو چکی ہے۔ اسلام کے شیعہ اور آقائے نامدار کے عاشق اپنی محبت کو قسطاً انبیس پر لائے بغیر چین سے نہیں بیٹھے۔ روزانہ اخبارات، رسائل میں مضامین کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری بھی شائع ہوتی رہتی ہے۔

سندھ میں مختلف ادوار میں جب عربی رسم الخط مروج تھا تو سندھ کے عالم فاضل اور پڑھے لکھے لوگ عربی میں نعتیہ شاعری کرتے تھے۔ جب فارسی رسم الخط کا رواج اور رتبان بڑھا، حکومتی زبان کے طور پر استعمال ہونے لگی،

مدارس میں عربی کے ساتھ ساتھ فارسی بھی پڑھائی جانے لگی تو فارسی میں سیرت کی کتب اور نعتیہ شاعری کثرت سے ملتی ہے، خاص طور پر غزنوی، مغلیہ اور دیگر حکمرانوں کے دور میں سندھ کے علماء اور اکابرین نے اس مذہبی انداز کو تبلیغ کے طور پر قائم رکھا۔ مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سندھی رسم الخط کے نہ ہونے کے باوجود اہل سندھ نے اپنی بہترین نعتیہ شاعری کو سینہ بہ سینہ آگے بڑھایا یا فارسی رسم الخط میں اسے محفوظ کرتے رہے۔

سندھ میں جہاں جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا ہوتی رہی، وہاں نعتیہ شاعری کا سفر بھی جاری و ساری رہا۔ حضورؐ کی محبت اور صحابہ کرامؓ کی قدرومنزلت کو اپنے جذبات کا آئینہ بنانے کے ساتھ ساتھ اسے تبلیغ اسلام کے لیے استعمال میں لاتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ میں ہر دور میں ہندو شرف باسلام ہوتے ہوئے پہلے ”مومن“ کے طور پر پہچانے جاتے تھے، جو بعد میں ”میمن“ بن گئے اور پھر ”شیخ“ کے طور پر اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ ”مومن اور شیخ“ اسلام میں بڑی قدرومنزلت کے الفاظ ہیں اور نو مسلموں کو ان الفاظ سے زیادہ سندھ میں ہی پہچانا جاتا ہے اور اسلام کے لیے ان کی خدمات ہر دور میں بڑی اہم رہی ہیں۔

اول دور میں نعتیہ شاعری:

سندھی ادب کی تاریخ میں سب سے پرانی طویل نعتیہ نظم جو الف اشباع کی صورت میں ملی ہے وہ ارغون، ترخان اور سندھ میں مغلیہ دور کے مخدوم پیر محمد لکھوی (لکھی نزدکھر) کے بزرگ اور عالم کی ہے، جن کی وفات 1590 اور 1600 کے درمیان ہوئی، وہ صبا سے مخاطب ہو کر اپنے نام کو ولدیت کے ساتھ بیان کر کے فرماتے ہیں:

روضے پاک رسولؐ جے الحج سیں دلہا
تہ پیر و پٹ ہارون جو، پوٹو الیاسا
سندھی ساکن سندھ، شائق شفیقا

مطلب یہ ہے کہ:

حضور انورؐ کے روضہ اقدس کے سامنے ادب سے کھڑی رہنا

کہ پیر و ولد ہارون، پوٹو الیاس کا

ساکن سندھ کا، (آپؐ کی) شفقت کا شائق ہے۔

مخدوم پیر محمد لکھوی سے پہلے اسی انداز کے نعتیہ ابیات مخدوم نوح علیہ رحمت، وفات 998ھ حضرت شاہ عبدالکریم بلڈی والے (وفات 1040ھ)، سید علی شیرازی (وفات: 981ھ) اور کئی اہل علم نے نعتیہ شاعری سندھی کی خاص صنف ”بیت“ میں کی ہے۔ کتاب ”معارف انوار“ میں ایسے ابیات کثرت سے ملتے ہیں۔

سندھ کے قادر الکلام صوفی شاعر شاہ لطف اللہ قادری (وفات: 1090ھ) کا ان ابیات میں بڑا نام ہے۔ آپ نے پہلے پرپالو پھر اچھم کوٹ نزد دہند والہیا میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی مختلف تصانیف تحفۃ السالکین اور منہاج المعرفة میں بھی نعتیہ اور تصوف کے اشعار کثرت سے ملتے ہیں۔ اسی طرح سندھ کے معروف صوفی القادری شاہ عنایت اللہ شہید (جھوک شریف۔ ضلع ٹھٹھہ) کا نعتیہ کلام بھی ارفع و اعلیٰ رہا ہے۔ مگر جب آپ کی شہادت ٹھٹھہ کے گورنر نواب اعظم خان کے ہاتھوں ہوئی اور آپ نے نواب کے بے ڈھنگے سوالوں کے جوابات فی البدیہہ حافظ شیرازی

کے معرفت کے اشعار میں دیئے جو تاریخ میں وہ بڑی اہمیت کے حامل رہے اور محفوظ رہ گئے۔
 اسی دور میں نصر پور کے میوں شاہ عنایت رضوی، جو شاہ عنایت شہید اور حضرت شاہ عبداللطیف کے ہم عصر
 تھے، ابیات کے بڑے شاعر اور سخن سنج تھے، شاہ لطیف ان سے ابیات میں گفتگو کرتے تھے۔ ان کا رسالہ ڈاکٹر نبی بخش
 خان بلوچ نے مرتب کیا تھا۔ شاہ صاحب کے رسالہ میں نعتیہ اشعار اور ابیات کثرت سے ملتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر
 ایک نعت کا ترجمہ پیش ہے:

پہلے پہل نبی کے نور کو ستارے میں رکھا
 جہانوں کے بادشاہ کو دیکھ کر ”التحیات“ پڑھی
 بہشت سے ”براق“ سجا کر اسے فرشتوں کے ساتھ بھیجا
 فرمایا اب خوش ہو کر آ جا محمد! کہ تجھے یہ تحفہ عنایت ہوا ہے
 جہاں ملائک کے لیے کوئی جگہ نہیں اس مقام پر تجھ سے راز کی باتیں کیں
 جبرئیل کے ساتھ وہ ”براق“ پر سوار ہوئے
 نرالی راہوں سے گذر کر خاص خلوت میں فرمایا ”اوپر آ جا“
 عنایت کہتا ہے کہ اس وقت آپ نے اپنی امت کے لیے شفاعت مانگی

اسی دور میں لاتعداد عالم ایسے گذرے ہیں جن کی تصانیف میں شاعری بھی شامل رہی ہے اور اس شاعری
 میں الف اشباع کے ابیات کثرت سے ملتے ہیں، ان علماء کرام اور صوفیائے عظام میں مخدوم ابوالحسن، مخدوم ضیاء
 الدین، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، مولوی عبدالحق، مخدوم محمد ابراہیم بھٹی، مخدوم عبدالرحیم گڑھوڑی، مخدوم محمد زماں انواری
 والے، مخدوم غلام محمد بگائی، قاضی عبدالکریم، میوں عیسو، مخدوم عبداللہ واعظ شامل ہیں۔

مخدوم غلام محمد بگائی کے نمونہ کلام کا ترجمہ دیکھیے:

یا رسول اللہ! تیری عنایت سے میں رحمت کی امید رکھتا ہوں
 غلام محمد کے دکھ درد دور ہوں اور اس کی خطائیں معاف ہوں
 تو شافع میرے قریب ہو اور میری شفاعت کرے

مخدوم ابوالحسن (وفات 1700ء) کی کتاب مقدم الصلوٰۃ میں بھی ایسے نعتیہ اشعار اور ابیات ملتے ہیں۔
 مخدوم عبدالرحیم گڑھوڑی بڑے پائے کے عالم تھے۔ (وفات: 1778ء) ان کا کلام سندھ میں بہت
 معروف ہے۔ ان کی پیش گوئیاں بھی سندھی ادب کا حصہ ہیں۔ ان کے اشعار اور ابیات میں الف اشباع آقائے نامدار
 سے محبت اور عقیدت عجب انداز میں ملتی ہے۔

اسی طرح مخدوم ضیاء الدین (وفات 1757ء) نے فقہ کے مسائل پر لکھتے ہوئے حمد اور نعت کے اشعار
 اور ابیات بھی کہہ جاتے تھے۔ ایک نعت کا مطلع ہے:

ترجمہ: سہارا ہے میر محمد مصطفیٰؐ سارے عالموں کا
 سارے انبیاء کا سردار ہے

مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب ”مطلوب المؤمنین“ میں اپنے طلبہ کی فصاحت کے لیے طویل نظمیں لکھیں۔ جن میں رسول اکرمؐ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔
مولوی محمد حسین نے (وفات 1763ء) قصص الانبیاء کا الف اشباع کے ابیات میں منظوم سندھی ترجمہ کیا۔ ابتدا میں آنحضرتؐ پر منظوم سلام بھیجتے ہیں:

ترجمہ: لاکھوں سلام ان پر، کروڑوں درود بھی

نازل ان پر ہوں، جو محمدؐ مجتبیٰ ہیں

مخدوم عبداللہ واعظ (وفات 1763ء) نے کئی سی حرفیاں کہی ہیں جن میں نعتیہ ابیات شامل ہیں۔

ترجمہ: در ماندوں پر ہمیشہ اپنی نظر کیجیے

مشکل میں آئے ہوئے کی مدد پر پہنچے

آوازیں سن کر میری آجائے امداد کو

اپنے مرید کی داد رسی کے لیے آجائے

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی (وفات 1760ء) کلہوڑا دور کے بہت بڑے عالم اور سرکاری محتسب تھے۔ کئی کتب کے مصنف تھے جو اب بھی عرب دنیا میں پڑھائی جا رہی ہیں۔ اپنی ایک کتاب ”نوت العاشقین“ جو منظوم ہے، اس میں حضورؐ کے نور، میلاد (تولد) معراج اور دوسرے کئی اہم واقعات اور موضوعات پر کئی مناقب اور نعتیہ ابیات الف اشباع کے انداز میں (جو اس دور میں مروج تھا) کہے ہیں۔ ان کا ایک نعتیہ بیت ہے:

ترجمہ: سورج کی طرح چمک رہا ہے روشنی دے رہا ہے

حسن ایسا کہ زینت و زیب زیادہ

روشنی دیکھیے کہ کوئی رات، رات نہیں

ہمارے رب نے محمدؐ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا

اسی دور میں سندھ کے سب سے بڑے صوفی شاعر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا اسم گرامی سامنے آتا ہے، جنہوں نے اپنے عارفانہ کلام سے وہ شہرت پائی کہ سندھ اور سندھی زبان کو جیسے پر لگ گئے ہیں۔ علامہ آئی آئی قاضی نے تو آپ کو دنیا کا بہترین اور سب سے بڑا شاعر ثابت کیا ہے۔ آپ نے اپنے کلام میں تو حید، رسالت، اخلاق اور اصلاح، عشق و محبت کے ان گنت رنگ بکھیرے ہیں۔ محل وقوع، روایات و رسومات، ہنر اور سماج، ادب اور ثقافت کے ایسے انوکھے انداز میں تذکرے کیے ہیں کہ غیر ملکی اسکالرز نے آپ کے کلام سے استفادہ کرنے کے لیے سندھی زبان کو سیکھا، پڑھا اور ترجمہ کر کے دنیا کو یہ دکھایا کہ وادی سندھ کا ہیر و دنیا کو کیا پیغام دیتا ہے۔

آپ کے کلام میں نعتیہ انداز کے ابیات تمثیلی انداز میں بھی کثرت سے ملتے ہیں۔ آپ کے رسالہ ”شاہ جو رسالو“ میں جو تیس حصوں (راگنیوں کے سروں) میں موجود ہے اور سندھ کے عشقیہ داستانوں پر مشتمل ہے، جا بجا ایسے ابیات بھرے پڑے ہیں:

ترجمہ: دنیا بڑی گندی تھی، جسے آنے والے نے اچھا بنا دیا

سارے لوگوں پر سے رب تعالیٰ نے وہ کثافت اتار دی

لوگ سیدھے راستے پر آگئے، اپنے نبیؐ کے نقش قدم پر

وہ جب آگئے تو سارے دکھ دور ہو گئے

میاں محمد سرفراز کھوڑہ اپنے والد میاں غلام شاہ کھوڑی حاکم سندھ کے انتقال کے بعد سندھ کے حکمران بنے۔ وہ سخن سنج تھے۔ سندھ کی کلاسیکل شاعری سے بخوبی آگاہ تھے اور سیدنا بت علی شاہ کی دوستی میں عروضی شاعری میں بھی بڑی مہارت پائی۔ وہ میر بہرام خان جو میاں غلام شاہ کے سپہ سالار رہ چکے تھے، کو دربار میں بلا کر قتل کروانے کی سازش میں تخت سے معزول ہو کر حیدرآباد کے قلعے میں قیدی بنے جہاں میاں عبدالنبی کھوڑہ کی سازش سے قتل کیے گئے۔ قید خانے میں میر محمد سرفراز خان نے کئی مدحیں کہیں۔ ان کی ایک طویل مدح سندھی ادب کی بہترین مدح کہلائی۔

اسی دور کے مخدوم عبداللہ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں ان کے چابجا نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ان کی ایک کتاب ”قمر المیر“ جس کا قافیہ پوری کتاب میں ”ن“ کا ہے۔ یہ کتاب معراج کے واقعے سے متعلق ہے۔ وہ براق کی زبانی کہتے ہیں:-

ترجمہ: میں جانتا ہوں اس گوہر کو، مالک الملک کا پسندیدہ

اللہ کے محبوب تھے وہ، سب اس سے آگاہ ہیں

کھوڑہ دور کے آخری دور میں لاتعداد شعراء کرام، جن کا کلام خاص طور پر مولود، مداحوں، معجزے کی اصناف میں ملتا ہے، موجود تھے۔ ان میں مولوی محمد حسین، قاضی عبدالکریم، حسن حامد، دائرے والوں کے ابیات، نورنامہ، عہدنامہ، چوہلی (کبت) سراج العابدین (کبت) معراج نامہ (الف اشباع) میں، تنبیہ الجاہلین، سراج الاسلام، اور مخدوم فضل اللہ پٹانی کی کتاب ”اصلوٰۃ“ وغیرہ میں نعتیہ ابیات ملتے ہیں۔

اسی دور میں عبداللہ واعظ (وفات: 1763ء) اور صدرالدین چارن کے نعتیہ ابیات قابل ذکر ہیں۔ کھوڑہ دور کی اہم بات یہ ہے کہ سندھی کا اپنا رسم الخط نہ ہونے کی وجہ سے اس دور میں سیرت پر کوئی نثری کتاب نہیں ملتی۔ اس دور کی سیرت پر جتنی بھی کتابیں ہیں وہ سب منظوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سندھی ادب میں شاعری کی بڑی اہمیت ہے جو سینہ بہ سینہ کئی ادوار تک آتی ہے۔ اشعار مختصر اور جامع ہوتے ہیں اور لوگوں کو ذرا بڑھتی ہوتے ہیں۔ کھوڑہ دور حکومت جو سترویں صدی کے پہلے ساٹھ سالوں پر مشتمل ہے۔ اس میں لاتعداد عالموں، ادیبوں اور محققوں کے علاوہ صوفی شعراء کرام نے سندھی ادب میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حضورؐ کی شان اقدس میں مختلف اصناف سخن میں نعتیہ شاعری کی گئی ہے۔ مگر چونکہ سندھی حروف تہجی ابھی معرض وجود میں نہیں آئے تھے اس لیے نثر میں سیرت پر کتابیں نہیں ملتی ہیں۔

تاہم دور حکومت میں بھی سرکاری رسم الخط فارسی تھا۔ اس لیے فارسی میں ان گنت کتابیں لکھی گئیں البتہ اس دور میں سندھی میں سیرت کی کتب نہیں لکھی گئیں۔ نعتیہ ابیات اور دوسری اصناف میں کھوڑہ دور کی طرح بے شمار شعراء کرام نے اپنا کلام آپؐ کی مذکر کیا ہے۔

چل سر مست حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے دور میں ابھی کم سن تھے۔ آپؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ جو دیگ ہم نے چڑھائی ہے، اس کا ڈھکن یہ اتارے گا۔

عبدالوہاب عرف پچل سرمست وحدت الوجودی صوفی بزرگ ضلع خیرپور کے رہنے والے پہلے ہفت زبان شاعر تھے۔ آپ کی ولادت 1739ء میں (کھوڑہ دور) اور وفات 1829ء (ٹالپر دور) میں ہوئی۔ آپ کے ایک مولود کا نمونہ ہے:

ترجمہ: رسول مجھے ملیں گے، میری آنکھوں کی امید ہے یہ
مولا کے مہر سے، مجھے یہ اعزاز مل جائے گا
آپ کی نعت کا ایک شعر ہے:

ترجمہ: اے صبا میری بات میرے سردار کو پہنچا دے
ساری تفصیل میرے محبوب مرسل تک پہنچ جائے

سید ثابت علی شاہ (وفات: 1810ء) بھی کھوڑہ دور حکومت اور ٹالپر دور حکومت کے بااثر درباری اور سندھی فارسی کے معروف شاعر تھے۔ آپ کی شہرت شاعری میں بطور مرثیہ نگار ہوئی۔ ان کا تعلق سیہون سے تھا۔ ان کی شاعری میں نعت بھی کثرت سے ملتی ہے۔

نواب الہداد صوفی صاحب دیوان شاعر تھے۔ (وفات: 1300ھ) سندھی میں سیرت پاک کے حوالے سے آپ کی لاتعداد مدحیں اور مولود ملے ہیں۔ آپ کی ایک مدح کا مطلع ہے:

ترجمہ: سردار کی صفت دل اور زبان سے کرتا رہوں میں
میں حضرت محمدؐ کا مدح گو شروع سے رہا ہوں

علاوہ ازیں اس عہد میں آخوند محمد پچل، ملا صاحب ڈنڈا روتی، صدر الدین چارن، سردار نواب ولی محمد خان لغاری، فقیر نواب ولی محمد، خلیفہ نبی بخش لغاری، حافظ پٹنہو، رمضان ککھر، محمد قاسم، گرہی یا سینی، یا صابر موچی، میاں حامد اللہ میر و خانی، جمل فقیر لغاری، حاجی خاٹ پچنی، میر عبدالحسین خان ساگی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس دور میں لاتعداد قادر الکلام شاعر گزرے ہیں جن کا ذکر کرنا اس مضمون میں ممکن نہیں۔ ان کے کلام میں نعت گوئی کو بڑی اہمیت رہی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد جہاں سندھی شاعری میں روز افزوں ترقی ہوئی وہاں نعت گوئی کے میدان میں بھی بے شمار لوگ سامنے آئے۔ اختصار کے پیش نظر صرف چند لوگوں کے نعتیہ کلام کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

محمد محمد زمان ”طالب المولیٰ“:

میرے عشق کا یا محبوب خدا، آغاز بھی تو انجام بھی تو
میری طاعت، ملت، مذہب تو، میرا دین بھی تو اسلام بھی تو
عالم سندھ فیض بخش پوری: (1936ء-1992ء)

آئینہ حق حاصل قرآن محمدؐ
یزداں کی قسم، منظر یزداں محمدؐ
اللہ سر عرش ثنا خوان محمدؐ
کیا صل علی مرتبہ و شان محمدؐ

سید انظر گیلانی: (ولادت 1915ء)

جگ کا رہبر جگ کا سرور
صلی اللہ علیہ وسلم
ساقی، کوثر، شافع محشر
صلی اللہ علیہ وسلم
امر رحمت، بحر سخاوت
کان مروت، شافع امت
وارث جنت، قاسم کوثر
صلی اللہ علیہ وسلم

سید منکونفتوی:

اے خیر سلیمان و عیسیٰ
میرے ملجا میرے ماویٰ
سب تم پر پڑھیں صلی علی
ہندی سندھی عجمی عربی
تیری طاعت میں دن رین ہیں
تیری قدرت میں کونین ہیں
تیری خدمت میں تھلین ہیں
سن میری بھی آو نیم مہی

حافظ محمد احسن چٹا:

میرا شرف بھی تو اور شان بھی تو
میرا علم بھی تو میرا عرفان بھی
میرا دین بھی تو، ایمان بھی تو
میرا ذکر بھی تو اذکار بھی تو

محمد پیل عرف محبوب سروری:

انگی کے اشارے سے چاند کو نکڑے کر دیا
میرے محبوب کی محبوب ادائیں دیکھ
اس کی عطاؤں اور میری خطاؤں کو دیکھ
کہاں عشق محمدؐ اور کہاں میں

عابد لغاری:

تو محبوب خدا اور آخری پیغمبر ہے
تو حق کا رازداں اور حق کا امین ہے
تو بشر ہے لیکن ہمیشہ کے لیے ذمۃ اللعالمین ہے
تیرے صدقے ہی ہم جی رہے ہیں یا محمدؐ سیدا
مرحبا صد مرحبا، یا محمد مصطفیٰؐ
مرحبا صد مرحبا، یا امام الانبیا

مغمور یوسفائی: (1929ء-1993ء)

جنہوں نے راستہ تیرا ترک کیا
وہ بھٹک کر غرق ہو گئے، ہاتھ مار رہے ہیں

احمد خان آصف مصرائی:

خاص محبوب خدا تھے پر خلق خدا کے لیے
خیر سے خیر الوریٰ خیر البشرؐ ہوتے گئے
در محمد مصطفیٰؐ ”آصف“ پڑھے دم دم درود
آخرت کے واسطے سارے ثمر ہوتے گئے

بلال پردہسی:

یا نبی! کون کرے گا تم سے ہمسری
تجھ کو کون و مکاں میں ملی برتری
ہر طرف امن و الفت کے روشن چراغ
ہر طرف روشنی ہر طرف رہبری

نشریات شامی:

در حبیب کی مدت سے جستجو ہے
یہی تمنا یہی آرزو ہے
دیا ہے شان جہانوں کو مصطفیٰؐ کے جنم
حرم کی آن مدینے کی آمد ہے

شعبان بخت مگلی:

حبیب کردگار پر، حسین شاہکار پر، جمیل جگ سدھار پر
سلام ہے سلام ہے، سلام صبح شام ہے
جمیل خوش بزم پر، کمال کے کمال پر، اس آمنہ کے لعل پر
سلام ہے سلام ہے، سلام صبح شام ہے

سرور نواز بکھینو:

تو صبیحِ خدا، تو ہی ذکرِ خدا
تم پر کئی لاکھ درود و سلام ہر گھڑی
یہ جو سرور تیرا امتی سندھ میں ہے
نعت اس کی قبول ہو جو ہے اس نے لکھی

اقبال شاہین:

کعبے کی روشنی میں محمدؐ کا نور ہے
طیبہ کی ہر گلی میں محمدؐ کا نور ہے
گلزارِ مصطفیٰؐ کے سبھی گل مہک اٹھے
ہر گل کی تازگی میں محمدؐ کا نور ہے

☆☆☆☆

ش شوکت

ہند کو نعت

دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح ہند کو زبان میں بھی نعت گوئی کا سلسلہ برصغیر ہند و پاک میں نور اسلام کے پھیلنے کے بعد شروع ہوا جو نام تحریر عقیدتوں کے لازوال جذبوں سے معمور جاری و ساری ہے اور رفتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا۔

نعت آغاز دنیاے آب و گل میں آنکھ کھولنے والے ہند کو وان بچے کے کانوں میں اذان دے کر جہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی وحدانیت کی گواہی ڈالی جاتی ہے وہاں اس آفاقی سچ کا بھی رس گھولا جاتا ہے جس میں حضرت محمد مصطفیٰ کے رسول ہونے کی گواہی کی شیرینی پائی جاتی ہے۔

اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو
سو جا للو للو للو
میں من پکاواں چور دا
میرا چن نہیں ہوئ دور دا
سوئرا روضہ پاک حضور دا
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو
سو جا للو للو للو

یہ ہیں عشق نبیؐ کے جذبوں سے لہریز لوری کے وہ بول جو ایک ہند کو وان بچہ اپنی ماں کی مامتا بھری آواز میں سن کر عہد شیر خواری ہی میں اپنے ذہن و شعور کی تختی پر محفوظ کر لیتا ہے۔

ہمیں یاد پڑتا ہے جب ہماری دادی اماں بادشاہوں، شہزادوں، شہزادیوں، پریوں، اور چادوگروں کے قصوں پر مبنی اپنے وقت کی بیڈنام سنو ریز سنایا کرتی تھیں تو ان کا آغاز کرتے وقت یہ جملہ کہنا کبھی نہ بھولتیں۔

کہا ایسا باچھا
تیرا میرا خدا باچھا
خدا دا پہنچا رسول باچھا

ایک ہند کو وان بچہ جب زندگی کی شاہراہ پر گھٹنوں کے بل چلنے کے بعد پورے قد کے ساتھ چلنے کے قابل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے ارد گرد کے بکھرے پاکیزہ اور متبرک ماحول میں ہند کو کی اس مقدس ترین صنف شاعری کا راج دیکھتا ہے۔ ہر محفل تلاوت کلام مجید سے شروع ہوتی ہے اور پھر بعد از خدا بزرگ تو فی قصہ مختصر کے مصداق نعت رسول مقبولؐ نہایت خوش الحانی سے پڑھی اور سنی جاتی ہے۔ جسے سن کر جہاں بچے کے ذہن و شعور کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے وہاں اس کے دل میں عشق رسولؐ کے جذبے موجزن ہوتے ہیں۔

بند کو لوک نعت: ہم اپنے بچپن میں اپنی بند کو وان مانیوں دادیوں سے نور نامے، معراج نامے، جنگ نامے، شہادت نامے، جیسی متبرک اصناف شاعری میں آقائے مدار کے حضور پیش کیا جانے والا نعتیہ کلام سننے کی سعادت حاصل کرتے رہے ہیں۔ ہمیں کوئی غرض نہیں تھی ان نامے لکھنے والوں کے بارے میں جاننے کی۔ ہم تو محض مثنوی کی ہیئت میں لکھے گئے ان ناموں کو اپنی مانیوں، دادیوں یا گلی محلے کی بیسیوں کی مترنم آواز میں اک خاص لے یاد دہن کے ساتھ سن کر خوش ہوتے اور انہیں بار بار سننے کی فرمائش کرتے رہتے۔

پہلا یار رسول دا ابا بکر صدیق
مال رسول خدائے دا جہزا بہت رفیق
دو چار رسول دا حضرت عمر خطاب
اللہ جمعا مرتبہ کیتا مال ثواب
تین چار رسول دا حضرت شاہ عثمان
رات دنے بیٹھ کے جس کیتا جمع قرآن
چوتھا یار رسول دا حضرت شاہ علی
ہتھ بندھے اسدے نیوندے کل ولی

یہ ہیں نور ناموں، معراج ناموں، شہادت ناموں، یا جنگ ناموں کی وہ شروعات جو ہماری خوش الحان دادیاں مانیوں، گاؤں یا گلی محلے میں رہنے والی بند کو وان بیبیاں اپنی نجی یا میلاد پاک کلام سے سجنے والی مجلسوں میں سنا کر آقائے مدار کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتی تھیں۔

مولود والیاں کسی کی فوتگی کے تیسرے روز، جمعرات کے دن یا فوتگی کے چالیسویں دن ختم قرآن پاک کے بعد مولود شریف کی مجلس کے لیے بلوائی جاتیں اور اس تقریب میں موجود خواتین ان سے فرمائشیں کر کر کے نعتیں سناتیں اور آنکھوں سے جاری ہونے والے عقیدت کے آئینوں سے آقائے مدار کے حضور اپنے دل کی گہرائیوں سے خراج پیش کرتیں۔

خواتین کے علاوہ یہی کردار مردوں کا ایک گروہ کرنا جسے عرف عام میں مدح خوان کہا جاتا۔ کسی کی فوتگی کے موقع پر وہ ماتم والے گھر کے باہر مردوں میں آکر مدح خوانی کی روایت بھاتے اور حمد باری تعالیٰ کے علاوہ نعت رسول مقبول کا ورد نہایت خوش الحانی سے کرتے۔ پشاور میں غم کے موقع پر مولود والیوں کو یا مدح خوانوں کو بلوا کر ان سے نعتیں سننے کا رواج مابودہو چکا ہے۔

اس زمانے میں ہمیں کچھ ایسے لوگ نظر آتے تھے جو میلوں ٹھیلوں اور درگا ہوں پر منعقد ہونے والے عرس کی محفلوں میں بند کو زبان کی لوک شاعری میں سے نعتیہ کلام کا انتخاب نہایت وجد آفریں انداز میں یوں پڑھتے کہ ایک سماں بندھ جاتا۔ ان لوگوں کا جتنایا ٹولہ رنج الاول کے جلوہوں میں بھی آقائے نام دار کی نعت پڑھنے کے احترام میں ننگے پاؤں شرکت کرتا، ماہ مقدس رمضان المبارک کے دوران ہماری مساجد میں ہونے والے جشن نزول قرآن اور ایسی دیگر متبرک تقریبات کے موقع پر بھی ہمیں یہ خوش الحان لوگ سننے کو ملتے۔

بند کو زبان کے لوک ادب کی گدڑی کے وہ لعل جنہیں ہم فقیروں یا ملنگوں کے نام سے یاد کرتے ہیں

عرس میلے یا رتھ الاول کے جلوسوں میں ایک پرہجوم ٹولے کی صورت نظر آتے اور اپنی مخصوص دھن اور لے میں پکار پکار کر کہہ رہے ہوتے۔

کالی کملی والیا
نوری گنبد والیا
سوہنڑے مکھڑے والیا
کالی کملی والیا
لا الہ دی بین وچا کے
الا للہ دا راگ سنرا کے
امت نون بخشا لیا
کالی کملی والیا
در تیرے تے آیا جو
مڑ خالی نہ گیا او
جو منگیا سو پا لیا
کالی کملی والیا

یہ اور اس طرح کا دیگر لوک کلام یقیناً ہندو کو کے اُن قدیم شعرا کا کلام ہے جن کے نام سے ہم واقف نہیں۔ وہ لکھ گئے اور چھپائی کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا یہ کلام سینہ بہ سینہ سفر کرتا ہوا ہم تک پہنچا۔ ہندو کو کی قدیم اور روایتی نعت گوئی میں ہندو کے علاوہ پشتو، ہندی اور اردو کا طبع بھی پیش کیا جاتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ کہ پشاور شہر کے اپنے وقت کے ممتاز مدح خواں پروفیسر امداد حسین کے والد میراں بخش نعتیہ محفلوں میں نہایت جوش، جذبہ اور عقیدت کے ساتھ ہندو کو نعت گوئی کا طبع پیش کیا کرتے تھے۔

ذرا ہمری گمری میں آجا
گمری کو بسانے والے
میری قبر آتے شمع جلا جا
شمع کے جلانے والے
میرا بخش نبی دا غلامے
اسدے روزے دا بڑا ارمانے

قدیم ترین نعت گو یاں ہندو کو: ہزارہ میں ہندو کو زبان و ادب کی تاریخ کے مصنف پروفیسر بشیر احمد سوز، اخونزادہ قابل (وفات 1898) کو ہندو کو کا قدیم ترین شاعر لکھتے ہوئے ان کے بے بدل ہندو کو نعتیہ کلام کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

حمد آکھاں خالق پاک دی
جس پیدا کیتا شاہ نبی

اوہ ہے شفیع المذنبین
یا سید الخیر الورا
صلو علیہ و مرجبا

پروفیسر بشیر سوز نے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہری پور کے ان دو شعراء کا بھی تذکرہ کیا ہے جنہوں نے اپنی شاعری میں جزوی یا کلی طور پر ہند کو نعت لکھی ہے۔

معجزہ پاک نبی صاحب دا ظاہر آکھ سزایا
شیخ امام الدین فقیرے چوٹھ نہ وچ رلایا

حکیم شیخ امام الدین

لکھ درود کروڑ صلواتاں پاک محمدؐ تائیں
میری طرفوں پہنچو رہا ہر دم صبح مسائیں
سرور عالم ختم نبیاں امت دے سرمایہ
دو جگ اندر رب بنزایا اس دا عالی پایہ

سید حسین شاہ شہیدی

قبل اس کے کہ ہم جدید ہند کو نعت کی طرف بڑھیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہند کو کی قدیم اصناف میں موجود نعتیہ کلام کا مختصر جائزہ لیں۔ ان اصناف میں چارہیت، حرفی، ماہیا وغیرہ شامل ہیں۔

ہند کو چارہیت: ہند کو چارہیت ہند کو شاعری کی قدیم ترین صنف ہے۔ چارہیت گو شاعروں کی اکثریت ان پڑھ یا واجبی تعلیم کی حامل ہونے کی وجہ سے بحر یا عروض کے فن سے ناواقف تھی لیکن موسیقی کی لے یا دھن کے ذریعے وہ چارہیت گوئی میں کمال و قدرت رکھتے تھے۔ یہ لوگ عرس یا میلوں ٹھیلوں کے علاوہ نجی محفلوں میں دف بجا کر چارہیت گاتے تھے۔

چارہیت دو یا دو سے زیادہ انتروں یا بندوں پر مشتمل ہوتا ہے جس کا مطلع 'نر' کہلاتا ہے جب کہ اس کا ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کو 'کلی' کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات چارہیت کی ایک کلی چار سے زیادہ مصرعوں پر بھی مشتمل ہوتی ہے۔ چارہیت گوئی کا چلن آج بھی دیس ہزارہ کے پُر منظر دیہاتوں میں جاری و ساری ہے اور اکثر لوگ شادی بیاہ کے موقع پر چارہیت کی محفل سجانے کی روایت کو قائم کیے ہوئے ہیں۔

رضا ہدائی نے 'ہند کو چارہیت' میں اس لوک صنف شاعری کے فنی محاسن بیان کرنے کے علاوہ منتخب چارہیت گو شاعروں کا کلام درج کیا ہے۔ ہزارہ میں اس موضوع پر حیدر زمان حیدر نے بہت کام کیا۔ جس کی ابتداء انہوں نے 'ہند کو چارہیت دے رنگ و رنگ ندرے' چھاپ کر کی اور بعد میں استاد امام دین ہزاروی کے چارہیتوں پر مشتمل کتاب 'سوداگر اس باز را' چھاپ کر منصف شہود پر لائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے چیدہ چیدہ چارہیت گو شعراء کے منتخب کلام پر مبنی کتاب 'مشال' کے عنوان سے شائع کی۔ استاد امام دین ہزاروی کا ایک نعتیہ چارہیت ملاحظہ ہو:

دوست پروردگار دا اوہ پیغمبر آخر زمان
او کل نیماں دا سردار
ہک لکھ چوی ہزار پیغمبر
کیاس لولاک اس دا شان
نبی خاص اللہ دا یار

بند کو کے بہت سے شعرا نے نعتیہ چار بیتے کہے ہیں لیکن اکثریت ایسے شعرا کی ہے جنہوں نے اپنے چار بیتوں میں جزوی طور پر نعتیہ مضمون باندھ کر آقائے مآرے سے اپنی عقیدتوں کا اظہار کیا ہے۔ ایسے شعرا میں عبدالمجید مجید، مستزی علی اکبر، عبدالغفور ملک، سلطان سکون، مکی خالد، محمد رحمان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ہند کو حرفی: حرفی ہند کو کی نہایت قدیم صنف شاعری ہے، شاعر اس سخن پارے کا آغاز اس کے پہلے لفظ کے ابتدائی حرف سے کرتا ہے اس لیے شاعری کی اس صنف کو حرفی کا نام دیا جاتا ہے۔ حرفی ایک مخصوص بحر میں لکھی جاتی ہے جسے ماہرین نے 'وارث شاہی' بحر کا نام دیا ہے۔ حرفی کو سی حرفی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی چھ حروف تہجی کی تعداد ہے جو الف سے 'یا' تک تیس کے لگ بھگ گنوائی جاتی ہے۔ عام طور پر حرفی کے چار مصرعے ہوتے ہیں لیکن چومصرعہ حرفی کے علاوہ چار سے زائد مصرعوں پر مبنی حرفیاں بھی لکھی گئی ہیں، جن میں زنجیری دار حرفیوں کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔

بند کو میں استاد احمد علی سائیں کی چومصرعی اور زنجیری دار حرفیوں کو جو شہرہ عام اور بقائے دوام حاصل ہوا وہ کسی دوسرے شاعر کے حصے میں نہیں آسکا۔ پونٹھوہار میں استاد احمد علی سائیں کے دور کو ہند کو سہ حرفی کا دور شباب کہا جاتا ہے۔ استاد احمد علی سائیں نے بجا طور پر ہند کو چار بیتے کو بام عروج تک پہنچایا۔ نمونے کے طور پر ان کا ایک نعتیہ چار بیتہ دیکھیے:

الف آستان در فردوس تیرا منوں بہتر اے جنت نظیر بدلے
پاواں وچ اکھیاں کھل البصر کر کے تیرے قدم دی خاک اکسیر بدلے
تیرے رخ پر نور توں وار دیاں سو سو جلوہ سجے ماہ منیر بدلے
سائیاں بدلاں نہ یثرب دے فرش اتوں فلک عرش گر دیوے جاگیر بدلے

ل لکھ نہ سکی اوصاف تیرے، قلم شق ہو کے یک بار کمب گئی
ہویا رعد بے تاب نقاب چاکے، چمک برق دی دیکھ رخسار کمب گئی
خم کینا ہلال نو ابروواں تے، زلف لیل تک کے شب نار کمب گئی
ایسے جو بن دی سائیاں بہات تک کے، خزاں سہم گئی مالے گلنار کمب گئی

کس نے تعلیمات دے مال جا کے ، قدم دھریا سی عرش بریں اُتے
 کھڑے عرب دا دین سالار اہیا اک لکھ چوی ہزار دے دین اُتے
 سایہ کس بے سایہ دا فلک نے بھی تکیا نیں سی روئے زمین اُتے
 ابتدائی ستارے دا نور سائیاں آیا کس نورانی دی جبین اُتے

چار پیتہ ہر دور میں ہند کو کی معروف ترین صنفِ سخن رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں طبع آزمائی کرنے والے شعرا اب بھی موجود ہیں۔ قدیم و جدید ہند کو شعرا نے بے شمار نعتیہ چار پیتے کہے ہیں جن میں استاد میر احمد مٹھو، استاد وحشی، استاد غلام رسول گھائل، استاد شیر شاہ سیفی شاہ، استاد سید آغا لال شاہ جگر کاظمی، استاد عبدالرشید تاج، استاد عبداللطیف ساجن، استاد آغا محمد جوش، لالہ مضمرتا تاروی، سائیں صدیق، دائم اقبال، دائم، قاسم اقبال جلالی، یحییٰ خالد، صابر حسین امداد، ایم اسماعیل اعوان، نسیم سحر، ابن برق، محمد ضیا عالدین قابل ذکر ہیں۔

ماہیا: ماہیا صنفِ موسیقی بھی ہے اور صنفِ شاعری بھی۔ لیکن اس کی پہچان صنفِ موسیقی کے طور پر بے حد مقبول اور مرغوب رہی ہے۔ ہند کو ماہیا ہر اس مقام پر بڑی رغبت کے ساتھ گایا اور سنا جاتا ہے جہاں ہند کو زبان بولنے والے اور سمجھنے والے آباد ہیں۔ اس حوالے سے ہم ہند کو زبان کے مختلف لہجوں کی روشنی میں ماہیا کا لہجہ سن کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہند کو کے اس ماہیے میں ہند کو دیس کے کس نگر کی خوشبور چچی بسی ہے۔ ہند کو ماہیے کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں ہند کو زبان کے ہزارہ جاتی لہجے میں کہے جانے والے ماہیوں کی بہتات نظر آتی ہے۔ اس کی وجہ وہاں کے پر منظر مقامات اور سیدھی سادی دیہاتی زندگی ہے ہزارہ میں آئے دن درجنوں کے تعداد میں ریلیز ہونے والی کمیٹیں ہند کو ماہیا کی مقبولیت کا بین ثبوت ہیں۔

فارغ بخاری نے اپنی ہند کو کتاب نویس راواں ماہیا کو ”نپہ“ کہتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ صنفِ پشتو سے ہند کو کو اور ہند کو سے پنجابی کو ورثے میں ملی ہے۔ ”اردو ماہیا تحقیق و تنقید“ کے مصنف حیدر قریشی نے ماہیا کا ایک اور نام ”بگڑو“ بھی بتایا ہے۔

ہند کو چار پیتہ کی طرح ہند کو ماہیا بھی ایک خاص لے یا دھن میں گائے جانے کی غرض سے لکھایا کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر ہند کو ماہیا کا مزاج خالصتاً رومانوی ہے لیکن اس میں حمدیہ، نعتیہ، معاشرتی مسائل اور دیگر موضوعات بھی شامل ہوتے رہے ہیں۔ ہند کو ماہیے میں نعتیہ ماہیے بہت کم مقدار میں سننے اور پڑھنے کو ملتے ہیں۔ چند نعتیہ ماہیوں کی مثالیں دیکھیے:

اسمانی تارا ای

اساں گناہ گاراں دا، سرکارا راساں

باغ دی مولیٰ آ

اُتے وے خدا و سدا، تلے چنڈا رسولی آ

سر پہنچاں دی کھاری اے

اگے رسول اللہ پچھے اُمت ساری اے

بند کو کی جدید اصناف سخن تقریباً وہی ہیں جن میں اردو اور فارسی کے شعرا طبع آزمائی کرتے رہے ہیں۔
بند کو نعمت زیادہ تر غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہے البتہ دیگر جدید اصناف مثلاً رباعی، قطعہ، مثنوی، مثلث، مربع، خمیس،
مسدس اور آزاد نظم وغیرہ میں بھی شعرائے کرام نے آقائے نام دار کے حضور گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں اور ایک
تسلسل کے ساتھ پیش کیے جا رہے ہیں جن کا زیر نظر مضمون میں احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ میں سر دست
یہاں چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

پھل کھڑا کے خوشبو والے، ریتاں دے ویچ باغ لگایا
سایہ جزا کے نہ ڈٹھا، سارے جگ تے آزا سایہ

رضاء الدینی

اُچی اے سب نیایاں دے کولوں، میرے نبی دی شان
رب سچے نے جمدے اُتے، نازل کیتا قرآن

نیاز سواتی

دل آخذے لکھدا تے پڑھدا رہواں بت نعتاں سوہنڑے حضور دیاں
ہر ویلے سُغواتے کردا رہیہواں گلاں باتاں سوہنڑے حضور دیاں

سلطان سکون

سلام اس تے جہڑی چمکی کے ویچ لاٹ نورانی
سلام اس تے کہ رب بخشی جساں دو جگ دی سلطانی

پرواز ربیلوی

میرا شکھ میرا پیار تو سائیں
ہر کشش دا مدار تو سائیں

ڈاکٹر نذیر تبسم

اللہ دے پیارے نبی دلدار توں میں صدقے
اس اُمت عاصی دے غمخوار توں میں صدقے

حیدر زمان حیدر

جدید بند کو نعمت کہنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ بند کو کے تقریباً ہر شاعر نے دو چار نعتیں ضرور کہہ رکھی
ہیں۔ ایسے شعرا کی فہرست بہت طویل ہے سر دست جو نام مجھے یاد رہ گئے ہیں اُن میں مسیح احمد، ناصر بختیار، سعید گیلانی،
نذیر کاکڑ، عبد الوحید بٹ، مزیہ کیلوی، کرنل (ر) خالد خان مہر، محمد فرید، منیر حیدر، رانی بانو، افضل چشتی، جلیل احمد کمال،

جاوید عاصی، خواجہ یعقوب اختر، زید آئی اطہر، ساحر مصطفائی، ساجد سرحدی، معصوم شاہ ثاقب، اقبال کاظمی، اختر رضا سلیمی، سکندر حیات سکندر، صادق صبا، طارق اعظم، ظفر نوید جانی، عالم بیتاب، نبی بخش گوہر، سعید تبسم، مختیار احمد جان، محمد ضیاء الدین، محمد نواز بریمی، ڈاکٹر نور حکیم جیلانی، محمد عاطف جان، اقبال کاظمی، احمد ندیم اعوان، سعید پارس، سید روشن قادری، سبزی شہزادہ شوکت علی شوق، محمد شہزاد مجید، ناز سیٹھی، بلال جاما اور راقم الحروف کے نام شام ہیں۔

ہند کو زبان میں نعتیہ مشاعروں اور نعتیہ محافل کے انعقاد کو جہاں باعث خیر و برکت گردانا جاتا ہے وہاں آئے روز ہند کو زبان میں نعتیہ مجموعوں کا چھپ کر منصفہ شہود پر آنے کا رواج بھی زور پکڑ رہا ہے۔ جن میں سکندر حیات سکندر کی کتاب 'سچے رنگ اور رنگ زیب غز' نوی کی سیرت طیبہ پر مبنی کتاب 'رسول اعظم' یحییٰ خالد کی سیرت طیبہ پر چھپنے والی کتاب 'رحمت اللعالمین'، عبدالغفور ملک کا رسول پاک کی حدیثوں کا منظوم ہند کو ترجمہ 'متریاں گلاں' مبینے وار ہند کو زبان کا نعت نمبر، مبینے وار فروس غلشور کا نعت نمبر، زید آئی اطہر کا زیر طبع نعتیہ مجموعہ 'کلام نبی سرکاراں' اور اس جیسی متعدد کاوشیں اس بات کا تین ثبوت ہے کہ ہند کو زبان میں رفقا نعت گوئی اپنے جو بن پر ہے اور انشا اللہ ربی دنیا تک جو بن پر ہی رہے گی۔

☆☆☆☆

مولانا عبدالعزیز قلندر رانی

حضرت محمدؐ جیسی ہستی نہ کبھی پیدا ہوئی اور نہ ہو سکے گی۔
 کاش کہ میرا بخت بیدار ہوتا۔
 مجھے بھی وہ دورِ زماں دیکھنا نصیب ہوتا۔
 حضورؐ ضبط و تحمل کا پیکر تھے،
 حضورؐ نے نہ کسی پر کبھی غصہ کیا نہ کبھی ناراض ہوئے۔
 آپؐ ایک شرم دار درخت تھے۔
 آپؐ کی شیریں زبانی اور خوش گفتاری کے صدقے
 آپؐ کی محفل میں بیٹھنے والے خوش نصیبوں کی قسمت کو سلام
 جن کو آپؐ کا دیدار ملا اور باتیں سننے کا شرف حاصل ہوا۔
 خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کی یہ خوش بختی ہے
 کہ وہ آپؐ کی محفل سے شب و روز مستفیض ہوئے۔

☆☆☆☆

مولانا عبداللہ جان درخانی

حضرت محمدؐ نورِ خداوندی ہیں۔
 کائنات اُن کی برکت سے تخلیق ہوئی۔
 وہ سب کی روح و جان ہیں۔
 فرشتے، جنات اور انسان سب کو
 آپؐ کے امتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔
 حضرت موسیٰؑ صرف کھو رنگ پہنچ سکے۔
 حضرت عیسیٰؑ کی رسائی آسمان چہارم تک محدود تھی
 مگر حضرت محمدؐ کی معراج عرش سے بھی بلند تر ہے۔

☆☆☆☆

جوہر براہوی
براہوی سے ترجمہ: افضل مراد

محبوبِ دلربا ہیں صلِ علی محمدؐ
دنیا کے پیشوا ہیں صلِ علی محمدؐ
سردار ہیں نبیوں کے، دلدار امتوں کے
سامان ہیں خوشی کے، ہیں حُسنِ زندگی کے
مثل ہیں وفا کا، محبوبِ دلربا کا
یٰسینِ واضحی بس، محبوبِ کبریا بس
ہر درد کی دوا بس، یعنی کہ مصطفیٰؐ بس
قرآن کی ثنا ہیں، محبوبِ دلربا ہیں
تارے ہیں انجمن کے، سورج ستارے ان کے
ہیں رازِ فقط گن کے، خوشبو یہ باتیں سُن کے
ہر سانس کو سجائے صلِ علی محمدؐ
محبوبِ دلربا ہیں صلِ علی محمدؐ
رب مہربان اُسی پر، لولاک شان اُسی پر
دونوں جہان اُسی پر، زمیں آسمان اُسی پر
مہر و وفا سجائے، صلِ علی محمدؐ
محبوبِ دلربا ہے، صلِ علی محمدؐ
رحمت کے بادلوں میں، دونوں جہاں کے دلبر
سب انبیا کے سرور، دنیا تیری ثنا گر
پھولوں سا سج گیا ہے، صلِ علی محمدؐ
محبوبِ دلربا ہے، صلِ علی محمدؐ

ڈاکٹر عبدالرزاق صابر
براہوی سے ترجمہ: افضل مراد

مظلوموں بے بسوں کے درد کی دوا
مالکِ دو جہاں کے قریب رہا
امت کا رہنما بنا

روشنیوں سے سجا
دُنیا کا اندھیروں بھرا رستہ
انسانیت کا شرف بڑھا
صلیٰ علیٰ صلیٰ علی
دونوں جہاں کا فخر ہے
چاروں طرف
ترا ذکر ہے

عبدالرحمن کرد

صدِ سلام اے گلِ زمیں کے بادشاہ
خواجہ عالم محمد مصطفیٰ
تیرے بن ہم کیسے پائیں درد سے اپنے شفا
مرحبا صلیٰ علیٰ صلیٰ علی
انسانیت کا شرف ہو
تیری ہمسری تیری ہمدردی کس سے ہو
قوت دیتا ہے پیمان کی
روشنائی بخشتا ہے ایمان کی

☆☆☆☆

براہوی تخلیق وترجمہ: غلام قادر بُردار

محمدؐ ہے خالق کا محبوب پیارا
دیا جس کو حق نے مقامِ محبت
بلایا اُسے فرش سے تاجہ سدرہ
سنایا اُسے پھر کلامِ محبت
محمدؐ کو تحفہ سدا بھیجتے ہیں
خدا اور فرشتے پیامِ محبت
تو بھیج اے مسلمان تواتر سے ہر دم
نبیؐ پر درود و سلامِ محبت
اُسے دین و دنیا کا رتبہ ملے گا
محمدؐ کی کرلی ہے جس نے غلامی
ذرا بھر بھی اس میں اگر نقص ہوگا
رہے گی سدا دین و ایماں میں خامی
زباں پر اگر کلمہ حق کا رہے گا
تو ہوگی مبارک تیری خوش کلامی
خدا کو منالو گے، جب تم عزیزو
تو عقبیٰ میں ٹھہرے گی یہ نیک نامی
محمدؐ کو تحفہ سدا بھیجتے ہیں
خدا اور فرشتے پیامِ محبت
تو بھیج اے مسلمان تواتر سے ہر دم
نبیؐ پر درود و سلامِ محبت

☆☆☆☆

نور احمد نظامی ملنگ
براہوی سے ترجمہ: ظہور احمد فاتح

مجھے معلوم ہے پختہ یقین ہے
گناہوں سے بھری اپنی زمین ہے
مگر اپنا شفع المذنبین ہے
محمد مصطفیٰ محبوب مرسل

زمین تانے کی ہو جائے گی اک دن
بدن کو دھوپ تڑپائے گی اک دن
تمہاری ذات کام آئے گی اک دن
محمد مصطفیٰ محبوب مرسل

تمہارا شافع محشر لقب ہے
بہت عالی بہت اونچا نسب ہے
تمہارا نام ہی محبوب رب ہے
محمد مصطفیٰ محبوب مرسل

اٹھا رکھا ہے سر پہ بار عصیاں
اسی دکھ نے کیا ہے مجھ کو بے جاں
بتائیں آپ ہی کچھ اس کا درماں
محمد مصطفیٰ محبوب مرسل

وہ دن جس روز ہوگی سخت حدت
تمہیں ہی ہے گناہ گاروں کی پارت
چھپا لینا میرے سب عیب حضرت
محمد مصطفیٰ محبوب مرسل

ملنگ بے نوا کو مت بھلانا
قیامت کی مصیبت سے بچانا
میری امداد کو محشر میں آنا
محمد مصطفیٰ محبوب مرسل

☆☆☆☆

اے نور پاکؑ میں آپؑ کے زیر سایہ آگیا ہوں
میں نے اپنا دامن چاک کر ڈالا ہے
میں خاک پر غلطاں ہوں
درِ فراق کی جلن کے ساتھ
اے صاحبِ بدر الدجیؑ
آپؑ کی ذات ہر خوف ورجا سے بلند ہے
آپؑ کی بارگاہ میں التجا ہے
میری دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیے
عنبرِ آخر الزماںؑ
امت کی شفاعت کرنے والے
اس دنیا کے ہول سے خدا کی پناہ
آپؑ پر مبرِ نبوت برحق ہے
میں دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں لاتا
تو میرے بارگراں کو سبک کر
میری جانب سے التجا ہے اور آپؑ کی جانب سے دستگیری

☆☆☆☆

قاضی عبدالرحیم صابر
بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

میرا گلستاں ہو آباد یا مصطفیٰ
رہوں ہر غم سے آزاد یا مصطفیٰ

حبیبِ خدا، رحمتِ دو جہاں
میری تم سے ہے فریاد یا مصطفیٰ

سرت و شادمانی کا راج ہو چار سُو
مٹ کے رہیں ظلم و بیداد یا مصطفیٰ

میری زباں پہ وردِ تیرا جاری رہے
دل میں ہو تیری یاد یا مصطفیٰ

صائم پہ رہے تیرا لطف و کرم
یہ دل پھر سے ہو شاد یا مصطفیٰ

☆☆☆☆

منظور بلوچ

بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

رنج و الم کی تہی ہو دوا یا رسول اللہ
خطا کاروں کا تہی ہو آسرا یا رسول اللہ

حضرت آدم سے لے کر نوح کے طوفان تک
سبھی کے تہی ہو مشکل کشا یا رسول اللہ

خدا خود ثنا خوان محمد ہے، قرآن اس کا شاہد ہے
بزرگ تر ہے تو بعد از خدا یا رسول اللہ

مجھے خوف ہے قبر کے اندھیروں کا نہ عذابوں کا
ہوگا قبر میں تیرا جلوہ یا رسول اللہ

چار سو گھیر رکھا ہے رنج و الم نے مجھ کو
ہو تیرے لطف و کرم کی نگاہ یا رسول اللہ

☆☆☆☆

پیر محمد زبیرانی

بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

راحتِ قلب و جاں ہے نامِ محمدؐ
زندگی کی تاب و توان ہے نامِ محمدؐ

میرا دین و ایمان عشقِ نبیؐ ہے
دوائے جسم و جاں ہے نامِ محمدؐ

ہر سُو خوشبو مہک رہی ہے
مُشک و عنبر فشاں ہے نامِ محمدؐ

سانسوں میں بسا ہے تیرا نامِ آقاؐ
ہر دم وردِ زباں ہے نامِ محمدؐ
طہ و یٰسین نامِ محمدؐ
لاریب زبیب قرآن ہے نامِ محمدؐ

☆☆☆☆

محمد اسحاق ساجد بزدار
بلوچی سے ترجمہ: واحد بخش بزدار

تیری شان خیر الامم اللہ اللہ
بادشاہ عرب و عجم اللہ اللہ

بنے ہیں تیری خاطر یہ عرش و عرسی
زمین، آسمان یہ لوح و قلم اللہ اللہ

ملائک عرش بھی نہ پہنچ پائیں وہاں
جہاں تُو نے رکھے قدم اللہ اللہ

آپؐ جنت کے سردار، رہبر انبیاء ہیں
آپؐ ہی زیب بیت الحرم اللہ اللہ

مدینہ کی بہتی جنت نما ہے
کہ خدا جس کی خود کھائے قسم اللہ اللہ

دُعا ہے کہ روزِ محشر میسر رہے
ہمیں تیرا لطف و کرم اللہ اللہ

صلِ علیؑ کا ورد جاری رہے
ساجد کی زباں پہ دم بہ دم اللہ اللہ

☆☆☆☆

خوشحال خان خٹک

پشتو سے ترجمہ: سلطان فریدی

کھلا ہم پر ثنا خوانِ محمدؐ سے
خدا ظاہر ہے عرفانِ محمدؐ سے

ملا تھا من و سلویٰ چند لوگوں کو
خدائی پر ہے اک خوانِ محمدؐ سے

فراخی دو جہانوں کی بتا دوں میں
بہت چھوٹے ہیں ایوانِ محمدؐ سے

بڑی خلقت، یہ انس و جن یہ دُنیا میں
بہت کم تر ہیں اک جانِ محمدؐ سے

وہ جنت اور اُس کی نعمتیں ساری
ہیں لیتی رنگ بُستانِ محمدؐ سے

نہیں ہے غم اُسے دونوں جہانوں کا
لگا خوشحال دامنِ محمدؐ سے

☆☆☆☆

رحمان بابا

پشتو سے ترجمہ: پروفیسر داوڑ خان داؤد

صورتِ محمدؐ گر نہ ہوتی جلوہ نما
اس دایۂ فانی کی تخلیق نہ کرتا خدا
وہ بندہ ہے بلاشبہ مت سمجھو اسے خدا
ہیں اُس کے جملہ اوصاف صداقت آشنا
اختتام پذیر ہوئی نبوتِ محمدؐ پر
بعد از محمدؐ نہیں ہیں انبیا
تب ہویدا ہوا نورِ محمدؐ
جب ناپید تھے عرش، کرسی اور سماء
نمودار ہوا تب نورِ محمدؐ جہاں میں
جب بوئے آدمؑ تھی نہ بوئے حوا
اگرچہ بلحاظ صورت آخری تھے
لیکن بلحاظ معنی سب سے پہلے تھے پیدا
جن کو قبولیت دین ہوئی نصیب
جنتی ہیں چاہے فاسق ہوں یا پارسا
محمدؐ ہیں گمراہوں کے لیے رہنما
محمدؐ ہیں ناپیداؤں کے لیے مانندِ عصا
محمدؐ بیچاروں کے چارہ گر
محمدؐ ہیں ہر درد مند کے لیے دوا
محمدؐ کے ذر کا خاکروب ہوں رحمان
خدا نہ کرے اس در سے مجھے جدا

☆☆☆☆

حمزہ خان شنواری
پشتو سے ترجمہ: پروفیسر داؤد خان داؤد

یہ اک سلام لے جا یہ اک سلام لے جا
فرقت سے ننگ ہو کر
اے مہرباں برادر!
یثرب میں تُو پہنچ کر
بس اک پیام لے جا یہ اک سلام لے جا
شاہِ حبیبِ عرب کو
اطہرِ بلند نسب کو
طہِ حبیبِ رب کو
یہ اک کلام لے جا یہ اک سلام لے جا
یہ بے کسی و کلفت
یہ درد و سوز و وحشت
یہ عیشِ بے مروت
یہ صبحِ شام لے جا یہ اک سلام لے جا
ہے عشقِ مئے سے خالی
یہ جامِ مئے سفالی
درِ کوئے شاہِ عالی
یہ خالی جام لے جا یہ اک سلام لے جا
☆☆☆☆

حافظ محمد ابراہیم فانی
پشتو سے ترجمہ: سلطان فریدی

ہے ہدایت آپؐ کی گویا عطا کی روشنی
بے شبہ شمس و قمر کی سی، صفا کی روشنی

دی صدا فاران کی چوٹی سے جس دم آپؐ نے
ہر طرف چھانے لگی غارِ حرا کی روشنی

تھی جہالت شرک کی اور کفر کی چاروں طرف
آپؐ آئے، آ گئی گویا ہدیٰ کی روشنی

جنت الفردوس کو پانا نہیں ممکن کبھی
ساتھ ہو جب تک نہ اُس خیرالوری کی روشنی

چاہے مشکل ہو زیارت آپؐ کی، پہنچوں گا میں
دل میں پلٹی ہے تمنائے رسا کی روشنی

آپؐ کی اُلفت سے قائم ہے مرا ایمان، تو
ساتھ لے جاؤں گا فائی! میں وفا کی روشنی

☆☆☆☆

پشتو تخلیق وترجمہ: ڈاکٹر محمد ہمایوں ہما

وہ میرا پیغمبر ہے

حسن کی حد جہاں تمام ہوتی ہے
محبتوں کا سفر جب تمام ہو جاتا ہے
عرش و فرش کے فاصلے باقی نہیں رہتے
جس کی ایک نگاہ سے مسِ خام سونے میں بدل جاتا ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
جس نے خوار و زبوں لوگوں کو انسان بنایا
انہیں دنیا میں سرخرو کیا
جس نے انسانوں کو خود آگاہی کا درس دیا
سبک سروس کو عزت و توقیر بخشی
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
جس کا ہر پیغام لازوال ہے
جس کا ہر قول مبنی بر حقیقت ہے
جو حسن و جمال کا منبع ہے
جو بے مثال اور با کمال ہے
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
جس نے قیصر و کسریٰ کے تاج کو تاجِ راج کیا
جس نے محبتوں کو عام کیا
جس نے انسان کی صلاحیتوں کو معراج عطا کی
جس نے دراج کو عقابِ خو بنایا
وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

کائنات کا کُسن جس سے عبارت ہے
 جو ذاتِ برحق کی کرن ہے
 جو کم و بیش سے بلند ہے
 جس کی دہلیز جبریل کی نشت گاہ ہے
 وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
 جس کا پھیلاؤ ازل تا ابد ہے
 جس کی صفات کی تجدید ممکن نہیں
 جس کی ذات کے سامنے میری عقل گم ہو جاتی ہے
 وہ واحد و لا شریک کا محبوب ہے
 وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
 جو میرے گمان کو یقین میں بدل دیتا ہے
 جو میرے ہر صائب فیصلے کو فتحِ مہین کا روپ دیتا ہے
 جس نے مجھے دینِ فطرت کی راہ دکھائی ہے
 جس نے مجھے مسجودِ ملائک بنایا ہے
 وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
 وہ جس کے فرق پر آدم کا تاج سجا ہے
 وہ دونوں جہانوں کا سراج ہے
 ہر خراج کے لائق ہے
 جنسِ وائس جس کی ہدایتوں کے محتاج ہیں
 وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے
 وہ ہمارے لیے باعثِ صدا ز ہے
 ہر سوا ایک ہی آواز سنائی دیتی ہے
 وہ خالق کائنات کا ہمراز ہے
 وہ وجہِ تخلیق کائنات ہے
 وہ میرا پیغمبر ہے۔ وہ میرا پیغمبر ہے

پروفیسر محمود ایاز پشتو سے ترجمہ: پروفیسر اسیر منگل

اسے تاج دارِ شرب و بطحا! میں کیا جانوں آپؐ بیت اللہ کا مہراب ہیں یا مدینے کی آنکھ کا تارا،
 آپؐ لامکاں کی خوشبو ہیں یا مدینے کی معطر ہوا۔
 آپؐ کی محبت بھری ٹھنڈی اوس اب بھی اس پیاسے جہاں پر برکتی ہے۔
 بلاشبہ آپؐ سحابِ رحمت اور جمالِ کائنات ہیں
 آپؐ کا گھر آسمان کے دل میں موجود ہے اور آپؐ قدرت کی آغوش میں خلوت گزیر ہیں۔
 یا آپؐ خواب و خیال کا ایک صحیفہ ہیں یا فضائے مدینہ ہیں۔
 آپؐ مدینے کی قبا ہیں، خوش جمال ہیں، بے مثال ہیں اور خدو خالی کائنات ہیں۔
 تو بھلا میں کیسے آپؐ جیسی عظیم ہستی کا تعارف کراؤں۔
 حیرت کے اس کا لے دھوئیں میں گھرا ہوا آپؐ کا امتی،
 اس لیے مطمئن نظر آتا ہے کہ آپؐ شفاعت کا کعبہ ہیں اور انسانیت کی شان ہیں۔
 آپؐ جنت کے خوشگوار موسم کا ایک جھونکا اور دعائے مدینہ ہیں۔
 میں سائے کی طرح چپ چاپ خاموش اور سیاہ رات کی طرح پریشان ہوں۔
 آپؐ امید کی کرن ہیں، آپؐ صبحِ مدینہ ہیں۔
 اے ساری امت کے کارساز میں آپؐ کی شفاعت کا خواستگار ہوں۔
 آپؐ امامِ الانبیا اور مولائے مدینہ ہیں۔
 آپؐ کی ایک نظرِ کرم سے عاصی ایاز غنی ہو جائے گا۔

☆☆☆☆

استاد عبداللہ نوخار
پشتو سے ترجمہ: پروفیسر اسیر منگل

عید وہاں ہوتی ہے جہاں محبوب کبریا ہوتے ہیں۔
عشق کے پیاسے کوثر کی جانب کھچے چلے جاتے ہیں
سارے نبیوں میں میرے آقاؐ نے نبی خیر البشر کا لقب پایا ہے۔
وہ جگمگاتے ہوئے آفتاب کی مانند ہیں۔
دیگر انبیاء کرام ستاروں کی طرح ہیں۔
جب سورج چمکا اٹھتا ہے تو ستارے معدوم ہو جاتے ہیں۔
میرے چہرے کا رنگ اُن کے فراق میں مانندِ بلالؓ ہو گیا ہے۔
جیسے وہ صدرِ برگ کا پھول ہوا اور میں کالابھنورا ہوں۔
جہاں صدرِ برگ ہوتا ہے وہاں بھنورے چکر لگاتے رہتے ہیں۔
میں عشقِ نبیؐ میں مجنوں کی طرح صحرا کی خاک چھان رہا ہوں،
میں گرمی کا مارا ہوا عاشق ہوں اور اُن کا دیدار ایک گھنا شجر ہے۔
سفر کی صعوبتیں جھیلنے والے وہاں چلے جاتے ہیں جہاں سایہ دار شجر ہوتا ہے۔
نبی پاکؐ کی فرقت میں بیچارے عبداللہ کا بُرا حال ہے۔
کاش! ایک بار اسے مدینہ منورہ کا دیدار نصیب ہو
جہاں حضورؐ کا مرقدِ پُر نور موجود ہے۔

☆☆☆☆

پشتو تخلیق وترجمہ: محمد جان عاطف

میں اگر چہ ایک خطا کار اور گنہگار انسان ہوں
لیکن آپ سے قدم قدم پر اور ہر وقت مدد اور سہارے کا خواست گار ہوں۔
میرے مالک! مجھے وہ قلم عطا کر
جس سے آپ کے محبوب حضرت محمدؐ کی توصیف و تعریف لکھ سکوں۔
میری خواہش ہے کہ جب آپؐ کے روضے مبارک کی زیارت کروں تو اُس وقت،
آنکھیں پر نم و اشک بار ہوں اور میری زبان پر درود شریف ہو۔
میرا تو بس یہی اصول اور یہی عادت ہے کہ پورے جہاں کی بھلائی چاہتا ہوں۔
میرے دل میں تو بس یہی ایک ارمان ہے کہ آپؐ کے قدموں میں سدا میرا سر خم رہے۔
میں محمد جان عاطف دولت کو کیا کروں گا؟ مجھے دولت ہرگز نہیں چاہیے۔
میں تو بس اس جہان میں آپؐ سے آپؐ زم زم اور پس از مرگ جام کوثر کا طالب ہوں۔

☆☆☆☆

حسینہ گل

پشتو سے ترجمہ: محمد کامران خان

میں نے بہت ساری محبتیں کی ہیں

لیکن ایک محبت ایسی ہے

جس نے میرے پورے وجود کو

روشنی کی سفید سفید کرنوں کی

خوبصورت دنیا بنا دیا

تاکہ اپنی ذات اور وجود کا

چہرہ بدل سکوں

ایک ایسا مقدس عشق کروں

جس کی بدولت

مجاز اور حقیقت کے معنی تک پہنچ سکوں

روشنی اور اندھیروں کی پہچان کر سکوں

ایک ایسی محبت

اور جذبہ

اپنی زندگی میں پیدا کر سکوں

تاکہ انسان کی ہستی کے مردہ وجود کو

حیات نو بخش سکوں

ایک ایسا عشق

اور احساس جنوں ساتھ ہو جائے

جس کی بدولت اپنی گمشدہ ہستی کے

وجود کو حاصل کر سکوں

میں ایسی محبت چاہتی ہوں

لیکن دنیا کے لوگو!

ایسا عشق

ایسا محبوب

محبت کے لیے کہاں ہوگا؟

کس جگہ ہوگا؟

لیکن اب میں اپنے ارمان بھرانے کے لیے

اللہ کے محبوبؐ

پاک محمدؐ! آپ کا نام مانگتی ہوں

☆☆☆☆

قمر راہی پشتو سے ترجمہ: سید ولی خیال مومند

حضور: میری اتنی توفیق نہیں
کہ آپؐ کی نعت لکھ سکوں
کیونکہ میرا عشق ابھی خام ہے
اور الفاظ نا پختہ ہیں
جب آپؐ کی ثنا کے لیے بیٹھتا ہوں
تو الفاظ کے کھوج میں دور دور تک نکل جاتا ہوں
پھر ان تمام الفاظ کو مسٹر دکرنا ہوں
میں ابھی تک ایسے الفاظ تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا
جن سے آپؐ کی عظمت بیان ہو سکے
آپؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
دنیا ایک ظلمت کدہ ہوتی
میرے گناہوں کا بار اگرچہ بہت بھاری ہے
مگر آپؐ شفیع المذنبین ہیں
میں اللہ سے مہلت کا خواستگار ہوں
تا کہ ایسے الفاظ تلاش کر سکوں
جس سے آپؐ کی عظمت بیان ہو سکے
اور آپؐ کی لافانی عظمت کے طفیل
میرا فن بھی امر ہو جائے

☆☆☆☆

غازی سیال
پشتو سے ترجمہ: جاوید احساس

ظلمت و ظلم کی حکومت تھی
سخت سفاکی اور بربریت تھی

انساں برائے نام انساں تھا
یعنی مصلوب انسانیت تھی

جھوٹ کا کاروبار عروج پہ تھا
ہر طرف پھیلی ہوئی نفرت تھی

اک تعصب کا دور دورہ تھا
منافقت اور جہالت تھی

نفسا نفسی کا ایک عالم تھا
زندگی اک بڑی ہزیمت تھی

چار سو تاریکی کا راج تھا
چار سو چھائی ہوئی ظلمت تھی

جتنے دامن تھے داغدار تھے سب
نہ شرافت تھی نہ صداقت تھی

آپ آئے تو روشنی آئی
بزم عالم میں زندگی آئی

☆☆☆☆

وارث شاہ

پھر رسولِ مقبول کی نعت کہیے
جن کی خاطر خدا نے زمین و آسمان پیدا کیے
حضور کو بشر کہہ کے بڑا رتبہ دیا
اور مخلوق کے عیبوں سے پاک کیا
نبی اکرم نبیوں اور ولیوں کے سردار تھے
لیکن آپؐ نے خود کو فنا فی الحق کیا
قیامت کے روز بھی آپؐ امتی امتی پکاریں گے
وصالِ حق کی خوشی چھوڑ کر امت کا غم اپنایا

☆☆☆☆

میاں محمد بخشؒ

پنجابی سے ترجمہ: زاہد حسن

واہ کریم اُمت کا والی، ہے مہر شفاعت کرتا
جبرائیل ہیں جس کے نوکر، نبیوں میں جو اعلیٰ
وہ محبوب حبیب خدا کا، حامی روز حشر کا
آپؐ یتیم، ہاتھ یتیموں کے سر دھرتا
عطر گلاب سنگ چاہے دھوئیں لاکھ زبانیں
نام اُن کے لائق نہیں، نہ یہ قلم کی شانیں
ساتھ اشارے کھڑے کیا جس نے چاند آسمانی
پتھروں کو پڑھلایا اُس نے کلمہ ذکر زبانی
دوست دشمن بھلا بُرا چاہے ہو کوئی سوا
کب آپؐ کریم کے در سے مڑے بھلا وہ خالی

سلطان باہوؒ

پنجابی سے ترجمہ: زاہد حسن

م من اندر نماز ہماری اک جا نیت کرتے ہیں
ساتھ قیام رکوع سجود کر تکرار پڑھتے ہیں
یہ دل ہجر و فراق جلا، دم دم جیتے مرتے ہیں
راہ محمدؐ والا باہو، جس راہ رب پکڑتے ہیں

ب بسم اللہ اسم اللہ کا یہ ہے زیور بھارا ہو
ساتھ شفاعت سرور عالم بخشا عالم سارا ہو
بے حد بے حد درود نبیؐ پر جس کا کھیٹلے پہارا ہو
میں قربان اُن پر باہو جنہیں ملا نبیؐ سہارا ہو

۱۔ کھیل چایا

اختر شیخ پنجابی سے ترجمہ: علی یاسر

جسے لفظ خدا کے یاد تھے، فرمان اس کا قرآن
دل اس کا شفاعت بامٹنا اور سب سے اونچی شان

وہ آنکھ کھلی تو صبحِ نو سے روشن ہو گیا شہر
تھیں کرنیں مہرِ علم کی جیسے لہروں پر لہر

دیا خیرِ خزینہ دہر کو، بخشی مجھ کو خیرات
سچ سینے سنگ لگا لیا یہ سب سے بڑی سوغات

فصل ایسی بوئی نور کی صحرا کو کیا پُر نور
دیکھا پھر ایک جہان نے جب ریت کو لاگا بُور

دنیا ساری حیران تھی، دیا ایک ایسا دستور
اک جیسے اس کے شہر میں، کیا شاہ اور کیا مزدور

☆☆☆☆

زاہد نواز

پنجابی سے ترجمہ: زاہد حسن

مہکتا ہے معذّر بھی محمدؐ کے غلاموں کا
دل میں رہے موسمِ فجروں اور شاموں کا

جن کے لیے ہے رحمت، جو ہم نے دیکھے، سوچے نہیں
خُدا کو ہے پتہ، محبوب کے ان مقاموں کا

میں اب بھی اس کا پھل کھاؤں اور مر کے بھی
جو دل میں اُگا ہے باغِ دُرودوں کا، سلاموں کا

زباں میں اُس کی بولنے کا لُطف بھی نرالا تھا
اس کے بعد خُدا نے چھوڑ دیا شوق بھی کلاموں کا

خُدا سے جس نے بھی مانگی اُس کے محبوب کی چاہت
اسے رتبہ بھی ساتھ ملا قطبوں اور اماموں کا

☆☆☆☆

خواجہ غلام فرید

میں قسمت کی ماری ہجر فراق میں جاں بلب ہوں، یعنی لبوں پر دم آگیا ہے اور وہ بے نیاز تو
ملک عرب میں خوش، آباد ہے
ہر وقت محبوب کا انتظار رہتا ہے، اور دل برباد میں چاہت کا نیزہ لگا ہوا ہے۔
میرے بیتاب اور دکھی دل کو محض انتظار عطا ہوا ہے۔
تمام رنج و الم اکٹھے ہو کر میرے دل پر چھائے ہوئے ہیں
میں سوختہ جان جو گن بن کر محبوب کی تلاش میں ہر طرف دیوانہ وار پھر رہی ہوں،
ہند، سندھ، پنجاب، ماڑتک پھرتی ہوں۔ کبھی ویرانے اور غیر آباد صحراؤں میں،
میں اس لیے پھرتی رہتی ہوں شاید کہیں کسی سبب سے دوست مل جائے
اگرچہ تیری محبت اور تلاش میں دربدرد ہکے کھاتی ہوں، پھر بھی تیرے نام پر مفت ہک چکی ہوں
اور تیری کنیروں کی بھی کنیر ہوں، بلکہ تیرے دروازے کے کتوں کا بھی ادب کرتی ہوں
سبحان اللہ! اے میرے محبوب تمام دنیا سے حسین اور پیارے،
ملک حجاز کے سانولے سلونے ”ہوت“ دوست سبحان اللہ!
آ کر فرید کا غم کدہ دیکھ، جو روز اول سے تیرے انتظار میں ہے

☆☆☆☆

حمید الفت ملغانی
سرائیکی سے ترجمہ: سونا خان صادق

اُمی

اُن سے بڑھ کر کوئی عالم
اور نہ عامل ہے کوئی
اُن کو الیم نے سارے
علم سکھائے
کتے بھی سمجھائے
ایسے علم اور ایسے کتے
کون پڑھائے
کون سکھائے
اسی لیے تو کوئی بھی مکتب
مولا کے لائق ہی نہیں

سید حسن رضا گردیزی

کون و مکان کی تخلیق کلبا عث اور تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ
 حضور اکرمؐ کی ذات گرامی ہے
 اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بعد ہر ایک سے بلند و بالا شان کی مالک ہے
 حور و ملک اور جنات، جن کے نام مبارک کا ورد کرتے رہتے ہیں
 پانچوں وقت فضائیں جن کے بارے میں شہادت دیتی ہیں
 جن کے نام کی اذانیں سن کر شام کی شمعیں روشن ہوتی ہیں
 جن کے نام سے صبح کے وقت دن کو روشنی ملتی ہے
 ایک دن وہ پاک انسان کسی منزل کی طرف سرگرم سفر ہوئے
 اور اُن پر قربان جاؤں وہ راستے میں ایک درخت کے نیچے سو گئے
 ایک کافر نے اُن کو سوتا ہوا جان کر موقع کو غنیمت جانا
 اور اتنا احمق تھا کہ وارث کون و مکان کو بے وارث سمجھا
 اور حضور اکرمؐ کی ذات پاک کے سینے پر تلوار کی نوک رکھ دی
 ایسا کرنا تھا کہ خالق کائنات کی نظروں سے گر گیا،
 اس لیے کہ اُس نے تکبر کے الفاظ کہے تھے
 اور کہا کہ اے بلند بخت بتا کون تجھے اسیری سے نجات دلائے گا
 کون اس تلوار کی دھار کا راستہ روکے گا اور تجھے بچائے گا
 کہاں گئے تیرے نام پر صدقے ہو جانے والے تیرے رفیق و مددگار
 اور اب اپنی مجبوری کا اظہار کر لو کہ اب وقت قریب آ گیا ہے
 دین کے مالک حضور اکرمؐ خواب سے بیدار ہوئے اور کافر کو دیکھ کر ہنس پڑے
 اندھے ذرے پر خورشید درخشاں نے جب نگاہ مہر ڈالی
 اور کہا کہ نیم پاگل، موت اور زندگی تو پروردگار کے ہاتھ میں ہے

اور ایک وہی ذات ہے جس کو تمام کبر و غرور اور بڑائی زیب دیتی ہے
 اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آگ کے شعلوں میں سے دوست کو بچالے
 اور اگر مرضی ہو تو چڑیوں سے باز مراد دیتا ہے
 یہ بات سن کر، اُس کافر کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ گئی
 اور بولنے کی طاقت نہ رہی
 وہ یوں کانپ رہا تھا جس طرح
 صبح کو شبنم کا قطرہ سورج کو دیکھ کر کانپ رہا ہوتا ہے
 اُس کافر کا یہ حال ہوا کہ وہ کلمہ پڑھتا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا ورد کرتا ہوا
 حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ پاک کے قدموں میں آنسو بہاتا ہوا گر پڑا
 ☆ ☆ ☆ ☆

محمد اعظم خان چانڈیو

میرے نبیؐ کا جمال دیکھ کر چاند اور سورج شرمائیں
حور و ملائک صدقے جائیں پریاں واری جائیں
بدن مبارک آنحضرتؐ کا تھا عیبوں سے خالی
خالق نے سب سے پہلی تخلیق کی صورت سوہنے والی
☆☆☆☆

عبداللہ یزدانی
سرائیکی سے ترجمہ: حمزہ حسن شیخ

جب آپؐ کی یاد کا چاند طلوع ہوتا ہے تو میری پلکوں پر ستارے جگمگانے لگتے ہیں
اور جب میں آپؐ کے نام کا ورد کرتا ہوں تو میرے تمام دکھ درد دور ہو جاتے ہیں

کہاں عرشِ بریں، کہاں فرشِ زمیں اور کہاں قابِ قوسین اور دنی کی منزل
میرا پاک نبیؐ وہاں تک پہنچا ہے جہاں جبرائیلؑ کو بھی جانے کی اجازت نہیں

سب لوگ جھولیاں بھر بھر واپس آتے ہیں، پتھر موتی بن کر لوٹتے ہیں
جو بھی آپؐ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے وہ خالی ہاتھ واپس نہیں جاسکتا

مولاً! اب مدینہ سے میری جانب بھی کوئی ساون کا بادل بھیج
ایک مدت سے صبح تا شام یونہی تھتی دوپہروں میں عمر گزار رہا ہوں

یزدانی! میری طرف سے بھی اس پاک نبیؐ پر لاکھوں سلام اور درود ہوں
جن کے در پر جن، انس، ملک اور مرسل درود کی سوغات لے کر جاتے ہیں

☆☆☆☆

سرائیکی کلام و ترجمہ: ڈاکٹر گل عباس اعوان

چلا ہے اب تو ذرا ، دل کو بھی سنبھال کے چل
ان خشک آنکھوں کو اپنی، نمی میں ڈھال کے چل

ہے دل میں جو تیری خواہش، اسے بیاں کر دے
کسی امنگ کو بھی دل سے نہ تو، نکال کے چل

تیری سلامی کو آئیں، یہ چاند، سب تارے
تو، خود کو پاک نبیؐ کے رنگوں میں ڈھال کے چل

یہ خاک ایسی، تجھے عرش تک بھی لے جائے
پیٹانی ہو، یا کہ آنکھیں، اسی کو ڈال کے چل

گداگر بھی جو آئے، وہ شاہ بن جائے؟
عباس سوچ میں اپنی فقیری ڈال کے چل

☆☆☆☆

ڈاکٹر سید قاسم جلال
سرائیکی سے ترجمہ: ڈاکٹر گل عباس اعوان

ہے ہر نبی کے لب پہ بشارت حضورؐ کی
مانے ہے ہر رسول، رسالت حضورؐ کی

اُس کو ملی رضائے الہی، بہ ہر قدم
کی ہے ہمیشہ جس نے اطاعت حضورؐ کی

پتھر بھی کھا کے، منہ سے نہ نکلی ہے بد دعا
جگ میں ہے بے مثال شرافت حضورؐ کی

دن رات ہے جلالؔ کے ہونٹوں پہ یہ دعا
اللہ کرے نصیب، شفاعت حضورؐ کی

☆☆☆☆

امان اللہ کاظم سرائیکی سے ترجمہ: ڈاکٹر گل عباس اعوان

جہان سارا ہوا منور، جو، اب سراج المنیر آئے
فلک پہ حور و ملک ہیں گاتے، صیپ رب قدیر آئے

زمین منور، زماں منور، مکاں مکاں، لامکاں منور
فلک سے انوار حق کی بارش، حضور روشن ضمیر آئے

دیار بظحا کا ذرہ ذرہ، ہے چاند تاروں سے بڑھ کے روشن
چمن بنا رشک کھوراب کے، جو نور حق کے سفیر آئے

ہبل ولات و منات مٹ گئے، اڑی ہے خاک یعوق و غری
مچی ہے زلزل صنم کدہ میں، مبشر آئے، بشیر آئے

ملے نہ تمثیل انبیاء میں نہ، جس کا ثانی رسول کوئی
مثال جس کی ملے نہ جگ میں وہی عدیم النظیر آئے

یہ کاظم ہے نعت خواں نبی کا، کوئی نہ ہرگز سوال پوچھے
خدائے برتر یہ حکم دے گا، لحد میں جب وہ نکیر آئے

☆☆☆☆

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

مجھے اللہ سے امید ہے کہ سید میری خبر گیری کریں گے
ہمارے محبوب سجدہ کر کے، خدا کی منتیں کریں گے
مجھے اللہ سے امید ہے

امت کی خاطر احمدؑ وہاں شفاعت کی بھیک مانگیں گے
مجھے اللہ سے امید ہے

صور اسرائیل کی آواز آئے گی۔ سورج کی تپش سے آنکھیں اندھی ہو جائیں گی
مجھے اللہ سے امید ہے

مومنوں کا اجتماع ہو گا اور محمدؐ خوش ہوں گے
مجھے اللہ سے امید ہے

ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے سب داتا کی طرف بھاگیں گے
مجھے اللہ سے امید ہے

مولا انہیں عزت دے گا اور آپ امت کے گناہ بخشوائیں گے
مجھے اللہ سے امید ہے

☆☆☆☆

مخدوم غلام محمد بگانی

مجھ لاچار پر دستِ شفقت رکھیے، یا رسول اللہؐ
آپؐ کے سوا ہماری حمایت کرنے والا اور کون ہے،
اے سید! میرا حالِ زار تو آپؐ کو اچھی طرح معلوم ہے
میں اپنے حال کی کیا حکایت بیان کروں،
میں آپؐ کی خدمت کروں تو مجھے ہدایت نصیب ہو،
نہ میں نے عبادت کی، نہ فرض و نفل ادا کیے
تیری عنایت سے میں رحمت کی امید رکھتا ہوں،
غلام محمد کے دکھ درد و رہوں اور اس کی خطائیں معاف ہوں
حشر کے دن مجھے اپنے دامنِ رحمت میں جگہ دیں اور میری شفاعت کریں

☆☆☆☆

احمد خان مدہوش
سندھی سے ترجمہ: مرید سندھی

خوش نصیبی کا ہوا سورج طلوع
حاجت مندوں کی چمکی ہے آرزو

اے بہارِ گلستانِ وحدہ
تیرے آنے کے جشن ہیں گو بہ گو

باغِ مہکے، گل کھلے، گلشن کھلے
ہو گئی معطر دنیا سو بہ سو

جن کے جلوؤں کی بدولت آج ہے
گلشنِ دنیا کو حاصل رنگ و بو

ہے تمنا کہ دم نکلتا رہے
تیرے مدہوش کا تیرے روبرو

☆☆☆☆

حاجی مراد خان چانڈیو
سندھی سے ترجمہ: فہیم شناس کاظمی

نعت (درمخمس)

الصلوٰۃ رب نے کہا تجھ کو رحیم
الصلوٰۃ اے نورِ مرسل اے حکیم
الصلوٰۃ اے صاحبِ خُلقِ عظیم
الصلوٰۃ اے مخزنِ لطیفِ عمیم
الصلوٰۃ اے صاحبِ شق القمر
الصلوٰۃ اے بادشاہِ بحر و بر
السلام اے منزل اے مَدَر
الصلوٰۃ اے صاحبِ اُم الکتاب
الصلوٰۃ اے ھو و جی، تیرا جواب
الصلوٰۃ اے شافعِ یوم الحساب
الصلوٰۃ اے سرورِ عالی جناب
السلام اے ”اِنَّا اعطیناک الکُوثر“
الصلوٰۃ اے منبعِ جود و سخا
الصلوٰۃ اے مخزنِ فضل و عطا
الصلوٰۃ اے پیشوائے انبیا
الصلوٰۃ اے مقتدی الاولیا
السلام اے ”اِنْ شَاہُک ھُو الْاَمْر“

الصلوة اے ہادی ہر دو جہاں
 الصلوة اے تاجور کون و مکاں
 الصلوة اے در ترا در الاماں
 الصلوة اے خاتم پیغمبراں
 السلام اے آمنہ کے پیرا
 الصلوة اے رہبر روشن ضمیر
 الصلوة اے بشیر و یا نذیر
 الصلوة اے رخ ترا بدر منیر
 الصلوة اے تیرا پسینہ بھی عبیر
 السلام عبداللہ ہے تیرا پدر
 الصلوة اے عرب کے عربی امین
 الصلوة اے رمتہ المعالمین
 الصلوة اے پاک کی ساری زمین
 الصلوة اے پیشوائے مرسلین
 السلام ہے فاطمہؓ کا تُو پدر

☆☆☆☆

دادن فقیر

سندھی سے ترجمہ: مرید سندھی

میری ہو جائے مدد رہبر مصطفیٰ
اے حبیب خدا خاتم الانبیا

ہے خاتون خیر النساء کا واسطہ
ہے حیدر شہ کربلا کا واسطہ
ہے عباس زین العبا کا واسطہ
مشکل کرو آساں میرے مشکل کشا

آپ جیسا نہ رہبر نہ پیغمبر کوئی
آپ جیسا نہ عالم نہ سرور کوئی
آپ جیسا نہ دیکھا بندہ پرور کوئی
جو تمہاری رضا وہ رب کی رضا

آپ یسین طہ منزل منیر
آپ وایل و الشمس روشن ضمیر
آپ محبوب خدا کے ہیں بے نظیر
ہے نام آپ کا شہد سے بیٹھا

☆☆☆☆

سندھی تخلیق وترجمہ: سید مقبول حسین مقبول عابدی

دل فائدے میں ہے یہ نظر فائدے میں ہے
کر کے نبیؐ سے عشق بشر فائدے میں ہے

انعام ہے خدا کا یہ رحمت رسولؐ کی
شہر نبیؐ کا پاک سفر فائدے میں ہے

نور نبیؐ کے فیض سے دونوں میں روشنی
سورج ہے فائدے میں قمر فائدے میں ہے

محشر میں ہم کو ہوگی زیارت رسولؐ کی
مشکل ہے روزِ حشر مگر فائدے میں ہے

ہر رنج کا علاج ہے ہر درد کی دوا
عشقِ نبیؐ میں دردِ جگر فائدے میں ہے

گذری ہے جو طوافِ مزارِ رسولؐ میں
وہ شام فائدے میں سحر فائدے میں ہے

نعتیں لکھے رسولؐ کی حمدیں کریم کی
مقبول شاعری کا ہنر فائدے میں ہے

☆☆☆☆

محمد عرس گل سندھی سے ترجمہ: فہیم شناس کاظمی

توئی سرتاج سبحانی محمدؐ یا رسول اللہ
بکس زحال حیرانی محمدؐ یا رسول اللہ

امیدیں عرض داروں کی نظر تیری سخاوت کی
رحم کر نورِ رحمانی محمدؐ یا رسول اللہ

محبت میں تری مخمور ہیں لشکرِ فقیروں کے
کئی دیں سر کی قربانی محمدؐ یا رسول اللہ

توئی دریا عنایت کا محبت کا سخاوت کا
کہے کیا حال زندانی محمدؐ یا رسول اللہ

تمہارے سامنے ہر پہ ہے میرا حال جو روشن
مرا ہر دکھ ہوا فانی محمدؐ یا رسول اللہ

ہوا دیدارِ دلبر کا یقین آیا ہے پھر ”گل“ کو
نہیں دل کوئی ارمانی محمدؐ یا رسول اللہ

☆☆☆☆

مرزا فتح علی بیگ فتح سندھی سے ترجمہ: فہم شناس کاظمی

کس درجہ یہ ہشیار ہیں رندانِ محمدؐ
پیتے ہیں فقط بادۂ عرفانِ محمدؐ

کیا نشہ ہے واللہ مئے حبِ نبیؐ کا
پی کر ہوئے ذی ہوش یہ مستانِ محمدؐ

مقدور کہاں ہے کہ لکھوں نعتِ نبیؐ میں
خلاقِ محمدؐ ہے ثنا خوانِ محمدؐ

کونین کے بدلے نہ خریدوں کوئی سایہ
کافی ہے مجھے سایہِ دامانِ محمدؐ

شیدا کبھی رخ پر کبھی گیسو پہ تصدق
کیا دل کہ میں ہوں جان سے قربانِ محمدؐ

☆☆☆☆

کو جری تخلیق وترجمہ: رانا غلام سرور

معاشرہ کی حالت بگڑ چکی تھی
 ظلم و ستم کا دور دورہ تھا
 لوگوں کی اصلاح کے لیے ایک مصلح کی ضرورت تھی
 ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا عالم تھا
 غریب کا جینا دو بھر ہو چکا تھا
 انسانوں نے اپنی عزت کو گروی رکھا ہوا تھا
 برائیوں کو مٹانے کے لیے
 رب کی رحمت جوش میں آئی
 چاروں کفر کے اندھیرے پھیلے ہوئے تھے
 آنکھوں کے ہوتے ہوئے لوگ اندھے تھے
 ایسے میں جب ظلمت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی
 شرافت کی ابدی قدروں کو ختم کر دیا گیا تھا
 اُس وقت ایک ہادی کی ضرورت تھی
 توحید کے پیغام کو عام کرنا خاصا مشکل تھا
 اپنی غرض کے بندوں کو سیدھے راستے پر لانا ضروری تھا
 لوگوں کی ہدایت کے لیے رب نے اپنی رحمت کو عام کر دیا
 فاران کی چوٹیوں سے نور محمدؐ کا ظہور ہوا
 کریم آقاؐ نے پسے طبقوں کو بالا دستوں کے ہم پلہ کر دیا
 انسانی قدروں کو فروغ دیا
 محبوب خداؐ نے معاشرتی نا انصافیوں کو ختم کر دیا
 سب کو نیک عمل کی ترغیب دی
 اس درجہ ہدایت کا مقصد لوگوں کو برائیوں سے دور کرنا تھا
 اسے سرور ان تعلیمات کے سبب
 عربی، عجمی ہوں یا کالے گورے سب بھائی بھائی بن گئے

کو جری تخلیق ترجمہ: رانا فضل حسین

احد کے گنج شہیداں کی رسم وفا سے
پروڑی گوجراں را جوی میں بھی ایک شہید گلی ہے
اس رسم وفا کے سچے جذبے کو
بدراء احد، کر بلا اور تنن کے معرکہ حق و باطل میں
کوئی شکست نہیں دے سکا
معوڑا اور معاڈ نے اپنی شجاعت سے
ابو جہل کو واصل جہنم کر کے خود کو امر کر لیا ہے
ان معصوموں کے جذبہ شہادت نے
بو جہلوں پر خوف طاری کر دیا ہے
فضل کے دل میں بھی پُرسوں مشعل کی مانند روشن ہے
اسی جذبہ نے ہر ایک دل میں شوق شہادت کی
جوت جگائی ہے
اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے
یہ کوئی بھولنے والی بات نہیں
ماؤں بہنوں کی قربانیاں کسی سے کم نہیں
بدروا احد کے شہیدوں کی تقلید میں
پروڑی گوجراں کے نو مینچ تنن چوٹی کے مقتل میں اترے
صدیوں بعد یہ معرکہ بھی ایک طرح سے
کر بل ہی کی جج دھج کا تھا
پاک رسول کے عاشق
بارگاہ ایزدی سے اسی طرح کے شوق شہادت سے
ابدی زندگی کا اعزاز پاتے ہیں

☆☆☆☆

چوہدری شاہ محمد شہباز
کو جری سے ترجمہ: پروفیسر نازش صبا

نبی کریمؐ ہمارے شہر پناہ ہیں
آپؐ کی تعلیمات کو بھلانے کے سبب
ہم پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے ہیں
ہم کشمیری آج کل مجبور ہیں
ظلمت کی آندھی نے امت کو دکھیا کر دیا ہے
اوکھت کما سوروں نے دبوچ لیا ہے
امت کی کشتی مصائب میں پھنسی ہوئی ہے
اغیاراً مت مسلمہ کے دشمن بن گئے ہیں
کوئی ساتھی نہیں
امیدوں کے سارے محل مینارے چکنلہو رہو گئے ہیں
پیارے آقاؐ امت کی بگڑی بنائیں گے
ہماری لاج رکھیں گے
آپؐ کی نظر عنایت سے رب کوئی نہ کوئی
سبب ضرور کرے گا۔

☆☆☆☆

منیر حسین چوہدری
کو جری سے ترجمہ: پروفیسر مہوش منیر

آپؐ کی شان سب سے اعلیٰ وارفع ہے
کوئی بھی آپؐ کا ثانی نہیں
آپؐ بلاشبہ لاثانی ہیں کیونکہ
نہ کوئی آپؐ جیسا ہونا ہے نہ ہوگا
آپؐ نور ہدایت بن کر دنیا میں آئے
اسلام کی نورانی ہدایت سے کفر کے اندھیرے بھاگ گئے
آپؐ نے شرک کو مٹا کر دنیا میں نورانیت کو عام کر دیا
درس ہدایت سے گمراہوں کو سیدھے راستے پر لائے
بھائی چارے کا درس دے کر باہمی یگانگت کو فروغ دیا
پاک محمدؐ سرور پیارے آقا ہیں آپؐ خدا کی رحمت ہیں
لالہ کے پیغام سے سب کو توحید کے راستے پر لائے
اللہ کا میٹھا نغمہ سب کو آ کر سنایا
کفر و شرک کے قفل ٹوٹنے سے بانگِ بلائی چار سونگھی
کفر اندھیرے دور ہونے سے ظلم کے سیاہ بادل چھٹ گئے
امیدوں کے چراغوں کی روشنی سے خود کو روشن کر رہا ہوں
منیر کو بھی آپؐ کے سہارے کا سہارا ہے
کیونکہ حشر میں یہی سہارا میرا مددگار ہوگا

☆☆☆☆

احمد علی سائیں

حضورؐ پر نثر کا دستِ مبارک چوم کر اور اُس پر بیعت کر کے
احبابِ رسولِ جنت کے حق دار ہو گئے
حضور کی زبانِ رفیع الخطاب چوم کر
حضرت علیؓ نے شہرِ علم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل کیا
حضورؐ والا جناب کا قدمِ مبارک چوم کر
عرشِ معلیٰ کا رتبہ دو چند ہو گیا
کعب نے حضورؐ کی رکاب چوم کر
اے سائیں قابِ قوسین کی سیر کی

☆☆☆☆

ہند کو تخلیق وترجمہ: احمد حسین مجاہد

میرا کسی اور سے کوئی تعلق نہیں، میں تیرے ڈر پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں
میں نے ساری خدائی کو تج دیا ہے، میں تیرے ڈر پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

میرے سر پر گناہوں کی گھٹری ہے، میں بجز خس و خاشاک راہ عصیاں اور کچھ بھی نہیں
میں اپنی صفائی میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا بس میں تیرے ڈر پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور میں ایک دنیا دار کمینہ
دنیا میں تیرے در سے بڑی کوئی اور جگہ نہیں، میں تیرے ڈر پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

یہ وہ مقام ہے جہاں میرا بولنا نہیں بنتا، نہ مجھے یہ پتہ ہے کہ میرا مدعا کیا ہے
میں نے آج تک کبھی تیرے حضور لب نہیں کھولے بس میں تیرے ڈر پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

یہاں آ کر میں نے سکھ کا سانس لیا ہے، میں نے یہیں اپنا بوریا بچھا لیا ہے
مجھ سے تیری جدائی اب اور برداشت نہیں ہوتی تھی، میں تیرے ڈر پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

میں نے اپنی تختی پہ کبھی کچھ لکھا ہے نہ لکھ کے منایا ہے، نہ میں نے کبھی اپنی کتاب کھول کے دیکھی ہے
میں نے تو بس درس عشق ہی لیا ہے، میں تیرے ڈر پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

زندگی تیرے در سے دور، بے معنویت کے اندھیروں میں گزر رہی تھی
میں نے رورو کے جب یہ نعت کمائی تو میں تیرے ڈر پہ آ کر بیٹھ گیا ہوں

☆☆☆☆

ہند کو تخلیق وترجمہ: ارشاد شا کرا عوان

حضورؐ کی بعثت کو مومنوں پر اپنا احسان فرما کر
اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کی شان بیان کر دی

اہل جہاں (سارے زمانے) جانتے ہیں قرآن میں
واضح طور پر لکھا ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلِقَ عَظِيْمٌ
آپؐ بلاشبہ بلند ترین اخلاق کے مالک ہیں

جس مالک الملک نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا تو نہیں دیکھ سکے گا مجھے۔
اُسی نے سند دی میرے بندے کی آنکھ تک نہ جھپکی

معجزہ شق القمر دیکھو، آسمان کی بلندیوں پر
آپؐ کی نبوت کا ثبوت لکھا گیا

جس نے بھی محمدؐ، احمد لکھا، اُس نے اُس
محبوب کی مدح لکھ ڈالی

اِنْ كُنْتُمْ تَحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّبْکُمُ اللّٰهَ
محبت ایمان ہے اور ایمان کی شرط اطاعت ہے اسی سے
انسان محبوب خدا بنتا ہے

دنیا کی ہر بزرگ شخصیت اور اللہ والوں (ولیوں، قطبوں، غوثوں) نے
حضرت حسان کی نعت کو حقیقی نعت تسلیم کیا

سبحان اللہ شا کرا عوان نے بھی خوب
نعت کہی۔ صلی علی۔ صلی علی

☆☆☆☆

پروفیسر بشیر احمد سوز
ہندکو سے ترجمہ: نوشین اختر

تیری ذات سے نور وہ پھوٹا، سارے جگ اُجالے
یوں لگتا ہے، چاند اور سورج تیرے خاص حوالے

کون ہے ایسا جو کہ سمندر کو خالی کر پائے
سیرت پر تفسیریں لکھیں، لکھے لاکھ مقالے

تیرے حُسن سے نور وہ پھوٹا فرش و عرش سب چمکے
تیری ذات کے چار پھیرے مہر و مہ کے ہالے

کیا غاروں کے اندھیرے ہیں اور کیا نورانی چہرے
یارِ غار بھی ساتھ ہیں بیٹھے مکڑی نے تانے جالے

پُوم پُوم کے خاک اُس در کی آنکھوں سے ہے لگائی
کیسی قسمت مولا اُن کی، کیسے بختوں والے

☆☆☆☆

سلطان سکون ہندکو سے ترجمہ: انجم جاوید

جب عرب کا چاند طلوع ہوا، عالم میں نور ظہور ہوا
جب عرب کے باغ کا پھول کھلا، جگ خوشبو سے مخمور ہوا

پھر ایواں لرزے باطل کے، مسمار وہ کفر کے محل ہوئے
جب پرچم پیار کے لہرائے، سب کفر اندھیرا دُور ہوا

میں قرباں روئے کی جالی پر، روئے کی شان نزالی ہے
اس نام پہ، میں مٹ جاؤں گا، جب عشق مرا منظور ہوا

قرباں اُس خُلق عظیم پر ہوں، آقا کی طبع سلیم پر ہوں
وہ جن کے سخن سلوکوں سے، ہر غمگین دل مسرور ہوا

کیا حال سکون کی راتوں کا، اشکوں کی چھل برساتوں کا
یہ اثر درودوں نعتوں کا، ہر دکھ صدمہ کافور ہوا

☆☆☆☆



Encyclopedia World Literature

انسائیکلو پیڈیا ادبیات عالم

(دنیا اور پاکستان)

شعرا اور ادبا کی سوانحیات، اساطیری کردار،
اصنافِ سخن، ادبی تحریکات اور نظریات

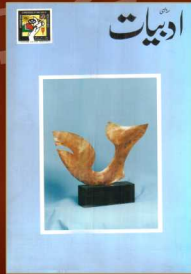
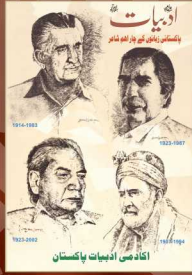
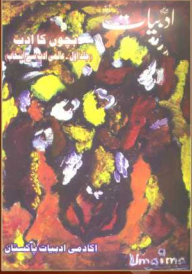
ایڈیشن: پہلا سرچشمہ

اکادمی ادبیات پاکستان

Quarterly **Adabiyaat** Islamabad

January to June 2014

ادبیات کے خصوصی شمارے



PAKISTAN ACADEMY OF LETTERS

Patras Bukhari Road, Sector H-8/1,
Islamabad, Pakistan

Phone: +92-51-9250582, 9235729 Fax: +92-51-9250590

Website: www.pal.gov.pk - email: adbiyaat@gmail.com

Price Rs.200